

بيان الامامة

(حصه دوم) خطوط وتشریح

نهج البلاغة

(حصه دوم)

كلام امير المؤمنين علي ابن ابي طالب عليه السلام

الفقيه الحكيم السيد محمد احسن زیدی (مجتهد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

الف

تمام حقوق بحق مصنف محفوظ

بیان الامامة (حصہ دوم)	نام کتاب:
ترجمہ و تشریح نہج البلاغہ (خطوط)	
الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)	مترجم:
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس	
السید محمد عسکری عابدی نوگانوی	ناشر:
دوم	طبع:
500	تعداد:
روپے	حدیہ:

www.insaaniat.org



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
بیان الامامة (حصہ دوم)
 (“خطوط و تشریحات“)

تمہید:- بیان الامامة کا ابتدائی لکھا جا چکا ہے۔ یہاں چند باتیں بطور یاد دہانی سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

اول یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کے خطوط پڑھتے ہوئے خطبات کی بنیادی باتوں کو فراموش نہ فرمائیں کہ حکومت و خلافت اللہ، رسول اور قرآن کی رو سے حضرت علی علیہ السلام کا حق تھا۔ اور قریش قومی طاقت سے حکمران بن گئے تھے اور حضرت علی علیہ السلام نے امن و امان برقرار رکھنے کی خاطر ان سے جنگ نہ کی تھی۔ اور جب قدرتی دباؤ نے انہیں خلیفہ منوالیا تو فرما دیا تھا کہ:-

”اَلَا نَ اِذْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلَى اَهْلِهِ وَنُقِلَ اِلَى مُنْتَقَلِهِ“ (77-2/76 نبج البلاغہ)

اس سلسلے کی ضروری تفصیل الفاروق و طبری سے لکھی جا چکی ہیں یہاں ڈاکٹر طہ حسین کا ایک جملہ سنتے چلیں لکھا ہے کہ:-

1- قریش نے خلافت و حکومت رسول کا رخ اپنی طرف پھیر لیا

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قریش نے خلافت کا رخ بنی ہاشم کی طرف سے اس لئے پھیر دیا تھا کہ نبوت

اور خلافت قریش کے اس خاندان میں جمع کرنا امن و عافیت کے خلاف ہے۔“ (کتاب علی صفحہ 21)

چند صفحات کے بعد طہ حسین حکومت و خلافت کو حضرت علی علیہ السلام کا حق مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

2- خلافت و حکومت رسول حضرت علی کا حق تھا

”مسلمانوں کی خاطر اپنی طبیعت کو اس بات پر راضی کر لیا کہ اپنے حق سے چشم پوشی کر لیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ

کا اندازہ تھا کہ حضرت ابوبکر کے بعد خلافت ان ہی کو ملے گی اور مسلمان اس بوڑھے کو خلیفہ بنا دینے میں معذور تھے۔“ (علی صفحہ 30)

قارئین یہ سمجھ کر کہ قریش اور ان کے لیڈر اللہ و رسول اور قرآن کے حکم کے خلاف تھے، دوسری بات یہ یاد رکھیں کہ:-

3- قرآن کو مجبور کرنے والی بھی یہی قوم تھی

رسول اللہ کی یہ نام نہاد قوم قرآن کی رو سے دشمن خدا و رسول بھی تھی (فرقان 31-30/25) (الانعام 6/66) اور یہ کہ

قریش نہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے نہ رسول پر ان کا ایمان تھا نہ وہ سابقہ کتبہائے خداوندی اور قرآن پر حقیقی ایمان رکھتے تھے (نساء

4/136) لہذا جیسا کہ قریش کو اللہ نے ظاہری اور برائے نام مومن کہہ کر پکارا ہے (4/136) حضرت علی علیہ السلام نے بھی قرآن کی پیروی میں اُن کو ظاہری مسلمان و مومن شمار کیا ہے اور بس۔

تیسری بات یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ دوسرے خلیفہ حضرت عمر کے زمانے میں اللہ، رسول اور قرآن کے خلاف بیس چھپس (20-25) لاکھ تنخواہ دار فوج (Standing Army) سے سینکڑوں چھاؤنیاں عرب میں بھری ہوئی تھیں جو حضرت عثمان کے زمانہ میں برقرار تھیں۔

4۔ پانچ سال تک بلا تنخواہ دار افواج کے، قریش کو شکستوں سے دوچار رکھتے رہے

علی علیہ السلام نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی تنخواہ دار افواج کو چھٹی دے دی۔ خزانے پبلک میں تقسیم کر دیئے اور اللہ و رسول کے طریقے پر حکومت قائم رکھی۔ پانچ سال قریش نے حکومت چھیننے کے لئے جنگیں جاری رکھیں۔ مگر علی علیہ السلام نے تنخواہ دار فوج سے کام نہ لیا۔ چند جملے طلحہ حسین سے سن لیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

5۔ رضا کار مجاہدین نے قریش کو ہمیشہ ہریمت دی

”پس حضرت علیؑ جانتے تھے کہ گنجائش کی آخری حدود تک لوگوں کو آزادی کا حق ہے اور اسی لئے وہ لوگوں کو اُن کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہر اطاعت کے لئے اُن پر جبر فرماتے تھے۔“ (علیؑ صفحہ 303) مسلسل لکھا ہے کہ:-

”دوسری بات جس پر حضرت علیؑ کسی کو مجبور نہ کرتے تھے وہ لڑائی ہے۔ آپؑ کا خیال ہے کہ غداروں، گمراہوں اور دین سے خارج ہو جانے والوں سے جنگ کرنا آپؑ کا اور مسلمانوں کا اسی طرح فرض ہے جس طرح اہل کتاب اور مشرک دشمنوں سے جہاد کرنا لیکن یہ فرض آپؑ نے لوگوں پر جبراً لاد نہیں اور نہ اقتدار سے کام لے کر اس پر زبردستی کی بلکہ آپؑ نے اس کی دعوت دی جس نے اُس دعوت پر لبیک کہا اُس سے خوش ہوئے اور اُس کی تعریف کی اور جو بیٹھ رہا اُس کو نصیحت کی، آمادہ کیا۔ آمادہ کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ جنگ جمل اور صفین کے معرکوں کے لئے آپؑ نے کسی کو مجبور نہیں کیا اور نہ خوارج کے ساتھ معرکوں کے لئے کسی پر زبردستی کی۔ ان تمام لڑائیوں میں آپؑ کے ساتھی وہی لوگ تھے جو اپنی بصیرت سے آپؑ کو جان کر آپؑ کا حق پہچان کر آپؑ کے ساتھی بنے اور رضا کارانہ خدمت پیش کی۔ اگر آپؑ چاہتے تو فوجی بھرتی کر سکتے تھے۔ لیکن فوجی خدمت کا یہ طریقہ جو لوگوں کو اس فرض پر مجبور کرے اب تک جاری نہ ہو سکا تھا۔ اگر آپؑ چاہتے تو مال دے کر لوگوں کو اس طرف متوجہ کر سکتے تھے جب کہ لوگ لڑائی سے گریز

کرتے تھے۔ لیکن آپ نے ایسا بھی نہیں کیا۔ آپ کو گوارا نہ تھا کہ اپنے ساتھیوں کا خلوص اور خیر خواہی دام دے کر خریدیں۔ آپ تو یہ چاہتے تھے کہ دوست اور ساتھی ایمان اور بصیرت کی روشنی میں آپ کا ساتھ دیں۔ بلکہ آپ نے تو اس سے بھی زیادہ کیا۔ انہیں لڑائیوں میں انہیں ساتھیوں کے ساتھ گھس پڑے اور ان کو مال غنیمت بھی نہیں لینے دیا۔ جس پر آپ کے ساتھی کبیدہ خاطر ہوئے اور کہا کہ ان کا خون تو ہمارے لئے مباح کر دیا لیکن مال مباح نہیں کیا۔‘ (علی صفحہ۔ 303-304)

یعنی حضرت علیؑ کے مقابلے پر تنخواہ دار فوجوں کا ٹڈی دل برابر پانچ سال برسرِ جنگ رہا جس کو مال غنیمت لوٹنے کی گھلی چھوٹ ملی ہوئی تھی۔ مگر مقدر میں شکست و ہزیمت و ذلت و ندامت و ناکامی تھی۔

چوتھے نمبر پر یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ قریش نے خود منت سماجت کر کے حضورؐ کو خلافت و حکومت سوچی تھی۔ لہذا آپ نے اپنے احتجاجات اور بحثوں میں قریش پر قریش ہی کے قائم کردہ اور مسلمہ اصول بطورِ حجت پیش کئے ہیں ان کو حضرت علیؑ علیہ السلام کے خلاف یا شیعہ مسلمات کے خلاف استعمال کرنا غلط ہوگا۔ چونکہ حکومت واپس دینے میں قریش نے اللہ و رسولؐ اور قرآن و علیؑ کے مسلمات کی اطاعت کا نہ وعدہ کیا تھا نہ وہ اپنے مسلمہ مذہب کی رو سے اللہ، رسولؐ اور قرآن کی اطاعت کر سکتے تھے۔

6- حضرت علیؑ نے نہ حکومت طلب کی نہ ان کو ضرورت تھی۔ ان کی مرضی کے خلاف منت و سماجت سے دی گئی

بہر حال علامہ مودودی کا اپنا بیان یہ ہے کہ:-

”اُس وقت ان چھ میں سے چار اصحاب موجود تھے جن کو حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت اُمت کے مقدم ترین اصحاب قرار دیا تھا۔ ایک حضرت علیؑ دوسرے حضرت طلحہ تیسرے حضرت زبیر چوتھے حضرت سعد بن ابی وقاص ان میں سے حضرت علیؑ ہر لحاظ سے پہلے نمبر پر تھے۔ شوریٰ کے موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اُمت کی عام رائے معلوم کرنے کے بعد یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ حضرت عثمان کے بعد دوسرے شخص جن کو اُمت کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل ہے حضرت علیؑ ہی ہیں۔ اس لئے یہ بالکل فطری امر تھا کہ لوگ خلافت کے لئے ان ہی کی طرف رجوع کرتے۔ صرف مدینے ہی میں نہیں پوری دُنیا نے اسلام میں دوسرا کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی طرف اس غرض کے لئے مسلمانوں کی نگاہیں اٹھتی۔ حتیٰ کہ اگر آج کے رائج طریقوں کے مطابق بھی کوئی انتخاب کرایا جاتا تو لازماً اکثریت کے ووٹ انہی کو حاصل ہوتے۔ چنانچہ تمام معتبر روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دوسرے اہل مدینہ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ:- ”یہ نظام کسی امیر کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ لوگوں کے لئے ایک

امام کا وجود ناگزیر ہے۔ اور آج آپ کے سوا ہم کوئی ایسا شخص نہیں پاتے جو اس منصب کے لئے آپ سے زیادہ مستحق ہو۔ نہ سابق خدمات کے اعتبار سے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب کے اعتبار سے۔ انہوں نے انکار کیا اور لوگ اصرار کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے کہا کہ۔ ”میری بیعت گھر بیٹھے خفیہ طریقے سے نہیں ہو سکتی۔ عام مسلمانوں کی رضا کے بغیر ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔“ پھر مسجد نبوی میں اجتماع عام ہوا اور تمام مہاجرین و انصار نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔“

اگلی سطر میں لکھتے ہیں کہ:-

”اس رو داد سے امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ حضرت علی کی خلافت قطعی طور پر ٹھیک ٹھیک ان ہی اصولوں کے مطابق منعقد ہوئی تھی جن پر خلافت راشدہ کا انعقاد ہو سکتا تھا۔ وہ زبردستی اقتدار پر قابض نہیں ہوئے۔ انہوں نے خلافت حاصل کرنے کے لئے برائے نام بھی کوئی کوشش نہیں کی لوگوں نے خود آزا دانہ مشاورت سے ان کو خلیفہ منتخب کیا۔ صحابہ کی عظیم اکثریت نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد میں شام کے سوا تمام بلاد اسلامیہ نے ان کو خلیفہ تسلیم کیا۔“ (خلافت و ملوکیت صفحہ 122-121)

علامہ مودودی کا یہ بیان چیخ چیخ کر بتاتا ہے کہ قریش نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے قائم کردہ نظام حکومت کے مطابق اپنے مسلمہ قواعد و ضوابط اور اصولوں کے مطابق اپنا خلیفہ بنایا تھا اور ان سے وہی کچھ چاہا تھا جو سابقہ قریشی حکمرانوں سے چاہتے تھے۔ لہذا قریش پر ان ہی کے ان کے مسلمہ قواعد و ضوابط اور اصولوں کے مطابق حجت قائم کرنا ضروری تھا۔ لہذا ہماری چوتھی بات کو فراموش نہ کریں۔ اور پانچویں بات تو ایسی ہے کہ اُسے نہ بھٹایا جا سکتا ہے نہ سامنے سے ہٹایا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ:-

خلافت سوہنے کے روز ہی سے قریش نے خلافت و حکومت و اقتدار کو واپس لینے کی کوشش شروع کی اور اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک حضرت علی علیہ السلام کو شہید نہ کر دیا۔ دن رات غذا ریاں کیں، ہر ممکن سازش اور مکر و فریب کئے، جنگیں کیں دل بھر کر اللہ و رسول اور قرآن کی خلاف ورزیاں کیں۔ مختصر یہ کہ وہ سب کوششیں اور کام کئے جو بدترین دشمن بھی نہیں کرتے۔ اور خطبات کی طرح ان مکینہ اقدامات کا ذکر بھی آنے والے خطوط میں کہیں کہیں آپ کو ملے گا۔ اور اپنی تشریحات میں ہم بھی کہیں کہیں آپ کو متوجہ کریں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ ناموں کے سوا حضرت علی علیہ السلام کے مخالفوں میں اسلام و قرآن کا کہیں پتہ نہ چلے گا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○

(نمبر 1) خط

إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْبَصْرَةِ (مدینہ سے بصرہ جاتے ہوئے اہل کوفہ کو لکھا گیا تھا)

1- عثمان کے قتل میں عائشہ، طلحہ اور زبیر کا ہاتھ، 2- مدینہ میں فتنہ کی چکی چل رہی تھی۔

3- اہل کوفہ کو عائشہ، طلحہ اور زبیر کے خلاف جہاد کی دعوت دی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلِيِّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ جِهَةً الْأَنْصَارِ وَسَامِ الْعَرَبِ،	اللہ کے بندے اور مومنین کے حاکم علی کی طرف سے اہل کوفہ کے نام جو میرے انصار میں سب سے بڑھ کر اور عرب میں بلند مرتبہ لوگ ہیں۔
2	أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي أُخْبِرُكُمْ عَنْ أَمْرِ عَثْمَانَ حَتَّى يَكُونَ سَمْعُهُ كَعْيَانِهِ،	بعد از حمد خدا و صلوات واضح ہو کہ میں تمہیں عثمان کے متعلق اس انداز سے خبردار کرتا ہوں کہ دیکھنے اور سننے میں کوئی فرق نہ رہے۔
3	إِنَّ النَّاسَ طَعَنُوا عَلَيْهِ فَكُنْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أَكْثَرَ اسْتِعَابَهُ، وَأَقْلَ عِتَابَهُ،	حقیقت حال یہ گذری ہے کہ تمام مسلمانوں نے عثمان کو برابر طعنے دئے مگر مہاجرین میں سے میں اکیلا ایک شخص ایسا تھا جس کی کوشش تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ عثمان کے خلاف نہ بھڑکیں اور جس نے عثمان پر کم سے کم غصہ اور عتاب کیا۔
4	وَكَانَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ أَهْوَنَ سَيْرِهِمَا فِيهِ الْوَجِيفُ،	اور وہ طلحہ اور زبیر تھے جن کی ہلکی سے ہلکی کاروائیاں بھی عثمان کے خلاف مہلک و خطرناک اور بے چینی پھیلانے والی تھیں۔
5	وَأَرْفَقُ حَدَائِهِمَا الْعَنِيفُ،	اور نرم سے نرم رویہ بھی انتہائی طور پر ملامت انگیز اور اشتعال پھیلانے والا تھا۔
6	وَكَانَ مِنْ عَائِشَةَ فِيهِ فَلْتَةٌ غَضَبٍ،	اور عائشہ نے تو عثمان کے خلاف اپنے غیظ و غضب اور اشتعال کی انتہا کر دی تھی۔
7	فَاتَّبَعِ لَهَا قَوْمٌ قَتَلُوهُ	چنانچہ ان تینوں کی اشتعالی کاروائیوں سے ایک قوم اٹھی اور عثمان کو قتل کر ڈالا۔
8	وَبَايَعَنِي النَّاسُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهِينَ، وَلَا مُجْبَرِينَ، بَلْ طَائِعِينَ مُخِيرِينَ.	اور اس کے بعد سوچ سمجھ کر آپس میں مشورے کر کے، بلا جبر و اکراہ، آزادانہ رغبت و اطاعت کے ساتھ مجھے اپنا حاکم بنانے کی بیعت کر لی۔
9	وَاعْلَمُوا أَنَّ دَارَ الْهَجْرَةِ قَدْ قَلَعَتْ بِأَهْلِهَا وَقَلَعُوا بِهَا،	اور یہ بھی سمجھ لو کہ عہد رسول میں ہجرت کیلئے مناسب پناہ گاہ رہنے والا شہر مدینہ اپنے حقیقی اہل کو جڑ سے اکھیڑ چکا ہے اور وہ حقیقی باشندے بھی مدینہ کو جڑ سے اکھیڑ چکے ہیں۔
10	وَجَاشَتْ جَيْشَ الْمُزَجْلِ،	اور مدینہ ایک دیگ کی طرح پورے جوش و خروش سے اُبل رہا ہے۔
11	وَقَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقَطْبِ،	اور وہاں ایک خاص فتنہ جم کر کھڑا ہو گیا ہے اور اپنی چکی میں لوگوں کو پیس رہا ہے۔
12	فَاسْرِعُوا إِلَى أَمِيرِكُمْ	چنانچہ تم لوگ جلدی سے اپنے حاکم کے پاس پہنچو۔
13	وَبَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّكُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ.	اور اپنے اپنے حاکم کے اور حکومت و اسلام کے دشمن سے جہاد میں کوشش کرو انشاء اللہ

تشریح: یہ بات سب سے پہلے نوٹ کرنے کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام مدینہ کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جا رہے ہیں اور اپنی زندگی میں مدینہ واپس نہ آئیں گے۔ اُنکے ساتھ اسلام کا مرکز بھی مدینہ سے ایسا گیا کہ پھر نہ سچا مرکز مدینہ میں کبھی قائم ہوا اور نہ جھوٹے مراکز یاد ار الخلا نے مدینہ آئے۔ علاوہ ازیں اہل بیت علیہم السلام بھی اسکے بعد مدینہ میں خوش ہو کر اور چین سے نہ رہے۔ یہی تفصیل ہے حضور کے نوں جملے کی اور اس میں حضور علیہ السلام نے مدینہ کو مجرم قرار دیا ہے۔ اور یہی رواگی کا دن تھا جس دن سے مدینہ کی عزت و حرمت دوست داران محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وجمعین کے دلوں سے نکل گئی تھی۔ اور امام حسین علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کے نکلنے سے تو مدینہ بالکل ذلیل ہو کر رہ گیا تھا۔ اور قدرت نے اہل مدینہ سے ایسا انتقام لیا تھا کہ ویسا انتقام کسی بستی کے باشندوں سے نہیں لیا گیا۔ اسکے چونکہ برعکس حضرت علی علیہ السلام اور مرکز اسلام کوفہ میں منتقل ہو رہا تھا اسلئے اس شہر کی عزت کو چار چاند لگتے چلے گئے۔ یہیں کے باشندوں نے تحریک تفتیح کی بنیاد رکھی۔ یہیں کے رہنے والوں نے اللہ ورسول اور قرآن وعلی کے دشمنوں کی حکومت کو بیخ و بن سے اکھیڑا۔ اُن کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ یہیں سے مادی وروحانی ترقی نے آگے قدم بڑھایا۔ یہیں کے باشندوں نے یورپ اور بیرونی دُنیا میں محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کا تعارف کرایا۔ کیمیا اور دیگر علوم کو دُنیا میں پھیلنے کی راہیں کھولیں۔ یہیں کے رہنے والوں نے الکوفی لا یوفی کا لقب حاصل کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ محمد و آل محمد و اُن کے مشن کے علاوہ کسی کے وفادار نہیں ہوتے۔ یہیں کے رہنے والے وہ مجاہد اور شہدا تھے جو کربلا میں سب سے زیادہ حسینؑ اور خاندان حسینؑ پر نثار ہوئے۔ یہاں بھی نہ کوئی مدنی شہید ہوا نہ کوئی کئی شہدا میں نظر آتا ہے۔ یعنی مکہ و مدینہ کے مقابلے میں کوفہ عزت و شرافت والی بستی ثابت ہوتا رہا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مدینہ کی عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اب تک برقرار ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آنحضرتؐ مدینہ کی قبر میں قید نہیں ہیں۔ وہ شہید ہیں (بخاری) اور معہ جسم پوری کائنات میں جہاں پسند فرماتے ہیں وہاں رہتے ہیں۔ اور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرکز میں باقی شہدائے کربلا اور آئمہ علیہم السلام کے ساتھ مقیم رہتے ہیں۔ رہ گیا مکہ! اُس کی عظمت بھی رسولؐ اور آئمہ علیہم السلام کی وجہ سے تھی وہ حضرات وہاں نہیں تو کعبہ کے پتھروں اور دیواروں کی اپنی کوئی ذاتی عظمت نہیں ہوا کرتی۔ مکان کی عزت و عظمت ملکین کی وجہ سے ہوتی ہے ملکین نہیں تو مکان کی عظمت و عزت بے معنی اور بت پرستی سے زیادہ کچھ نہیں چنانچہ اب مکہ و مدینہ صرف آثار قدیمہ ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔

2۔ عائشہ، طلحہ اور زبیر نہ صرف عثمان کے دشمن تھے بلکہ حضرت علیؑ کے بھی دشمن تھے

خطبات کی تشریحات میں قتل عثمان اور کردار عثمان کے متعلق تفصیلات گزر چکی ہیں۔ یہاں اس خط کے جملے (7-1/4) کی خانہ پری کے لئے عائشہ وطلحہ و زبیر کے لئے چند باتیں لکھی جاتی ہیں تاکہ اُن کی اور عثمان کی دشمنی سامنے آجائے اور حضرت علیؑ کے مقابلے میں برسر جنگ ہونے کا مقصد سمجھ میں آجائے۔

3۔ عثمان کا قتل کیا جانا یا سمندر میں ڈبو جانا عائشہ کے نزدیک ضروری تھا

علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ”جب عثمان محاصرے میں گھرے ہوئے تھے تو مروان اُن کی حمایت میں پوری کوشش کر رہا تھا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ عائشہ مدینہ کے حالات کو نظر انداز کر کے حج کے ارادے سے مکہ کو روانہ ہو رہی ہیں تو اُنہیں روکنے اور سمجھانے کی غرض سے زید بن ثابت اور عبدالرحمن بن عتاب کو لے کر عائشہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے اُم المومنین کیا اچھا ہوتا کہ آپ حج کا ارادہ ترک کر دیتیں۔ خلیفہ وقت اپنے گھر میں

محصور ہیں آپ کی موجودگی اُن کی حفاظت کا سبب بن سکتی ہے۔ عائشہ نے کہا کہ ہمارا سامان سفر باندھا جا چکا ہے اب میرا رُکنا ممکن نہیں ہے۔ اُن لوگوں نے دوبارہ روکنے کی کوشش کی مگر عائشہ نے پہلے کی طرح منع کر دیا تو مروان نے یہ شعر پڑھا کہ:-

قیس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگا دی اور جب آگ بھڑک اُٹھی تو خود بھاگ کھڑا ہوا

مطلب یہ تھا کہ تم ہی نے عثمان کے خلاف یہ خطرناک حالات پیدا کئے ہیں اور اب نتیجہ برآمد ہونے سے پہلے فرار کر جانا چاہتی ہو۔ عائشہ نے کہا کہ اُننو! خدا کی قسم میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے اور عثمان دونوں کے پیروں میں ایک ایک چکی بندھی ہوتی اور تم دونوں کو سمندر میں ڈال دیا جاتا۔“ یہ کہہ کر مکہ کو روانہ ہو گئی۔

علامہ بلاذری یہ لکھتے ہیں کہ:-

”جب عثمان کا معاملہ بہت نازک ہو گیا تو اُنہوں نے مروان بن حکم اور عبدالرحمن بن عتاب ابن اُسید کو حکم دیا کہ تم عائشہ کے پاس جاؤ وہ حج کو جا رہی ہیں اور اُن کو رکنے کے لئے کہوشاید اُن کی موجودگی میں میری مصیبت ٹل جائے۔ عائشہ نے جواب دیا کہ میں رخت سفر باندھ چکی ہوں اپنے اوپر حج واجب کر لیا ہے میں نہیں رُک سکتی۔ مروان نے مذکورہ بالا شعر پڑھا تو عائشہ نے کہا کہ آئے مروان جی تو یہ چاہتا ہے کہ عثمان میرے ان تھیلوں میں سے کسی ایک تھیلے میں ہوتا اور میں خود اُٹھا کر لے جاتی اور سمندر میں ڈال دیتی۔“

تمام قریشی تواریخ کی رُو سے حضرت عائشہ کا فتویٰ یہ تھا کہ وہ:-

”اُقْتِلُوْا نَعْتِلًا قَتَلَ اللّٰهُ نَعْتِلًا اِنَّهٗ فَقَدْ كَفَرُوْا“ اس نعتیل کو قتل کر ڈالو، اللہ اس نعتیل کو قتل کرے یہ یقیناً کافر ہو گیا ہے۔

نعتیل ایک لمبی داڑھی والے یہودی کا نام تھا۔ عثمان کے دشمن عثمان کو اُسی سے نسبت دیا کرتے تھے۔

4۔ طلحہ نے عثمان کے ساتھ محسن کُشی کی اُس کے قتل میں مددگار و معاون رہے

تواریخ اور ابن ابی الحدید کی شرح میں ہے کہ:-

(1) ”عثمان کا شدید ترین دشمن طلحہ تھا اور زبیر بھی اُن ہی کے لگ بھگ تھا۔ عثمان کہا کرتے تھے کہ میں نے طلحہ کو بہت سا سونا دیا تھا اور اب وہ میرے خون کا پیاسا ہے۔ خداوند اُسے اس دولت سے فائدہ اُٹھانے کا موقع نہ دے اور اُسے بغاوت کے نتیجے سے دوچار کرنا۔ عثمان کی محصوری کے حالات میں لکھا گیا ہے کہ جس روز عثمان قتل ہوا اس دن طلحہ نقاب ڈالے ہوئے حملہ آوروں میں شامل تھا اور تیر چلار ہا تھا۔ اور اُسی نے عثمان کے گھر میں داخل ہو کر حملہ کرنے کی راہ ایک انصاری کے گھر میں سے لوگوں کو بتائی تھی۔ (ابن ابی الحدید جلد 2 صفحہ 404)

(2) عثمان کے محاصرین نے بہت سخت رویہ اختیار کیا کھانا اور پانی تک اندر جانے سے روک دیا یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے پانی اندر بھجوایا۔

(کتاب الانساب جلد 5 صفحہ 71)

(3) کتاب الامامت والسیاسة جلد 1 صفحہ 24 پر ہے کہ کوفہ اور مصر والے رات دن عثمان کے دروازے کو گھیرے رہتے تھے اور طلحہ ان دونوں جماعتوں کو بھڑکاتے رہتے تھے۔ طلحہ نے کہا کہ جب تک کھانا اور پانی عثمان تک پہنچ رہا ہے اُسے تمہارے محاصرے کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے لہذا پانی اندر نہ جانے دو۔“

(4) بلاذری نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ اصحاب پیغمبر میں طلحہ سے بڑھ کر عثمان کے خون کا کوئی پیاسا نہ تھا۔“

(کتاب الانساب جلد 5 صفحہ 81 عقد الفرید جلد 3 صفحہ 269)

5- زیر بھی عثمان کے قتل میں طلحہ کی طرح برابر مدد و معاون رہے

(1) مسعودی نے روایت کی ہے کہ بروز جنگ جمل مروان نے کہا۔ ”لو زیر بھی چلائے۔ اب کہیں یہ دوسرا قاتل بھی نہ کھسک جائے یہ کہہ کر اُس نے کہا

کہ کچھ پرواہ نہیں یہاں پڑے یا وہاں پڑے اور تیر نکال کر طلحہ کی رگ ہفت اندام پر مارا اور قتل کر دیا۔ (مروج الذهب جلد 2 صفحہ 11)

(2) ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ طلحہ عثمان کے خلاف برا بیخنتہ کیا کرتے تھے زیر کا بھی یہی حال تھا زیر نے کہا تھا کہ اُقْتُلُوهُ فَقَدْ بَدَّلَ دِيْنَكُمْ عِثَان

کو قتل کر ڈالو اُس نے یقیناً تمہارے دین کو بدل دیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کا بیٹا تو عثمان کی حمایت میں جنگ کر رہا ہے اور آپ ایسا کہتے ہیں؟ زیر

نے کہا کہ مجھے عثمان کا قتل کیا جانا ایسی صورت میں بھی پسند ہے جب کہ میرا بیٹا بھی اُس کے ساتھ قتل ہو جائے۔“ (شرح نہج البلاغہ جلد 2 صفحہ 404)

(3) معاویہ نے حابس بن سعد سے کہا کہ مجھے عثمان کی سرگزشت سناؤ۔ اُس نے کہا کہ قتل عثمان کے کرتا دھرتا محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر تھے۔ اور

عثمان کے معاملے میں دو شخصوں نے بڑی آگ لگائی ایک طلحہ اور دوسرے زیر اور سب سے زیادہ حسن سلوک اگر کسی نے عثمان کے ساتھ کیا تو وہ علیؑ

ہیں۔ عثمان کے قتل ہونے کے بعد لوگ علیؑ پر اس طرح ٹوٹے جیسے شمع پر پروانے ٹوٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ کی نعلین گم ہو گئی اور ردابدن سے گر گئی۔“

(الامامة والسياسة جلد 1 صفحہ 74، کتاب صفین صفحہ 72، شرح ابن ابی الحدید جلد 1 صفحہ 259)

6- مدینہ میں فتنہ کا جم کر کھڑا ہونا اور دیگ کی طرح سے اُبال کھانا

اس خط کے دسویں اور گیارہویں جملوں سے قریشی لیڈروں کی اُس بے چینی اور گھبراہٹ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو حضرت علیؑ علیہ السلام کو

عوام کے دباؤ سے خلیفہ مان لینے کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ اور اب وہ سوچ رہے ہیں کہ علیؑ کی بیعت کر کے ہاتھ کٹ جانے کے بعد بیعت کو کیسے توڑیں۔

بیعت نہ توڑیں تو علیؑ سے دشمنی اور مخالفت کیسے کریں؟ اور مخالفت نہ کریں تو حضرت علیؑ علیہ السلام کے پورے موقف کو اختیار کیسے کریں؟ دن رات

اسکیمیں بنائی اور بگاڑی جا رہی تھیں۔ لہذا ایک فریق ایسا تیار کیا گیا جو روز اول سے حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرے گا جیسا کہ خود حضرت علیؑ علیہ السلام

نے ابو بکر وغیرہم کی بیعت نہ کی تھی۔ تاکہ وقت آنے پر وہ لوگ یہ کہہ سکیں کہ ہم نے تو علیؑ کو خلیفہ و حکمران تسلیم ہی نہیں کیا۔ جس طرح علیؑ نے قریشی

خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ بیعت کر لینے والوں میں سے ایک پارٹی وہ بنائی گئی جو حضرت علیؑ سے تعاون نہ کرے گی۔ اور آخری جماعت وہ ہوگی جو

ہر ممکن تصادم پر پارکھے گی۔ ان تینوں جماعتوں میں وہ لوگ شامل ہوئے جو عوام کے نزدیک مقدس لوگ تھے۔ جیسے عائشہ، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ

بن عباس وغیرہ۔ الغرض مدینہ میں حضرت علیؑ علیہ السلام کی حکومت کو پلٹنے کی کھچڑی پک رہی تھی اور حضرت علیؑ علیہ السلام کو فد کے انصار کو مطلع کر رہے

تھے۔ اور قریشی عوام اور لیڈروں کو بلا تکلف اپنا اور اپنے انصار کا عدو (دشمن) لکھ رہے تھے اور یہ بتا رہے تھے کہ اُن دشمنوں پر جہاد کے لئے فوج

کشی دینی فریضہ ہے اور یہ کہ تمام مسلمانوں کو اس جہاد میں شریک ہو کر دشمنان اسلام کو کھڑے کر دینا لازم ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام نے پہلے ہی خط میں

قریشی قوم کی پوری اسکیم کا کچا چٹھہ پبلک کے سامنے رکھ دیا ہے جو پانچ سال تک پیش آنے والے واقعات اور منصوبوں کا جوہر ہے۔

(نمبر 2) خط

إِلَيْهِمْ بَعْدَ فَتْحِ الْبَصْرَةِ

بصرہ کی فتح پر اہل کوفہ کو مبارک باد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

1	اور اے کوفہ شہر کے باشندو تمہیں تمہارے نبی کے اہل بیت کی جانب سے بصرہ کو فتح کرنے کے صلے میں اللہ وہ بہترین جزا دے جو وہ اپنی اطاعت میں اعمال بجالانے والوں کو دیا کرتا ہے۔	وَجَزَاكُمُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ مِصْرٍ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ أَحْسَنَ مَا يَجْزِي الْعَامِلِينَ بِطَاعَتِهِ،
2	اور جو جزا وہ اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والوں کو دیا کرتا ہے۔	وَالشَّاكِرِينَ لِنِعْمَتِهِ،
3	یقیناً تم نے میرا حکم سنا اور اس کی اطاعت کی۔	فَقَدْ سَمِعْتُمْ وَأَطَعْتُمْ،
4	اور تمہیں جہاد پر بلایا گیا تو تم نے دعوت قبول کی۔“	وَدُعِيتُمْ فَأَجَبْتُمْ.

تشریح: 1- یہاں بھی پہلی بات جو ابھر کر سامنے آتی ہے وہ وہی ہے کہ اہل کوفہ تنخواہ دار لوگ نہ تھے ورنہ مبارکباد اور دُعا کا حق ہی پیدا نہ ہوا ہوتا۔ اُن کو رضا کارانہ جہاد کے لئے بلایا گیا وہ اپنے اسلحہ اور خورد و نوش کا سامان لے کر حاضر ہوئے۔ دشمنانِ اسلام سے راہِ خدا میں جہاد کیا اور فتح حاصل کی اور مبارکباد و شکرے کے حقدار ہوئے۔ پھر یہ دیکھئے کہ حضرت علی علیہ السلام امام زمانہ اور حکمران ہیں لیکن مبارکباد، شکر یہ اور جزا کی دُعا تمام اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دی جا رہی ہے۔ یعنی اہل کوفہ نے فتح حاصل کر کے دینِ اسلام اور رسول و آل رسول کا تحفظ کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دشمنوں سے خطرہ اللہ و رسول اور اسلام و آل رسول کو ہوا کرتا ہے۔ لہذا شکر یہ ادا کرنا مبارکباد دینا امام زمانہ اور آل رسول علیہم السلام کا کام ہے اور بہترین جزا دینا اللہ کا کام ہے۔ اور اُس نے جہاد کرنے والوں کے لئے فرما دیا ہے کہ:-

2- راہِ خدا میں جہاد وہی لوگ کرتے ہیں جو دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں فروخت کر دیتے ہیں

”اللہ کی راہ میں اُن لوگوں کو جنگ کرنا چاہئے جو آخرت کی زندگی کے بدلے میں دنیا کی زندگی کو فروخت کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اسے ہم ضرور

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (النساء 4/74)

عظیم الشان اجر دیں گے۔“

یہی اجر ہے جو امام زمانہ علیہ السلام نے اہل کوفہ کو دے دیا ہے۔

(نمبر 3) خط

کتابہ لشریح ابن الحارث قاضیہ . شرح ابن حارث کو لکھا گیا جو عہد ثلاثہ سے قاضی تھا

1- مکان کی خریداری پر قاضی سے باز پرس 2- مکان کی دستاویز کی پہلی اور آخری اور عجیب صورت۔
رُوی أَنَّ شُرَيْحَ ابْنَ الْحَارِثِ قَاضِيَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْتَرَى عَلِيَّ عَهْدَهُ
دَارًا بِبَغْدَادٍ، فَبَلَغَهُ ذَلِكَ فَاسْتَدْعَاهُ وَقَالَ لَهُ:

روایت کی گئی ہے کہ شرح ابن حارث نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے دور خلافت میں ایک مکان اسی دینار میں خریدا تھا۔ جب یہ خبر حضرت علی کو معلوم ہوئی تو اسے اپنا قاضی ہونے کی بنا پر باز پرس کے لئے بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس سے فرمایا کہ:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک مکان اسی دینار میں خریدا ہے اور خریداری کی دستاویز بھی لکھی ہے اور اس دستاویز میں گواہوں کی شہادتیں بھی لکھوائی ہیں؟ قاضی شرح نے آپ سے عرض کیا کہ:- یا امیر المؤمنین وہ خبر اور تمام تفصیلات یقیناً صحیح ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ علی نے قاضی کی طرف غضبناک نظر سے دیکھا اور اس سے کہا کہ:-	بَلَّغَنِي أَنَّكَ ابْتَعْتَ دَارًا بِبَغْدَادٍ وَكُنْتَ لَهَا كِتَابًا، وَأَشْهَدْتُ فِيهِ شَهْوَدًا؟ فَقَالَ لَهُ شُرَيْحٌ: قَدْ كَانَ ذَلِكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ فَظَنَرْتُ إِلَيْهِ نَظْرَ مُغْضَبٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ: يَا شُرَيْحُ أَمَا إِنَّهُ سَيَأْتِيكَ مَنْ لَا يَنْظُرُ فِي كِتَابِكَ، وَلَا يَسْأَلُكَ عَنْ بَيْتِكَ، حَتَّى يُخْرِجَكَ مِنْهَا شَاخِصًا، وَيُسَلِّمَكَ إِلَى قَبْرِكَ خَالِصًا، فَأَنْظُرْ يَا شُرَيْحُ لَا تَكُونُ ابْتَعْتَ هَذِهِ الدَّارَ مِنْ غَيْرِ مَالِكَ، أَوْ نَقَدْتَ الثَّمَنَ مِنْ غَيْرِ حَالِكَ، فَإِنَّكَ قَدْ خَسِرْتَ دَارَ الدُّنْيَا وَدَارَ الْآخِرَةِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَتَيْتَنِي عِنْدَ شَرَايِكَ مَا اشْتَرَيْتَ لَكِ كِتَابًا عَلَيَّ هَذِهِ النُّسْخَةَ، فَلَمْ تَرَعْبُ فِي شَرَاءِ هَذِهِ الدَّارِ بَدْرَهُمْ فَمَا فَوْقَ.
2	اے شرح یقیناً بہت جلد تیرے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو تیری لکھی ہوئی دستاویز پر نظر نہ ڈالے گا۔	
3	اور نہ ہی تجھ سے تیرے گواہوں اور ثبوت کے متعلق کچھ پوچھے گا بلکہ تجھے حیران و پریشان اس گھر سے باہر نکال لے جائے گا۔	
4	اور تجھے تیری ہر چیز سے جدا کر کے تیری قبر کے سپرد کر دے گا۔	
5	اے شرح اس پر غور کر لو کہ کہیں تم نے یہ گھر کسی دوسرے کے مال کے بدلے میں تو نہیں خریدا ہے؟	
6	یا کہیں ایسے مال سے اس کی قیمت ادا کی ہو جو تمہارے لئے حلال نہ تھا؟	
7	اگر ایسا ہوا ہے تو سمجھ لو کہ تمہاری دنیا بھی اور تمہاری آخرت بھی گھائے میں رہی ہے۔	
8	اور اگر کہیں تم اس مکان کی خریداری کے وقت میرے پاس آئے ہوتے تو میں تمہارے لئے ایک ایسی تحریر لکھ کر دیتا کہ اسے دیکھنے کے بعد تم اس مکان کو ایک درہم میں بلکہ اس سے بھی کم میں خریدنے کو تیار نہ ہوتے۔“	

اور وہ دستاویز یہ ہے	وَالنُّسُخَةُ هَذِهِ،
1 یہ ایک حقیر و ذلیل بندے کی خرید ہے۔	هَذَا مَا اشْتَرَى عَبْدٌ ذَلِيلٌ،
2 جو اس نے ایک ایسے مرنے والے سے خریدی ہے جو دنیا سے سفر کیلئے تیار ہے۔	مِنْ مَيِّتٍ قَدْ أُذْعِجَ لِلرَّحِيلِ،
3 یہ ایک گھر ہے جو خود فریبی کے علاقہ میں، فنا ہونے والوں کے پاس اور ہلاک ہونے والوں کے رقبے میں بنا ہوا ہے۔	اشْتَرَى مِنْهُ دَارًا مِنْ دَارِ الْغُرُورِ مِنْ جَانِبِ الْفَائِزِينَ، وَخِطَّةِ الْهَالِكِينَ،
4 اور اس مکان کی چاروں حدیں یوں ہیں کہ:	وَتَجْمَعُ هَذِهِ الدَّارَ حُدُودًا بَعَةً:
5 اُس کی پہلی حد آفتوں کے سامان سے ملی ہوئی ہے۔	الْحَدُّ الْأَوَّلُ يَنْتَهِي إِلَى دَوَاعِي الْأَفَاتِ،
6 دوسری حد مصیبتوں سے جا کر مل جاتی ہے۔	وَالْحَدُّ الثَّانِي يَنْتَهِي إِلَى دَوَاعِي الْمُصِيبَاتِ،
7 اور تیسری حد تباہ کر ڈالنے والی نفسانی خواہشات پر تمام ہوتی ہے۔	وَالْحَدُّ الثَّلَاثُ يَنْتَهِي إِلَى الْهَوَى الْمُرْدِي،
8 اور اس کی چوتھی حد انخوا کرنے والے شیطان کے علاقہ میں ہے۔	وَالْحَدُّ الرَّابِعُ يَنْتَهِي إِلَى الشَّيْطَانِ الْمَغْوِي،
9 اور یہی وہ سمت ہے جہاں میرے خریدے ہوئے اس مکان کا دروازہ کھلتا ہے۔	وَفِيهِ يُشْرَعُ بَابُ هَذِهِ الدَّارِ،
10 اُمیدوں اور آرزوؤں کے فریب میں مبتلا اس شخص نے اس گھر کو اُس شخص سے خریدا ہے	اشْتَرَى هَذَا الْمُغْتَرُّ بِالْأَمَلِ،
11 جو مرنے کے لئے باہر نکالا جا چکا ہے۔	مِنْ هَذَا الْمُزْعَجِ بِالْأَجْلِ،
12 یہ مکان اس قیمت پر خریدا گیا ہے کہ خریدنے والا قناعت و صبر کی عزت سے خارج ہو جائے گا۔	هَذِهِ الدَّارُ بِالْخُرُوجِ مِنْ عَزِّ الْقَنَاعَةِ،
13 اور بھیک مانگنے اور ہاتھ پھیلانے کی ذلت میں داخل ہو جائے گا۔	وَالدُّخُولِ فِي ذُلِّ الطَّلَبِ وَالضَّرَاعَةِ،
14 چنانچہ اب اگر مکان کے خریدار کو مکان خریدنے میں کوئی نقصان پہنچے گا تو پھر بادشاہوں کے جسموں کو تہہ بالا کرنے والے کی ذمہ داری ہے۔	فَمَا أَذْرَكَ هَذَا الْمُشْتَرَى فِيمَا اشْتَرَى مِنْهُ مِنْ دَرْكِ فَعَلَى مُبْلِلِ أَجْسَامِ الْمُلُوكِ،
15 اور جاہروں و ظالموں کی زندگی چھین لینے والے کی ذمہ داری ہے۔	وَسَالِبِ نَفُوسِ الْجَبَابِرَةِ،
16 اور اس کی ذمہ داری ہے جو فرعونوں کی اور،	وَمُرْيَلِ مُلْكِ الْفِرَاعِنَةِ،
17 مثلاً قیصر اور کسریٰ کی اور تیغ اور تیغ کی سلطنتوں کو برباد کرنے والا ہے۔	مِثْلِ كِسْرَى وَ قَيْصَرَ وَ تَبِعِ وَ حَمِيرَ،
18 اور جو مال پر مال جمع کر کے بڑھانے والوں سے۔	وَمَنْ جَمَعَ الْمَالَ عَلَى الْمَالِ فَكَثَّرَ،
19 اور تعمیرات کر کے سجانے والوں سے۔	وَمَنْ بَنَى وَ شَيَّدَ،
20 اور اولاد کے لئے زر و جوہر کے ذخیرے جمع کر کے مستحکم کرنے والوں سے سب کچھ چھین لے گا اس کی ذمہ داری ہے کہ:-	وَ زَخْرَفَ وَ نَجَّدَ وَ أَدْحَرَ وَ اغْتَقَدَ وَ نَظَرَ بِزَعْمِهِ لِلْوَلَدِ،
21 وہ ان تمام مذکورہ اشخاص کو اُس جگہ جمع کرے گا جہاں اُن سے پورا پورا حساب لیا	أَشْخَاصَهُمْ جَمِيعًا إِلَى مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَ الْحِسَابِ

وَمَوْضِعِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ، اِذْ وَقَعَ الْأَمْرُ بِفَضْلِ الْقَضَاءِ، وَخَسَرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ، (40/78)	22	جائے اور جہاں انہیں عذاب اور ثواب دیا جائے گا اُسی وقت ہی معاملات کے صحیح فیصلے ہوں گے۔ اور اُسی وقت تمام باطل پرست گھائے میں رہیں گے (40/78)
شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ الْعَقْلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ أَسْرِ الْهَوَىٰ وَسَلِمَ مِنْ عِلَاقِ الدُّنْيَا.	23	اس دستاویز پر عقل نے ایسی حالت میں گواہی دی ہے جب کہ وہ خواہشات میں گرفتار نہیں تھی اور دُنیا کے تمام تعلقات سے دستکش تھی۔“

تشریح:- حضرت علی علیہ السلام کی لکھی ہوئی یہ دستاویز دُنیا میں اپنی مثل آپ ہے نہ یہ طریقہ پہلے کسی اور کو سوجھانہ بعد میں اس کو اختیار کیا گیا۔ یہاں مکانات کا بنانا اور خرید و فروخت بھی انسانوں کی اپنی پسند کے ماتحت نہیں چھوڑی گئی ہے۔ اس لئے کہ اس آزادی سے سینکڑوں جرائم جنم لیتے ہیں اور نوع انسان کی آزادی اور ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اور ادھر اللہ پر توکل اور قناعت میں غل ہوتے ہیں۔ آزادانہ مکانات بنانے اور سجانے سے جو خرابیاں سامنے آتی ہیں وہ بیان فرمادی گئی ہیں۔ اگر آپ اُس نظام میں شامل رہنا چاہتے ہیں جہاں مال حرام کو داخلہ نہ ملے۔ جہاں آخرت ہر وقت سامنے رہے اور دُنیا اور سامان دُنیا عارضی اور حقیر معلوم ہوتا رہے۔ جہاں انسان ہمہ قسمی ذلت سے محفوظ رہے۔ جہاں خود فریبی، فنا اور ہلاکت کا گذر نہ ہو سکے۔ آفات و مصائب و نفسانی و پست خیالیاں دُور سے دُور رہیں۔ جہاں غلط آرزوئیں اور غلط اُمیدیں پاس نہ پھٹکیں۔ جہاں عزت و استغنا کبھی مجروح نہ ہو اور کسی حال اور کسی صورت میں نقصان سے سابقہ نہ پڑے تو آپ کا فریضہ ہے کہ خود کو نظام معصومین علیہم السلام کے سپرد کر کے بے اختیار ہو جائیں یا دوسرے الفاظ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بندے بن جائیں اور کہہ دیں کہ:-

سپر دم بتوما یہ خویش را

تودانی حساب کم و پیش را

2- مذکورہ بادشاہوں سے مزید تعارف

فرعون - بادشاہان مصر کا لقب تھا۔ یہ نہایت شاندار عظیم بادشاہ گذرے ہیں ان میں سے بعض اپنے ظلم و جور کی وجہ سے ایسے بدنام ہوئے کہ یہ لقب ہی ظالموں اور سرکشوں کے لئے مخصوص ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پالنے والا فرعون ہماری تفسیر میں منفرد انسان کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔

حَمِیر - یمن کے بادشاہوں کا لقب رہا ہے۔ یہ بادشاہ سلطنت انباط کے مخالف رہے ہیں اور ایران کے جانبدار تھے۔ یہ لوگ یمن کے ساتھ ساتھ حضرت موت، حبشہ اور حجاز پر بھی حکمرانی کرتے ہیں۔ ان کے دوسرے دور کے بادشاہوں کو تُوج کہا جاتا تھا۔

کَسْرِی - ایران کے بادشاہوں کو کہتے تھے فارسی زبان کا لفظ کَسْر ہے، عربی میں کَسْرِی خسرو سے بنا لیا گیا ہے۔

قیصر - شاہان روم کا لقب رہا ہے۔ یہ عیسائی مذہب کی حکومت اور حکومت انباط کی دوست تھی۔ یہی حکومت تھی جو مسلسل ہمارے بزرگوں کی قدرو منزلت قائم کرنے میں کوشاں رہی اور آج بھی عیسائی اور یہودی حکومتیں محمد و آل محمد علیہم السلام کی حامی و مددگار ہیں۔ اور ہمیشہ مددگار رہیں گی۔

انشاء اللہ والامام علیہ السلام۔

(نمبر 4) خط

بصرہ کے گورنر حضرت عثمان بن حنیف کے نام

- 1- بغاوت چھوڑنے والوں کو معافی دینا 2- باغیوں سے جنگ ضروری ہے۔
3- نیم دلی یا بددلی سے شامل جنگ ہو نیوالوں کو ساتھ نہ لینا بہتر ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	اگر طلحہ، زبیر و عائشہ بغاوت چھوڑ کر اطاعت کے سایہ میں پلٹ آئیں تو وہی ہمیں محبوب ہے۔	فَإِنْ عَادُوا إِلَىٰ ظِلِّ الطَّاعَةِ فَذَلِكَ الَّذِي نَحِبُ
2	اور اگر ان کے مقاصد انہیں تومی دشمنی اور تفرقہ پر دازی اور نافرمانی کی طرف گھسیٹیں تو تمہیں چاہئے کہ تم انکے خلاف اٹھو اور ان لوگوں کو ساتھ لیکر اپنے مخالفوں کا مقابلہ کرو جو تمہاری اطاعت کریں۔	وَإِنْ تَوَأَفَّتِ الْأُمُورُ بِالْقَوْمِ إِلَى الشَّقَاقِ وَالْعَصِيَانِ فَأَنهَذَا بِمَنْ أَطَاعَكَ إِلَى مَنْ عَصَاكَ،
3	اور جو تمہاری قیادت میں آگے بڑھیں ان کو کافی سمجھو اور ان لوگوں کی بالکل پرواہ نہ کرو جو تم سے جی چراتے ہوں۔	وَاسْتَعِينِ بِمَنْ أَنْقَادَ مَعَكَ عَمَّنْ تَقَاعَسَ عَنْكَ
4	دراصل ناگواری سے ساتھ دینے والوں کا موجود نہ ہونا انکے موجود رہنے سے بہتر ہوا کرتا ہے	فَإِنَّ الْمُتَكَارِهَ مُغِيْبُهُ خَيْرٌ مِّنْ مَّشْهَدِهِ،
5	اور ان کا جنگ سے الگ ہو کر بیٹھ رہنا ان کے جنگ کے لئے اٹھنے سے مفید ہوتا ہے۔	وَفُعُوْدُهُ أَعْنَىٰ مِّنْ نُهْوِضِهِ؛

تشریح: یہ ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ کی طرف کوچ کرتے ہوئے اہل کوفہ کو جہاد کے لئے پہنچنے کا خط لکھا تھا۔ مدینہ سے یہ روانگی اسی لئے ہوئی تھی کہ عائشہ، طلحہ و زبیر اپنی فوج لے کر بصرہ کو روانہ ہو گئے تھے اور حضور علیہ السلام بصرہ ہی میں ان تینوں سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں یہ خط لکھا ہے اور باغی مسلمانوں سے جنگ کو لازمی قرار دیا ہے۔ یعنی امام وقت علیہ السلام سے باغی کی نہ نماز کا خیال کیا جائے گا نہ مسلمان و مومن کہلانے کی پرواہ کی جائے گی انہیں بے دریغ جہنم واصل کیا جائے گا۔

2- امام زمانہ علیہ السلام سے بغاوت پر علامہ مودودی اور دیگر علماء کا فتویٰ سنیں

مودودی نے لکھا ہے کہ:- اس مسئلہ میں صحیح شرعی پوزیشن قاضی ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس طرح بیان کی ہے کہ:-

”لوگوں کو بلا امام چھوڑ دینا ممکن نہ تھا چنانچہ امامت ان باقی صحابہ کے سامنے پیش کی گئی جن کا ذکر حضرت عمر نے شوریٰ میں کیا ہے اور انہوں نے اسے رد کر دیا تھا۔ اور حضرت علی نے جو امامت کے سب سے زیادہ حقدار اور اہل تھے اُسے قبول کر لیا تھا۔ تاکہ اُمت کو خونریزی اور آپس کی پھوٹ سے بچایا جاسکے۔ جس سے دین و ملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جانے کا خطرہ تھا۔ پھر جب ان سے بیعت کر لی گئی تو شام کے لوگوں نے ان کی بیعت قبول کرنے کے لئے یہ شرط لگائی کہ پہلے حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے ان سے قصاص لیا جائے۔ حضرت علی نے ان سے کہا کہ پہلے بیعت میں داخل ہو جاؤ پھر حق کا مطالبہ کرو اور وہ تمہیں مل جائے گا۔ مگر انہوں نے کہا کہ آپ بیعت کے مستحق ہی نہیں ہیں۔ جبکہ ہم قاتلین عثمان کو صبح شام آپ کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ اس معاملے میں حضرت علی کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ اور ان کا قول زیادہ درست تھا۔ کیونکہ اگر وہ اس وقت قاتلین عثمان سے بدلہ لینے کی کوشش کرتے تو قبائل ان کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوتے اور لڑائی کا ایک تیسرا محاذ کھل جاتا۔ اس لئے وہ انتظار کر رہے تھے کہ حکومت مضبوط ہو جائے اور تمام مملکت میں ان کی بیعت منعقد ہو لے۔ اس کے بعد باقاعدہ عدالت میں اولیاء مقتول کی طرف سے دعویٰ پیش ہو اور حق کے مطابق فیصلہ

کردیا جائے۔ علمائے اُمت کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام کے لئے قصاص کو مؤخر کرنا ایسی حالت میں جائز ہے جبکہ اُس سے فتنہ بھڑک اُٹھے اور تفرقہ برپا ہونے کا خطرہ ہو۔“ ایسا ہی معاملہ حضراتِ طلحہ اور زبیر کا تھا ان دنوں حضرات نے نہ تو حضرت علیؑ کو خلافت سے بے دخل کیا تھا نہ اُن کے دین پر معترض تھے۔ البتہ اُن کا خیال یہ تھا کہ پہلے حضرت عثمان کے قاتلوں سے ابتداء کی جائے مگر حضرت علیؑ اپنی رائے پر قائم رہے اور رائے اُنہی کی صحیح تھی۔“

آگے چل کر قاضی صاحب آیت۔ ”فَقَاتِلُوا اللَّيْطِ تَبِغِي حَتَّى تَفِيَّ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ“ (الحجرات 9) کی تفسیر میں کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-
 ”حضرت علیؑ نے ان حالات میں اسی آیت کے مطابق عمل کیا تھا۔ اُنہوں نے اُن باغیوں کے خلاف جنگ کی تھی جو امام پر اپنی رائے مسلط کرنا چاہتے تھے۔ اور ایسا مطالبہ کر رہے تھے جس کا انہیں حق نہ تھا۔ اُن کے لئے صحیح طریقہ یہ تھا کہ وہ حضرت علیؑ کی بات مان لیتے اور اپنا مطالبہ قصاص عدالت میں پیش کر کے قاتلین پر مقدمہ ثابت کرتے۔ اگر ان لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا اور پھر حضرت علیؑ مجرموں سے بدلہ نہ لیتے تو انہیں کش مکش کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی عامہ مسلمین خود ہی حضرت علیؑ کو معزول کر دیتے۔“

(احکام القرآن جلد 4 صفحہ 1707-1706، طبع مصر 1958ء) خلافت و ملوکیت صفحہ 127-126)

پھر علامہ مودودی صفحہ 137 پر لکھتے ہیں کہ:-

”ابوبکر بھلا اور اہل بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں۔ اس جنگ میں وہ حق پر تھے اور اس میں اُس باغی گروہ کے خلاف تلوار سے جنگ کی اور اُن کے ساتھ وہ اکابر صحابہ اور اہل بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں۔ اس جنگ میں وہ حق پر تھے اور اس میں اُس باغی گروہ کے سوا جو اُن سے برسرِ جنگ تھا اور کوئی بھی اُن سے اختلاف نہ رکھتا تھا۔ مزید برآں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ایک ایسی خبر ہے جو تو اتر کے ساتھ منقول ہوئی ہے اور عام طور صحیح مانی گئی ہے۔“ (احکام القرآن للجصاص جلد 3 صفحہ 492) خلافت و ملوکیت صفحہ 137)

لہذا حضرت علیؑ علیہ السلام کے مخالف اور بغاوت کرنیوالے سب کے سب جنت کے حقدار نہ رہے خواہ تلوار سے قتل ہوئے ہوں یا اپنی موت مرے ہوں۔

3- حضرت علیؑ رضا کارانہ خوشی خوشی جہاد کرنے والوں کو اجازت دیا کرتے تھے

یہ خط بتاتا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگز اپنی تعداد بڑھانے کی فکر نہ کرتے تھے۔ اُنہیں اپنی کامیابی اور فتوحات کا یقین تھا۔ وہ اللہ کی طرح بندوں سے مستغنی تھے۔ اور وہ تنہا شخص ہیں جن کو میدانِ جنگ میں کبھی شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا اور اللہ کے تمام وعدے اُن کے حق میں صحیح نکلے۔ بدتر سے بدتر فوج بھی ہمیشہ کامیاب اور مظفر و منصور پلٹی رہی۔

ہم نے بھی لکھا ہے اور تمام تواریخ مانتی ہیں کہ عائشہ اور طلحہ و زبیر نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کر کے دھوکا دیا۔ یعنی رات کو اُن پر حملہ کر دیا تھا۔ اور دھوکا دینا عذاری کرنا معاہدہ شکنی کرنا قریشی قوم اور قریشی لیڈروں کی آبائی سنت ہے۔ اُن سے صرف مکرو فریب و دغا کی اُمید رکھنا چاہیے۔

(نمبر 5) خط

اِلَى الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ عَامِلِ آذُرِ بَيْحَانَ: آذُرِ بَعْجَانَ كَے گورنر اشعث بن قیس کے نام

1- عہدہ اور حکمرانی کا مطلب ”کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ نہیں“ وہ گردن میں امانت کا پھندا ہے

2- بلا اجازت اور بلا دلیل کوئی بڑا کام کرنے کی ممانعت۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	اور تجھے ملی ہوئی حکومت کھانے پینے اور موج اڑانے کا سامان نہیں ہے۔	وَأِنَّ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطُعْمَةٍ،
2	لیکن وہ تو تمہاری گردن میں لٹکی ہوئی ایک امانت ہے اور تم اپنے اوپر حکمران کی طرف سے اس امانت کے محافظ ہو۔	وَلَكِنَّهُ فِي عُنُقِكَ أَمَانَةٌ وَأَنْتَ مُسْتَرْعَى لِمَنْ فَوْقَكَ،
3	تمہیں یہ اختیار نہیں ہے کہ تم رعایا کے ساتھ جو بھی چاہو کرتے رہو۔	لَيْسَ لَكَ أَنْ تَفْتَنَاتَ فِي رَعِيَّةٍ،
4	اور نہ یہ اختیار ہے کہ بلا کسی مضبوط وجہ کے کسی بڑے مسئلہ میں الجھو۔	وَلَا تَخَاطِرَ إِلَّا بِوَثِيقَةٍ،
5	اور تیرے ہاتھ میں اللہ کے مال میں سے کچھ مال رہتا ہے۔	وَفِي يَدَيْكَ مَالٌ مِنْ مَالِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ،
6	اور تم اُس مال خدا کے اُس وقت تک خزانچی ہو جب تک اُس مال کو میرے سپرد نہ کر دو۔	وَأَنْتَ مِنْ خَزَائِنِهِ حَتَّى تُسَلِّمَهُ إِلَيَّ،
7	اور اُمید ہے کہ مجھے تمہارے لئے ایک بُرا حکمران نہ بنا پڑے گا۔ والسلام۔	وَلَعَلِّي أَنْ لَا أَكُونُ شَرًّا وَلَا تَيْبًا لَكَ. وَالسَّلَامُ،

تشریح: قریشی حکمرانوں کا فریضہ تھا کہ وہ بتدریج خلافت الہیہ کو شاہانِ عجم کی راہ پر ڈال دیں چنانچہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان، حکومتِ نبویہ کو آہستہ آہستہ اور بڑی حکمت عملی سے تبدیل کر رہے تھے اور پرانے لوگ کہیں کہیں چونک پڑتے تھے۔ علامہ مودودی سے ایک مثال سُن لیں لکھتے ہیں کہ:-

”مثال کے طور پر جب ولید بن عقبہ کوفہ کی گورنری کا پروانہ لے کر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ:- ”معلوم

نہیں ہمارے بعد تو زیادہ دانا ہو گیا یا ہم تیرے بعد احمق ہو گئے؟“ اُس نے جواب دیا۔ ”ابو اسحاق برافر وختہ نہ ہو یہ تو بادشاہی ہے۔ صبح کوئی اس کے

مزے لوٹتا ہے تو شام کوئی اور۔“ حضرت سعد نے کہا۔ ”میں سمجھتا ہوں واقعی تم لوگ اسے بادشاہی بنا کر چھوڑو گے۔“ (خلافت و حکومت صفحہ 108)

کہنا یہ ہے کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان نے لوگوں کو بادشاہی یا ملوکیت کی راہ پر ڈالا تھا۔ لہذا پورے ملک میں لوگ بادشاہی کے انداز پر سوچتے تھے اور حکومت کو مزے لوٹنے کی چیز سمجھتے تھے۔ اس خط میں حضرت علی علیہ السلام نے پہلی بات ہی یہ فرمائی ہے کہ:-

”تمہاری عملداری و حکومت تمہاری مزے اڑانے اور کھانے پینے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری گردن میں لٹکنے والی ایک امانت اور ذمہ داری

ہے جس کے لئے تم اپنے اوپر حکمران کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار ہو۔ تمہیں یہ اختیارات حاصل نہیں ہیں کہ رعایا کے ساتھ جو دل چاہے وہ کر لیا کرو۔ بلکہ

تمہیں تو انین خداوندی کے اندر رہتے ہوئے کام کرنا ہیں۔ (4-5/1) ان چاروں جملوں سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ تمام ماتحت حکمرانوں اور

گورنروں کو ہر معاملے میں قانون خدا اور رسول یعنی قرآن اور سنت پر کار بند رہنا ہوگا اور اُم کی دی ہوئی ہدایات سے تجاوز کا اختیار نہیں ہوگا اور اپنے ہر

اقدام کی پشت پر ایک مضبوط دلیل پیش کرنا ہوگی۔ سابقہ خلفاء کے اختیار کردہ قرآن و سنتِ نبوی کے خلاف رسوم و رواج اور دستور پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

وہ تو سابقہ کافروں کے قدم بقدم اس لئے چلے کہ رفتہ رفتہ اسلامی حکومت کو ایرانیوں اور رومیوں اور یونانیوں اور حمیریوں اور حبشیوں کے طرز حکومت میں

بدل دیں۔ اور قرآنی قوانین کی جگہ کافروں کے قوانین کا مرکب و مسجور جاری کر دیں۔ چونکہ وہ خلفاء نہ قرآن پر عبور رکھتے تھے نہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی تمام احادیث سنی تھیں نہ تمام فیصلوں کے وقت وہ موجود رہے تھے اس لئے انہوں نے اس کو بہتر اور آسان سمجھا کہ جو ملک فتح کریں اُس ملک میں وہی طریقہ اور رواج اور قانون بحال رکھتے چلے جائیں جو وہاں رائج چلا آ رہا تھا۔ اس لئے انہوں نے وہاں پر ہر جگہ وہیں کی زبان بحال رکھی۔ وہی دفاتر قائم رکھے وہی اسٹاف وہی عملہ برقرار رکھا۔ یعنی صرف حکم چلانے والے بدل گئے اور کچھ نہ بدلا اور چین سے حکومت چلتی رہی۔ اس سلسلے میں علامہ شبلی کی چند بنیادی باتیں سنتے چلیں لکھا ہے کہ:-

”حضرت عمر کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں اور حکمرانوں کے قواعد اور انتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے اور ان میں جو چیزیں پسند کے قابل ہوتی تھیں ان کو اختیار کرتے تھے۔ خراج۔ عسور۔ دفتر۔ رسد۔ کاغذات حساب۔ ان تمام انتظامات میں انہوں نے ایران و شام کے قدیم قواعد پر عمل کیا۔ البتہ جہاں کوئی نقص پایا اس کی اصلاح کر دی۔ عراق کے بندوبست کا جب ارادہ کیا تو حدیفہ اور عثمان بن حنیف کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ یہ زمیندار مع مترجم کے ان کے پاس آئے اور انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ سلاطین عجم کے یہاں مالگذاری کی تشخیص کا کیا طریقہ تھا؟۔ جزیہ حالانکہ بظاہر مذہبی لگاؤ رکھتا تھا تاہم اس کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیروان نے اپنی حکومت میں قائم کئے تھے۔ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے جہاں نوشیروان کے انتظامات و بالخصوص جزیہ کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:-

”هِيَ الْوَدَاعِ الَّتِي اِقْتَدَى بِهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حِينَ افْتَحَ بِلَادَ الْفَرَسِ - یعنی یہ وہی قاعدے ہیں کہ حضرت عمر نے جب فارس کا ملک فتح کیا تو ان کی اقتدا کی۔“ اس سے زیادہ صاف اور مصرع علامہ ابن مسکویہ نے اس مضمون کو لکھا ہے۔ علامہ مذکور نے جو حکیم اور فلسفی اور شیخ ابو علی سینا کا معاصر و ہم پایہ تھا تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام تجارب الائم ہے۔ اس میں جہاں حضرت عمر کے انتظامات ملکی کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ:-

”وَكَانَ عُمَرُ يَلْكَثِرُ الْحَلْوَةَ بِقَوْمٍ مِنَ الْفَرَسِ يَقْرُونَ عَلَيْهِ سِيَّاتِ الْمُلُوكِ وَلَا سِيَّامَ مَلُوكِ الْعَجَمِ لِفَضْلَاءِ وَسِيَّامِ اَنُوشِيروان فانه كان معجبا بها كثر الاقتداء بها۔“ یعنی عمر فاروق فارس کے چند آدمیوں کو صحبت خاص میں رکھتے تھے یہ لوگ ان بادشاہوں کے آئین حکومت پڑھ کر سنا یا کرتے تھے خصوصاً شاہان عجم کے اور ان میں سے بھی خاص کر نوشیروان کے، اس لئے کہ ان کو نوشیروان کے آئین بہت پسند تھے اور ان کی بہت پیروی کرتے تھے۔“

علامہ موصوف کے بیان کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ عموماً مورخوں نے لکھا ہے کہ جب فارس کا رئیس ہرمزان اسلام لایا تو حضرت عمر نے اُس کو اپنے خاص درباریوں میں داخل کیا اور انتظامات ملکی کے متعلق اُس سے اکثر مشورہ لیتے تھے (الفاروق حصہ دوم صفحہ 89-88)

علامہ شبلی کے اس بیان سے تصدیق ہوگئی کہ حضرت عمر نے اپنا کاروبار حکومت چلانے کیلئے کفار کے دانشوروں اور سیاست دانوں میں سے ماہرین کو انتخاب کر کے اپنے چاروں طرف بطور مشیر رکھا ہوا تھا اور سابقہ حکومتوں و کفار حکمرانوں کے آئین و قوانین و دستاویز جمع کر رکھے تھے اور حسب ضرورت وہ ماہرین کفار کے جدید و قدیم قوانین و قواعد پڑھ کر سناتے اور بہترین مشورے دیتے رہتے تھے اور حضرت عمر ان قوانین اور مشوروں کے مطابق اُنکی اقتداء اور پیروی کرتے اور انہیں اپنی سلطنت میں بطور قوانین جاری و نافذ کرتے رہتے تھے یہاں یہ بھی سنتے چلیں کہ حضرت عمر کی پیروی میں عثمان، معاویہ بھی حتیٰ کہ عباسیوں کے خلفائے بھی ہمیشہ مذکورہ بالا ماہرین کی ایک جماعت برقرار رکھی اور بدستور اُنکی صوابدید سے کاروبار حکومت چلایا۔

اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ قریشی حکمرانوں نے بجائے کافرانہ قوانین و آئین کی پیروی کے قرآن و حدیث کو اپنا رہنما کیوں نہ بنایا؟ یہاں

یہ ماننا پڑے گا کہ یا تو قرآن وحدیث ان قوانین سے خالی تھے یا یہ لوگ قرآن وحدیث کے قوانین کو نافذ کرنے کے مخالف تھے۔ اس کا صحیح فیصلہ بھی قبل از وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر گئے تھے لہذا حدیث کی مسلمہ صحیح و مستند کتاب بخاری میں علامہ محمد اسماعیل بخاری نے لکھا ہے کہ:-

يَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ . حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الْمُقْبِرِيِّ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةَ حَتَّى تَأْخُذَ أُمَّتِي بِأَحَدِ الْقُرُونِ قَبْلَهَا شَيْئًا بِشَيْرٍ وَذَرَعًا بِذَرَاعٍ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَفَّارِسَ وَالرُّومَ؟ قَالَ وَمَنِ النَّاسُ إِلَّا أَوْلِيكَ .

2- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ الصَّنَعَانِيُّ مِنَ الْيَمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اسْلَمَ عَنْ عَطَّابِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شَيْئًا بِشَيْرًا وَذَرَعًا ذَرَا عَا حَتَّى لَوْ دَخَلُوا أَحْجَرَ صَبَّ تَبَعْتُمُوهُمْ . قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْهَذَا وَالنَّصَارَى قَالَ فَمَنْ؟ (بخاری جلد 2 پارہ 29 صفحہ 1088 کتاب الاعتصام)

”وہ باب جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بیان کیا جائے گا جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنے سے پہلی قوموں کے قوانین اور سنتوں کی پیروی کرو گے چنانچہ اس سلسلے میں احمد بن یونس نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے ابن ابی ذنب مقبری نے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ سے سنا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ قیامت قائم ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ میری امت اپنے سے پہلی امتوں اور اقوام کی سرکشانہ بالشت بالشت اور ہاتھ سے ناپ ناپ کر پیروی نہ کر چکے۔ اُن سے کہا گیا کہ کیا ایرانیوں اور رومیوں کی پیروی بھی کرے گی؟ فرمایا کہ اُن کے علاوہ لوگ اور کون ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ایرانیوں اور رومیوں کی پیروی ہی تو تمہیں پسند آئے گی۔ دوسری حدیث محمد بن عبدالعزیز نے ابو عمر صنعانی سے اور انہوں نے زید بن اسلم سے اور انہوں نے عطاء بن یسار سے اور انہوں نے سعید الخدری سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے سے پہلے کے لوگوں کی بالشت بالشت اور ہاتھوں ہاتھ ناپ ناپ کر سرکشانہ پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر اُن میں کوئی نبی کے سوراخ میں گھسا ہو گا تو تم بھی گھسو گے۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم یہودیوں اور نصرانیوں کی اقتداء و پیروی بھی کریں گے؟ فرمایا کہ اور کس کی پیروی؟ مطلب یہ کہ تم یہود و نصاریٰ کی اور ایرانیوں اور رومیوں کی پیروی ضرور کرو گے۔“

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سے جانتے تھے کہ قریشی حکمران قرآن کو اختیار نہ کریں گے بلکہ دنیا بھر کے کافروں اور مشرکوں اور بے دینوں کے قدم بقدم چلیں گے۔ یہ تھا وہ راستہ جس پر ان حکمرانوں نے ایک چوتھائی صدی تک جادہ پیمائی کی تھی اور حضرت علی علیہ السلام اس راستے کو مٹا کر قرآن وحدیث کے راستے پر امت کو چلانا چاہتے تھے اور ذرا سی لاپرواہی اور غفلت برداشت نہ کرتے تھے۔ چنانچہ اشعث بن قیس کو صاف اور واضح زبان میں خط لکھا اور حکومت کی ذمہ داریاں یاد لائیں اور نہایت مہذبانہ انداز میں انتہائی اقدامات کی دھمکی بھی دی اور بتا دیا کہ میں بارہ مہینے اور چوبیس گھنٹے پسندیدہ اور نرم زو حکمران نہیں رہ سکتا۔ بڑے لوگوں اور بڑے عملدار آمد کے جواب میں بڑا اقدام کرنے پر تیار رہتا ہوں۔ ایسے حالات پیدا نہ کرنا کہ میں تمہارے لئے ایک بڑا حکمران بن جاؤں اور رحم و کرم و نوازشات کو بالائے طاق رکھ کر تمہاری پٹائی اور ذلت کے احکام جاری کر دوں۔ مطلب یہ کہ مجھ سے صرف نرم روی اور برداشت ہی کی امید نہ رکھنا۔ میں سب طرح کے حالات سے نمٹنا جانتا ہوں لہذا شریفانہ اور ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے ہی میں خیریت ہے۔ مجھے سابقہ حکمرانوں کی طرح غلط روی کا عادی نہیں بنایا جاسکتا۔ نہ مجھے سرکشی سے ڈرایا جاسکتا ہے۔ نہ مجھے ابو بکر و عمر و عثمان اور اُن کے گورنروں کے رویہ کی مثال دے کر موڑا جاسکتا ہے۔ ساری دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے۔ میں قرآن سے ذرہ برابر نہ ہٹوؤں گا۔ اور غلط کاروں کو ذمہ دار بنانے کے تمام ضروری اقدامات کروں گا۔ ساری دنیا کو قرآن پر عمل کرنے کیلئے مجبور کروں گا۔

(نمبر 6) خط

الی معاویة: معاویہ کے نام

- 1- معاویہ کو قریشی لیڈروں کے خود ساختہ اصول انعقاد خلافت پر متوجہ کر کے اپنے برحق خلیفہ ہونے پر لاجواب گفتگو کی ہے۔ 2- عثمان کے خلاف سازش سے اپنی بریت کا اعلان کیا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	اِنَّهٗ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُوْا وَعُثْمٰنُ عَلٰى مَا بَايَعُوْا عَلَيْهِ،	1 بلاشبہ مجھے اسی پوری قوم نے خوشی سے بیعت کر کے اپنا خلیفہ بنایا تھا جس قوم نے جس اصول پر ابوبکر و عمر اور عثمان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔
2	فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدٰنِ يَخْتَارُ، وَلَا لِلْغٰيْبِ اَنْ يَّرُدَّ،	2 قریشی قوم کے اس عمل درآمد کے بعد کسی بھی موجود شخص کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ وہ اس عمل کے خلاف کسی اور کو خلیفہ بنا لے اور نہ اُس وقت کے غائب شخص کو اُنکے فیصلے کو رد کرنے کا اختیار رہتا ہے۔
3	وَ اِنَّمَا الشُّورٰى لِلْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ،	3 قریشی و انصاری عقیدے اور عمل کے ماتحت خلافت کے لئے مشورہ کرنے کے فیصلہ کرنے کا اختیار صرف مہاجرین اور انصاریوں کو حاصل ہے۔
4	فَاِنْ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمُوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رَضٰى،	4 چنانچہ اگر مہاجرین اور انصاریوں میں کسی شخص کو خلیفہ بنانے کا اجتماعی فیصلہ کر کے اسے خلیفہ و امام نامزد کر دیں تو اسی فیصلے میں اللہ کی رضا مندی ہوگی۔
5	فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ يَطْعَنُ اَوْ بَدْعَةٌ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ،	5 اس نامزدگی کے بعد جو کوئی اس قریشی فیصلے کی اطاعت سے خارج ہوگا، خواہ طعن و طنز کر کے یا کوئی نئی بدعت گھڑ کر اسے سارے مسلمان مل کر اپنی خلافت کے ماتحت جبراً لائیں گے۔ اور مطیع بنائیں گے۔
6	فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلٰى اَتْبَاعِهِ غَيْرِ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ،	6 اب اگر وہ شخص نہ مانے گا تو اُس سے جنگ کریں گے اس لئے کہ اُس نے مومنین قریش کے خلاف راہ اختیار کی ہے۔
7	وَوَلَاةُ اللّٰهِ مَا تَوَلٰى،	7 اور اللہ بھی اُسے اُسی ولایت سے وابستہ رکھے گا جو اُس نے اختیار کی تھی۔
8	وَلَعَمْرِيْٓ يٰمُعَاوِيَةَ. لِيْنِ نَظَرْتُ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هٰوَاكَ لَتَجِدَنِيْ اَبْرًا النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَلَتَعْلَمَنَّ اِنِّيْ كُنْتُ فِيْ غُزٰٓةٍ عَنْهُ اِلَّا عَنْ تَتَجَنِّيْ، فَتَجِنَّ مَا بَدَا لَكَ، وَالسَّلَامُ،	8 اور اے معاویہ مجھے اپنی جان کی قسم اگر تو ذاتی خواہشات اور اپنی مصلحتوں سے ہٹ کر اپنی عقل سے کام لو تو یقیناً مجھے عثمان کے قتل میں تمام انسانوں سے زیادہ بری و بے قصور پائے گا اور تجھے ضرور یہ علم ہو جائے گا کہ میں اس سے ہٹ کر خانہ نشین رہا ہوں۔ سوائے اس کے کہ تم اپنے مقاصد کے لئے مجھ پر تہمت عائد کرو۔ والسلام

تشریح: اس خط میں حضور علیہ السلام نے وہی دلیل بیان فرمائی جو مودودی اور قاضی ابوبکر نے خلافت و ملوکیت میں اور احکام القرآن (تشریحات خط 4) میں بیان کی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے تمام اقدامات کو برحق و قرآن کے مطابق لکھا ہے اور ہم شروع ہی میں بیان کر چکے ہیں۔ اور قریش

کے تمام علماء نے حضرت علیؑ کو حق پر مانا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ، طلحہؓ، زبیر اور معاویہ کو باغی اور باطل گروہ قرار دیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ قرآن کی رو سے ہم عائشہؓ، طلحہؓ، زبیر اور معاویہ اور ان کے تمام طرفداروں کو نہ صرف باطل اور باغی گروہ کہتے ہیں بلکہ قرآن کریم میں ان کے لئے کوئی رعایت نہیں پاتے ہیں اور جس طرح قریشی حکومتوں اور علماء نے اس معاملے کو قرآن کے سرچسپا یا ہے اُسے غلط قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ آیت علامہ مودودی کی تفہیم القرآن سے مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ:-

قرآن اور باغی گروہ اور قریشی علماء پر نظر؟

وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (حجرات 9/49)

مودودی ترجمہ۔ ”اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے بغاوت (زیادتی) کرے تو بغاوت (زیادتی) کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 76 تا 78)

مودودی کی تشریحات اول سے آخر تک تمام صورت حال کے لئے

پہلی تشریح ”یہ نہیں فرمایا کہ۔“ جب اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑیں۔“ بلکہ فرمایا یہ ہے کہ۔ ”اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں۔“ ان الفاظ سے یہ بات خود بخود نکلتی ہے کہ آپس میں لڑنا مسلمانوں کا معمول نہیں ہے۔ اور نہیں ہونا چاہئے۔ اور نہ ان سے یہ امر متوقع ہے کہ وہ مؤمن ہوتے ہوئے آپس میں لڑا کریں گے۔ البتہ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اس صورت میں وہ طریق کار اختیار کرنا چاہئے جو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔ علاوہ بریں گروہ کے لئے بھی ”فرقہ“ کے بجائے ”طائفہ“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے عربی زبان میں ”فرقہ“ بڑے گروہ کے لئے اور طائفہ چھوٹے گروہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس سے بھی یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ ایک انتہائی ناپسندیدہ حالت ہے۔ جس میں مسلمانوں کی بڑی بڑی جماعتوں کا بتلا ہو جانا متوقع نہیں ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 76)

دوسری تشریح ”13 اس حکم کے مخاطب وہ تمام مسلمان ہیں جو ان دونوں گروہوں میں شامل نہ ہوں۔ اور جن کے لئے ان کے درمیان صلح کی کوشش کرنا ممکن ہو۔ دوسرے الفاظ میں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ ان کی اپنی ملت کے دو گروہ آپس میں لڑ رہے ہوں اور وہ بیٹھے ان کی لڑائی کا تماشا دیکھتے رہیں۔ بلکہ یہ افسوس ناک صورت حال جب بھی پیدا ہو، تمام اہل ایمان کو اس پر بے چین ہو جانا چاہئے اور ان کے باہمی معاملات کی اصلاح کے لئے جس کے بس میں جو کچھ بھی ہو وہ کوشش اُسے صرف کر ڈالنی چاہئے۔ فریقین کو لڑائی سے باز رہنے کی تلقین کی جائے۔ انہیں خدا سے ڈرایا جائے۔ بااثر لوگ فریقین کے ذمہ دار آدمیوں سے جا کر ملیں۔ نزاع کے اسباب معلوم کریں اور اپنی حد تک ہر وہ کوشش کریں جس سے ان کے درمیان مصالحت ہو سکتی ہو۔“ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 76)

تیسری تشریح ”14 یعنی مسلمانوں کا یہ کام بھی نہیں کہ وہ زیادتی کرنے والے کو زیادتی کرنے دیں۔ اور جس پر زیادتی کی جا رہی ہو اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں، یا الٹا زیادتی کرنے والے کا ساتھ دیں بلکہ ان کا فرض یہ ہے کہ اگر لڑنے والے فریقین میں صلح کرانے کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں تو پھر یہ دیکھیں کہ حق پر کون ہے اور زیادتی کرنے والا کون ہے؟ جو حق پر ہو اس کا ساتھ دیں اور جو زیادتی کرنے والا ہو اس سے لڑیں۔ اس لڑائی

کا چونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس لئے یہ واجب ہے اور جہاد کے حکم میں ہے۔ اس کا شمار اس فتنے میں نہیں ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ لَمَاشِي وَالْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ۔ (اس میں کھڑا رہنے والا چلنے والے سے، اور بیٹھ جانے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہے۔) کیونکہ اس فتنے سے مراد تو مسلمانوں کی وہ باہمی لڑائی ہے جس میں فریقین عصیبت اور حمیت جاہلیہ اور طلب دنیا کے لئے لڑ رہے ہوں۔ اور دونوں میں سے کوئی بھی حق پر نہ ہو۔ رہی یہ لڑائی جو زیادتی کرنے والے گروہ کے مقابلے میں برسر حق گروہ کی حمایت کے لئے لڑی جائے، تو یہ فتنہ میں حصہ لینا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ تمام فقہاء کا اس کے وجوب پر اتفاق ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اس کے واجب ہونے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (احکام القرآن للخصاص) بلکہ بعض فقہانے تو اسے جہاد سے بھی افضل قرار دیا ہے۔ اور ان کا استدلال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا زمانہ خلافت کفار سے جہاد کرنے کے بجائے باغیوں سے لڑنے میں صرف کر دیا۔ (روح المعانی) اس کے واجب نہ ہونے پر اگر کوئی اس بات سے استدلال کرے کہ حضرت علیؑ کی ان لڑائیوں میں حضرت عبداللہ بن عمر اور بعض دوسرے صحابہ نے حصہ نہیں لیا تھا وہ غلطی پر ہے۔ ابن عمر خود فرماتے ہیں کہ ما وجدت في نفسي من شيء ما وجدت من هذه الاية اني لم اقاتل هذه الفتنه الباغيه كما امرني الله تعالى، (المستدرک للحاکم، کتاب المعرفة الصحابه، باب الدفع عن قعد واعن بيعة علي) مجھے اپنے دل میں کسی بات پر اتنی زیادہ کھٹک محسوس نہیں ہوئی جتنی اس آیت کی وجہ سے ہوئی کہ میں نے اللہ کے حکم کے مطابق اُس باغی گروہ سے جنگ نہیں کی۔“ زیادتی کرنے والے گروہ سے ”قتال“ کرنے کا حکم لازماً یہی معنی نہیں رکھتا کہ اس کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کی جائے۔ اور ضرور اُس کو قتل ہی کیا جائے۔ بلکہ اس سے مراد اُس کے خلاف طاقت کا استعمال ہے اور اصل مقصود اُس کی زیادتی کا ازالہ ہے۔ اس مقصد کے لئے جس طاقت کا استعمال ناگزیر ہو اُسے استعمال کرنا چاہئے۔ اور جتنی طاقت کا استعمال کافی ہو، نہ اس سے کم استعمال کرنا چاہئے نہ اُس سے زیادہ۔ اس حکم کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو طاقت استعمال کر کے زیادتی کا ازالہ کرنے پر قادر ہوں۔

چوتھی تشریح حقیقی معنی کا اقرار

”15۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لڑائی باغی (زیادتی کرنے والے گروہ) کو بغاوت (زیادتی) کی سزا دینے کے لئے نہیں ہے بلکہ اُسے اللہ کے حکم کی طرف پلٹنے پر مجبور کرنے کے لئے ہے۔ اللہ کے حکم سے مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی رُو سے جو بات حق ہو اُسے یہ باغی گروہ قبول کر لینے پر آمادہ ہو جائے اور جو طرز عمل اس میزان حق کی رُو سے زیادتی قرار پاتا ہے اُس کو چھوڑ دے۔ جو ہی کہ کوئی باغی گروہ اس حکم کی پیروی پر راضی ہو جائے اس کے خلاف طاقت کا استعمال بند ہو جانا چاہئے کیونکہ یہی حق کا مقصود اور اُس کی آخری حد ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 78-77)

آخری تشریح اور فقہاء کے بیانات اور مرتضوی پوزیشن

”17۔ اس قانون کی کوئی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں نہیں ملتی کیونکہ حضورؐ کے زمانے میں مسلمانوں کے درمیان جنگ کی کبھی نوبت ہی نہیں آئی کہ آپؐ کے عمل سے یا قول سے اس کے احکامات کی تفصیلات معلوم ہوتیں۔ بعد میں اس قانون کی مستند تشریح اس وقت ہوئی جب حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں خود مسلمانوں کے درمیان لڑائیاں ہوئیں۔ اُس وقت چونکہ بکثرت صحابہ کرام موجود تھے۔ اس لئے اُن کے عمل اور اُن کے بیان کردہ احکام سے اسلامی قانون کے اس شعبے کا مفصل ضابطہ مرتب ہوا۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُسوہ اس معاملے میں تمام فقہاء کا اصل مرجع ہے۔ ذیل میں ہم اس ضابطہ کا ایک ضروری خلاصہ درج کرتے ہیں۔“ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 78)

اسکے بعد مودودی نے بڑی تفصیل سے قریشی فقہاء اور محدثین و مورخین کے قلم سے پانچ صفحات میں بغاوت یا خروج کی مختلف قسموں پر مسائل لکھے ہیں اور تمام مسائل میں فقہاء اور علماء نے کوشش کی ہے یزید و معاویہ کی قسم کے حکمرانوں کی رعایت کی جائے۔ ہم حضرت علی علیہ السلام کے بیان فرمودہ مسائل کے علاوہ باقی تمام مسائل کو یکواں قرار دیتے ہیں اسلئے کہ وہ خطا کاروں کے اجتہادات ہیں اور ہم اجتہاد کے صحیح مسائل کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔

حضرت علیؑ کے اُسوۂ حسنہ اور مودودی کے بیانات

مودودی کا حضرت علی علیہ السلام کے متعلق بیان: ”اس ضابطہ کا دوسرا ماخذ جس پر تمام فقہائے اسلام نے اعتماد کیا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اور عمل ہے۔ آپ نے جنگ جمل میں فتحیاب ہونے کے بعد اعلان کیا کہ بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرو۔ زخمی پر حملہ نہ کرو۔ گرفتار ہو جانے والوں کو قتل نہ کرو۔ جو ہتھیار ڈال دے اس کو امان دو۔ لوگوں کے گھروں میں نہ گھسو۔ عورتوں پر دست درازی نہ کرو خواہ وہ تمہیں گالیاں ہی کیوں نہ دے رہی ہوں۔ آپ کی فوج کے بعض لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مخالفین کو اور ان کے بال بچوں کو غلام بنا کر تقسیم کر دیا جائے۔ اس پر غضب ناک ہو کر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ام المومنین عانتہ کو اپنے حصے میں لینا چاہتا ہے۔ باغیوں کے اموال کا حکم جو حضرت علیؑ کے اُسوۂ حسنہ سے ماخوذ ہے وہ یہ ہے کہ ان کا کوئی مال خواہ ان کے لشکر میں ملا ہو یا ان کے پیچھے ان کے گھروں پر ہو اور خواہ وہ زندہ ہوں یا مارے گئے ہوں بہر حال اُسے نہ مال غنیمت قرار دیا جائے گا اور نہ فوج میں تقسیم کیا جائے گا البتہ جس مال کا نقصان ہو چکا ہو اس کا کوئی ضمان (ضمانت) لازم نہیں آتا۔ جنگ ختم ہونے اور بغاوت کا زور ٹوٹ جانے کے بعد ان کے مال ان ہی کو واپس دے دئے جائیں گے۔ ان کے اسلحہ اور سوار یوں کو جو جنگ کے دوران ہاتھ آجائیں تو انہیں ان کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔ مگر فاتحین کی ملکیت بنا کر مال غنیمت کے طور پر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر ان سے بغاوت کا اندیشہ نہ ہو تو ان کی یہ چیزیں بھی واپس دے دی جائیں گی۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 82-81)

یہاں مودودی کی تشریحات و بیانات ختم ہو گئے۔ سب سے پہلے ہمیں قارئین کو یہ بتانا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جہاد کے دوران یا جہاد میں فتح کے بعد دشمن کا مال لوٹنے یا مال غنیمت حاصل کرنے میں قرآن کے حقیقی حکم (8/68) پر عمل کرتے تھے اور کبھی مال غنیمت نہ لیتے تھے۔ تواریخ میں دشمن کی تلوار اُس حالت میں لیتے تھے جب کہ اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالتے تھے۔ مثال میں عمر بن عبد و د جنگ خندق میں اور مرحب جنگ خیبر میں مشہور شجاعان کفار ہیں۔ ان کے بدن سے زرو جواہر کی بیٹیاں اور زیور نہ لیا تھا اور رونے والی بہنوں وغیرہ نے رونا بند کر دیا تھا کہ ہمارے وارث کو کسی بہادر اور غیور نے قتل کیا ہے۔ انہوں نے عہد رسولؐ میں کبھی بھی قرآن کے رعایتی حکم (8/69) پر عمل نہیں کیا جو مشروط تھا اور اُس کی رو سے مال غنیمت کو دوگنا کر کے واپس دینا قرآن میں مذکور ہے (انفال 8/70) لہذا یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا مسلمان باغیوں سے مال غنیمت نہ لینا باغیوں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے تھا۔ مسلمان تو وہ تھے ہی نہیں۔ دوسری بات یہ نوٹ کرنے کی ہے کہ اگر حضرت ابوبکر و عمر نے مال غنیمت کے متعلق قرآن کے حقیقی احکام (68 تا 8/70) کو مان کر عربوں کو مال غنیمت لوٹنے سے منع کر دیا ہوتا تو وہ نہ عربوں کی بغاوت پر قابو پاسکتے اور نہ بیرونی ممالک میں فتوحات حاصل کر سکتے تھے اور چند ہی روز میں خلافت حضرت علی علیہ السلام کو واپس دینے پر مجبور ہو جاتے لیکن قریش قلبی حیثیت سے اسلام نہ لائے تھے اس لئے انہوں نے اپنے مخالف مسلمانوں کو لوٹنا اور لوٹڈی غلام بنانا جاری رکھا تھا۔

علامہ مودودی نے قرآن کے الفاظ بدل کر حضرت علیؑ کے قریشی مخالفوں کی طرفداری کی

قارئین نے دیکھا ہے کہ مودودی نے پہلی، دوسری اور تیسری تشریح میں قرآن کے الفاظ ”بَغْتٌ اور تَبَغِي“ کے معنی بغاوت اور باغی کے

بجائے۔ ”زیادتی کرنے والے۔“ کرتے چلے گئے اور چوتھی تشریح میں اس خیانت اور بے ایمانی کو قبول کر لیا ہے یعنی جمل و صفین والوں کو اللہ و رسول اور علیؑ کا باغی لکھ دیا ہے۔ لہذا قرآن کی ترجمانی میں عہد اُردو بدل کرنے اور باغیوں کی طرفداری کرنے کی بنا پر مودودی خود باغی و بے دین ہو گئے ہیں اور آخری بیان میں مودودی نے کھل کر اللہ و قرآن کے خلاف لکھا ہے کہ:-

”بغاوت کرنے والے گروہ سے ”قال“ کرنے کا حکم لازماً یہی معنی نہیں رکھتا کہ اُس کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کی جائے اور ضرور اُس کو قتل ہی کیا جائے۔“ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 77)

مودودی کی یہ بو اس محض قریشی باغیوں کی طرفداری میں قرآن کے ظاہر الفاظ۔ ”فَقَاتِلُوا الَّذِينَ تَبِعُوا“ (49/9) (چنانچہ باغیوں سے جنگ کرو) کو بدل دیا ہے اور اپنی وضاحت میں قرآن کی ہر ممکن مخالفت کی ہے۔ بہر حال یہ خط بھی معاویہ اور قریش اور علمائے قریش کا منہ بند کرنے کے لئے کافی ہے۔ مگر ہمارے مجتہد نام کے علماء اور اُن کے مقلدیں یا پیروی کرنے والے شیعوں نے کبھی بھی حضرت علیؑ علیہ السلام کے خطوط و خطبات کو اور اُن کے حقیقی مطالب کو پیش نہ کیا اور نہ قریشی مذہب کب کا مرچکا ہوتا۔

(نمبر 7) خط معاویہ کے نام۔ ایضاً

1۔ معاویہ کے خط پر سبق آموز ریمارکس۔ 2۔ قریشی عقیدے کی رو سے بیعت کی پوزیشن اور منحرف اور غور و خوض کرنے والوں کی حالت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

1	بعد از حمد و ثنا و درود واضح ہو کہ تمہارا بے تکی نصیحتوں سے لبریز اور نمائشی اور خود ساختہ اور بے سرو پا خط مجھ مل گیا ہے؛	أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اتَّبَعْتَنِي مِنْكَ مَوْعِظَةً مُّوَصَّلَةً وَرِسَالَةً مُّحْبِرَةً،
2	جسے تم نے اپنی گمراہی کی بنا پر لکھا ہے؛	نَمَقَّتْهَا بِضَلَالِكَ،
3	اور اپنی رائے کی خرابی کے سہارے بھیجا ہے؛	وَأَمْضَيْتَهَا بِسُوءِ رَأْيِكَ،
4	اور یہ ایک ایسے شخص کی تحریر معلوم ہو رہی ہے جس کو بصیرت حاصل نہیں ہے تاکہ وہ اس سے راہنمائی حاصل کر سکے؛	وَكِتَابُ امْرِئٍ لَّيْسَ لَهُ بَصَرٌ يَّهْدِيهِ،
5	اور نہ اُسے کوئی قائد یا راہنما ملا جو اُسے راستی کا سبق دیتا؛	وَلَا قَائِدٌ يُرْشِدُهُ،
6	ہو ایہ کہ اُسے اس کے غلط مقاصد نے دعوت دی اور اُس نے قبول کر لیا۔	قَدَدَعَاهُ الْهَوَىٰ فَاجَابَهُ،
7	اور گمراہی نے اُس کی قیادت کی اور اُس نے اُس کی پیروی کر لی۔	وَقَادَةُ الضَّلَالِ فَاتَّبَعَهُ،
8	چنانچہ اُس نے عقل و فہم سے ہجرت کر لی اور شبہات کے دباؤ سے گمراہ ہو گیا۔	فَهَجَرَ لِأَعْظَا وَضَلَّ حَابِطًا،
9	سبب یہ ہے کہ خلافت کی بیعت صرف ایک دفعہ ہوتی ہے۔ نہ اس میں دوبارہ غور و خوض کی گنجائش ہے۔	لِأَنَّهَا بَيْعَةٌ وَاحِدَةٌ لَا يَنْبَغِي فِيهَا النَّظَرُ،
10	اور نہ ہی یہ بیعت ہو چکنے کے بعد کسی اپیل اور اعادہ کی گنجائش و اختیار ہے۔	وَلَا يُسْتَأْنَفُ فِيهَا الْخِيَارُ،
11	اس سے خارج ہونے والا اسلام پر اعتراض کرنے والا ہے۔	الْخَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ،

وَالْمُرَوِّی فِیْهَا مُدَاهِنٌ۔

12 اور اس میں غور کا قائل مناقب ہے۔

تشریح:- خط کے پہلے آٹھ جملے کسی بد باطن معترض کو جواب دینے میں منہ توڑ جواب دینا سکھاتے ہیں اور اپنے مخاطب کا منہ بند کرنے اور اُس کی عقلی پوزیشن کو مسما کرنے کے لئے ایک شاہکار ہیں۔ لہذا یہ الفاظ اور الفاظ کی ترتیب اور بندش ہر اہل قلم کو نوٹ کر کے رکھنا چاہئے اور قریشی قسم کے لوگوں پر استعمال کرنا چاہئے۔ ساتھ یہ نوٹ کرنا چاہئے کہ جس شخص کو اہل عرب عموماً اور قریشی لیڈر خصوصاً **ذہاة العرب** یعنی عرب کے سب سے بڑے دانشور اور عظیم سیاستدان کہتے چلے آئے ہیں اس کا حال اور پوزیشن حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں کتنی گھٹیا اور بے وزن رہی ہے؟ علامہ شبلی سے سنئے:-

معاویہ کی پوزیشن حضرت عمر اور علامہ شبلی کے نزدیک

”عمر کی طبیعت شروع سے جو ہر شناس تھی یعنی جس شخص میں جس قسم کی قابلیت ہوتی تھی وہ اس کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے اُس کے ساتھ ہی انہوں نے ملک کے تمام قابل آدمیوں سے واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ یہی بات تھی کہ انہوں نے جس شخص کو جو کام دیا اس کے انجام دینے کے لئے اُس سے بڑھ کر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عرب میں چار شخص تھے جن کو ”ذہات العرب“ کہا جاتا ہے یعنی جو فن سیاست و تدبیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے امیر معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیہ۔ حضرت عمر نے زیاد کے سوا امتیوں کو بڑے بڑے ملکی عہدے دئے اور چونکہ یہ لوگ صاحب اذعاب بھی تھے اس لئے اس طرح اُن پر قابو رکھا کہ کبھی کسی قسم کی خود سری نہ کرنے پائے۔ زیاد اُن کے زمانے میں شانزدہ (16) سالہ نوجوان تھا۔ اس لئے اُس کو کوئی بڑا عہدہ نہیں دیا لیکن اُس کی قابلیت اور استعداد کی بنا پر ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ **کاروبار حکومت میں اُس کو مشیر کا رہنا میں۔**“

(الفاروق حصہ دوم صفحہ 12-11 رحمانی پریس دہلی)

شبلی کا یہ بیان خود حضرت عمر کی قابلیت کا بھی سدھرہ انتہی ہے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام کے خط کے یہ آٹھ جملے حضرت عمر کی قابلیت کو بھی تحت الثریٰ میں پہنچا دیتے ہیں۔ دراصل جس چیز کو حضرت عمر اور قریشی علماء قابلیت کے نام سے پکارتے ہیں وہ دراصل دھوکا، فریب، غداری، بدنہادی کا دوسرا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو وہ پسند کریں گے وہ اُن ہی کی ترازو میں تولے ہوئے لوگ ہونا ضروری ہیں۔ اُن میں وہ تمام صفات ہونا لازم ہیں جو اُن آٹھ جملوں میں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے خلافت اور خلافت کی بیعت کے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سراسر قریشی لیڈروں کے مسلمات اور خانہ ساز قوانین و قواعد ہیں جن کے سامنے نہ معاویہ کی مجال تھی کہ وہ چوں چرا کر سکتا، نہ اُس وقت سے آج تک کے قریشی علماء حضرت علی علیہ السلام کے خلاف زبان کھول سکتے ہیں اس لئے کہ وہاں خلاف ورزی کی سزا صرف قتل طے شدہ ہے۔

خلافت الہیہ کے لئے کسی خرید و فروخت یعنی بیعت کی ضرورت نہیں وہ تو ایمان میں شامل ہے

مگر خلافت الہیہ سے اُن قوانین و قواعد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں تو مسلمان ہونے اور کلمہ پڑھنے ہی کے وقت سے خلافت و خلیفہ یا مملکت و امام کا اقرار و اعلان کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان رسول اللہ پر ایمان اور خلیفہ اللہ پر ایمان یعنی **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ**۔ یہ تینوں اجزا مستقل ہیں اور تاقیامت ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لہذا نہ رسول کا تعین انسانوں کے ہاتھ میں ہے نہ خلیفہ یا ولی کو لوگ مقرر و معزول کریں گے۔ نہ غور و خوص کی ضرورت ہے۔ خلافت الہیہ میں جبر نہیں کیا جائے گا۔ جس کا دل چاہے اللہ رسول اور ولی پر ایمان لائے، دل نہ چاہے ایمان نہ لائے۔ حکومت الہیہ میں نظام و انتظام ایسا ہوگا کہ اُسے اختیار کئے بغیر محرومی و نامرادی سے دست و گریباں رہنا لازم ہے۔ لوگ نامراد یوں سے تنگ آکر خود بخود بلا جبر و کراہ و ولایت میں داخل ہوں گے۔ داخل ہوں گے تو فلاح اور سر بلندی ملے گی۔

(نمبر 8) خط

الى جرير بن عبد الله البجلي لما رسله الى معاوية

(جریر بن عبد اللہ بجلي کے نام جب اُسے معاویہ کے پاس بھیجا ہوا تھا) (اور اسے وہاں دیر ہو گئی تھی)

1- معاویہ نے جریر کو یوقوف بنا کر جواب دینے میں تاخیر کی تو اُسے فوراً لوٹنے کا حکم بھیجا۔

2- معاویہ کو جنگ یا صلح میں سے ایک کو قبول کرنے کا رسوا کُن تقاضہ فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	حمدا وثنا اور درود کے بعد معلوم ہو کہ جیسے ہی تمہیں میرا یہ خط ملے تو معاویہ کو ایک آخری فیصلے پر مجبور کر دو۔	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ آتَاكَ كِتَابِي فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفُضْلِ،
2	اور اسے ایک مستحکم بات ماننے کا تقاضہ کرو۔	وَخُذْهُ بِالْأَمْرِ الْجَزْمِ،
3	پھر اُسے اختیار دو کہ وہ یا تو ایک بے گھر کردینے والی جنگ کو اختیار کر لے یا ایک رسوا کُن صلح کو مانے۔	ثُمَّ خَيْرُهُ بَيْنَ حَرْبٍ مُّجْلِبِيَةٍ أَوْ سَلْمٍ مُّخْزِيَةٍ،
4	چنانچہ اگر وہ جنگ کو اختیار کرے تو اُسے چھوڑ کر چلے آؤ۔	فَإِنْ اخْتَارَ الْحَرْبَ فَاِنْبِذْ إِلَيْهِ،
5	اور اگر وہ صلح پر رضامند ہو تو اُس سے بیعت لے کر واپس پہنچو۔ والسلام	وَإِنْ اخْتَارَ السَّلْمَ فَخُذْ بَيْعَتَهُ، وَالسَّلَامَ.

تشریح:- جب حضرت علی علیہ السلام جنگ بمل کے سلسلے میں بصرہ تشریف لے گئے تھے۔ اُس زمانہ میں جریر بن عبد اللہ بجلي عثمان کی جانب سے ہمدان کے گورنر تھے اور اشعث بن قیس صوبہ آذربائجان کے گورنر تھے۔ جب حضرت علیؑ جنگ فتح کر کے کوفہ کو واپس جانے لگے تو ان دونوں کو لکھا کہ تم وہاں کے لوگوں سے بیعت لے کر میرے پاس پہنچو۔ چنانچہ ان دونوں نے تعمیل کی اور حضور کے پاس آ گئے۔ جب حضرت علیؑ علیہ السلام نے معاویہ سے بیعت لینے کے لئے قاصد بھیجنے کا ارادہ کیا تو جریر بن عبد اللہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے قاصد کی حیثیت سے معاویہ کے پاس بھیجیں۔ میری اس سے دوستی ہے میں اُسے آپ کی اطاعت پر رضامند کر لوں گا۔ مالک اشتر نے منع کیا کہ جریر کو نہ بھیجیں میرے خیال میں یہ دل سے معاویہ کے ساتھ ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جانے دو دیکھتے ہیں یہ کیا کچھ کر کے آتا ہے۔ آپ نے اُسے معاویہ کے نام ایک خط بھی دیا اور دمشق روانہ کر دیا۔ جب جریر نے معاویہ کو حضرت علیؑ علیہ السلام کا خط اور پیغام دیا تو معاویہ نے خط کو پڑھا مگر جریر کو جواب کچھ نہ دیا اور کہا کہ یہ جلدی کرنے کا معاملہ نہیں ہے۔ مجھے اس پر بہت غور و خوض کرنا ہوگا، رؤساء شام اور اہل دربار سے مشورے کرنے ہوں گے۔ چنانچہ تم اطمینان سے قیام کرو اور خود بھی یہاں کے حالات پر نظر ڈالو اور صورت حال پر غور و تامل کرو۔ چنانچہ جریر ٹھہر گئے اور دربار کے حالات اور شام کے رئیسوں اور سرداروں کے حالات دیکھنے لگے۔ معاویہ نے اسی دوران عمرو بن العاص کو اُن کے گھر قرقیسیا سے بلا بھیجا اور حضرت علیؑ پر فتح یاب ہونے کی صورت میں عمرو بن العاص کو مصر کی حکومت دینے کا معاہدہ کر لیا اور اُس کی عقل و ہمدردی خرید لی۔ عمرو بن العاص نے بھی یہی مشورہ دیا کہ قتل عثمان کا پورا الزام حضرت علیؑ پر لگایا جائے اور جلد سے جلد اُن پر فوج کشی کر دی جائے۔ جریر دیکھ رہے تھے کہ رؤسائے شام اور سرداران افواج بڑے جوش و غضب سے معاویہ پر فوج کشی کا تقاضہ کر رہے ہیں۔ معاویہ کو شش کر کے جریر کو ایسے نظارے دکھا رہا تھا جن میں جریر مرعوب ہو جائیں اور یقین کر لیں کہ جنگ ناگزیر ہے اور جنگ بڑی شدت کے ساتھ ہوگی۔ جب کبھی جریر جواب کے لئے کہتا

معاویہ خوبصورت عذرات میں اُلجھا کر جریر کو بے وقوف بناتا رہا۔ اُدھر کوفہ میں لوگ جریر کو سازشی اور سازش میں اُلجھا ہوا سمجھنے اور اُسے واپس بلانے کا تقاضہ کرنے لگے یوں یہ خط جریر کو لکھا گیا اور معاویہ نے جریر کو ناکام واپس کر دیا۔ وہ کوفہ میں پہنچا، شام اور معاویہ اور عمر و عاص کے حالات سنائے، وہاں مالک اشتر نے اُنہیں ایسا تنگ پکڑا کہ جریر چوڑی بھول گئے۔ اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو چھوڑ کر اپنے بال بچوں میں چلے گئے اور بقول طبری معاویہ کو خط لکھا کہ جلد سے جلد علی پر حملہ کر دو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جریر معاویہ کے پاس چلا گیا اور برابر اُس کے ساتھ رہا۔

یہاں شام پر حملے کے لئے افواج تیار تھیں معاویہ کے جواب کا انتظار ہو رہا تھا لہذا جریر کے آنے کے بعد افواج نے ہدایات کے مطابق روانگی شروع کر دی۔ اس روانگی کی اطلاعات معاویہ کو فراہم ہو رہی تھیں اور اُس پر خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔ بہر حال اُس نے بھی مقام صفین پر مورچے سنبھالنے کے احکامات دے دئے۔

(نمبر 9) خط معاویہ کو لکھا

1- قریش نے رسول اللہ کو قتل کرنے کا انتظام کیا۔ 2- خاندان رسول پر زندگی ناممکن بنائے رکھی۔

3- ہم نے برابر رسول اللہ اور اسلام کی حفاظت جاری رکھی۔

4- علی کے ساتھ ایسے قریش کا نام بھی نہ لینا چاہئے جو اسلامی تحفظ میں پیچھے رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

1	چنانچہ ہماری کہلانے والی قوم نے ہمارے نبی کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے؛	فَارَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِيِّنَا،
2	اور ہماری نسل کو منقطع کرنے اور جڑیں کھود ڈالنے کا بندوبست جاری رکھا؛	وَاجْتَبَا حَاصِلِنَا،
3	اور ہمارے لئے غم و الم فراہم رکھنے کو اہمیت دی؛	وَهُمُّوْا بِنَا الْهُمُوْمَ،
4	اور ہمارے ساتھ ہر برا سلوک جاری رکھا؛	وَفَعَلُوْا بِنَا الْاَفَاعِيْلَ،
5	اور راحت و سکون کو ہم تک پہنچنے سے روک دیا؛	وَمَنْعُوْنَا الْعُدْبَ،
6	اور ہمیں مستقلاً خوف و ہراس سے دوچار رکھنے کا انتظام کرتے رہے؛	وَاحْلَسُوْنَا الْخَوْفَ،
7	اور ہمارے خاندان کو ایک خشک پتھر کیلے پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور رکھا؛	وَاصْطَرُّوْنَا اِلَى جَبَلٍ وَّعْرٍ،
8	اور ہمارے لئے جنگ کی آگ بھڑکا کر ہمیں ختم کر ڈالنے میں لگے رہے؛	وَ اَوْقَدُوْنَا نَارَ الْحَرْبِ،
9	مگر اللہ نے ہمیں رسول کے دین کی حفاظت اور ان کی عزت و حرمت کو محفوظ رکھنے کی ہمت اور مستقل ارادہ عطا کیا۔	فَعَزَمَ اللّٰهُ لَنَا عَلٰى الذَّبِّ عَنْ حَوْرَتِهِ، وَالرَّمِي مِنْ وَّرَآءِ حُرْمَتِهِ،
10	ہمارا مومن قریشی مظالم کو اجر و ثواب کی خاطر برداشت کرتا تھا۔ اور ہمارا کافر قرابت کی وجہ سے حمایت کرتا تھا؛	وَمُوْمِنًا يَّبْغِيْ بِذٰلِكَ الْاَجْرَ، وَكَافِرًا يَّحَامِيْ عَنِ الْاَصْلِ،
11	اور قریش میں سے جو لوگ اسلام اختیار کر چکے تھے وہ ہم پر آنیوالی مصیبتوں اور مظالم سے اس	وَمَنْ اَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ خَلُوْا مِمَّا نَحْنُ فِيْهِ

لئے محفوظ تھے کہ انہوں نے اپنے خاندانوں اور چودھریوں سے حلفیہ معاہدے لے رکھے تھے اور خود انکے رشتے دار انکی مدد کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے؛

12 یوں وہ امن و چین سے رہتے تھے۔

13 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا اپنا طریقہ بھی یہی تھا کہ جب جنگ اور خطرات کی شدت ہوتی تھی تو وہ اپنے صحابہ کو پیچھے رکھا کرتے تھے اور اپنے اہلیت کو آگے بڑھا دیا کرتے تھے۔ یوں صحابہ کو برچھوں اور تلواروں کی مار سے بچاتے رہتے تھے؛

14 چنانچہ عبیدہ بن حارث جنگ بدر میں قتل ہوئے۔ اور حمزہ جنگ احد میں قتل ہو گئے اور جعفر جنگ موتہ میں قتل ہو گئے۔

15 اور اگر میں چاہوں تو ایک اور شخص کے نام کا تذکرہ بھی کر سکتا ہوں جس نے ان شہدائے اہلیت ہی کی طرح شہید ہو جانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ ان حضرات کی عمروں نے ختم ہونے میں جلدی کی مگر اسکی تمنا کے پورا ہونے میں تاخیر کر دی گئی؛

16 اب تو زمانہ کی حالت قابل تعجب ہے کہ وہ چلتے چلتے یہاں تک بڑھ آیا کہ اب میرے ساتھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا جانے لگا ہے جنہوں نے اسلام کیلئے جدوجہد میں میرے ایسے کارنامے انجام نہیں دئے اور نہ انکے حصے میں میرے ایسے دیرینہ اسلامی خدمات آئے، سوائے اسکے کہ کوئی کسی ایسی خدمت کا دعویٰ کر بیٹھے جسے میں نہیں جانتا اور نہ میرے خیال میں اللہ ہی اسکے کردار کا نگران اور عارف ہے۔ اور ہر حال میں اللہ کی حمد و ثناء بجالانا چاہئے۔

17 اور اپنی جان کی قسم اگر تو نے اپنی گمراہی اور تفرقہ انگیزی کو خیر باد نہ کہا تو سمجھ لے کہ تو بہت جلد انہیں پہچان لیگا اور جلد ہی وہ لوگ خود تجھے تلاش کرتے ہوئے آئیں گے۔

18 اور رہ گیا تمہارا یہ سوال کہ میں عثمان کے قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دوں؟ میں نے اس مطالبے پر بھی غور کیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو تمہارے یا کسی اور کے حوالے کر دینا میرے اختیار و وسعت سے باہر ہے۔

19 اور تجھے یہ تکلیف نہ ہونے دینگے کہ تو انہیں خشکی میں یا سمندروں میں یا پہاڑوں اور میدانوں میں ڈھونڈنا پھرے اور تمہارا یہ مطالبہ ایک ایسا مطالبہ بن جائیگا جو کہ تمہیں پسند نہ آئیگا اور ان سے ملاقات تمہیں خوش نہ کرے گی۔ سلامتی کے اہل پر سلام ہو۔

بِحَلْفِ يَمْنَعُهُ، أَوْ عَشِيرَةٍ تَقُومُ ذُونَهُ،

فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانِ أَمْنٍ،

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، إِذَا أَحْمَرَ الْأَبَاسُ وَأَحْجَمَ النَّاسُ قَدَّمَ أَهْلَ بَيْتِهِ فَوْقَى بِهِمْ أَصْحَابَهُ حَرَّ السُّيُوفِ وَالْأَسِنَّةِ،

فَقُتِلَ عَبِيدَةُ ابْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَقُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ أُحُدٍ، وَقُتِلَ جَعْفَرُ يَوْمَ مَوْتَةَ،

وَأَرَادَ مَنْ لَوَّشِنْتُ ذَكَرْتُ اسْمَهُ مِثْلَ الَّذِي أَرَادُوا مِنَ الشَّهَادَةِ، وَلَكِنْ أَجَالُهُمْ عَجَّلَتْ، وَمَيِّتُهُ أُخِرَتْ،

فَبَاعَ جَبَّالُ الدَّهْرِ إِذْ صِرْتُ يُقْرَنُ بِي مَنْ لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِي، وَلَمْ تَكُنْ لَهُ كَسَابِقِي، الَّتِي لَا يَدْلِي أَحَدٌ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَدْعَى مَدْعٍ مَا لَا أَعْرِفُهُ، وَلَا أَظُنُّ اللَّهَ يَعْرِفُهُ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ،

وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ مِنْ دَفْعِ قَتْلَةِ عُثْمَانَ إِلَيْكَ فَإِنِّي نَظَرْتُ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَلَمْ أَرَهُ يَسْعُنِي دَفْعُهُمْ إِلَيْكَ وَلَا إِلَيَّ غَيْرِكَ،

وَلَعَمْرِي لَئِنْ لَمْ تَنْزِعْ عَنِّي وَعَنِّيكَ وَشِفَاقِكَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَن قَلِيلٍ يَطْلُبُونَكَ،

لَا يَكْلِفُونَكَ طَلَبَهُمْ فِي بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ وَلَا جَبَلٍ وَلَا سَهْلٍ إِلَّا أَنَّهُ طَلَبٌ يَسُوءُكَ وَجَدَانُهُ، وَزَوْدٌ لَا يَسُرُّكَ لِقْيَانُهُ وَالسَّلَامُ لَا هَلْبَهُ.

تشریح:- 1۔ خط میں پہلے معاویہ کو وہ سلوک یاد دلایا ہے جو اعلان نبوت کے بعد معاویہ کے باپ ابوسفیان اور قریش کے دوسرے لیڈروں اور سرداروں نے رسول اور خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اور جو کچھ وہ قوم آج تک کرتی چلی آرہی ہے۔ یہاں قارئین اس فریب میں مبتلا نہ رہیں کہ مسلمان ہو جانے والے قریشیوں نے رسول و خاندان رسول پر مظالم کرنا بند کر دئے تھے یا بند کر دئے ہوں گے۔ لا وَاللّٰہِ مَظَالِمَ کَسی وقت بند نہیں کئے گئے۔ پہلے مظالم کی غرض یہ تھی کہ ابوسفیان اور قریش، محمد اور نبوت محمدیہ کو اپنی قومی پالیسی اور مصلحتوں کے ماتحت لانے میں کوشاں ہوئے تھے۔ جب اس سلسلے میں قریش کے مشرک اور مومن دونوں محاذنا کام ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے قریش کو اپنی جانشینی اور خلافت و وزارت بھی لینے پر آمادہ نہ پایا تو قریش ہی کے سامنے مجمع عام میں اپنی جانشینی، خلافت و وزارت و بھائی چارہ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کو سونپ کر قریش کی دینی محرمی پر مہر ثبت کر دی۔ اب ظلم و ستم کی پہلی غرض بدل گئی۔ اب مقصد یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو علی علیہ السلام کو درمیان سے ہٹایا جائے اور رسول کی جانشینی، خلافت و وزارت قوم کی جمہوری اور شورائی حکومت کو سونپی جائے۔ قرآن کی ایسی معنوی تشریح اور تفسیر کی جائے کہ علی اور علی کی وحدانی خلافت الہیہ کا تصور تک دلوں سے نکل جائے۔ (فرقان 27 تا 25/31 اور 6/66)

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو قتل کرنے اور خاندان رسول کی نسل کشی کی اسکیم بہر حال صورت بدل کر جاری رکھی گئی۔ رسول پر بار بار حملے ہوئے اور آخر کار نہایت سہولت سے دوا کے بہانے زہر ہلاہل سے قتل کر دیا گیا (بخاری) رسول کی نسل کشی (2/205) کے لئے کربلا تک کے واقعات و حالات ساری دنیا کے سامنے خود اُن ہی کی تیار کی ہوئی تاریخوں میں موجود ہیں۔ ادھر حضرت علی سے لے کر گیارہویں امام علیہم السلام تک تلوار اور زہر برابر استعمال ہوتا چلا گیا۔ اس خط میں جو کچھ حضرت علی علیہ السلام نے لکھا ہے وہ تمام قرآن و حدیث و تواریخ سے ہم دکھا چکے ہیں۔ چنانچہ ہماری تفسیر احسن التعمیر اور ہماری تشریحات بیان الامامة میں پندرہ سولہ ہزار صفحات دنیا کا سب سے بڑا ریکارڈ ہے جو قریش کو برہنہ و بے نقاب پیش کرتا ہے۔ اور اُن کے تاریخی فراڈ کو کھول کر رکھ دیتا ہے۔

2۔ خط کا دوسرا پہلو معاویہ کی عثمان کے قاتلوں کی طلبی سے تعلق رکھتا ہے اس مطالبہ پر علامہ مودودی

جنگ جمل و صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے رویہ اور عملدرآمد پر مودودی اور دیگر علماء کے بیانات لکھے جا چکے ہیں۔ علمائے قریش نہ مانیں مگر اُن بیانات سے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ان جنگوں میں شامل تمام لوگ علی کے مخالف ثابت ہو چکے ہیں اب قاتلان عثمان کے مطالبے پر مودودی کا بیان پھر سُن لیں وہ لکھتے ہیں کہ:-

”تیسرے حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ جسے لے کر دو طرف سے دو فریق اُٹھ کھڑے ہوئے ایک طرف حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر اور دوسری طرف معاویہ۔ یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جاسکتی ہے ظاہر ہے کہ یہ جاہلیت کے دور کا قبائلی نظام تو نہ تھا کہ کسی مقتول کے خون کا مطالبہ لے کر جو چاہے اور جس طرح چاہے اُٹھ کھڑا ہو۔ اور جو طریقہ چاہے اُسے پورا کرانے کے لئے استعمال کر لے۔ یہ ایک باقاعدہ حکومت تھی جس میں ہر دعوے کے لئے ایک ضابطہ اور قانون موجود تھا۔ خون کا مطالبہ لے کر اُٹھنے کا حق مقتول کے وارثوں کو تھا۔ جو زندہ تھے اور وہیں موجود تھے۔ حکومت اگر مجرموں کو پکڑنے اور اُن پر مقدمہ چلانے میں واقعی دانستہ ہی تساہل کر رہی تھی تو بلاشبہ دوسرے لوگ اُس سے انصاف کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ لیکن کسی حکومت سے انصاف کے مطالبے کا یہ کیوں ساطریقہ ہے، اور شریعت میں کہاں اس کی نشان دہی کی جاسکتی ہے کہ آپ سرے سے اس حکومت کو جائز حکومت ہی اس وقت تک نہ مانیں جب تک وہ آپ کے اس مطالبہ کے مطابق عمل درآمد نہ کر دے۔ حضرت علی اگر

جائز خلیفہ تھے ہی نہیں تو پھر ان سے اس مطالبے کے آخر کیا معنی ہیں؟ کہ وہ مجرموں کو پکڑیں اور سزا دیں؟ کیا وہ کوئی قبائلی سردار تھے جو کسی قانونی اختیار کے بغیر جسے چاہیں پکڑ لیں اور سزا دے ڈالیں؟ اس سے بھی زیادہ غیر آئینی طریق کار یہ تھا کہ پہلے فریق نے بجائے اس کے کہ وہ مدینے جا کر اپنا مطالبہ پیش کرتا، جہاں خلیفہ اور مجرمین اور مقتول کے ورثاء سب موجود تھے اور عدالتی کارروائی کی جاسکتی تھی؛ بصرے کا رخ کیا اور فوج جمع کر کے خون عثمان کا بدلہ لینے کی کوشش کی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ ایک خون کے بجائے دس ہزار مزید خون ہوں۔ اور مملکت کا نظام الگ ڈرہم برہم ہو جائے۔ شریعت الہی تو درکنار دنیا کے کسی آئین و قانون کی رو سے بھی اسے ایک جائز کارروائی نہیں مانا جاسکتا۔ اس سے بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرز عمل دوسرے فریق یعنی معاویہ کا تھا۔ جو معاویہ بن ابوسفیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے اٹھے، مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا گورنری کی طاقت اپنے اس مقصد کے لئے استعمال کی۔ اور مطالبہ یہ نہیں کیا کہ حضرت علی قاتلین عثمان پر مقدمہ چلا کر انہیں سزا دیں بلکہ مطالبہ یہ کیا کہ وہ قاتلین عثمان کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ خود انہیں قتل کریں۔ یہ سب کچھ دور اسلام کی نظامی حکومت کے بجائے زمانہ قبل از اسلام کی قبائلی بد نظمی سے اشبہ ہے۔ خون عثمان کے مطالبے کا حق اول تو معاویہ کے بجائے عثمان کے شرعی وارثوں کو پہنچتا تھا۔ تاہم اگر رشتہ داری کی بنا پر معاویہ اس مطالبے کے مجاز ہو بھی سکتے تھے تو اپنی ذاتی حیثیت میں ہو سکتے تھے نہ کہ شام کے گورنر کی حیثیت میں۔ عثمان کا رشتہ جو کچھ بھی تھا۔ معاویہ بن ابی سفیان سے تھا۔ شام کی گورنری ان کی رشتہ دار نہ تھی۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ خلیفہ کے پاس مستغیث بن کر جاسکتے تھے۔ اور مجرمین کو گرفتار کرنے اور ان پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ گورنر کی حیثیت سے انہیں کوئی حق نہ تھا کہ جس خلیفہ کے ہاتھ پر باقاعدہ آئینی حیثیت سے بیعت ہو چکی تھی، جس خلافت کو ان کے زیر انتظام صوبے کے سوا باقی پوری مملکت تسلیم کر چکی تھی اس کی اطاعت سے انکار کر دیتے۔ اور اپنے زیر انتظام علاقے کی فوجی طاقت کو مرکزی حکومت کے مقابلے میں استعمال کرتے اور ٹھیٹھ جاہلیتِ قدیمہ کے طریقے پر یہ مطالبہ کرتے کہ قتل کے ملزموں کو عدالتی کارروائی کے بجائے مدعی

قصاص کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ خود ان سے بدلہ لے۔“ (خلافت و ملوکیت صفحہ 124 تا 126)

اسکے بعد علامہ مودودی نے قاضی ابوبکر ابن العربی کی کتاب احکام القرآن سے ان دونوں فریق حضرت عائشہؓ، طلحہ، زبیر اور معاویہ کو اللہ و رسول اور برحق خلیفہ کا باغی ثابت کیا ہے اور قرآن کی رو سے حضرت علی علیہ السلام کی جنگ کو جائز قرار دیا ہے (صفحہ 126 تا 127) ہم پہلے خط میں لکھ بھی چکے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے جواب میں یہ بحث لکھنے کے بجائے اسے گمراہ اور تفرقہ پرداز لکھا ہے اور بتایا ہے کہ جنہیں تو عثمان کا قاتل سمجھ رہا ہے وہ خود آ کر تجھ سے ملاقات کریں گے اور یہ ملاقات تجھے بہت بھاری اور ناگواری گذرے گی اس لئے کہ وہ تجھے تیری تہمت طرازی اور سازش کی سزا دیں گے اور اپنی بریت ثابت کریں گے۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ قتل عثمان کا فتویٰ دینے والے عائشہ اور زبیر تھے اور فوج کشی اور حملہ کرنے والے طلحہ اور زبیر تھے۔ جنہوں نے معاملے کو مشکوک کرنے ہی کے لئے تو علی علیہ السلام کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔

(نمبر 10) خط ”معاویہ کے نام“

- 1- معاویہ نے دعوتِ جنگ دی تھی تو جواب میں پہلے اسے نصیحتیں کیں اور راست روی کی تاکید کی اور پھر ڈانٹ کر تنبیہ کی۔
- 2- بنی امیہ کی سابقہ پوزیشن یاد دلائی۔
- 3- اپنی جنگی قوت اور اس کے نانا، ماموں اور بھائی کے قتل کی یاد دلائی ہے۔
- 4- کتاب اللہ کی دھائی دے کر جان بچانے کی پیش گوئی فرمائی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	كَيْفَ أَنْتَ صَانِعٌ إِذَا تَكَشَّفَتْ عَنْكَ جَلَابِيبُ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ دُنْيَا قَدْ تَبَهَّجَتْ بِرَبِّنَيْهَا،	تمہارا اُس وقت کیا حال ہوگا جب تمہارے اوپر سے یہ سازش کی چادر اتار لی جائیگی جس میں تم لپٹے ہوئے ہو اور جسکی آڑ میں تم دُنیا میں خود کو سجا کر اور سنوار کر پیش کر رہے ہو اور اُس دُنیا نے تمہیں لہا لیا ہے اور اپنی سجاوٹ سے تمہیں گرویدہ کر رکھا ہے۔
2	وَحَدَعَتْ بِلَدِّهَا،	اور اپنی لذتوں سے تمہیں دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔
3	دَعَاكَ فَأَجَبْتَهَا، وَقَادَتُكَ فَاتَّبَعْتَهَا، وَأَمَرْتُكَ فَاطَّعْتَهَا.	دُنیا نے تمہیں دعوت دی اور تم نے اُس کی دعوت قبول کر لی۔ اُس نے تمہاری قیادت وراہنمائی کی اور تم نے اُس کی پیروی اختیار کر لی۔ اُس نے حکم دیا تو تم نے اُس کی اطاعت اختیار کر لی۔
4	وَأَنَّهُ يُرْشِكُ أَنْ يَقْفِكَ وَاقِفٌ عَلَى مَالَا يُنْجِيكَ مِنْهُ مُنْجٍ. (مَجْنٌ)	بہت قریب ہے وہ وقت کہ جب تجھے ایک روکنے والا روک کر اُن چیزوں سے مطلع کرے گا جن سے تمہیں کوئی نجات دلانے والا بھی نجات نہ دلا سکے گا۔
5	فَأَقْعَسُ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ،	چنانچہ تم اس معاملے سے ہاتھ اٹھاؤ۔
6	وَأَحْذُ أَهْبَةَ الْحِسَابِ،	اور باز پرس اور حساب کے لئے تیار ہو جاؤ۔
7	وَسَمِرٌ لِمَا قَدْ نَزَلَ بِكَ،	اور اپنے اوپر نازل ہونے والی کے لئے دامن لپیٹ کر تیار ہو جاؤ۔
8	وَلَا تُمَكِّنُ الْعَوَاةَ مِنْ سَمِعِكَ،	اور انگوٹھ کرنے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ۔
9	وَأَلَّا تَفْعَلَ أَعْلَمَكَ مَا أَعْفَلْتَ مِنْ نَفْسِكَ،	اگر تم نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا تو میں تمہیں تمہاری تمام غفلتوں سے متنبہ کروں گا۔
10	فَأَنَّكَ مُتْرَفٌ قَدْ أَخَذَ الشَّيْطَانُ مِنْكَ مَا أَخَذَهُ،	تم سہولت اور عیش پروری کی زندگی میں اُلجھے ہوئے ہو یقیناً ابلیس نے تمہارے اندر اپنے منصوبہ کے لئے تمام بنیادی سامان جمع کر دیا ہے۔
11	وَبَلَّغَ فِيكَ أَمَلَهُ،	اور اُس نے اپنی تمام آرزوؤں اور اُمیدوں کو تمہارے اندر پہنچا دیا ہے۔
12	وَجَرَى مِنْكَ مَجْرَى الرُّوحِ وَالْدَّمِ،	اور وہ تیرے اندر اسی طرح گھلا ملا ہوا ہے جیسے جسم میں روح اور خون گھلا ملا ہوتا ہے۔

13	اور اے معاویہ یہ تو سوچو کہ تم بنی امیہ رعایا کی سیاست سے اور اُمت پر حکمرانی کرنے کی اور راہنمائی کی اہلیت سے کب شناسا تھے؟	وَمَتَى كُنْتُمْ يَامَعَاوِيَةَ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ؟ وَوَلَاةَ أَمْرِ الْأُمَّةِ،
14	بلا کسی اسلامی پیش قدمی کے اور بلا اسلامی عزت اور بزرگی حاصل کئے ہوئے ہی۔	بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ، وَلَا شَرَفٍ بَاسِقٍ،
15	اس قسم کا دعویٰ کرنا ازلی بدبختی کا ثبوت ہے۔ اور ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔	وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ لُزُومِ سَوَابِقِ الشَّقَاءِ،
16	اور میں تمہیں خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں کے فریب میں مبتلا رہتے چلے آ رہے ہو اور تمہارے اعلانات تمہاری باطنی حالت سے مختلف رہتے آئے ہیں۔	وَأَحْذَرُكَ أَنْ تَكُونَ مُتَمَادِيًا فِي عِرْقَةِ الْأُمْنِيَّةِ، مُخْتَلِفِ الْعَلَانِيَّةِ وَالسَّرِيرَةِ،
17	اور تم نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے چنانچہ لوگوں کو الگ ہٹا دو اور میرے تنہا کے مقابلے میں تنہا نکلو اور دونوں فریقوں کو جنگ سے معاف رکھو تاکہ سب کو یہ علم ہو جائے کہ کس کے دل پرزنگ جما ہوا ہے اور کون آنکھوں پر پردے ڈالے ہوئے ہے۔	وَقَدْ دَعَوْتُ إِلَى الْحَرْبِ فَدَعِ النَّاسَ جَانِبًا وَأَخْرُجْ إِلَيَّ، وَأَعْفِ الْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْقِتَالِ لِيُعْلَمَ أَيْنَا الْمُرِينُ عَلَى قَلْبِهِ وَالْمُعْطَى عَلَى بَصَرِهِ،
18	چنانچہ میں وہی حسن کا والد ہوں اور تیرے دادا کا اور تیرے ماموں کا اور تیرے بھائی کا بدر میں تباہ کر کے مارنے والا قاتل ہوں۔ اور وہی تلوار میرے پاس ہے اور میں اب بھی اسی قلب کے ساتھ اپنے دشمن سے ملاقات کو تیار ہوں۔	فَأَنَا أَبُو حَسَنِ قَاتِلُ جَدِّكَ وَخَالِكَ وَ أَخِيكَ شَدْحًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَذَلِكَ السَّيْفُ مَعِيَ، وَبِذَلِكَ الْقَلْبِ الْقَى عَدُوِّي،
19	اور تمہاری طرح نہ تو میں نے اپنا دین بدلا ہے۔	مَا اسْتَبَدَلْتُ دِينًا، وَلَا اسْتَحْدَثْتُ نَبِيًّا،
20	اور نہ نبیؐ کی قسمیں کر کے اُسے خود گھڑا ہے۔	وَإِنِّي لَعَلَى الْمُنْهَاجِ الَّذِي تَرَكْتُمُوهُ طَائِعِينَ، وَدَخَلْتُمْ فِيهِ مَكْرَهِينَ،
21	اور یقیناً میں اسی اسلامی راستے پر برقرار ہوں جسے تم نے خوشی سے چھوڑ رکھا ہے۔	
22	اور تم لوگ اس دین میں داخل بھی ناگواری سے ہوئے تھے۔	وَزَعَمْتَ أَنَّكَ جِئْتَ نَائِرًا بِعُثْمَانَ،
23	اور تم یہ بھی جھوٹا دعویٰ کر رہے ہو کہ تم عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اُٹھے ہو۔	وَلَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ إِنْ كُنْتَ طَالِبًا،
24	حالانکہ تمہیں یقیناً معلوم ہے کہ عثمان کہاں قتل ہوا تھا؟ چنانچہ اس کے خون کا مطالبہ وہیں جا کر کرو جہاں قتل ہوا تھا اگر تم واقعی خون کا بدلہ چاہتے ہو تو طریقہ یہ ہے۔	فَكَأَنِّي قَدَرْتُ أَنَّكَ تَصْجُ مِنَ الْحَرْبِ إِذَا عَصَّتْكَ صَاحِبُ الْجَمَالِ بِالْأَنْقَالِ، وَكَأَنِّي بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُونِي جَزْعًا مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ وَالْقَضَاءِ الْوَاقِعِ،
25	میں تو اب وہ نظارہ دیکھ رہا ہوں کہ گویا جنگ تمہیں دانتوں سے کاٹ رہی ہے اور تم اس طرح بلبلا رہے ہو جس طرح بھاری بوجھ سے لدے ہوئے اونٹ بلبلا کرتے ہیں۔	وَمَصَارِعَ بَعْدَ الْمَصَارِعِ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَهِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ أَوْ مُبَايَعَةٌ حَائِدَةٌ.
	اور گویا تمہاری جماعت تلواروں کے پے در پے واروں سے اور سروں پر منڈلانے والی موت سے اور مشقتوں کے انبار لگ جانے سے گھبرا گھبرا کر مجھے پکار رہی ہے۔	
	اور قرآن کی دوہائی دے رہی ہے۔ حالانکہ تمہاری جماعت کافر ہے حق کی منکر ہے اور بیعت کرنے کے بعد اسے توڑنے والی ہے۔	

تشریح:- 1۔ یہاں آخری بات کو پہلا نمبر دینا پڑتا ہے یعنی حضرت علیؑ علیہ السلام کی آنکھیں وہ نظارہ دیکھ رہی تھیں جو آج سے کئی ماہ بعد

جنگ صفین میں پیش آنے والا تھا۔ اور جسے حضور علیہ السلام نے لفظ بلفظ اسی طرح معاویہ کو لکھ کر بھیج دیا تھا جس طرح اُن پر یہ مصیبت واقع ہونا تھی۔ جو ذاتِ پاک زمین پر رہتے ہوئے معراج کی تمام تفصیلات ملاحظہ کرتی رہی ہو اُس کا ایسی پیشین گوئی کرنا کوئی قابلِ تعجب چیز نہیں تھی۔ جس کے سامنے کائنات کی تمام تفصیلات حاضر رہتی ہوں اُس ہستی کی ایسی پیشگوئی پر فخر کرنا گھٹیا سی بات ہے۔ عین اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی یہ دوسری بات ہے کہ ظاہری مسلمانوں کو مسلمان رکھنے کی خاطر بعض باتیں انہیں نہ بتائی جائیں۔ ورنہ بدن میں رچا بسا کفر اُن پر غالب آجانا ممکن ہو جائے گا اور مجاہد قسَم کے جاہلوں کو بدبھضمی ہو جانے کا اندیشہ ہوگا۔ اُن کا اپنا گھڑا ہوا اللہ بکھر کر پاش پاش ہو جائے گا۔

2- معاویہ اور قریش نے مجبوراً اسلام اختیار کر کے اُسے تبدیل کر دیا تھا

چنانچہ حضورؐ نے یہ حقیقت واضح فرمادی ہے کہ معاویہ اور اُس کے بزرگ قریش نے مجبور ہو کر بڑی ناگواری سے اسلام کو اختیار کیا تھا اور رفتہ رفتہ اُسے تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ (10/19) اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرآنی پوزیشن کو بھی نئے نئے پہلو نکال کر اپنے اجتہاد سے کچھ سے کچھ بنا لیا تھا۔ (یونس 10/19)

3- حضرت علیؑ کا یہی چیلنج قریش اور قریشی علماء کے لئے مافوق الفطرت ہے تمام عرب پر بالادستی

معاویہ ہی کو حضورؐ نے چیلنج نہیں کیا ہے وہ تو پورے عرب کو زندگی بھر چیلنج کرتے رہے ہیں۔ اور جو سو ما سامنے آیا اُسے جہنم واصل کرتے رہے ہیں۔ وہ تو تنہا شام پر حملے کے لئے روانہ ہو گئے تھے اپنی فوج سے کہہ دیا تھا کہ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔ میں تنہا ملک شام کو فتح کر سکتا ہوں۔ مجاہدین نے منت سماجت کر کے بڑی مشکل سے ساتھ چلنے کی اجازت لی تھی۔ ورنہ وہ تو تنہا کئی میل جا چکے تھے۔ جو شخص سارے عرب سے فرداً فرداً بھی طاقتور ہو اور اُن کی اجتماعی طاقت سے بھی کہیں زیادہ ہو اُسے قریشی نام نہاد سورماؤں یعنی لنگڑے لولے اور بزدلوں کے برابر قرار دینا بڑی بے بصیرتی کی بات ہے۔ یہ تو انکا مشیت خداوندی اور ارادۃ اللہ ہونا تھا جس سے یہ دشمنانِ دین محفوظ رہ گئے ورنہ انہیں مسل کر رکھ دیا جاتا۔ یہ کتنی بے شرمی و بے حیائی کی بات ہے کہ معاویہ ایسا شخص حضرت علیؑ کو جنگ کی دعوت دیتا ہے؟؟

4- قریش نے اپنی خود ساختہ تاریخ میں حضرت علیؑ کے مخالفوں کو دھاتِ العرب اور دانشور بنا رکھا ہے

قارئین پر حضور علیہ السلام کے ہر خط سے یہ واضح ہو جائے گا کہ اُن کے رُوبرو سارے عرب میں نہ ہی کوئی عاقل و دانا اور با بصیرت تھا نہ ہی کوئی اسلامی حکومت کے نظم و نسق و آئین کو سمجھنے والا تھا (10/13)۔ یہ سب اہلیس کے فریب میں مبتلا تھے۔ (10/10-12)

(نمبر 11) خط (لشکر کو ہدایات)

1- فوج کا پڑاؤ کیسے مقام پر ہونا چاہئے؟ 2- ہراول دستہ اور خبر رسائی؟ 3- رات میں حفاظت کا انتظام؟ 4- سونے کی مقدار و مقصد؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	فَاِذَا نَزَلْتُمْ بِعَدُوٍّ اَوْ نَزَلَ بِكُمْ فَلْيَكُنْ مَعَكُمْ كُرْكُمُ فِي قُبُلِ الْاَشْرَافِ،	جب تم دشمن کے مقابلے میں پڑاؤ ڈالو یا دشمن تمہارے مقابلے میں قیام کرے تو تمہاری لشکر گاہ ٹیلوں کے آگے ہونی چاہئے۔
2	اَوْ سَفَاحِ الْجِبَالِ، اَوْ اَنْبَاءِ الْاَنْهَارِ،	یا پہاڑوں کے آگے ہونا چاہئے۔ یا نہروں کو پشت پر رکھ کر پڑاؤ ڈالنا چاہئے۔

3	تا کہ ٹیلے اور پہاڑ اور نہریں تمہاری پشت کی حفاظت کریں۔	كَيْمًا يَكُونُ لَكُمْ رِدَاءً،
4	اور دشمن کو تم سے دور رکھنے میں مددگار بن جائیں۔	وَدُوْنَكُمْ مَرَدًّا،
5	اور اس طرح تمہیں صرف ایک طرف سے یا دوطرف سے دشمن سے جنگ کرنا پڑے۔ (اور تم چاروں طرف سے نہ گھیرے جاسکو۔)	وَلْتَكُنْ مَقَاتِلُكُمْ مِنْ وَجْهِ وَاحِدٍ وَآخَرَيْنِ،
6	اور پڑاؤ ڈالتے ہی پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور ٹیلوں کی بلندیوں پر دشمنوں کی نقل و حرکت دیکھنے والے نگران مقرر کر دیا کرو۔	وَاجْعَلُوا لَكُمْ رُقَبَاءَ فِي صِيَاصِ الْجِبَالِ، وَمَنَاكِبِ الْهَضَابِ،
7	تا کہ دشمن کا کوئی دستہ کسی خفیہ اور خوفناک جگہ سے یا کسی کھلی اور اطمینان کی جگہ سے تم پر اچانک حملہ نہ کر سکے۔	لِنَلَّا يَأْتِيَكُمْ الْعَدُوُّ مِنْ مَّكَانٍ مَخَافَةٍ أَوْ آمِنٍ،
8	اور یہ بھی جان لو کہ فوج کے آگے چلنے والا ہراول دستہ فوج کی آنکھوں کا کام دیتا ہے۔ اور ہراول دستے کی آنکھیں اُنکے آگے چلنے والے نگران لوگ (پٹرول) ہوتے ہیں۔	وَاعْلَمُوا أَنَّ مَقْدِمَةَ الْقَوْمِ عُيُونُهُمْ، وَعُيُونَ الْمَقْدِمَةِ طَلَانِعُهُمْ،
9	اور خبردار بکھرنے سے باز رہنا چنانچہ جب تم کہیں پڑاؤ ڈالو تو سب ایک ساتھ اتر کر اور جب تم روانہ ہو تو سب مل کر ایک ہی ساتھ سفر کیا کرو۔	وَإِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ، فَإِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِرُوا جَمِيعًا وَإِذَا رُحِلْتُمْ فَارْتَحِلُوا جَمِيعًا،
10	اور جب رات تم پر تاریکی پھیلا دے تو تم اپنے چاروں طرف نیزوں کو گاڑ کر ایک باڑ بنا لیا کرو۔	وَإِذَا عَشِيَتْكُمْ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ كِفَّةً،
11	اور رات کو نیند میں غرق نہ ہو جاؤ بلکہ نیند کا مزہ صرف اس قدر لو جیسے غرارہ کرنے یا کھٹی کرنے سے پانی کا مزہ۔	وَلَا تَذَوْقُوا النَّوْمَ إِلَّا غَرَارًا أَوْ مَضْمَضَةً.

تشریح:- 1- اس خطبے میں پہلی بات تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی افواج تنخواہ دار فوجیں نہ تھیں ورنہ اس خط میں مذکور ہدایات اُن کو ٹریننگ کے زمانہ میں ملی ہوئی ہوتیں اور انہیں سفر و قیام کی عملی تعلیم اُن کے کمانڈرنے دے دی ہوتی۔ یہ بالکل نئے لوگ تھے جنہیں ہر بہرہ رسانی سے پہلے یا لڑائی کے دوران بتانی پڑتی تھی۔ دوسری بات یہ کہ پوری مملکت میں تو انہیں ہدایات پہنچانے کے لئے خطوط ہی کو ذریعہ بنایا جاتا تھا۔

2- فوج کے اجزا سفر کے دوران فوج کا بڑا اور بھاری ہتھیاروں والا حصہ مین باڈی کہلاتا ہے۔ ہسپتال، راشن، باورچی خانہ وغیرہ مین باڈی میں رہتے ہیں۔ سردار یا سپہ سالار لشکر بھی اسی میں ہوتا ہے۔ روانگی سے کافی دیر پہلے ایک کافی بڑا دستہ آگے روانہ کیا جاتا ہے جو مقدمہ یا مین گارڈ کہلاتا ہے اور جو اتنا بڑا اور طاقتور ہونا چاہئے کہ دشمن کو اتنی دیر تک روکے رکھے کہ مین باڈی لڑنے کی ضروری پوزیشن اختیار کر لے۔ مین باڈی اور مین گارڈ یا ایڈوانس گارڈ میں رابطہ جاری رہتا ہے۔ اسی طرح ایڈوانس گارڈ کی طرح سے دودستے مین باڈی کے داہنی طرف اور بائیں طرف مناسب فاصلے پر چلتے ہیں تاکہ داہنی اور بائیں طرف سے آنے والے خطروں کو روک سکیں ان کو فلینک (flank) گارڈ کہتے ہیں۔ اسی طرح مین باڈی کے پیچھے کی حفاظت کے لئے ریئر گارڈ (Rear) تعینات ہوتا ہے۔ یہ چاروں گارڈ اپنے اپنے گارڈوں کی حفاظت اور رابطہ کا بندوبست کرتے ہیں یہ چھوٹے چھوٹے دستے ہوتے ہیں اور انہیں پٹرول (Petrol) کہا جاتا ہے۔ سفر کے دوران فوج کا خا کہ دیکھئے:-

یہ خاکہ بتاتا ہے کہ فوج میں رابطہ اور تحفظ اور خبر رسانی کا کیسا منظم بندوبست رہتا ہے کہ آگے پیچھے داہنے بائیں دشمن کی نقل و حرکت ہر آن کمانڈر کو معلوم رہتی ہے اور حملے کی صورت میں دشمن کو



چاروں طرف سے نرغے میں لیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام ہدایات و تعلیم اور مہارت تنخواہ داران فوج کو چھانڈنیوں میں مکمل کرادی جاتی ہے۔ اُن کو عادی بنا دیا جاتا ہے۔ قواعد اور پیریڈ ہی اُن کی ترقی اور پروموشن کا ذریعہ ہوتی ہے۔ یہاں فوج تو فوج ہے خود حضرت علی علیہ السلام کو یہ تعلیم و ٹریننگ کبھی کسی نے نہیں دی تھی۔ بہر حال وہ دُنیا کی بہترین فوج کی تعلیم و ہدایات سے کما حقہ واقف تھے۔ اور ہر فوج کو ایسے ہزاروں طریقے سکھا سکتے تھے جو دشمن کو ہزیمت دینے میں مفید ہوتے۔ اور حضورؐ سے تعلیم یافتہ فوج کہیں کسی سے شکست نہ کھا سکتی تھی پھر علی علیہ السلام نے اپنی فوج کو شب بیداری کی تعلیم بھی دے دی ہے جس سے اللہ خود ایسی فوج کا محافظ ہو جایا کرتا ہے۔

(نمبر 12) خط

لِمُعْقِلِ بْنِ قَيْسِ الرَّيَّاحِيِّ حِينَ أَنْفَذَهُ إِلَى الشَّامِ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ مُقَدَّمَةً لَهُ

مُعْقِلِ بْنِ قَيْسِ كَوْزِبَانِي هَدَايَاتِ جَبِّ كَأْسِ تَمِينَ هَزَارِ فُجُجِوْنَ كَيْ هِرَاوِلِ دَسْتِ كَانِجَارِجِ بِنَا كَرِشَامِ كِي طَرْفِ بِيحِي

1۔ سفر کا طریقہ، شب و روز کی احتیاطیں، آرام و قیام 2۔ تصادم کی صورت میں اقدامات 3۔ اللہ کا خیال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

1	اتَّقِ اللّٰهَ الَّذِي لَا بُدَّ لَكَ مِنْ لِقَائِهِ، وَلَا مُنْتَهَى لَكَ دُونَهُ،	تم اس اللہ کے سامنے ذمہ دار رہنا جس کے رو برو جانا ضروری ہے اور اس کے علاوہ تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا؛
2	وَلَا تُقَاتِلَنَّ الْأَمَّنَ قَاتِلَكَ،	جو تم سے جنگ کرے اس کے علاوہ کسی اور سے جنگ نہ کرنا؛
3	وَسِرِّ الْبُرْدَيْنِ، وَعَوِّرْ بِالنَّاسِ، وَرَفِّهِ فِي السَّيْرِ،	صبح شام کے ٹھنڈے اوقات میں سفر کرنا دو پہر کے اوقات میں لوگوں کو آرام کرنے دینا آہستہ چلو؛
4	وَلَا تَسْرِ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ سَكَنًا، وَقَدْرَةً مَّقَامًا لَا طَعْنًا،	اور شروع رات میں سفر نہ کرنا اور اس لئے کہ رات کو اللہ نے سکون و چین کے لئے بنایا ہے اور قیام کرنے کا وقت رکھا ہے نہ کہ سفر کیلئے اور جدائی کے لئے،
5	فَارِحْ فِيهِ بَدَنَكَ، وَرَوِّحْ ظَهْرَكَ،	اسلئے رات میں اپنے بدن کو راحت پہنچاؤ اور سوار یوں اور جانوروں کو بھی آرام کرنے دو؛
6	فَإِذَا وَقَفْتَ حِينَ يَنْبَطِحُ السَّحَرُ، أَوْ حِينَ يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ، فَسِرْ عَلَى بَرَكََةِ اللّٰهِ،	اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ صبح نمودار ہونے لگی اور روشنی جھلکنے لگی ہے تو اللہ کی برکت رسانی کے بھروسہ پر سفر شروع کر دینا چاہئے؛
7	فَإِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ فَفِمْ مِنْ أَصْحَابِكَ وَسَطًا،	جب تم دشمن کو دیکھ لو تو اپنے مخصوص ساتھیوں کے درمیان میں قیام کرو۔
8	وَلَا تَدُنْ مِنَ الْقَوْمِ دُنُوًّا مَنْ يُرِيدُ أَنْ يُنْشِبَ الْحَرْبَ،	اور نہ تم دشمن کے اتنا قریب ٹھہرو جتنا کوئی جلدی سے جنگ چھیڑنے والا ٹھہرا کرتا ہے؛

9	اور نہ اتنی دور قیام کرو جیسے کوئی جنگ سے ڈرنے والا ہٹ کر قیام کیا کرتا ہے۔ یہ سب کچھ میرا حکم پہنچنے تک بجالاتے رہنا؛	وَلَا تَبَاعَدُوا عَنْهُمْ تَبَاعُدَ مَنْ يَهَابُ الْبُأَسَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكُمُ أَمْرِي،
10	اور ایسا نہ ہونے پائے کہ تم ان کی دشمنی یا دشمنانہ رویہ کی بنا پر جنگ چھیڑ دو اس سے پہلے کہ ان کو دعوت دین دی جائے اور اتمام حجت پوری کی جائے۔	وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَايُنَهُمْ عَلَىٰ فِتَالِهِمْ قَبْلَ دُعَائِهِمْ وَإِلْعَادَارِ إِلَيْهِمْ،

تشریح:- ان ہدایات میں حضرت علی علیہ السلام کے اطمینان قلب پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ جن حالات میں یہ افواج روانہ کی جا رہی ہیں ان سے سارا عرب عموماً ملک شام و معاویہ خصوصاً لرزہ بر اندام ہیں۔ ان کے حالات پڑھنے سے خود پڑھنے والا گھبرا اٹھتا ہے۔ وہاں اپنے سرداروں اور کرتا دھرتا لوگوں کو ہر کمزور فریب کر گزرنے کی تدبیریں بتائی جاتی ہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام ایسے اطمینان سے ہدایات دیتے ہیں کہ نہ کوئی جلدی معلوم ہوتی ہے نہ دشمن کی غداری و مکر کا خیال و خوف ہے، تقویٰ اور ذمہ داری ملحوظ ہے۔ غلط شخص اور غلط موقع پر جنگ کی ممانعت کی جا رہی ہے۔ خاص اصحاب کے درمیان رہنے کی تاکید اس لئے کہ ہر ایک کے چہرہ پر نظر رہے۔ کوئی چپکے سے جنگ چھیڑنے کا اشارہ نہ کر سکے۔ بلا اتمام حجت اور عذر ت کو سُننے بغیر جنگ کی دھوری دھوری ممانعت کی گئی ہے۔ سفر میں جانوروں تک کے آرام اور فطرت کا خیال رکھا گیا ہے۔ اللہ کے احکام سامنے رہتے ہیں۔ دشمنوں کی زیادتیوں اور دشمنی کو بھلا دینے کی تاکید فرمائی ہے۔ یعنی قرآن پر لفظ بلفظ عمل کرانے کا پختہ ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَايُنَ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا... (5/2، 8) کسی قوم سے دشمنی تمہیں عدل کے خلاف عمل کرنے پر نہ اُبھارے ہر حال میں عدل و انصاف کرتے رہو۔

(نمبر 13) خط الی امیرین من امراء حبشہ، اپنی فوج کے دوسرے داروں کے نام

فرمان کا پس منظر! جنگ صفین کے سلسلے میں علی نے اپنی روانگی سے پہلے جناب زیاد بن نضر اور شریح ابن ہانی کو بارہ ہزار فوج کے سردار بنا کر بطور ہراول دستہ روانہ کیا تھا۔ دوران سفر ان کی ڈبھیڑ معاویہ کے ہراول دستہ سے ہوئی جو ابوالاعور سلمیٰ کی قیادت میں مقام سور الروم پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ انہوں نے اسے اور اس کی فوج کو حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کی دعوت دی۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا تو انہوں نے علیؑ کو خط لکھ کر اطلاع دی اور آئندہ اقدامات کی اجازت طلب کی۔ علیؑ نے مالک اشتر رضی اللہ عنہ کو ہدایات دے کر زیر قلم خط کے ساتھ ان کے پاس بھیجا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

1	میں نے تم دونوں پر بھی اور جو لوگ تمہارے اختیار میں ہیں ان پر بھی مالک ابن حارث اشتر کو امیر مقرر کیا ہے تم دونوں اُسکے احکام کو سننا اور اُس کی اطاعت کرنا؛	وَقَدْ أَمَرْتُ عَلِيَّكُمْمَا وَعَلَىٰ مَنْ فِي حَيْزِ كُمْمَا مَالِكِ ابْنِ الْحَارِثِ الْأَشْثَرِ فَاسْمَعَا لَهُ وَأَطِيعَا،
2	اور تم دونوں انہیں اپنے لئے اور اپنے ماتحت لوگوں کیلئے زورہ اور ڈھال بنا کر رکھنا؛	وَاجْعَلَاہُ دِرْعًا وَمِجْنًا،
3	وہ یقیناً ان لوگوں میں سے ہیں جن سے نہ کمزوری اور لغزش کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ جلدی کی جگہ سستی کا اور نہ ڈھیل دینے کی جگہ جلد بازی کا خطرہ ہوتا ہے۔ (یعنی وہ ایسے حاکم ہیں جن کی موجودگی میں خطرات نہیں ہوتے)	فَإِنَّهُ مَسْمَنٌ لَا يُخَافُ وَهَنُهُ وَلَا سَقَطَتُهُ، وَلَا بُطُوهُ عَمَّا إِلَّا سَرَاغٌ إِلَيْهِ أَحْزَمٌ، وَلَا إِسْرَاعُهُ إِلَىٰ مَا لَبِطُهُ عَنْهُ أَمْثَلُ،

تشریح: 1۔ پچھلے خط میں جو ہدایات لکھی جا چکی تھیں وہ کام آئیں اور حضور علیہ السلام کے ایڈوائس گارڈ کو معاویہ کے ایڈوائس گارڈ سے کوئی خطرہ پیش

نہیں آیا۔ انہوں نے پہلے سے پڑاؤ ڈالے ہوئے اپنے دشمن کے مقابلے میں پڑاؤ ڈالا۔ اُسے تبلیغ کی اور حضرت علی علیہ السلام کو حالات سے مطلع کیا۔ اور تاکم ثانی تمام حالات کے لئے تیار و منتظر رہے۔

2۔ مالک اشترؓ کی مدح و ثنا اور ذمہ داری پر یہ خط سند ہے

اس خط میں مالک اشترؓ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور کسی صحابی کو یہ عزت حاصل نہیں ہوئی ہے۔ حضرت مالکؓ اشتر علیؓ و خاندان علی علیہ السلام کے تحفظ کے لئے دھکتی ہوئی آگ میں کود جانے کو تیار رہتے تھے اُن سے زیادہ کوئی اور فدا کار نہ تھا۔

(نمبر 14) خط

وَصِيَّةٌ لِعَسْكَرِهِ قَبْلَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ بِصَفِينٍ

صفین میں دشمن کی ملاقات سے پہلے اپنی فوج کو ہدایات فرمائی ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	لَا تَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَبْدُوكُمْ، فَإِنْ كُمْ بِحَمْدِ اللَّهِ. عَلَى حُجَّةٍ وَتَرَكْتُمْ إِيَّاهُمْ حَتَّى يَبْدُوكُمْ حُجَّةً أُخْرَى لَكُمْ عَلَيْهِمْ،	جب تک وہ جنگ میں پہل نہ کریں تم ان سے جنگ نہ کرنا، اس لئے کہ تم بفضل خدا دلیل و حجت کے ماتحت ہو اور تمہارا پہل نہ کرنا اور انہیں آزاد چھوڑ دینا کہ جنگ کی ابتدا بھی وہی کریں یہ ان پر دوسری دلیل و حجت ہے؛
2	فَإِذَا كَانَتْ الْهَزِيمَةُ بِأَذْنِ اللَّهِ فَلَا تَقْتُلُوا مُدْبِرًا، وَلَا تَصِيبُوا مَعُورًا،	اور جب انہیں اللہ کے حکم سے شکست ہو جائیگی تو کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کرنا، کسی بے کس اور خالی ہاتھ پر حملہ نہ کرنا؛
3	وَلَا تُجْهِزُوا وَعَلَى جَرْيِحٍ، وَلَا تَهَيَّبُوا النِّسَاءَ بِأَذَى، وَإِنْ شَتَمَنَ أَعْرَاضَكُمْ وَسَبَّيَنَ أُمَّرَاءَ كُمْ،	اور نہ ہی کسی زخمی کی جان لینا اور نہ عورتوں کو اذیت دیکر پریشان کرنا۔ چاہے وہ گالیاں دیکر تمہاری بے عزتی ہی کیوں نہ کریں اور تمہارے حاکموں کو بھی گالیاں دیتی رہیں۔
4	فَإِنَّهُمْ ضَعِيفَاتُ الْقُوَى وَالْأَنْفُسِ وَالْعُقُولِ،	اس لئے کہ وہ تخلیقی طور پر جسمانی اور روحانی اور عقلی طور پر کمزور ہوتی ہیں؛
5	إِنْ كُنَّا لِنُؤْمِرُ بِالْكَفِّ عَنْهُمْ وَإِنَّهُمْ لَمُشْرِكَاثٌ،	ہمیں عہد رسولؐ میں حکم دیا گیا تھا کہ ان سے نہ الجھا کریں حالانکہ وہ مشرک ہوتی تھیں
6	وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لِيَتَنَاوَلَ الْمَرْأَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالْفَهْرِ أَوْ الْهَرَاوَةِ فَيَعْبُرُ بِهَا عَقْبَهُ مِنْ بَعْدِهِ.	اور اگر زمانہ جاہلیت میں بھی کوئی مرد کسی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے مارتا تھا تو اُس کو اور اُس کے بعد کی نسلوں کو برا کہا جاتا رہتا تھا۔“

تشریح:- یہاں بھی حق پر ہونے کی دلیل سے اپنی فوج کو بطور اپیل اسلامی قوانین کو ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور اُس زمانے سے آج تک تمام قریشی علماء علی علیہ السلام کی ایسی تاکیدوں اور احکامات کی مدح و ثنا اور تعریفیں کرتے اور اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ علامہ مودودی خلیفہ راشد اور ذمہ دار بادشاہوں کا فرق یوں دکھاتے ہیں کہ:-

حضرت علیؓ خلیفہ خداوندی تھے بادشاہ اور خلیفہ راشد کا فرق، مودودی

”حضرت علیؓ نے جنگ کے سلسلے میں جو طرز عمل اختیار کیا وہ ایک خلیفہ راشد اور ایک بادشاہ کے فرق کو پوری طرح نمایاں کر دیتا ہے۔ انہوں نے اپنی فوج میں پہلے ہی یہ اعلان کر دیا کہ بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا۔ کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا اور فتیاب ہو کر مخالفین کے گھروں میں نہ گھسنا۔ فتح کے بعد

انہوں نے دونوں طرف کے شہداء پر نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں احترام کے ساتھ دفن کرایا۔ تمام مال جو لشکر مخالف سے ملتا تھا۔ اُسے مال غنیمت قرار دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور بصرے کی جامع مسجد میں اس کو جمع کر کے اعلان فرمادیا کہ جو اپنا مال پہچان لے وہ لے جائے۔ لوگوں نے خبر اڑائی کہ علیؑ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ بصرے کے مردوں کو قتل اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیں۔ حضرت علیؑ نے فوراً اُس کی تردید کی اور فرمایا۔ ”مجھ جیسے آدمی سے یہ اندیشہ نہ ہونا چاہئے یہ سلوک تو کافروں کے ساتھ کرنے کا ہے مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جاسکتا۔“ بصرے میں داخل ہوئے تو ہر گھر سے عورتوں نے گالیاں اور کوسنوں کی بوچھاڑ کر دی۔ حضرت علیؑ نے اپنی فوج میں اعلان کیا کہ۔ ”خبردار کسی کی بے پردگی نہ کرنا کسی گھر میں نہ گھسنا۔ کسی عورت سے تعرض نہ کرنا خواہ وہ تمہیں اور تمہارے امراء اور صلحاء کو گالیاں ہی کیوں نہ دیں۔ ہم کو تو اُن پر دست درازی کرنے سے اُس وقت بھی روکا گیا تھا جب یہ مشرک تھیں اب ہم اُن پر ہاتھ کیسے ڈال سکتے ہیں۔“ حضرت عائشہ کے ساتھ جو شکست خوردہ فریق کی اصل قائمہ تھیں انتہائی احترام کا برتاؤ کیا اور پوری حفاظت کے ساتھ انہیں مدینہ بھیج دیا۔“ (خلافت و ملوکیت صفحہ 131) پھر لکھا ہے کہ:-

”آغاز ہی میں حضرت علیؑ نے اپنی فوج میں یہ اعلان کر دیا کہ۔ ”خبردار لڑائی کی ابتدا اپنی طرف سے نہ کرنا۔ جب تک حملہ نہ کریں۔ پھر جب تم انہیں شکست دیدو تو کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی زخمی پر ہاتھ نہ ڈالنا۔ کسی کو برہنہ نہ کرنا۔ کسی مقتول کی لاش کا منگھل نہ کرنا۔ کسی گھر میں نہ گھسنا۔ اُن کے مال نہ لوٹنا۔ اور عورتیں خواہ تمہیں گالیاں ہی کیوں نہ دیں اُن پر دست درازی نہ کرنا۔“ (خلافت و ملوکیت صفحہ 136)

مودودی نے پہلا بیان جنگ جمل کے متعلق دیا تھا اور یہ بیان جنگ صفین کے متعلق دیا ہے اور ابو بکر کی خلافت کے متعلق بھی ایک جھلک دیکھ لیں تو بہتر ہوگا کہ وہ بادشاہ تھے یا خلیفہ تھے؟ یہ ایک تاریخی مسلمہ حقیقت ہے کہ سارے عرب نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اس لئے کہ وہ ان کو رسول کا مقرر کردہ خلیفہ نہ مانتے تھے۔ اور یہ بھی تاریخی مسلمہ حقیقت ہے کہ نہ رسول اللہؐ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور نہ ہی مسلمانان عرب میں یہ اعلان کیا تھا کہ ان کو مال زکوٰۃ دیا جائے۔ لہذا تمام عرب مسلمان تھا۔ دین کے تمام احکام و ارکان پر عمل پیرا تھا۔ مگر تنہا انہوں نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جنگ کو جائز سمجھا اور تمام صحابہ کی رائے اور فتوے کے خلاف جائز سمجھا اور مسلمانوں پر فوج کشی شروع کر دی۔

حضرت ابو بکر، اُس کے احکام اور نیز اس کے فوجی سردار اور مسلمان

1- خالد بن ولید کا طرز عمل:- ”میں امیر ہوں اور جب تک مجھے اُن کا کوئی صریح حکم اس کے خلاف نہ ملے اور میں دشمن کے زیر کرنے کا کوئی موقع پاؤں تو کیا میں اُس کے لئے اُن کو اطلاع دے کر حکم حاصل کروں اور اس طرح وہ موقع ہاتھ سے جاتا رہے؟ میں تو یہ ہرگز ایسا نہ کروں گا بلکہ جو موقع ہمدست ہوگا اُس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ اسی طرح اگر ہم کسی مصیبت میں پھنس جائیں جس کے متعلق انہوں نے اپنے فرماں تقرر میں کوئی تصریح نہیں کی ہو تو اُس موقع پر ہم کیا کریں گے؟ ہم جو بہتر صورت دیکھیں اس پر فوراً عمل کریں گے۔“

2- مالک بن نویرہ پر فوج کشی:- مالک بن نویرہ ہمارے قریب موجود ہے میں تو بہر حال خود اپنے ہمراہی مہاجرین اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مالک بن نویرہ کے مقابلے پر بڑھتا ہوں اور تم کو ساتھ آنے پر مجبور کرتا ہوں۔“ (ترجمہ طبری خلافت ابو بکر صفحہ 95-94)

یہ حضرت ابو بکر کا سب سرداران لشکر سے زیادہ پسندیدہ سپہ سالار تھا جو ہر کام، ہر نقل و حرکت اور ہر اقدام کے لئے خلیفہ کے حکم کا منتظر نہیں رہ سکتا بلکہ موقع پرستی کو ان کے احکام سے زیادہ اہم سمجھتا تھا اور موقع کا ہاتھ سے نکل جانا غلط سمجھتا تھا۔

3- مخالفوں کو بلا نوٹس بے دروغ قتل کر دینے اور جلا ڈالنے کو جائز سمجھنا:- ”ابو بکر نے اُن کو حکم دیا تھا کہ جب وہ کسی مقام پر پہنچیں تو اذن دیں اور

اقامت کہیں اگر اس مقام کے باشندے بھی اذان اور اقامت کہیں تو اُن سے کوئی تعرض نہ کریں اور اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو اُن پر فوراً حملہ کر کے سب کو جس طرح چاہیں بے دریغ قتل کر ڈالیں۔ جلادیں اور جو چاہیں کریں۔ اور اگر وہ شعرا اسلامی کا جواب دے دیں تو پھر اُن سے زکوٰۃ کا اقرار لیا جائے اگر وہ مان لیں تو بہتر ہے ورنہ بغیر تنبیہ کے اچانک اُن پر حملہ کر کے اُن کو غارت کر دیا جائے۔“ (ایضاً ترجمہ طبری صفحہ 96)

سوچئے بلا اطلاع اچانک قتل و غارت اور آگ میں جلانا قرآن و سنت میں کہاں ہے؟

4- عبداللہ بن عمر اور ابوققادہ نے مالک بن نویرہ اور اُن کی قوم کے نمازی اور مسلم ہونے کی گواہی دی

لکھا ہے کہ ”اس دستے کے لوگوں میں جن میں ابوققادہ بھی تھے ان اسیروں، مالک بن نویرہ، عاصم، عبید، حرین اور جعفر کے بارے میں اختلاف ہو گیا ابوققادہ وغیرہ نے اس بات کی شہادت دی کہ اُنہوں نے اذان دی اقامت کہی اور نماز پڑھی۔ شہادت کے اختلاف کی وجہ سے خالد نے اُن کو قید کر دیا۔

5- مسلمان نمازیوں کو قتل کرنے کیلئے ایک بے معنی بہانہ فراڈ بھی۔۔۔ اُس رات اس قدر سردی اور ہوا تھی کہ کوئی شے اسکی تاب نہ لاتی تھی۔ جب سردی اور

بڑھنے لگی خالد نے منادی کو حکم دیا اُس نے بلند آواز سے چلا کر کہا کہ **اَوْفَعُوا اسراکم** (اپنے قیدیوں کو گرم کرو) بنی کنانہ کے محاورے میں اس لفظ کے معنی قتل کرنے کے تھے۔ دوسرے کے محاورے میں جب اُذہ کہیں تو قتل کے معنی سمجھے جاتے تھے۔ سپاہیوں نے اس لفظ کا مفہوم مقامی محاورے کے اعتبار سے یہ سمجھ لیا کہ ان قیدیوں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے اُن سب کو قتل کر ڈالا۔ ضرار بن ازور نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔ خالد کو جو شور و غل سنائی دیا وہ اپنے خیمے سے برآمد ہوئے مگر اس وقت تک سپاہی اُن سب کا کام تمام کر چکے تھے۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ خالد نے کہا کہ اللہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے وہ بہر حال ہوتا ہے۔ اس سے پہلے بھی لوگوں کا انکے بارے میں اختلاف تھا۔ ابوققادہ نے کہا کہ یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ خالد نے ابوققادہ کو ڈانٹ دیا وہ

ناراض ہو کر ابوبکر کے پاس مدینے آگئے۔ ابوبکر اُن پر برہم ہوئے کہ امیر کی اجازت کے بغیر کیوں آئے؟ عمر نے اُنکی سفارش کی مگر ابوبکر نے کہا کہ جب تک یہ پھر اپنے امیر کے پاس واپس نہ جائیں میں معاف نہیں کرونگا۔ ابوققادہ خالد کے پاس چلے آئے اور پھر خالد کے ساتھ مدینے آئے۔“ (ایضاً صفحہ) قارئین غور فرمائیں کہ اذان، اقامت اور نماز جیسی چیزوں میں اختلاف کیسے ہو سکتا تھا؟ مگر یہ تینوں چیزیں لوٹ مار اور غارتگری میں رکاوٹ بن جاتیں۔ لہذا ابوققادہ اور عبداللہ بن عمر صحابہ نے گواہی دی جس پر خالد کیوں یقین کرتا وہ تو خود قتل و غارت اور لوٹ مار کے لئے آئے تھے۔ اور یہ محاورے والا بہانہ تو سراسر بکواس ہے۔ لیکن ذرا دیر میں ثابت ہوا جاتا ہے کہ خالد بن ولید نے ضرار بن ازور کو بار بار مالک بن نویرہ کے قتل کا حکم دیا تب اس نے قتل کیا تھا اور یہ ساری عبارت سازی طبری کو نقل کرائی گئی تھی اور ایک چھوٹی کہانی ہے۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ:-

6- حضرت ابوبکر خالد کو زنا اور قتل کی سزا نہیں دیتے حضرت عمر اور صحابہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئے:-

” حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ خالد ایک مسلمان کے خون کے ذمہ دار ہیں اور اگر یہ بات ثابت نہ ہو سکتے تب بھی اس قدر تو ثابت ہے کہ اُن کو قید کر دیا جائے۔ اس معاملے میں عمر نے بہت اصرار کیا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ اے عمر اب اس معاملے میں خاموشی اختیار کرو خالد سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ تم اُنکے بارے میں اب ہرگز کچھ مت کہو۔“ (صفحہ 96-97)

چونکہ خالد حضرت عمر کے خلاف حضرت ابوبکر کے مشن کی تائید میں دن رات دوڑ بھاگ کر رہا تھا اور حضرت عمر آرام سے گھر میں رہتے تھے۔ اسلئے حضرت ابوبکر کا حضرت عمر کو خاموش رکھنا اور خالد کی تائید و مدد کرنا ضروری تھا۔ یہاں یہ بھی دیکھ لیں کہ اجتہادی غلطی اور اجتہاد کیا ہوتے ہیں اور مجتہد کی کیا شان ہوتی ہے اور اُنکے ظلم و زنا اور قتل معاف ہوتے ہیں اور نظام اجتہاد کی اسی قدیم ترازو میں آپ ابلیس و مجتہد کو بھی تول لیں۔ وہ بفضل شیطان ان سے

کئی ہاتھ لمبے نکلیں گے۔

7۔ مالک بن نویرہ وغیرہم کے قتل کی کہانی کا دوسرا انداز طبری ہی میں ہے:۔ اجتہاد کا ایک اور فراڈی رخ یہ ہے کہ: ”عروہ کے باپ سے مروی ہے کہ اس موقع پر ہم میں بعض لوگوں نے تو شہادت دی کہ جب ہم نے اذان دی، اقامت کہی اور نماز پڑھی ان لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا مگر دوسروں نے کہا نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اس وجہ سے وہ سب قتل کر دئے گئے۔ مالک بن نویرہ کا بھائی متم بن نویرہ حضرت ابوبکر کے پاس اپنے بھائی کا قصاص لینے آیا اور اُس نے درخواست کی کہ ہمارے قیدی رہا کر دئے جائیں۔ ابوبکر نے قیدیوں کی رہائی کیلئے اس کی درخواست قبول کر لی اور حکم لکھ دیا۔ عمر نے خالد کے متعلق ابوبکر سے سخت اصرار کیا کہ ان کو برطرف کر دیا جائے۔ اور کہا کہ اُن کی تلوار میں بے گناہ مسلمان کا خون ہے۔ ابوبکر نے کہا کہ عمر یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس تلوار کو جسے اللہ نے کفار کیلئے نیا م سے برآمد کیا ہے پھر نیا م میں نہ رکھوں گا۔“ (صفحہ 97)

سوچیں کہ صدیق مالک بن نویرہ کو کفار کہتا ہے اور فاروق اُن کو مسلمان قرار دیتا ہے۔ ان دونوں میں سچا کون ہے؟

8۔ سارے قریش جھوٹے اور منافق تھے (الْمُنْفِقُونَ 63/1) یہ ساری قریشی تاریخ سر تاپا جھوٹی ہے

اور سُننے طبری پھر لکھتا ہے کہ: ”حارث بن ربیع نے مالک بن نویرہ کے مسلمان ہونے کی شہادت دی تھی اور اُنکے قتل کے بعد انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی خالد کے ہمراہ کسی جنگ میں شریک نہ ہوں گے۔ اور وہ بیان کرتے تھے کہ جب خالد کی فوج نے مالک بن نویرہ کے قبیلے پر یورش کی تو رات کی وجہ سے وہ حملہ آوروں سے خائف تھے اور انہوں نے اسلحہ سنبھالے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ ہم مسلمان ہیں انہوں نے کہا کہ ہم بھی مسلمان ہیں ہم نے پوچھا کہ پھر ان ہتھیاروں کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اور تمہارے ہتھیاروں کا کیا مطلب ہے؟ ہم نے کہا کہ اچھا اگر جیسا تم کہتے ہو یہ ہی ہے تو ہتھیار رکھ دو۔ انہوں نے ہتھیار رکھ دئے۔ ہم نے نماز پڑھی انہوں نے نماز پڑھی۔ خالد مالک بن نویرہ کے قتل کے متعلق یہ عذر پیش کرتے تھے کہ اس نے بار بار یہ بات کہی۔ ”میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے صاحب نے یہ اور یہ کہا ہوگا۔“ خالد نے کہا کہ کیا تم اُن کو اپنا صاحب نہیں سمجھتے؟“ اور پھر آگے بڑھ کر اُن کی اور اُن کے ساتھیوں کی گردن ماردی۔ عمر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی انہوں نے ابوبکر سے اُن کی شکایت کی اور پیہم اصرار سے کہا کہ دیکھئے دشمن خدا خالد نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا اور پھر اس کی بیوی پر کود پڑا۔ خالد اُس مہم سے پلٹ کر مدینے آئے وہ ایک زنگ آلودہ قبا پہنے تھے اور عمامہ باندھے تھے جس میں متعدد تیر چھبے ہوئے تھے۔ جب مسجد میں آئے عمر نے بڑھ کر تیروں کو اُن کے سرے کھینچ کر توڑ ڈالا۔ اور کہا کہ محض دکھانے کے لئے اس ہیبت سے آئے ہو۔ تم نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور پھر اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا۔ بخدا میں تم کو سنگسار کروں گا۔ خالد نے اُس وقت ایک لفظ زبان سے نہ کہا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ابوبکر کا بھی یہی خیال ہوگا۔ وہ ابوبکر کے پاس سیدھے چلے آئے۔ اور سارا واقعہ کہہ سنا یا اور معذرت چاہی۔ اس اعتراف پر ابوبکر نے اُن کو معاف کر دیا۔ اُن کی خوشنودی حاصل کر کے وہ اُٹھ آئے۔ عمر مسجد میں بیٹھے تھے۔ خالد نے کہا: ”اے اُمّ شملہ کے بیٹے اب آؤ کیا کہتے ہو عمر تاڑ گئے کہ ابوبکر اُن سے راضی ہو گئے ہیں۔ وہ چپکے سے اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے اور خالد کو کوئی جواب نہ دیا۔“ (ترجمہ طبری صفحہ 97-98)

قارئین دیکھیں کہ قریشی حکمرانوں کی تیار کرائی ہوئی تاریخ میں کس بے تکلفی سے فریب و فراڈ کیا جاتا رہا ہے مگر مالک بن نویرہ اور اُس کے قبیلے کا نمازی اور مسلمان ہونا بہر حال ثابت ہو گیا ساتھ ہی حضرت ابوبکر کے چینی سپہ سالار کا زانی ہونا بھی سامنے آ گیا۔ اب بتائیے کہ بقول مودودی ایسے ہی خلیفہ راشد ہوتے ہیں یا جابر و ظالم بادشاہ ہوتے ہیں؟

9۔ خالد بن ولید وغیرہ کا کردار دوسری تواریخ سے بھی دیکھیں:۔ بہر حال حق و باطل کو واضح کرنے کے لئے ہم یوں جلدی سے ان ظالموں اور

جا بروں کو چھوڑنے والے نہیں۔ ایس جعفر حسین ذاکر کی مرتب کردہ تاریخ سے چند حوالے پڑھتے چلیں حضرت ابوبکر کے حالات میں لکھا ہے کہ:-

”صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ۔ ”جب خالد بن ولید محاربہ رطلیجہ سے فارغ ہوا تو سپاہ اسلام کو لیکر بطاح علاقہ بنی تمیم کی طرف گیا اور سرینے (فوجی دستے) اطراف و جوانب میں بھیجے۔ انہیں میں سے ایک دستہ بنی ربیع پر بھیجا گیا۔ جنہوں نے ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور جن کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔ اس دستے میں عبداللہ بن عمر بن خطاب اور ابو قتادہ بھی تھے۔ ابوالفداء اور انیر ونگ لکھتے ہیں کہ بنی ربیع نے ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ اس قبیلے کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔ یہ شخص بڑا شہسوار، بہادر، نامی شاعر، خاندانی اور نہایت ہردل عزیز تھا۔ اُس میں سب ہی صفتیں موجود تھیں جو عرب میں باعث شہرت و افتخار ہوتی ہیں۔ اسکی زوجہ اُم تمیم یا ام مہتمم عرب کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین تھی۔ اور صاحب فوات الوفیات کے مطابق خالد بن ولید زمانہ جاہلیت سے اس پر عاشق تھا۔ یہ شخص پیغمبر خدا کے پاس آخر مسلمان ہوا تھا۔ حضرت نے حکم دیا تھا کہ تمہاری قوم جو زکوٰۃ دیا کرے وہ تم جمع کر کے بھیج دیا کرو کیونکہ تم اُنکے سردار ہو۔ بروایت اصابہ جب اُس نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ نہ دی اور اپنے ہی لوگوں میں تقسیم کر دی تو خالد بن ولید کو مالک بن نویرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کو بھیجا اور ونگ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بھی اس باغی سردار کے چال و چلن اور خصلت کی بابت اعلیٰ خیال رکھتے تھے۔ اور اس پر نرمی سے کامیابی حاصل کرنا چاہتے تھے اسلئے خالد کو ہدایت کی تھی کہ اگر مالک تمہارے قابو میں آجائے تو اُس سے نہایت ادب و تعظیم سے پیش آنا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب خالد کی فوج رات کے وقت مالک اور اُسکے ساتھیوں کے پاس پہنچی تو بنی ربیع نے ہتھیار سنبھال لئے ان لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ اصحاب مالک نے کہا کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ اصحاب خالد نے کہا تو ہتھیار رکھ دو انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے۔ اصحاب خالد نے نماز پڑھی اُنہوں نے بھی نماز پڑھی اسکے بعد اصحاب خالد نے اُن لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ وہ سردی اور بارش کی رات تھی قیدی رات بھر سردی اور بارش میں کھلے آسمان کے نیچے بندھے کھڑے رہے اور پھر خالد کے حکم سے قتل کر دیئے گئے۔ ابوالفداء نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ نے بہت سمجھا یا مگر خالد کب مانتا تھا۔ اگرچہ آخر میں مالک نے یہ بھی کہا کہ مجھے ابوبکر کے پاس لے چل وہ جو حکم کریگا میں اُسے بجالاؤں گا۔ خالد نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ میں تجھے قتل ہی کروں گا۔ اور ضرار بن ازور کو حکم دیا کہ تلوار مار۔ اس وقت مالک بن نویرہ نے اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس عورت نے مجھے قتل کرایا ہے۔ خالد نے جواب دیا کہ نہیں خدا نے تجھے قتل کروایا ہے۔ کیونکہ تو اسلام سے پھر گیا۔ مالک نے کہا کہ ہرگز نہیں میں اس وقت اسلام پر قائم ہوں۔ بلکہ بقول ایرونک کلمہ شہادت بھی پڑھا۔ خالد نے کہا اے ضرار گردن مار ضرار نے زور سے ایک تلوار ماری کہ سر گردن سے الگ ہو گیا۔ بقول ایرونک خالد کے حکم سے اُنکا ملک پامال کر دیا گیا۔ ریوڑ اور گلے لوٹ لئے گئے۔ اور بال بچے قید کر لئے گئے۔ تاریخ الخمیس ابوالفداء انسان العیون وغیرہ میں لکھا ہے کہ مالک کے سر پر بال بہت زیادہ تھے۔ دو پتھروں کا چولہا بنا کر اسکے سر کو بجائے ایندھن جلایا گیا اور گوشت ہنڈیا میں پکا کر کھایا گیا۔ اسکے مرتے ہی خالد نے مالک کی بیوی کو پکڑ کر اپنا دل ٹھنڈا کیا۔ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ خالد نے اُسی رات کو مالک بن نویرہ کی زوجہ سے جماعت کی۔ بعد میں نکاح کی ٹھہری۔ خالد نے عبداللہ ابن عمر اور ابو قتادہ سے محفل نکاح میں شریک ہونے کو کہا اُن دونوں نے انکار کر دیا۔ بروایت کنز الاعمال خالد نے زنا کیا تھا۔ اُسکو سنگسار کرنے کا عمر نے تقاضہ کیا خالد کو بلایا گیا مدینہ آ کر اُس نے بروایت روضۃ الصفا وحبیب السیر ابوبکر کے دربان کو دو عدد دینار سرخ بھیجے تاکہ وہ خالد کو ایسے وقت پیش کرے جب عمر وہاں نہ ہو دربان نے وہ دینار لے لئے اور خالد کو تنہا پیش کیا تھا۔ علامہ شہرستانی نے کتاب ملل و نحل میں لکھا ہے کہ عمر نے اپنے عہد خلافت میں مالک بن نویرہ کی قوم کے قیدی اور مال اُنکے وارثوں کو واپس دلوائے تھے۔“

10- چند آخری باتیں۔ مالک اور اس کی قوم نمازی و مسلمان تھے مالک صحابی رسول بھی تھا

یہ حقیقت طرح طرح سے ثابت ہوگئی کہ وہ تمام مسلمان جن کو مرتد کہہ کر ان کا قتل عام اور لوٹ مار جائز رکھی گئی عموماً اور مالک بن نویرہ اور انکا قبیلہ خصوصاً مسلمان اور نمازی لوگ تھے۔ اس پر عبداللہ ابن عمر، ابوقادہ اور دوسرے صحابہ گواہ تھے اور حضرت ابوبکر نے مالک بن نویرہ کا خون بہا ادا کر کے بھی اس کا مسلمان ہونا ثابت کیا اور ساتھ ہی مالک بن نویرہ کے صحابی رسول ہونے پر زندہ اور تحریری شہادت بھی موجود ہے اور یہ تحریری ریکارڈ بھی ایک مقدس سنی عالم نے تیار کیا ہے وہ تھے محدثین میں علامہ ابن حجر عسقلانی جنہوں نے صحیح بخاری کی مفصل شرح فتح الباری لکھی ہے۔ انہوں نے صحابہ رسول کے حالات میں بھی ایک ضخیم کتاب ”اصابہ“ کے نام سے کئی جلدوں میں لکھی ہے۔ اس کتاب میں مالک بن نویرہ کے حالات درج کئے ہیں جو اس حقیقت پر دلیل قطعی ہے کہ مالک نہ صرف مسلمان تھا بلکہ صحابی رسول بھی تھا۔ اور یہ بھی سنئے چلیں کہ ابوبکر کی خلافت کا انکار کرنے والے تمام صحابی رسول ہی تھے۔ علامہ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے: **كَانَ النَّبِيُّ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى صَدَقَاتِ قَوْمِهِ فَلَمَّا بَلَغَتْهُ وَاةَ النَّبِيِّ امْسَكَ الصَّدَقَاتِ**

وَفَرَّقَهَا فِي قَوْمِهِ وَقَالَ فِي ذَلِكَ۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن نویرہ کے ذمہ کر دیا تھا کہ اپنی قوم کی زکوٰۃ وغیرہ کی رقومات وہی وصول کیا کرے اور مرکز میں بھیجا کرے۔ مگر جب اُس کو حضور کی وفات کی اطلاع ہوئی تو اُن رقومات کو روک کر اپنی قوم میں تقسیم کر دیا اس سلسلے میں دو شعر بھی کہے:

فَقُلْتُ خذُوا اموالكم غير خالف
ولانا ظرفى ما يحصى من الفد
فان قام بالدين المحوق قائم
اطعنا وقلنا الدين دين محمد

”یہ خبر سننے ہی میں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بے خوف ہو کر اپنا اپنا مال واپس لے لو اور جو بات کل پیش آئے گی اس کی فکر نہ کرو۔ اگر اس دین کا جس کا سردار اٹھ گیا ہے کوئی محافظ یعنی جو اٹھنے والے سردار کا جانشین قائم ہوگا تو ہم اُس کی بھی اطاعت کریں گے اور کہیں گے کہ صحیح مذہب محمد کا ہی دین ہے۔“ (اصابہ جلد 6 صفحہ 36)

یہ تحریر بھی ثابت کرتی ہے کہ نہ مالک بن نویرہ مرتد ہوا تھا نہ زکوٰۃ دینے سے اس نے انکار کیا تھا۔ بلکہ اس انتظار میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا حقیقی جانشین اُن کی جگہ پر بیٹھے تو اس کی اطاعت کریں اور مال زکوٰۃ اس کے پاس بھیجے۔ مگر چونکہ اُس نے ابوبکر کو آنحضرت کا جانشین تسلیم نہ کیا تھا اس لئے ابوبکر نے اس پر بھی فوج کشی کر دی تھی۔ اور سنئے: **فَلَمَّا قَتَلَ امْرَءَ خَالِدٍ بِرَاسِهِ فَنَصَبَ اَثْفِيَةَ لِقَدْرِ اِنْ خَالِدٍ اَرَاى اَمْرَاةَ مَالِكٍ**

وَكَانَتْ فَاثِقَةً فِي الْجَمَالِ فَقَالَ مَالِكٌ بَعْدَ ذَلِكَ لَامْرَاةَهُ فَقَتَلَنِي بِعَيْنِي اَقْتُلْ مِنْ اَجْلِكَ۔

”جب مالک بن نویرہ قتل کیا جا چکا تو خالد نے حکم دیا کہ اُس کا سر چولہا بنایا جائے اور اس پر دیگی چڑھا کر کھانا پکایا جائے۔ جب خالد مالک کے پاس پہنچا تھا تو خالد کی نظر مالک کی بیوی پر پڑ گئی تھی جو حسن و جمال میں اپنی مثال خود ہی تھی اس وجہ سے فوراً مالک نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ تو نے مجھے قتل کر دیا ہے یعنی تیرے ہی عشق کی وجہ سے خالد مجھے قتل کرے گا (تاکہ میرے بعد تجھ پر قبضہ کر سکے) (اصابہ جلد 6 صفحہ 37) علامہ دیاربکری نے لکھا ہے کہ۔ و قتل مالک بن نويرة فتزوج امراته ام متمم من ليلة كانت جميلة جب مالک بن نویرہ قتل کر دیا گیا تو جس دن وہ قتل ہوا اسی رات کو خالد نے اس کی بیوی متمم سے ہم بستری کر لی کیونکہ وہ بہت خوبصورت تھی۔“

11- حضرت ابوبکر کا ایک خط بنی حنیفہ کا قتل عام:- تاریخ طبری میں خط بھی موجود ہے:- ”اسی زمانے میں حضرت ابوبکر نے مسلمہ بن سلامہ بن

وقس کے ہاتھ ایک خط خالد کو بھیجا تھا جس میں ان کو حکم دیا تھا کہ اگر اللہ تم کو فتح دے تو بنی حنیفہ کے ان تمام مردوں کو جن کی داڑھی نکل آئی ہے قتل کر دو۔

مگر جب مسلمہ خط لے کر خالد کے پاس پہنچے تو اس سے پہلے ہی خالد بنی حنیفہ سے صلح کر چکے تھے۔‘ (ترجمہ طبری صفحہ 120-119) علامہ مودودی نے ان کے تمام حالات پڑھے تھے مگر اس کے باوجود ان کو راشد خلیفہ سمجھتے رہے اور کہیں ان کو بادشاہ نہ لکھا۔ حالانکہ ان کے لئے صرف ظالم و جابر و سنگدل بادشاہ ہی کے الفاظ زیب دیتے ہیں۔

(نمبر 15) شکوہ

اِذْ اَلَقِيَ الْعَدُوَّ مُحَارِبًا:

دشمن سے جنگ کے لئے سامنے آتے تو اللہ سے یوں شکایت کیا کرتے تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	اے اللہ دل تیری طرف کھینچ رہے ہیں۔ اور گردنیں تیری جانب اٹھ رہی ہیں۔ اور آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور قدم پر قدم تیری سمت بڑھ رہے ہیں۔ اور جسم کمزور ہو چکے ہیں؛	اللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفْضَتِ الْقُلُوْبُ، وَ مَدَّتِ الْاَعْنَاقُ، وَ شَخَّصَتِ الْاَبْصَارُ، وَ نُقِلَتِ الْاَقْدَامُ، وَ اُنْضِيَتِ الْاَبْدَانُ،
2	اے اللہ جھپی ہوئی دشمنی کھل کر سامنے آ چکی ہے؛	اللّٰهُمَّ قَدْ صَرَخَ مَكْمُونُ الشَّنَانِ،
3	اور کینے اور بغض کی دیکیں جوش کھا کر ایلنے لگی ہیں؛	وَ جَاشَتْ مَرَا جِلُ الْاَضْغَانِ،
4	اے اللہ ہم تجھ سے اپنے نبی کے زمانہ غیبت کا اور اپنے دشمنوں کی کثرت کا اور خواہشوں میں انتشار پھیل جانے کا شکوہ کرتے ہیں؛	اللّٰهُمَّ اِنَّا نَشْكُوْ اِلَيْكَ غَيْبَةَ نَبِيِّنَا، وَ كَثْرَةَ عَدُوِّنَا، وَ تَشَتَّتْ اَهْوَانِنَا،
5	اے ہمارے پروردگار تو ہمارے اور ہماری اس نام نہاد قوم کے درمیان ایک حقیقی فیصلہ کر ڈال اور تو ہی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔‘	رَبَّنَا فَتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ.

تشریح:- یہ ہے وہ درد جو اُس وقت بڑھ جاتا تھا جب دشمنوں کی افواج مرنے کے لئے سامنے آ کھڑے ہوتی تھیں۔ یعنی عرصہ دراز سے یہ ثابت ہوتا چلا آ رہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے پر آنے والوں کے لئے اللہ نے موت مقدر کی ہوئی ہے اور مرنے والوں کے بچے یتیم ہونے والے ہیں۔ بیویاں بیوہ ہونے کے لئے تیار ہو گئی ہیں اور ماں باپ اور دیگر عزیز واقارب داغ جدائی کا صدمہ برداشت کرنے والے ہیں۔ یہ نظارہ ٹھنڈے دل سے دیکھنے کا نہیں ہوتا ہے۔ حضور گاد دل تڑپ اٹھتا تھا اور آپ کے ہاتھ دُعا کے لئے اٹھ جاتے تھے نہ معلوم کتنی عورتیں رنڈ سالہ پہنے ہوئے اور کتنے بچے یتیمی کی چادر میں لپٹے ہوئے سامنے آ کھڑے ہوتے ہوں گے۔ اور درد و الم سے بچنے کے لئے آپ اللہ سے ایک ایسا فیصلہ چاہتے تھے جو آخری و حتمی ہو۔

دُشْمَنِیْ كُوْچھپانا ضروری، عہد مِرضویٰ میں ضروری نہ رہا

اس شکوے میں یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے مد مقابل لوگ خاندان رسول و علی کے دشمن تھے اور یہ دشمن لوگ اب اپنی قدیم دشمنی کو چھپانا بھی ضروری نہ سمجھتے تھے یا یہ کہ دشمنی اب چھپنے کے قابل نہ رہی تھی۔ اور چونکہ اُن پوشیدہ دشمنوں کو اپنی قوم بھی فرما دیا تھا لہذا دشمنی کی عمر یا ابتدا عہد رسول تک پہنچ جاتی ہے۔ یعنی قریش عہد رسول سے برابر دشمنی کو طرح طرح پوشیدہ رکھنے میں کوشاں رہتے چلے آئے تھے یعنی دوستی کے پردے میں دشمنی کرتے تھے۔ یعنی بظاہر دوست اور اپنے بنے رہتے تھے اور بہا طین دشمن تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس منافقانہ دشمنی کا پردہ فاش نہیں کیا بلکہ خود

دُشمنوں سے اب دُشمنی چھپائی نہیں جاسکتی۔ اس دُشمنی کا بڑا حملہ قرآن کو مجبور کرنے میں ظاہر ہوا تھا جب اللہ نے اپنے رسول کو بتایا تھا کہ **وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا** (25/30-31)۔ ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے برابر جرائم پیشہ لوگوں میں سے دشمن برقرار رکھے ہیں اور تمہارے لئے تمہارا پروردگار ہدایت اور نصرت کے لئے کافی ہے۔“ یعنی قریش دوست بنے رہنے میں کوشاں رہے اور اللہ اُن کی دُشمنی کو ظاہر کرنے اور سامنے لانے کا انتظام کرتا رہا۔ بہر حال اب لاکھ چھپائیں پھر بھی اُن کی دُشمنی نہیں چھپتی۔ اور چھوٹا بڑا بھائی کہنے سے بھی عداوت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ مجتہدین کا یہ ڈھونگ بھی اُن کو نہیں چھپا سکتا کہ ہم میں کوئی اختلاف نہیں ہے یا یہ کہ ہمارا اللہ ایک ہے، رسول ایک ہے، قرآن ایک ہے، دین ایک ہے اور ہم سب ایک ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کا یہ شکوہ راز کھولتا ہے۔

كَانَ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ عِنْدَ الْحَرْبِ:

(نمبر 16) خط

جنگ کے وقت علی علیہ السلام اپنے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے

1- جنگ پر ابھارنے، حملہ کرنے، گھات لگانے کا طریقہ 2- قریشی قوم نے مسلسل کفر کو دلوں میں رکھا موقع ملتے ہی اعلان کر دیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	وہ بھاگنا جس کے بعد جم کر لڑنے کا موقع ملے،	لَا تَشْتَدَنَّ عَلَيْنَا فَرَّةٌ بَعْدَ هَاكِرَةٌ،
2	اور لڑتے لڑتے جگہ کا اسلئے چھوڑ دینا کہ کامیاب حملہ یقینی ہو تمہیں ناگوار اور غلط معلوم نہ ہونا چاہیے	وَلَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حِمْلَةٌ،
3	اور تلواروں کو تیغ آزمائی کر کے اُن کے حقوق ادا کر دو؛	وَأَعْطُوا السُّيُوفَ حُقُوقَهَا،
4	اور پہلو کے بل گرانے کے لئے دشمنوں کے واسطے جگہ تیار رکھو؛	وَوَطِّنُوا اللَّجُنُوبَ مَصَارِعَهَا،
5	اور خود کو سختی سے نیزہ مارنے اور	وَأَذْمُرُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى الطَّعْنِ الدَّعْسِيِّ،
6	تلوار کا بھر پور ہاتھ ڈالنے کے لئے تیار رکھا کرو؛	وَالضَّرْبِ الطَّلْحَفِيِّ،
7	مُنہ سے کسی قسم کی آواز باہر نکلنے سے روک دو اس سے بزدلی کا مظاہرہ رک جاتا ہے؛	وَأَمِينُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرُدُ لِلْفَشْلِ،
8	اُس ذات پاک کی قسم جو دانے کو اگانے کیلئے پھاڑتا ہے۔ اور جانداروں کو پیدا کرتا ہے کہ یہ لوگ شروع ہی سے اسلام نہیں لائے تھے۔ بلکہ کفر کو دل میں چھپا کر اطاعت کر لی تھی اور جب انہیں کفر کی مدد کرنے والے لگے تھے انہوں نے اپنے کفر کو ظاہر کر دیا تھا۔“	فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأ النَّسَمَةَ، مَا أَسْلَمُوا وَلَكِنْ اسْتَسْلَمُوا، وَأَسْرُوا الْكُفْرَ فَلَمَّا وَجَدُوا أَعْوَانًا عَلَيْهِ أَظْهَرُوهُ.

تشریح:- جو لوگ باقاعدہ جنگی تعلیمات حاصل نہیں کرتے وہ خاندانی روایات اور سُننے سُنائے حالات و واقعات اور ہر حال میں جم کر لڑنے کو قابل فخر جنگ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بتایا ہے کہ ایسی حالت میں جم کر لڑنا غلط ہے جب کہ خود ہی خطرے میں پھنس جانے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً حملہ دیا زیادہ طرف سے ہو جائے یعنی داہنے بائیں اور سامنے بھی حملہ آور ہوں ایسی صورت میں ضروری ہے کہ بچ کر دوڑو اور حملہ آوروں کو سامنے کر لو یعنی گھیرے سے نکل جاؤ اور ضرورت ہو تو ہلکے ہلکے دوڑتے رہو جب فاصلہ تلوار بھر رہ جائے پلٹو اور دو ہاتھ میں دشمن کو گراؤ اور بھیڑ ہونے اور گھیرے میں آجانے سے پہلے ہی پھر ہلکے ہلکے دوڑنا شروع کر دو اور رُک رُک کر باری باری آگے آنے والوں کو گراتے جائیں۔ تیز دوڑنے والے اور جو شیلے لوگ جلدی تم تک پہنچیں گے۔

رکتے جاؤ پلٹ کر ہاتھ مارو اور چل دو یوں ایک بہادر اور جری شخص سینکڑوں حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ لہذا جگہ چھوڑنا اور عمدہ موقع نکالنا بڑی نہیں فنون جنگ میں سے ایک فن ہے اور کئی آدمی بزدل سمجھ کر جلدی جلدی حملہ کریں گے اور منکک الموت سے جا ملیں گے۔ بہر حال قرآن میں حملہ کو کامیاب بنانے کے لئے غلط جگہ چھوڑ کر موزوں جگہ لینا اور صرف بدلنا یا موزوں دستہ میں شامل ہونے کی اجازت بھی دی گئی اور اس طرح کی نقل و حرکت کو جنگ سے بھاگنے یا پیٹھ پھیرانے میں شمار نہیں کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ: **وَمَنْ يُؤْمِدْ ذُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّرًا أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَاهُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ** (انفال 8/16)

مودودی ترجمہ: ”جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری..... الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جاننے کے لئے.... تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 135-134)

بہر حال دشمنوں سے جنگ کامیاب بنانے کے لئے تمام فنون جنگ جائز ہیں بشرطیکہ وہ مکینہ حرکات، غداری اور فریب کاری نہ ہوں۔ نیزہ ہو یا تلوار ہو ڈھیلے ہاتھ سے پکڑنا غلط ہے۔

قریش اور قریش کے طرفدار لوگوں کے اسلام و ایمان وغیرہ کی نفی فرمائی ہے اُن میں سے کوئی کسی زمانہ میں حقیقی مسلمان نہ تھا

یہی بات اللہ نے قرآن میں طرح طرح سے اور مختلف انداز میں فرمائی ہے۔ (نساء 4/136) اور ہم نے بڑی تفصیل سے دکھایا ہے کہ قریشی قوم ایسا ایمان لائی تھی کہ اس کو مسلمان یا مومن کہہ کر پکارا جاسکے۔ اُن کا ہدف یا مقصد دنیا کمانا اور اقتدار جمانا تھا۔ وہ اس میں روز اول سے کامیاب رہے۔ مگر رفتہ رفتہ دُنیا نے بھی اُن کا ساتھ چھوڑ دیا اور رفتہ رفتہ بتدریج انہیں بھکاری اور اسلام کا گداگر بنا کے رکھ دیا۔ آج وہ ایک بے مغز محتاج قوم ہیں جن سے ہر قوم نفرت کرتی ہے۔

(نمبر 17) خط ”الٰی مُعَاوِيَةَ جَوَابًا“ معاویہ کو اس کے جواب میں لکھا گیا

- 1- ملک شام کے مطالبہ کا جواب 2- فن جنگ اور افرادی قوت میں برابر ہونے کا جواب
- 3- ایک خاندان سے ہونے کی اپیل اور خاندانی تقابل 4- جنگ میں قتل ہونے والوں کا حشر؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اور رہ گیا تمہارا یہ مطالبہ کہ میں تمہیں ملک شام سپرد کردوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز میں نے تمہارے مطالبہ پر کل تمہیں نہ دی تھی اُسے منع کر چکنے کے بعد آج وہی چیز تمہیں کیسے دے سکتا ہوں؟	1	وَأَمَّا طَلْبُكَ إِلَيَّ الشَّامِ، فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأَعْطِيكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتِكَ أَمْسٍ،
اور رہ گیا تمہارا یہ قول کہ: ”ملک عرب کو جنگ کھا چکی ہے اور چند آخری سانسوں کے علاوہ اُس میں کچھ نہیں رہا ہے۔“	2	وَأَمَّا قَوْلُكَ: «إِنَّ الْحَرْبَ قَدْ أَكَلَتِ الْعَرَبَ إِلَّا حَشَاشَاتِ أَنْفُسٍ بَقِيَتْ»
خبردار ہو کر سنو کہ عرب کے جن لوگوں کو حق نے کھایا ہے وہ سیدھے جنت میں گئے۔ اور جن لوگوں کو باطل نے کھایا وہ سیدھے جہنم میں پہنچے۔	3	الْأَوْمَنْ أَكَلَهُ الْحَقُّ فَإِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَإِلَى النَّارِ،

4	اور یہ کہنا کہ ہم اور تم جنگی معاملات میں اور افرادی قوت میں برابر کے ہیں۔ سنو کہ تم شک میں بھی اتنے بڑھے ہوئے نہیں ہو جتنا میں یقین میں بڑھا ہوا ہوں۔	4	وَأَمَّا سَيِّوَانُنَا فِي الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ فَلَسْتُ بِأَمْضَى عَلَى الشُّكِّ مِنْ عَلَى الْيَقِينِ،
5	اور اہل شام دنیا اور حیات دنیا کی بھی اتنی حرص نہیں رکھتے جتنی حرص اہل عراق کو آخرت کی ہے؛	5	وَلَيْسَ أَهْلُ الشَّامِ بِأَحْرَصَ عَلَى الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْآخِرَةِ،
6	اور وہ گیا تیرا یہ کہنا کہ:-	6	وَأَمَّا قَوْلُكَ: "أَنَا بَنُو عَبْدِ مَنْفٍ، فَكَذَلِكَ نَحْنُ،
7	”ہم عبد مناف کی اولاد ہیں اور تم بھی اُن ہی کی اولاد میں سے ہو۔“	7	وَلَكِنْ لَيْسَ أُمِّيَّةٌ كَهَاشِمٍ، وَلَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَلَا أَبُو سُفْيَانَ كَأَبِي طَالِبٍ،
8	لیکن نہ اُمیہ ہاشم کی مانند تھا اور نہ حرب ہی عبدالمطلب کی طرح تھا اور نہ ابوسفیان ابوطالب کی طرح کا تھا؛	8	وَلَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيقِ،
9	اور نہ مہاجر طلاق زدہ غلام کی طرح ہوا کرتا ہے؛	9	وَلَا الصَّرِيحُ كَالصَّيْقِ،
10	اور نہ ہی چالاک سے چپکایا ہوا روشن اور پاکیزہ نسب والے کی مانند ہوا کرتا ہے؛	10	وَلَا الْمُحِقُّ كَالْمُبْطِلِ،
11	اور غلط کار و باطل پرست حق پرست کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا؛	11	وَلَا الْمُؤْمِنُ كَالْمُدْغِلِ،
12	اور نہ مؤمن دعا باز کے برابر ہوتا ہے؛	12	وَلَيْسَ الْخَلْفُ خَلْفٌ يَتَّبِعُ سَلْفًا هُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.
13	کتی بُری نسل وہ نسل ہے جو برابر جہنمی ابا و اجداد کی پیروی کرتی چلی آ رہی ہو۔	13	وَفِي أَيْدِينَا بَعْدَ فَضْلِ النُّبُوَّةِ الَّتِي أَذَلَّلْنَا بِهَا الْعَزِيزَ وَنَعَشْنَا بِهَا الدَّلِيلَ،
14	اور اس سب کے بعد ہمارے ہاتھ میں اُس نبوت کی فضیلت بھی تو ہے جس کے ذریعے سے ہم نے طاقتوروں کو کمزور کر دیا اور پست درجہ میں دھکیلے ہوئے لوگوں کو بلند مرتبہ کر دیا ہے؛	14	وَلَمَّا دَخَلَ اللَّهُ الْعَرَبَ فِي دِينِهِ أَقْوَامًا،
15	اور جب اللہ نے ملک عرب کے لوگوں کو اپنے دین میں فوج در فوج داخل کیا تھا،	15	وَأَسَلَمَتْ لَهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ طَوْعًا وَكَرْهًا كُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّينِ إِمَارَةَ وَأَمَارَةَ عَلَى حِينٍ فَازَ أَهْلُ السَّقِيِّ بِسَبْقِهِمْ،
16	اور یہ اُمت خوشی خوشی یا ناگواراری سے اسلام لے آئی تو تم وہ لوگ تھے جو کسی لالچ یا خوف سے مسلمان ہو کر دین میں داخل ہو گئے تھے۔ اور وہ وقت تھا کہ جب سبقت کرنے والے سبقت حاصل کر چکے؛	16	وَذَهَبَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوْلُونَ بِفَضْلِهِمْ،
17	اور پہلے درجے کے ہجرت کرنے والے فضیلت لے جا چکے تھے۔	17	فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطَانِ فِيكَ نَصِيبًا، وَلَا عَلَى نَفْسِكَ سَبِيلًا، وَالسَّلَامُ.
18	چنانچہ اے معاویہ اپنے معاملات میں شیطان کا حصہ مقرر کر کے اس سے مدد حاصل نہ کرو اور نہ ہی اسے اپنے اوپر مسلط کرو۔ والسلام۔		

تشریح:- معاویہ نے چاہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام سے ملک شام بطور رشوت لیکر آنے والے خدشات و خطرات کو دور کر دے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ حضور علیہ السلام جنگ کا ارادہ بھی چھوڑ دیں۔ اس سلسلے میں اُس نے پہلے تو جنگی برابری کا ذکر کر کے ڈرایا اور پھر خاندان کے ایک ہونے کی اپیل

کی۔ مطلب یہ کہ ہم دونوں ایک خاندان کے افراد ہیں۔ آپس میں لڑنا خاندانی تفرقہ اور بے عزتی کا سبب ہوگا۔ حضرت علی علیہ السلام نے خط کے جواب میں معاویہ کو اُسکے مقاصد اور اسکیم میں ناکام و شرمسار کر دیا ہے۔ ملک شام کے مطالبہ پر فرمایا ہے کہ پہلے بھی تو نے یہ مطالبہ کیا تھا اور میں نے انکار کر دیا تھا۔ وہ سوچ سمجھ کر غور و خوض کے بعد کیا گیا تھا۔ لہذا اگر اب ملک شام تمہیں دے دوں تو ثابت ہو جائیگا کہ پہلا انکار ایک احمقانہ اور ناقص اندیشہ فعل تھا۔ لہذا یقین کر لو کہ وہ انکار ہی مفید ترین اور عاقلانہ انکار تھا۔ تم میری بات اور فیصلے میں تضاد و اختلاف و حماقت ثابت کرنے میں محروم رہے۔

پھر یہ فیصلہ کر دیا کہ میری مخالفت کر نیوالے یا میرے خلاف جنگ کر نیوالے خواہ طلحہ و زبیر ہوں یا خواہ معاویہ و دیگر صحابہ ہوں وہ سب کے سب جہنمی ہیں۔ اور میرے طرفدار و انصار سب کے سب جنتی ہیں۔ جنگی اور افرادی طاقت اسلئے قابل توجہ نہیں کہ ایک طرف خالص حق و یقین و آخرت ہے اور دوسری طرف خالص باطل و دنیا پرستی ہے۔ خاندانی رشتہ داری کی اپیل پر افرادی تقابل تو اسلئے کیا ہے کہ ملک شام کے رؤساء کی نظر میں معاویہ اپنا صحیح مقام حاصل کر لے اور معاویہ کو لصیق کہہ کر یہ بتایا ہے کہ تیرا اور تیرے خاندان کا میرے خاندان کے ساتھ کوئی تعلق و رشتہ نہیں ہے۔ یہ ایک فریب ہے جسے قریش نے پال پوس کر جوان کیا ہے۔ یعنی قریش کی خاندان ساز و خانہ زاد سازشوں میں قریش کا، خاندان رسول و نسل رسول سے ہونا بھی ایک سازش ہے۔

حضور علیہ السلام کا معاویہ کو ”لصیق“ کہنا سادہ اور مہذب الفاظ میں ”چپکایا ہوا“ (To be glued with) کہنا ہے۔ اس سے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ ”اُس باپ کا بیٹا نہیں یا اُس نسل کا فرد نہیں جس کا مشہور ہے“، بہر حال یہاں سے معاملہ تحقیق و تفتیش میں پڑ جاتا ہے۔

بنی اُمیہ نسل اسماعیل علیہ السلام سے تھے یا نہیں؟ علمائے قدیم کے بیانات پر ایک نظر

علامہ محمد باقر مجلسی کے نام سے منسوب کتاب بحار الانوار جلد 8 صفحہ 383 میں کامل بہائی سے نقل کیا گیا ہے کہ:-

اِنَّ اُمِيَّةَ كَانَ غَلَامًا رُوْمِيًّا لَعَبْدِ الشَّمْسِ فَلَمَّا الْفَاهِ كَيْسًا لَطْنَا اعْتَقَهُ وَتَبْنَاهُ فَقِيلَ اُمِيَّةُ ابْنِ عَبْدِ الشَّمْسِ كَمَا كَانُوا يَقُولُونَ قَبْلَ نَزْوْلِ الْاَيَةِ زَيْدِ ابْنِ مُحَمَّدٍ.

”اُمیہ عبد الشمس کا ایک رومی غلام تھا۔ جب اُس نے اُس کو ہوشیار اور با فہم و فراست دیکھا تو اُسے آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنا لیا جس کی وجہ سے اُسے امیہ بن عبد الشمس کہنے لگے جیسا کہ آیت اُترنے سے پہلے لوگ زید کو زید ابن محمد کہا کرتے تھے۔“

اس بیان میں بہر حال عبد الشمس کو حضرت عبد مناف کا بیٹا مان لیا گیا جو سراسر غلط ہے۔ لہذا نہ امیہ نسل حضرت اسماعیل سے ہے نہ عبد الشمس خاندان رسول سے ہے۔ یوں سارے بنی اُمیہ نسل ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے خارج ہوتے ہیں اور خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریشی گندگی سے پاک ہوتا ہے۔

قریش کو ہمیشہ اپنی خاندانی سازش کے کھل جانے کا اندیشہ رہتا تھا معاویہ کی فکر و کاوش

اب آپ قریشی سازش کا حال علامہ ابوالمجدید معتزلی اور ابو الفرج اصفہانی سے سُنئے: - اِنَّ مُعَاوِيَةَ قَال لِدَعْبِل اَنْسَابَةَ اَرَأَيْتَ عَبْدَ الْمَطْلَبِ قَال نَعَمْ قَال كَيْفَ رَأَيْتَهُ قَال رَأَيْتُهُ رَجُلًا نَبِيلاً جَمِيلاً وَضِيَاءً كَانَ عَلِيٌّ وَجْهَهُ نَوْرَ النُّبُوَّةِ . قَال اَفَرَأَيْتَ اُمِيَةَ ابْنِ عَبْدِ الشَّمْسِ قَال نَعَمْ قَال كَيْفَ رَأَيْتَهُ قَال رَأَيْتُهُ رَجُلًا ضَمِيلاً مَنَحْنِيَا اَعْمَى يَقُوْدُهُ عَبْدُهُ ذِكْوَانٌ فَقَال مُعَاوِيَةُ ذَلِكَ ابْنُهُ ابُو عَمْرٍو قَال اَنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ ذَلِكَ فَاَمَّا قُرَيْشٌ فَلَمْ تَعْرِفْ اِلَّا اَنَّهُ عَبْدُهُ - (شرح ابن ابی الحدید جلد 3 صفحہ 466)

”معاویہ نے ماہر انساب دعبیل سے پوچھا کہ کیا تم نے عبدالمطلب کو بھی دیکھا تھا؟ دعبیل نے کہا کہ ہاں میں نے عبدالمطلب کو دیکھا تھا۔ معاویہ نے پوچھا کہ تم نے عبدالمطلب کو کیسا پایا؟ دعبیل نے کہا کہ وہ ایک باوقار اور خوب رو اور روشن جبین شخص تھے اور ان کے چہرے پر نبوت کا نور چمکتا تھا۔ معاویہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اُمیہ کو بھی دیکھا ہے؟ دعبیل نے کہا ہاں میں نے اسے بھی دیکھا ہے پوچھا کہ تم نے اُسے کیسا پایا؟ جواب دیا کہ ایک کمزور جسم کا خمیدہ قامت اور اندھا شخص تھا اس کے آگے آگے اس کا غلام ذکوان ہوتا تھا جو اس کو لئے لئے چلا پھرا کرتا تھا۔ معاویہ نے کہا کہ وہ تو اس کا بیٹا ابو عمرو (حرب) تھا۔ دعبیل نے کہا کہ تم لوگ تو یہی کہتے ہو مگر قریش تو اس سے غلام کی حیثیت میں واقف ہیں۔“ یہ بیان بتاتا ہے کہ معاویہ کو اپنے خاندان کے غلط الحاق کا پتہ لگ چکا تھا اور وہ طویل العمر نسبا بوں سے اس کی تحقیق و اصلاح میں لگا رہتا تھا۔

معاویہ کا حسب و نسب، ابوسفیان معاویہ کا باپ بھی اسی طرح نہ تھا، جیسے وہ زیاد کا باپ نہ تھا (بروایت ابی الحدید)

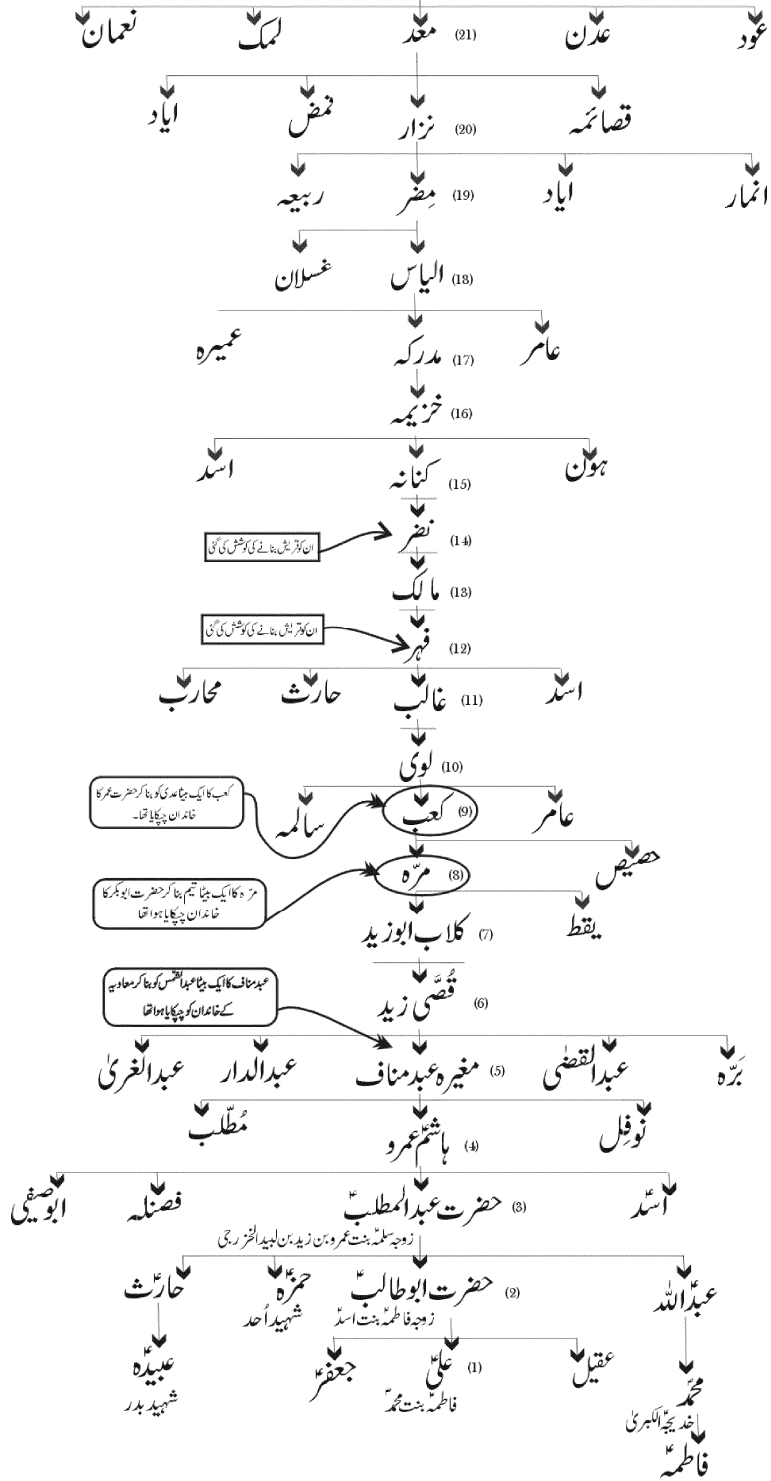
معاویہ بھی ابوسفیان کا بیٹا اُسی قاعدے اور اصول کے ماتحت تھا جس اصول اور قاعدے کی رُو سے معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو ابوسفیان کا بیٹا اور اپنا بھائی بنا لیا تھا۔ چنانچہ ابی الحدید جلد 1 صفحہ 63 پر لکھتے ہیں کہ: - ”وَكَانَتْ هِنْدُ تَذْكَرُ فِي مَكَّةَ بِفَجْوَرٍ وَعَهْرٍ وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِي كِتَابِ رِبْعِ الْاَبْرَارِ كَانَ مُعَاوِيَةُ يَعْزِي اِلَى اَرْبَعَةِ اِلَى مَسَافِرِ ابْنِ اَبِي عَمْرٍو اِلَى عِمَارَةَ بْنِ الْوَلِيدِ ابْنِ الْمَغِيْرَةِ وَاِلَى الْعَبَّاسِ وَاِلَى الصَّبَاحِ -“

”معاویہ کی ماں ہند مکہ میں فسق و فجور کی بدنام زندگی گذارتی تھی اور زَمَخْشَرِيُّ نے رِبْعِ الْاَبْرَارِ میں لکھا ہے کہ معاویہ کو چار آدمیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ایک مسافر ابن ابی عمرو اور ایک عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ اور ایک عباس بن عبدالمطلب اور ایک صباح۔“

یہ تھا مختصر سا حال حضور کے بولے ہوئے ایک لفظ ”لصیق“ کی شان میں۔ لہذا اس خط نمبر 17 نے معاویہ کی دُنیا بھی ڈبودی آخرت تو تھی ہی نہیں ہم نے دکھایا ہے کہ عربوں کے یہاں نابغہ پیدا کرنے کے لئے کراس بریڈنگ بہت ضروری تھی۔ حلال زادہ دُھات العرب ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت عدنان علیہ السلام کے نیچے سازش سے پاک شجرہ

(22) حضرت عدنان علیہ السلام



اس شجرہ کو اب شجرہ طیبہ کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ اب اس میں سے وہ جڑیں اُکھڑدی گئی ہیں جو قریش کے خاندانوں کی بنیاد بنتی تھیں۔ اور جن کی وجہ سے اس شجرہ طیبہ میں شجرہ خبیثہ شامل تھا۔ (ابراہیم 26-24/14)

مودودی ترجمہ: کلمہ طیبہ کی کس چیز سے مثال دی ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اسلئے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں۔ اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایک بد ذات درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اُس کیلئے کوئی استحکام نہیں ہے۔“

”كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۖ وَيَصْرُبُ لِللَّهِ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمِثْلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ رَجَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَالِهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ (سورہ ابراہیم 26-24/14)

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 484/485)

شجرہ طیبہ اور شجرہ خبیثہ پاک اور ناپاک رسول و قریش کے نسبوں کی مثالیں ہیں نہ کہ درختوں کی تفصیل

اگر آپ آیات میں آئے ہوئے صرف الفاظ پر نظر رکھیں اور صرف الفاظ سے اللہ کا منشا سمجھنا چاہیں تو پہلی بات قطعی صاف ہے یعنی اللہ۔ ”کلمہ طیبہ“ کو مثالوں سے سمجھنا چاہتا ہے۔ یعنی وہ ایسی مثالیں دے گا جو کلمہ طیبہ کو واضح کریں گی۔ لہذا اللہ نے کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ کی مانند فرما کر شجرہ طیبہ کی صفات بیان کی ہیں۔ اور ہم سے چاہا ہے کہ ہم کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ کے مانند ان ہی صفات کا حامل سمجھیں جو شجرہ طیبہ کی بیان کی گئی ہیں۔ ان آیات کی ذیل میں قریش نے کئی ایک روایات گھڑی ہیں۔ جن میں کھجور کے درخت کو شجرہ طیبہ بتایا گیا ہے جو آیات کے خلاف ہے۔ وہ ہر آن کھانے کا سامان نہیں دیتا۔ آیت میں پھلوں کا ذکر نہیں ہے اور کھجور کا درخت پھل دیتا ہے اور سال بھر میں ایک بار ایک موسم میں دیتا ہے اور کھجور کے درخت میں شاخیں ہوتی ہی نہیں ہیں۔ آسمانوں تک پہنچنا تو ایک الگ بات ہے۔ پھر کھجور کی جڑ زمین میں ہوتی ہے۔ شجرہ طیبہ کی جڑ کو زمین میں نہیں بتایا گیا ہے اُس کی جڑ بنیاد یا اصل کو ثابت فرمایا گیا ہے۔ ”ثابت“ کے معنی ہمیشہ برقرار رہنے والی فرمایا ہے۔ نہ کہ زمین میں گہری اُتری ہوئی۔ لہذا دُنیا کا کوئی درخت ایسا نہیں جس کی جڑ ہمیشہ برقرار رہے اور جس کی شاخیں آسمانوں میں ہوں اور جو کھانے پینے کا سامان ہر آن (کُلَّ حِينٍ) دیتا ہو۔ لہذا یہ سچ کج کوئی درخت نہیں ہے بلکہ ایک مثالی درخت ہے۔ یعنی کَلِمَةً طَيِّبَةً درحقیقت اُس شجرہ پاکیزہ کی مانند ہے جو ہمیشہ برقرار رہنے والا ہے اور تمام انسانوں اور حیوانوں کیلئے ہر آن رزق فراہم کر رہا ہے۔ اگر وہ پاک و پاکیزہ نسب موجود نہ ہوتا تو کوئی ذی حیات زندہ نہ رہ سکتا تھا کیونکہ رزق یا سامان حیات نہ ملنے سے ذی حیات کیسے باقی رہ سکتے تھے؟ لہذا پاک و پاکیزہ شجرہ نسب ہی باعث حیات کائنات ہے۔ پاکیزہ شجرہ ہی وجہ تخلیق کائنات ہے اور کلمہ طیبہ محمد و علی کی ذوات مقدسہ ہیں جو ساری کائنات پر چھائی ہوئی ہیں اور رحمة للعالمین ہیں ہر ضرورت مند ان ہی کی طرف ہاتھ اٹھا کر مانگتا ہے۔ اُنکے مقابلے میں جو کلمہ آتا ہے وہ کلمہ خبیثہ ہے اور جو نسب مخالفت کرے وہی شجرہ خبیثہ ہے۔ یہ سب کچھ قرآن کریم کے الفاظ سے ثابت ہے نہ کسی تاویل کی احتیاج ہے نہ کسی روایت کی ضرورت ہے۔ اور قرآن کے اس مطلب پر معصومین علیہم السلام کی بہت سی معصوم احادیث تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ کافی کی کتاب الحجۃ باب فیہ نکتہ و تنف من التنزیل فی الولایت میں شجرہ طیبہ کی جڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور شجرہ طیبہ کا تنا حضرت علی علیہ السلام ہیں اور شاخیں آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور علوم آئمہ علیہم السلام اسکے پھل ہیں۔ اور مؤمنین اس درخت کے پتے ہیں (امام جعفر صادق علیہ السلام حدیث 80)۔ شجرہ طیبہ پر تفصیل ہماری کتاب ”مرکز انسانیت“ میں ملاحظہ فرمائیں وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے امام حسین علیہ السلام تک صحیح شجرہ ملے گا۔ والسلام۔

(نمبر 18) خط

الی عبد اللہ ابن عباسؓ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْبَصْرَةِ:

عبداللہ ابن عباس کے نام جب کہ وہ بصرہ کا گورنر تھا

- 1- بنی تمیم کی مدح و ثنا کے ساتھ ساتھ اپنی رشتہ داری جتنائی اور سخت سلوک کرنے سے منع کیا۔
- 2- عبداللہ ابن عباس کا باطن کھلنا چاہتا ہے مگر اُسے چونکا کر دیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	وَأَعْلَمُ أَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبِطُ إِبْلِيسَ وَ مَعْرِسُ الْفِتَنِ، اور یہ سمجھ لو کہ بصرہ ابلیس کے اترنے اور قیام کرنے کا مقام ہے۔ اور فتنوں کی کھیتی کی جگہ ہے۔
2	فَحَادِثُ أَهْلِهَا بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ، وَأَحْلُلُ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوبِهِمْ، لہذا وہاں کے باشندوں کو احسان اور اچھے سلوک سے اطاعت شعار بناؤ اور اُن کے دلوں سے جنگ جمل کا جما ہوا خوف اکھیڑ پھینکو؛
3	وَقَدْ بَلَغَنِي تَمَرُّكَ لِبَنِي تَمِيمٍ، وَغِلْظَتِكَ عَلَيْهِمْ، اور مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم بنی تمیم کے ساتھ دشمنی کا رویہ رکھتے ہو اور اُن سے سختی سے پیش آنا جائز سمجھتے ہو؛
4	وَأَنَّ بَنِي تَمِيمٍ لَمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ إِلَّا طَلَعَ لَهُمُ الْآخِرُ، اور حقیقت یہ ہے کہ بنی تمیم کا کوئی ستارہ (بہادر) غائب نہیں ہونے پاتا کہ دوسرا ستارہ اُس کی جگہ طلوع ہوتا رہا ہے؛
5	وَأَنَّهُمْ لَمْ يُسَبِّقُوا بِوَعْمٍ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ، وَأَنَّ لَهُمْ بِنَا رَحِمًا مَّاسَّةً وَقَرَابَةً خَاصَّةً، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جنگ جوئی اور بہادری میں نہ تو جاہلیت کے زمانہ میں کوئی اُن سے بازی لے گیا اور نہ اسلام لانے کے بعد کوئی اُن سے بڑھ سکا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انہیں ہم سے رحمی تعلق اور مخصوص قرابت داری بھی حاصل ہے؛
6	نَحْنُ مَا جَوْرُونَ عَلَى صَلَاتِهَا، وَمَا زُورُونَ عَلَى فَطِيْعَتِهَا، اور ہم اُس رشتے کا خیال رکھیں گے تو ہمیں اُس کے صلے میں اجر ملے گا اور اس رشتے کو منقطع کرنے سے گناہ گار ہوں گے؛
7	فَارْبَعُ أَبَا الْعَبَّاسِ رَحِمَكَ اللَّهُ. فِيمَا جَرَى عَلَى يَدِكَ وَلِسَانِكَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ، فَإِنَّا شَرِيكُكَ فِي ذَلِكَ، چنانچہ اے عباس کے بیٹے نرمی اختیار کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ تمہارے ہاتھوں یا تمہاری زبان سے جو اچھائی یا برائی سرزد ہونے والی ہو اُس میں جلدی نہ کیا کرو اس لئے کہ اُس میں ہم دونوں شریک مانے جائیں گے۔
8	وَكُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّي بِكَ، تمہیں تو میرے اندازے میں اچھی پوزیشن کا آدمی نکلنا چاہئے۔
9	وَلَا يَفِيلَنَّ رَأْيِي فِيكَ. وَالسَّلَامُ. اور تمہارے متعلق میری رائے غلط نہ نکلنا چاہئے۔ والسلام

تشریح:- اس خط کی غرض و غایت تو یہ ہے کہ سابقہ دشمنی اور بُرے رویہ کو دوران حکومت سامنے رکھنا اور بُرے سلوک کرنا ایک غلط بات ہے اور خط سے ظاہر ہے کہ عبداللہ ابن عباس بنی تمیم کے ساتھ سخت سلوک کرتے تھے اور بنی تمیم کی اس سرکشی کو یاد رکھتے تھے جو انہوں نے طلحہ و زبیر و حضرت عائشہ کی طرف داری

میں جنگِ بمل میں دکھائی تھی۔ اُن کو اچھے اور احسان کے رویہ کی تاکید فرمائی ہے اور سخت و درشت سلوک سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ بنی تمیم حضرت الیاسؑ پر جا کر شجرہ رسولؐ میں مل جاتے ہیں یعنی سوھویں دادا کی اولاد ہیں۔ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ بصرہ شیطان کی قیامگاہ اور فتنوں کے پیدا ہونے کا مقام ہے۔ لہذا پورے شہر کے ساتھ عدل و احسان کا سلوک ضروری ہے تاکہ فتنے اور ابلیس احسان کے بوجھ سے دبے رہیں۔ اور پبلک میں تفرقہ و انتشار پھیلانے کا کام نہ کر سکیں۔ اور آخر میں عبد اللہ کو مہذب الفاظ میں دھمکی دی ہے کہ میں تم سے عمدہ اور بصیرت افروز رویہ کی رائے اور اُمید رکھتا ہوں اس اُمید اور رائے کو برقرار رکھو۔ عبد اللہ سمجھتا تھا کہ حضورؐ کی رائے بدل گئی تو گورنری بھی بدل جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ عدل و انصاف و احسان مستقل چیزیں ہیں حکومت کو اُن پر قائم رہنا چاہئے۔

(نمبر 19) خط (الی بعض عمالہ) آپ کے بعض گورنروں کے نام

1۔ نرمی و مصلحت آمیز رویہ اختیار کرنے کی تاکید 2۔ مشرکوں کو نہ دور پھینکا جائے گا نہ تقرب دیا جائے گا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	بَعْدَ اَزْهَمِ وَاثَرِ اَدْرَادِ كَمَا مَعْلُومٌ هُوَ كَمَا تَهْمَارِي لِبَسْتِي كَمَا كَشَفْتَ كَارِوْنَ لِنِي تَهْمَارِي سَخْتِ مَزَاجِ هُوْنَ اَوْ رِبِّ رَحْمِي اَوْ حِقَارَتِ اَمِيْزِ وَجْهًا كَارِي رُوِيْهِ كِي شَكَائِيْتِ كِي هِيْ؛	أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ دَهَاقِينَ أَهْلَ بَلَدِكَ شَكُّوا مِنْكَ غِلْظَةً وَ قَسْوَةً، وَ احْتِقَارًا وَ جَفْوَةً،
2	اور میں غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ انہیں مشرک ہونے کی وجہ سے مقرب بھی نہیں بنایا جاسکتا اور اُن سے تحفظ کا معاہدہ ہے اُس کی وجہ سے انہیں بہت دور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے؛	وَ نَظَرْتُ فَلَمْ أَرَهُمْ أَهْلًا لِأَنِّي دُنُوًا لِشِرْكِهِمْ، وَ لَا أَنْ يُقْصَوْا وَ يُجَفَّوْا الْعَهْدِ هُمْ،
3	لہذا تم اُن کے لئے نرمی اور سختی ملا ہوا لباس پہنو جس میں دونوں مناسب اور موزوں مقدار رکھتے ہوں؛	فَأَلْبَسْ لَهُمْ جِلْبَابًا مِنَ اللَّيْنِ تَشْوِبُهُ بِطَرَفٍ مِنَ الشَّدَّةِ،
4	اور اُن کے معاملے میں سخت دلی اور نرم دلی کے درمیان رویہ اختیار کرو۔ اور اُن کے لئے تقرب اور توجہ اور الگ رکھنے اور رد کر دینے میں ایک اعتدال کی ملبی جلی راہ تیار کرلو۔ انشاء اللہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔	وَ دَاوِلْ لَهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ وَ الرَّافَةِ، وَ اَمْرُجْ لَهُمْ بَيْنَ التَّقَرُّبِ وَ الْإِدْنَاءِ، وَ الْإِبْعَادِ وَ الْإِقْصَاءِ، اِنْشَاءً لِلّٰهِ.

تشریح:- کیونکہ یہ لوگ مجوسی یعنی آتش پرست تھے اسلئے اپنے گورنر کے اُس فرق کو نوٹ کر لیا جو اُنکے ساتھ سلوک میں اور مسلمانوں کے ساتھ سلوک میں روا رکھا جاتا تھا۔ حالانکہ ایسا واضح فرق رکھنا غلط تھا۔ رعایا کے ہر مسلک و ملت کے افراد کے ساتھ یکساں سلوک لازم ہے۔ وہ کسی بھی عقیدے اور مذہب کے لوگ ہوں بہر حال وہ سب رعایا ہوتے ہیں اور رعیت ہونے کی بنا پر برابر کے سلوک کے حقدار ہوتے ہیں۔ کسی کے مذہب یا نسل کی بنا پر سلوک میں تبدیلی اسلامی فراخ دلی اور رویہ کے خلاف ہے۔ اور زیر نظر گورنر یقیناً یہ فراخ دلی برسر کار نہیں رکھتا تھا۔ یعنی شکایت جائز تھی اسلئے اُسے اپنے رویے میں تبدیلی کی تاکید فرمائی ہے۔ اور مذہبی تعصب کو دور رکھنے پر متوجہ کیا۔ اور غیر مسلموں سے جو معاہدہ کیا جاتا ہے وہ یاد دلایا ہے۔ حقارت، درشتی، بے رحمی اور جبر سے قطعاً منع فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علی علیہ السلام کے گورنروں کی کثرت قریشی ڈھنگ پر تربیت یافتہ تھی یہ ایک مجبوری تھی۔

(نمبر 20) خط

عَامِلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَئِذٍ عَلَيْنَا وَعَلَى كُورِ الْأَهْوَازِ وَفَارِسَ وَكُرْمَانَ. زیاد ابن امیہ کے نام جب کہ عبداللہ ابن

عباس نے اسے اپنا خلیفہ بنا رکھا تھا۔ اور عبداللہ ابن عباس بصرہ کا اور اھواز کے علاقہ کا اور ایران و کرمان کا گورنر تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	وَأِنِّي أَقْسِمُ بِاللَّهِ قَسَمًا صَادِقًا، لَئِن بَلَغَنِي أَنْكَ حُنْتُ مِنْ فِئَةِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا لَأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شِدَّةً تَدْعُكَ قَلِيلَ الْوَفْرِ، تَقِيلَ الظَّهْرَ، صَبِيلَ الْأَمْرِ. وَالسَّلَامُ.	اور میں اللہ کی سچی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ اگر مجھے یہ خبر ملی کہ تم نے مسلمانوں کے مال فنی میں سے کسی بھی چھوٹی یا بڑی چیز کی خیانت کی ہے تو یقین کر لو کہ میں تمہیں ایسی سخت مار ماروں گا جو تمہیں فلاں کر دیگی اور تمہاری کمر مڑی کی مڑی رہ جائیگی اور تمہارا حال لوگوں کے اندر گھسنا اور بے آبرو ہو کر رہ جائیگا۔ والسلام
---	---	--

(نمبر 21) خط

إِلَيْهِ أَيْضًا: دوبارہ اُسی (زیاد) کے نام

1۔ فضول خرچی اور تکبر سے باز رہنے کی تاکید کی ہے 2۔ بیکسوں اور بیواؤں کی پرورش کا تقاضہ فرمایا ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	فَدَعَ الْإِسْرَافَ مُقْتَصِدًا،	میانہ روی کو سامنے رکھتے ہوئے فضول خرچی سے دور ہٹ جاؤ۔
2	وَأَذْكَرَ فِي الْيَوْمِ غَدًا،	ہر روز آنے والے کل کو بھی مد نظر رکھو۔
3	وَأَمْسِكْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُورَتِكَ، وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ. أَتَرَجُونَ أَنْ يُعْطِيَكُمُ اللَّهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِينَ وَأَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ؟	ضرورت بھر مال کو رکھ کر اپنی ضرورت سے زیادہ کو یوم حساب کے لئے آگے بھیج دیا کرو۔ کیا تم یہ اُمید رکھتے ہو کہ اللہ تمہیں عاجزانہ زندگی بسر کرنے والوں اور لوگوں پر صرف کرنے والوں کا اجر عطا کر دے گا؟ اور حالانکہ تو اللہ کے نزدیک مغرور لوگوں میں شمار ہے۔ اور طمع یہ رکھتے ہو کہ اللہ تمہارے لئے صدقات و خیرات کرنے والوں کا ثواب واجب کر دے گا؟ باوجودیکہ تم نعمتوں کے مزے لوٹ رہے ہو اور ضعیفوں اور بیوہ عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھتے ہو اور اس کے سوا کی اُمید نہ رکھو کہ انسان صرف اپنے اعمال کی جزا پاتا ہے اور وہی کچھ اُسے ملے گا جو اُس نے خود آگے بھیجا ہے۔ والسلام۔
4	وَأَمْسِكْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُورَتِكَ، وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ. أَتَرَجُونَ أَنْ يُعْطِيَكُمُ اللَّهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِينَ وَأَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ؟	4
5	وَتَطْمَعُ وَأَنْتَ مُتَمَرِّغُ فِي النَّعِيمِ تَمْنَعُهُ الضَّعِيفَ وَالْأَرْمَلَةَ - أَنْ يُوجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِينَ؟ وَإِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْزِيٌّ بِمَا أَسْلَفَ وَقَادِمٌ عَلَى مَا قَدَّمَ. وَالسَّلَامُ.	5

تشریحات (خطوط نمبر 20-21):۔ خط نمبر 20 کا عنوان بتاتا ہے کہ مصر کے گورنر عبداللہ ابن عباس نے اس زیاد کو اپنا خلیفہ بنا رکھا تھا۔ لہذا

زیاد کو جو کچھ لکھا گیا۔ اور زیاد نے جو کچھ کیا اُس کا عبداللہ ابن عباس ذمہ دار ہے آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے چاروں نابغاؤں یا دُھات العرب کے ذکر میں علامہ شبلی کے قلم سے عمر بن الخطاب کا یہ جملہ لکھا تھا کہ۔ ”زیاد اُن کے زمانہ میں سولہ سالہ نوجوان تھا اس لئے اس کو کوئی بڑا عہدہ نہ دیا لیکن اس کی قابلیت

اور استعداد کی بنا پر ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ کاروبار حکومت میں زیادہ کو مشیر کار بنائیں۔‘ (الفاروق حصہ 2 صفحہ 12)

چونکہ عبداللہ بن عباس بھی عمر بن خطاب، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ کی قابلیتوں اور استعداد کو دل کی گہرائی میں جگہ دے ہوئے تھے اور ان پانچوں، عمر بن الخطاب، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ، معاویہ بن ابوسفیان اور زیاد بن سمیہ کو کامیاب لیڈر مانتا تھا اور ان کے نقش قدم پر چلنا کامیابی کی دلیل سمجھتا تھا۔ اس لئے عبداللہ بن عباس نے زیاد کو بلا کر اپنا خلیفہ بنا لیا تھا تاکہ باقی چاروں کی پالیسیاں اور سیاسی نکات حاصل کر سکے۔ اور قریشی مفاد کے لئے کام کر سکے۔ اور ممکن ہو تو حضرت علی علیہ السلام کو مغالطہ میں رکھ سکے۔

زیاد بن سمیہ یا زیاد بن ابیہ اسی کا بیٹا کر بلا کا فیلڈ مارشل ابن زیاد تھا

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ یہ زیاد پہلے عمر بن الخطاب کی زیر سرپرستی و تربیت رہا اور پھر حضرت عمر کے تیار کردہ قریشی لیڈروں کے ساتھ رہا اور آج کل عبداللہ ابن عباس کے ساتھ ہے۔ اور حال اس کا وہی ہے جو حضرت علی علیہ السلام نے ان دونوں خطوط (21-20) میں لکھ دیا ہے۔ اور یہ خطوط اس لئے لکھے گئے ہیں تاکہ زیاد کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت علی علیہ السلام براہ راست اسی کو ماخوذ کریں گے۔ یہ نہ دیکھیں گے کہ عبداللہ ابن عباس نے اُسے خلیفہ بنا رکھا ہے۔ اور لکھ دیا ہے کہ اُسے براہ راست سخت سے سخت سزا دیں گے۔ کم توڑ کر رکھ دیں گے۔ دوسرے خط (21) میں اُسے مغرور لکھا ہے اور ضعیفوں اور بیواؤں کا مال کھا جانیا لوں میں شمار کیا ہے اور عبداللہ ابن عباس نے خلیفہ بنا یا ہی اس لئے تھا کہ مال حرام کھانے اور بٹورنے میں اُس کی مدد کرے اور باز پرس پر علی علیہ السلام کو اپنے ہتھکنڈوں سے لاجواب و مطمئن کر سکے اور پبلک کو بھی اپنی فریب کاری اور سیاسی عذرات سے چپ رکھ سکے۔

عبداللہ ابن عباس: قریشی اسکیم کا نمبرہ۔ حضرت عمر کا پروردہ: علی کا نام نہاد چچا زاد بھائی: نفاہ اُتار کر خم ٹھونک کر سامنے

1- خط نمبر 17 میں ہم نے قریش کو شجرہ طیبہ سے الگ کر دیا ہے۔ چنانچہ بنی عدی اور عدی نیز بنی تیم اور تیم بھی الگ کر دئے گئے اور عباس والبولہب وغیرہ کو حضرت عبدالطلب علیہ السلام کی اولاد سے خارج کر دیا گیا۔ یعنی اُس حقیقی شجرہ کا آخری حصہ تفصیل سے لکھ دیا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام تک حضرت علی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہما سے پہنچتا ہے اور ہماری کتاب مرکز انسانیت میں لکھا چلا آ رہا ہے۔ بنی تیم سے ابو بکر اور بنی عدی سے عمر کے مظالم و حالات سے اور بنی امیہ کے کردار سے تو ساری دنیا واقف ہو چکی ہے۔ اب ہم مختصر عبداللہ ابن عباس سے تعارف کراتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ شیعہ علماء اور عوام میں یہ شخص حضرت علی علیہ السلام کا چچا زاد بھائی۔ حضرت علی علیہ السلام کا شاگرد رشید۔ پہلا مفسر اور پسندیدہ صحابی مشہور ہے۔ اور ہم اُسے قریشی لیڈروں سے بھی بڑا دشمن علی و اولاد علی علیہم السلام مانتے ہیں۔

2- عبداللہ ابن عباس بعد رسول، شب قدر کا منکر تھا اس انکار پر فرشتے نے پُر مار کر اُسے اندھا کر دیا تھا

صرف اسی ایک بات سے ثابت ہو جائے گا کہ عبداللہ ابن عباس بھی قریشی لیڈروں والا ایمان رکھتا تھا۔ اُس کا حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لہذا علمائے شیعہ اور شیعہ عوام کا عبداللہ ابن عباس سے عقیدت و احترام محض قریشی روایات سے پیدا کردہ مغالطہ ہے۔ یہاں ہم عوام الناس کی سہولت کے لئے علامہ ظفر صاحب جلد اول کافی صفحہ 280 سے ترجمہ یوں شروع کرتے ہیں کہ:-

(2- الف) علامہ ظفر کی مترجمہ کافی کی جلد اول اردو زبان میں حوالہ تاکہ زیادہ لوگ تصدیق کر سکیں

”اللہ کا وہ حکم جو شب قدر میں (ہم پر) نازل ہوا اگر تم نے رسول اللہ سے سننے کے بعد انکار کیا تو اللہ تم کو وصل جہنم کرے گا۔ اُسی طرح جس

طرح تم کو فضیلت علیؑ کے انکار پر اندھا بنا دیا۔ انہوں (عبداللہ ابن عباس) نے کہا کیا اس پر میری بیٹائی گئی ہے۔؟ فرمایا تمہیں اس کا علم ہے۔ واللہ یہ اندھا نہیں ہوا مگر فرشتے کے پَر مارنے سے۔ فرمایا میں اُس کی بات پر ہنسا اور میں نے اُس کی کمزوری عقل پر نظر رکھ کر اُس روز چھوڑ دیا۔ دوسرے روز پھر میں اُس سے ملا۔ میں نے کہا تم نے کل سے زیادہ سچا کلام پہلے نہیں کیا۔ تم سے پہلے علی بن ابی طالب علیہما السلام نے کہا کہ ہر سال شب قدر آتی ہے۔ اُس میں ملائکہ تمام سال کے معاملات لے کر آتے ہیں بے شک اس امر کے لئے بعد رسول اللہؐ کچھ والیان امر ہونے ضروری ہیں۔ تم نے پوچھا تھا وہ کون ہیں؟ حضرت نے فرمایا تھا۔ میں اور میرے صلب سے گیارہ امام جو محدث ہیں۔ تم نے کہا سوائے رسول اللہ کے زمانہ کے شب قدر کو نہیں دیکھا۔ پس وہ فرشتہ تم پر ظاہر ہوا جو ان سے باتیں کرتا تھا اور اُس نے کہا اے عبداللہ تم نے جھوٹ بولا میری آنکھوں نے دیکھا ہے اس چیز کو جو تجھ سے علیؑ نے بیان کی تیری آنکھوں نے اُس کو نہیں دیکھا۔ لیکن اس کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کانوں سے سُن چکا تھا۔ پس فرشتے نے اپنا بازو تجھ پر مارا جس سے تُو اندھا ہو گیا۔ ابن عباس نے کہا کہ اگر ہم کسی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو یہ اختلاف اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ تو اللہ کا حکم بھی اُس شخص کا سا حکم ہوتا ہے جو مختلف دو امروں کا حکم دیتا ہے؟ عبداللہ نے کہا کہ ایسا اللہ کا حکم نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ اپنے غلط رویہ سے تم بھی ہلاک ہوئے اور دوسرے کو بھی ہلاک کیا۔“ (کافی کتاب الحجۃ باب 40 جلد اول صفحہ 281-280 طبع اول)

(2-ب) ڈاکٹر طہ حسین شیعہ علماء کی چوری پکڑتے ہیں عبداللہ کی اپنے امام سے بغاوت مسلمانوں کا مال ٹوٹ کر مکہ میں

یہاں سے ہم عبداللہ ابن عباس کا دشمنانہ سلوک لکھتے ہیں جو جناب طہ حسین کے قلم سے اُنکی کتاب ”علیؑ“ میں لکھا ہوا ہے اور جس کتاب کو علامہ پرویز کے ادارہ طلوع اسلام نے ترجمہ کر کے شائع کرایا تھا۔ ہم ڈاکٹر صاحب کے وہ تمام الفاظ و بیانات لکھیں گے جو مسلمان علماء میں مشہور اور صحیح ہیں اور ہم بہر حال عبداللہ اور اُسکے والد اور اولاد کو دشمن خاندان رسول سمجھتے ہیں۔ بہر حال ہم لفظ بلفظ نقل کرنے اور قارئین کو پورا پورا اثر لینے کی چھٹی دیتے ہیں سنئے:-

”علیؑ اور ابن عباسؑ“

1- ”اُنہیں دنوں حضرت علیؑ کے مصائب میں ایک اور مصیبت کا اضافہ اُس شخص کے ہاتھوں ہوا جو آپؑ کا سب سے زیادہ قریبی اور آپؑ کی نگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ یعنی آپؑ کے طرف دار آپؑ کے چچا زاد بھائی۔ آپؑ کی طرف سے بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عباس۔ یہ آپؑ کے حالات اور معاملات کے سب سے زیادہ واقف اور آپؑ کی مدد اور مشورے پر سب سے زیادہ قادر تھے۔ اور اس کے اہل تھے کہ جب ساری دُنیا حضرت علیؑ سے آنکھیں پھیر لے، دشمن اُن کے ساتھ مکر و فریب کرے۔ دوست دشواریوں کا باعث بن جائے تو یہ اُن کے ساتھ اخلاص برتیں اور اُن کے کام آئیں۔

2- حضرت علیؑ نے اپنے بھائی کے لئے کوئی کمی نہیں کی۔ اُس سے کوئی بات چھپائی نہیں۔ کوئی راز اُس سے مخفی نہیں رکھا اُس کو اپنا تصور کیا۔ خود کوفہ میں رہے اور اپنے وزیر کو بصرہ کا حاکم بنایا جو آپؑ کی حکومت کا سب سے بڑا اور اہم شہر تھا۔ حضرت علیؑ کو سب لوگوں سے اپنے لئے مصیبت کا اندیشہ تھا۔ اگر نہیں تھا تو اسی بھائی اور دونوں لڑکوں سے۔

3- ابن عباس دینی اور دنیاوی معاملات پر جو عبور رکھتے تھے بنی ہاشم میں خصوصیت کے ساتھ اور قریش اور تمام مسلمانوں میں عموماً جو امتیازی شان حاصل تھی اس کا تقاضہ تھا کہ وہ بڑی سے بڑی اور کٹھن سے کٹھن مصیبت ٹوٹ پڑنے پر بھی بھائی سے انحراف نہ کرتے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ صفین کے معرکے سے بہت شکستہ خاطر ہو کر آئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ امیر معاویہ مکر کی چالوں اور اہل شام کی وفا شعار یوں سے اُبھرتے اور غالب ہوتے جارہے ہیں اور حضرت علیؑ کے ساتھی خود اپنے امام سے الگ ہو کر بہت سے تو خفیہ جنگ کی سرگرمیوں سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ اور بہت سے کُھلم کُھلا مقابلے میں

شریک ہیں۔ پھر وہ ثالثوں کی مجلس میں پہنچے وہاں بھی عراقیوں کی پھوٹ اور شامیوں کے اتحاد کا نقشہ دیکھا واپس آئے تو اس یقین کے ساتھ کہ دنیا بھائی سے منہ پھیر چکی ہے زمانہ اُن کے خلاف ہو گیا ہے اور معاملات امیر معاویہ کے حق میں ٹھیک ہونا چاہتے ہیں۔ پھر بھائی کو دیکھا کہ ان حالات کے باوجود اپنی اسی سیدھی راہ پر چلے جا رہے ہیں۔ نہ خود کجروہیں نہ کسی کی کجروی کو گوارا کرتے ہیں۔ نرمی اور چشم پوشی کی سیاست چلا رہے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ رحم و ہمدردی والی پالیسی پر عامل ہیں۔ اور فاروق اعظم کی طرح لوگوں کے ساتھ شدت اور سختی کا برتاؤ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنا مقابلہ کرنے والوں سے شدت کے ساتھ لڑتے ہیں اور صلح کرنے والے سے بے احتیاطی کے ساتھ صلح کر لیتے ہیں۔ مکر و فریب پر گرفت اور بدگمانی پر مواخذہ نہیں کرتے۔ جب تک لوگ شرارت کی ابتداء نہ کریں وہ اقدام نہیں کرتے۔

4- پھر ہم نے دیکھا کہ شام جانے کیلئے ابن عباس حضرت علیؑ کے پاس نہیں آئے اور نہ نہرواں میں اُن کے ساتھ رہے۔ بلکہ خود بصرہ ہی میں ٹھہرے رہے اور حضرت علیؑ کے پاس فوج روانہ کر دی گویا وہ اس بے سود جنگ سے اکتا گئے تھے۔ اسلئے بیٹھ رہے اور انجام کا انتظار کرتے رہے۔ چنانچہ بہت جلد انہوں نے دیکھ لیا کہ اس لڑائی کا انجام خرابی، پھوٹ اور بیزاری کی صورت میں نکلا۔ حضرت علیؑ نے خوارج کا مقابلہ کیا۔ لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ ہوسکا کہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کا خاتمہ کر دیا۔ اور ملک شام پھر بھی نہ جاسکے بلکہ کوفہ واپس آنا پڑا اور پھر نکلنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ ابن عباس نے دیکھا کہ بھائی کا ستارہ گردش میں ہے اور امیر معاویہ کی قسمت جاگ رہی ہے تو بصرہ میں ٹھہر کر بھائی اور بھائی پر آنے والی مصیبتوں سے زیادہ خود اپنے معاملہ پر غور کرنے لگے۔ اسی موقع پر شاید بیت المال سے اپنی ذات کیلئے انہوں نے کچھ رقم لے لی۔ ابن عباس کا یہ عمل اُن کی اور حضرت علیؑ کی اس روش سے کسی طرح میل نہیں کھاتا جسکے اپنے اقبال کے دنوں میں دونوں پابند تھے۔ اسکے بعد یہ دیکھ کر کہ بیت المال کے افسر ابوالاسود دؤلی اس پر معترض ہیں۔ ابن عباس نے اُن کو ایک دن نہایت سختی کا جواب دیا۔ جس سے ابوالاسود کو بڑی کوفت ہوئی اور انہوں نے حضرت علیؑ کو لکھا کہ:-

5- عبداللہ ابن عباس کی خیانت اور تشدد کی اطلاع دی گئی

”اما بعد۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذمہ دار نگرماں اور امانت دار والی بنایا ہے ہم نے آپ کی آزمائش کی اور آپ کو زبردست امین اور رعایا کا خیر خواہ پایا۔ رعایا کو آپ بہت کچھ دیتے ہیں اور خود انکی دنیا سے اپنا ہاتھ روکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نہ اُنکا مال کھاتے ہیں اور نہ اُنکے معاملات میں رشوت سے آپ کا کوئی تعلق ہے۔ آپ کے بھائی اور آپ کے گورنر آپ کے علم و اطلاع کے بغیر وہ رقم کھا گئے جو اُنکے ہاتھ میں تھی اور میں یہ بات آپ سے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ خدا کا فضل آپ کے شامل حال رہے۔ ادھر توجہ فرمائیے اور مجھے اپنی رائے لکھئے والسلام۔ بلاشبہ اس خط نے حضرت علیؑ کو سخت متوحش کر دیا اور اُن کی غیر معمولی مصیبتوں میں ایک بڑی مصیبت ایک تیز چھنے والی خلیش کا اضافہ کر دیا۔ لیکن عادت کے مطابق آپ نے اس مصیبت پر صبر کیا اور ابوالاسود کو لکھا کہ:-

6- ابوالاسود کو جوابی خط :- ”اما بعد۔ میں نے تمہارے خط کا مطلب سمجھا تم جیسا آدمی امت اور امام دونوں کیلئے مجتہم خیر خواہی ہے تم نے حق کی حمایت کی اور ناحق سے رُوگردانی کی ہے۔ میں نے تمہارے صاحب کو اس بارے میں لکھا ہے اور تمہارے خط کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ تمہاری موجودگی میں ایسی باتیں ہوں جن پر غور کرنے میں امت کی فلاح ہو تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔ تمہیں یہ کرنا چاہئے اور یہی تمہارا فرض ہے۔ والسلام۔ اور اسی وقت ابن عباس کو لکھا کہ:-

7- ابن عباس سے حساب طلبی کا خط جاتا ہے:- ”اما بعد۔ مجھے تمہارے بارے میں ایک بات کا پتہ چلا ہے۔ اگر وہ سچ ہے تو تم نے اپنے رب کو خفا کیا۔ اپنی امانت برباد کی۔ اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور مسلمانوں کے خائن بنے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے زمین کو بخر کر دیا اور جو رقم تمہارے قبضے میں تھی وہ کھا گئے۔ پس میرے سامنے حساب پیش کرو اور جان لو کہ اللہ کا حساب لوگوں کے حساب سے زیادہ سخت ہے۔“

8- اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت علیؑ ابوالاسود کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ اسکی حاضری میں ہونیوالے معاملات کی اطلاع چاہتے ہیں۔ اور ابن عباس کے بارے جو کچھ لکھا اُسکو منظور کرتے ہیں۔ اسلئے کہ حضرت علیؑ مال اور عتلا کے بارے میں بڑے محتاط اور بڑے سخت تھے۔ اس معاملے میں اُنکی شان حضرت عمرؓ کی سی تھی۔ وہ حد درجہ اسکے خواہاں رہا کرتے تھے کہ گورنروں کے بارے میں کوئی بات اُن سے پوشیدہ نہ رہے۔ جیسا کہ تم آئندہ صفحات میں پڑھو گے۔ اور اس پر بھی تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ ابن عباس کو اس طرح کیسے لکھ دیا؟ اسلئے کہ مالیات کے بارے میں نرمی اور مسلمانوں کے کسی معاملے میں مداخلت (سستی اور بے پرواہی) آپؑ کی عادت نہ تھی۔ تعجب تو اس پر ہے کہ حضرت علیؑ کا خط ملنے پر ابن عباس نے صرف اتنا لکھا کہ:

9- عبداللہ ابن عباس نے خط میں جھوٹ لکھا اور علیؑ پر بدگمانی کا الزام لگایا

”اما بعد۔ آپ کو جو اطلاع ملی وہ غلط ہے اور میں اپنے زیر تصرف رقم کا اوروں سے زیادہ منتظم و محافظ ہوں۔

خدا آپ پر مہربان ہو آپ بدگمانی کی باتوں میں نہ آئیں۔ والسلام۔“

ایسا جواب جو نہ پڑھنے والے کو مطمئن بنا سکے نہ لکھنے والے کو الزام سے بچا سکے۔ البتہ اُس سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ کاتب اپنے آپ پر غیر معمولی اعتماد رکھتا ہے اور دوسروں کو کوئی وقعت نہیں دیتا۔ حالانکہ ابن عباس حضرت عمرؓ کی صحبت میں رہ چکے ہیں اور اُن کی سیرت سے واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ گورنروں سے حساب لینے میں وہ کس قدر سخت تھے۔ ابن عباس اپنے بھائی حضرت علیؑ کی صحبت میں بھی رہ چکے ہیں اور جانتے ہیں کہ مالیات کے بارے میں وہ نرم نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے جس سے کاتب و کاتب الیہ دونوں تشنہ رہتے ہیں۔ پس آپؑ نے سختی کے ساتھ تفصیلی حساب پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے ابن عباس کو لکھا کہ:-

10- عبداللہ ابن عباس کو حساب پیش کرنے کا دوسرا خط لکھا گیا

”اما بعد۔ میں تم سے اس وقت تک درگزر نہیں کر سکتا جب تک تم مجھ کو یہ نہ بتاؤ کہ تم نے جزیہ کی کتنی رقم لی؟ کہاں سے لی؟ اور کس مد میں اُس کو خرچ کیا؟ اگر تم کو امانت سونپی گئی ہے تو اللہ سے ڈرو، میں نے تم سے اس کی حفاظت چاہی تھی۔ یہ دولت جس کا بڑا حصہ تم نے سمیٹ لیا ہے حقیر ہے لیکن اس کی ذمہ داری بڑی سخت ہے۔ والسلام۔“

حیرت ہے کہ ابن عباس یہ خط لیتے ہیں اور پڑھتے ہی آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے مال کی حفاظت اور انتظام کے ایک ذمہ دار گورنر کی طرح حساب و کتاب لے کر امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں حاضری نہیں دیتے۔ نہ ایک چچا زاد بھائی کی طرح قرابت و اخوت کی رعایت کا حق ادا کرتے ہیں جو امام کو اس کا حقدار خیال کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مال اور مفاد کی سپرد کردہ امانت کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کر لے اور اس سلسلے میں والی کو اگر امداد کی ضرورت ہے تو پیش کرے۔ اور اگر کچھ بھول گیا ہے تو یاد دلائے۔ اگر کچھ کوتاہی ہوگئی ہے تو نصیحت کرے۔

11- ابن عباس نے ایسی کوئی بات تو کی نہیں البتہ اپنے آپ کو امام کا مد مقابل اور خلیفہ کا ہم سر بنا لیا اور خیال کرنے لگے کہ وہ خلیفہ کی باز پرس اور

اُس کے احتساب سے بلند و بالا ہیں۔ الزام لگانے یا بدگمانی کی بات تو الگ رہی۔ حالانکہ ابن عباس اور لوگوں سے اس حقیقت سے باخبر تھے کہ شیخین ہر مسلمان کو اس کا حقدار جانتے تھے کہ وہ خلیفہ سے باز پرس کرے اور سوال کرے کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا۔ اسی طرح امام بھی حق دار ہے۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ والیوں اور حاکموں سے اُن کے کاموں کا حساب لیتا رہے اور اس سلسلے میں شدت سے کام لے تاکہ وہ کوتاہی اور غفلت نہ کریں۔ اور رعایا کی بدگمانیوں سے محفوظ بھی رہیں۔ پھر وہ بے بس اور کمزور لوگ جو حاکموں کے ظلم و زیادتی سے بچنے رہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ خلیفہ کی سخت نگرانی نہ رہنے

کی حالت میں اپنے حاکموں کے بارے میں بہت غلط خیال قائم کریں گے۔

12- ابن عباس حضرت عمر کا معمول اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ وہ رعایا سے اُن کے حاکموں کے بارے میں الزامات اور شکایات خود حاکموں کی موجودگی میں یا غیر حاضری میں سنتے تھے۔ پھر جو کچھ بھی پیش کیا جاتا اس کی تحقیق کرتے تھے۔ تاکہ عدل و انصاف کیا جاسکے۔ اور جو ذمہ داری اپنے سر لی ہے اللہ کے سامنے اور لوگوں کے سامنے اُس سے عہدہ برآ ہوں۔ ابن عباس یہ بھی جانتے تھے کہ بارہا حضرت عمر نے گورنروں کو معزول کرنے کے بعد اُن کی دولت تقسیم کی ہے اور یہ کہ حاکموں کے تقرر سے پہلے وہ اُن کی دولت کا حساب کرتے تھے اور معزول کرنے کے بعد جانچتے تھے۔ اور اُن کی یہ بات گورنر منظور کرتے تھے۔ نہ انکار کرتے تھے نہ ناگواری محسوس کرتے تھے۔ اور نہ اپنے آپ کو اُس سے اُدب یا خیاں کرتے تھے۔ اور یہ حاکم کون لوگ تھے؟ نبیؐ کے پسندیدہ متعدد صحابہ۔ ابن عباس کو اس کا بھی علم تھا کہ بہت سے مسلمان اور غالباً وہ خود بھی حضرت عثمان سے ناراض ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے مالی حدود سے کچھ تجاوز کرتے تھے۔ اُن کے حاکموں سے لوگ ناراض ہوئے کہ اُنہوں نے خود غرضی سے کام لیا۔ اور مسلمانوں کے مال کے بارے میں غیر معقول رویہ اختیار کر کے معاملات کو پیچیدہ کیا۔ خود حضرت عثمان کا قتل اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اور اُن کے پچازاد بھائی اسی لئے میدان میں آئے کہ نبیؐ اور شیخین کی سنت زندہ کریں گے۔ پس حضرت علیؑ نے اپنے ایک ایک گورنر سے چاہے وہ ابن عباس ہی کیوں نہ ہوں اگر یہ مطالبہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے اُس مال کا حساب پیش کریں جو اُن کے پاس ہے تو یہ کوئی حد سے بڑھی ہوئی بات نہ تھی۔ اور ان تمام باتوں کے بعد ابن عباس اپنے بھائی کو تمام لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔ اور ایک ایسا جواب لکھ سکتے تھے جس سے وہ رضامند ہو سکتے۔ جس سے اُن کو نہ تکلیف ہوتی نہ خلش۔ اور نہ گراں باری۔ وہ نرم لب و لہجہ میں یہ لکھ سکتے تھے کہ جو یہ میں انہوں نے کوئی رقم اپنی ذات کے لئے نہیں لی۔ اور یہ کہ کوئی رقم کسی غلط مد میں صرف نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ کوفہ میں جا کر اُن سے مل لیتے اور صاف صاف اپنی باتیں اُن کو بتا دیتے۔ لیکن اُنہوں نے ان باتوں سے گریز کیا اور نہیں چاہا کہ حضرت علیؑ اپنے دوسرے گورنروں کی طرح اُن سے برتاؤ کریں۔ پس اپنا کام چھوڑ دیا نہ امام کو استعفیٰ دیا اور نہ منظوری کا انتظار کیا۔ خود ہی کام چھوڑ کر ترک مستقر کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ پھر کوفہ نہیں آئے۔ نہ عراق میں قیام کیا اور نہ کسی ایسی جگہ ٹھہرے کہ امام حسابات کی پیشی کا مواخذہ یا معزولی سے پہلے کچھ باز پرس کر سکے۔ بلکہ مستقر چھوڑ کر سیدھے مکہ چلے گئے جہاں امام کا اقتدار اپنا کام نہیں کر سکتا۔ (جہاں عموماً مجرم پناہ لیا کرتے ہیں) جہاں امام اُن کو اگر وہ سزا کے مستحق ہیں سزا نہیں دے سکتا۔ اور حرم میں جا کر مقیم ہو گئے۔ اپنے امام کی گرفت سے بھی آزاد اور اپنے حریف امیر معاویہ کے خطرے سے بھی بے خوف۔

13- ابن عباس نے اسی غلطی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی کے حق میں ایسے الفاظ کہے جن سے اُن کو حد درجہ تکلیف پہنچی۔ جو اُن کے دل میں چھیننے والا غم اور بے چین رکھنے والا درد بن کر رہ گیا۔ ابن عباس لکھتے ہیں کہ۔ ”اللہ سے ایسی حالت میں ملنا کہ مسلمانوں کے کچھ مال کی ذمہ داری میرے سر ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ جمل، صفین اور نہرواں کے معرکے میں بے ہوئے خونوں کی ذمہ داری مجھ پر ہو۔“ گویا ابن عباس خیال کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جو جنگ کی وہ اللہ کی راہ میں نہ تھی۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے مسلمانوں کا جتنا خون بہایا وہ سب کا سب ملک گیری کے لئے تھا۔ حضرت علیؑ کے لئے یہ بات کس قدر جگر خراش اور دل دوز ہے؟

14- بھائی کے لئے یہ سب باتیں تو لکھیں لیکن ایک بہت چھوٹی اور بہت اہم بات لکھنا بھول گئے۔ اور وہ یہ کہ اُن خونریزیوں میں وہ خود بھی بھائی کے شریک رہے۔ چنانچہ جنگ جمل و صفین میں موجود تھے۔ اور ان دونوں معرکوں میں بھائی کی فوجوں کے سپہ سالار تھے۔ پس وہ اللہ سے ایسی حالت میں نہیں ملیں گے کہ اُن کے ذمہ صرف مسلمانوں کا کچھ مال ہے بلکہ اس ملاقات میں اُن کے دامن پر اُس خون کے داغ بھی ہوں گے جو اپنے بھائی علیؑ کی

جماعت میں شریک رہ کر بھائے ہیں۔ اور علیؑ میں اور ان میں ایک فرق بھی ہوگا۔ علیؑ نے تو اس ایمان اور عقیدے کے ساتھ یہ خونریزی کی ہے کہ وہ حق کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔ اور ان کی یہ ساری خونریزی ملک گیری اور اقتدار کی ہوس میں نہیں ہوئی ہے۔

15- یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علیؑ نے اپنے بھائی کا یہ خط پڑھا تو ایک جملے سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے۔ جو دوست دشمن سبھی سے نہایت تلخ مایوسی کی ایک تصویر ہے۔ فرمایا: ”گو یا ابن عباس! ان خونریزیوں میں ہمارے شریک نہ تھے۔“

16- ابن عباس کا خط پڑھنے اور اندازہ لگائے کہ اس میں کتنی سختی اور کبھی سنگدلی ہے۔ خلافت سے قبل ابن عباس کو حضرت علیؑ سے جو اخوت تھی۔ اور خلافت کے بعد جو خلوص اور خیر خواہی تھی خط پڑھ کر دیکھئے کہ اب اُس سے کس درجہ انکار ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

امّا بعد۔ مال میں سے کچھ لینے کی اطلاع آپ تک پہنچائی گئی ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ اُس کو بہت بڑھا چڑھا رہے ہیں۔ بڑی اہمیت دے رہے ہیں۔ خدا کی قسم زمین کے اندر جو کچھ چاندی سونا ہے اور اسکے اوپر جس قدر مال و دولت ہے سب کی ذمہ داری لیکر خدا کے پاس جانا مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں امارت اور اقتدار کے لئے امت کا خون بہانے کی ذمہ داری لیکر جاؤں۔ جس کو آپ چاہیں اپنا حاکم بنا کر بھیج دیجئے۔“

17- ایک خلیفہ اور اُس کے گورنر کے درمیان اس قسم کی غیض و غضب کی بات، پھر ایک شخص اور اُس کے چچا زاد بھائی کے درمیان ایسی سخت کلامی نہ ہوتی اگر ابن عباس شیخین کی اور حضرت علیؑ کی سیرت پیش نظر رکھتے اور اپنے آپ کو نظر انداز کر دیتے۔ لیکن انہوں نے اپنی ذات کو ذرا بھی نظر انداز نہ کیا اور اس کا خیال نہیں کیا کہ وہ مسلمانوں کے ایک شہر پر حضرت علیؑ کی طرف سے والی ہیں۔ اور یہ کہ انہوں نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کریں گے۔ اور رعایا میں انصاف کریں گے۔

18- ابوالاسود رعایا کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس کا حق رکھتے ہیں کہ وہ امام کے سامنے اپنے حاکم سے جھگڑا کریں۔ پھر یہ کہ وہ بصرہ کے بیت المال پر امام کی طرف سے امین ہیں۔ اُن کے فرائض میں سے ہے کہ حکمران کے تصرفات میں جو بات اُن کی نگاہ میں مشکوک ہو اس کی اطلاع امام کو دیں۔ لیکن ابن عباس نے نہ صرف غصے میں طیش کی باتیں کیں اور حیرت انگیز بے جا تصرف کیا بلکہ اس سے بھی بڑی ایک حرکت کی جس نے نہ صرف امام کو خفا کیا بلکہ اُس سے تمام رعایا اور خصوصاً بصرے کے لوگ سخت ناراض ہوئے۔ واقع یہ ہوا کہ ابن عباس مکہ روانہ ہو گئے لیکن اُس طرح خالی ہاتھ نہیں جیسا تقرر کے وقت بصرہ آئے تھے۔ بلکہ بیت المال سے جتنا مال منتقل کیا جاسکتا ہے وہ سب ساتھ لے کر، حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اس مال میں اُن کا جتنا حق ہے اتنا ہی تمام بصرے والوں کا بھی ہے۔

19- ابن عباس کا اندازہ تھا کہ بصرے کے لوگ اس مال کے لے جانے میں کسی طرح حارج نہیں ہوں گے۔ جس کا اندازہ مورخوں نے ساٹھ (60) ہزار درہم لگایا ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے ماموں میں سے بنی ہلال کو بلوایا اور کہا کہ اجرت لے کر اُس کو محفوظ جگہ پہنچادیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کر دیا۔ اب وہ بصرے سے نکلے۔ اُن کے پاس مسلمانوں کا مال تھا۔ جس کی حفاظت اُن کے ماموں کر رہے تھے یہ دیکھ کر بصرے کے لوگوں میں ہجرتی کیفیت پیدا ہوئی اور انہوں نے چاہا کہ جو کچھ وہ لے کر جا رہے ہیں اُن سے واپس لے لیں۔ اور قریب تھا کہ بنی ہلال کے آدمیوں میں اور بصرے کے دوسرے عربوں میں آویزش ہو جائے۔ بنی ہلال اپنے بھانجے کی حمایت میں غصے میں بھرے ہوئے تھے۔ اور قدیم عرب عصبیت تازہ کر کے پوری قوت سے آمادہ ہو گئے تھے۔ کہ اپنے عزیز کی مدد ضرور کریں گے چاہے وہ ظالم ہو چاہے مظلوم۔ بصرہ کے باقی عرب طیش میں تھے کہ اُن کا مال اُن کی موجودگی میں غصب کیا جا رہا ہے۔ لیکن بنی ازد کے کچھ سنجیدہ لوگوں نے موقع کی نزاکت کا احساس کیا اور اپنے پڑوسی بنو ہلال کو گھروں میں کر دیا۔ اسی

طرح بنی ربیعہ کے کچھ حلیم الطبع لوگ اور احنف بن قیس اور اُس کے ساتھی تمیمیوں نے بھی ازدیوں کا ساتھ دیا۔ لیکن بنی تمیم کے باقی آدمیوں نے طے کر لیا کہ لڑیں گے اور یہ مال واپس لے کر رہیں گے۔ چنانچہ اُن کے اور بنی حلال کے درمیان جھڑپ شروع ہوگئی اور فریقین میں خونریزی ہونے ہی والی تھی کہ بصرہ کے کچھ عقلمند لوگ بنی تمیم کے پاس پہنچ گئے اور اُن کو جھگڑے کی جگہ سے واپس لا کر یہی اُن سے علیحدہ ہوئے۔ اس کے بعد ابن عباس اطمینان کے ساتھ ماموؤں کی حفاظت میں سارا مال لے کر بیت الحرام کے سایہ امن میں پہنچ گئے۔ اور پہنچتے ہی خوشحالی اور عیش کی زندگی جینے لگے۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ تین ہزار دینار میں تین حوروش لونڈیاں خریدیں حضرت علیؑ کو جب اس کی خبر پہنچی تو آپ نے لکھا کہ:-

20- عبد اللہ ابن عباس اللہ کے لوٹے ہوئے مال سے دن رات عیاشی کر رہے ہیں

”اُمّا بعد۔ میں نے تم کو اپنی امانت میں شریک کیا تھا۔ میرے گھر والوں میں تم سے زیادہ بھروسے کے لائق کوئی آدمی نہ تھا۔ جو میری ہمدردی کرتا۔ میری تائید کرتا۔ اور امانت مجھے واپس کرتا۔ لیکن تم نے دیکھا کہ اب بھائی کے وہ دن نہیں رہے دشمن حملہ آور ہے۔ لوگوں کی دیانت خراب اور اُمت فتنوں سے دوچار ہو چکی ہے تو تم نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ چھوڑنے والوں کے ساتھ تم نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور رُری طرح اُس کو بے یار و مددگار کر دیا۔ اُمت کے ساتھ تم نے بھی اس سے بوفائی کی۔ نہ ہمدردی کی۔ نہ امانت واپس کی۔ گویا جہاد میں تمہارے پیش نظر اللہ نہ تھا۔ تم کو اپنے خدا کی طرف سے کوئی راہنمائی نہ تھی۔ یا پھر تم محمدؐ کی اُمت کے ساتھ اُن کی دنیا حاصل کرنے کی چال چل رہے تھے۔ گویا تم جو یہ کے مال سے لوگوں کی غفلت کے منتظر تھے اور جیسے ہی موقع ملا دوڑ پڑے۔ جست لگائی اور جس قدر دولت لوٹ سکے۔ ایک لاغر بکری کو خون خون کر دینے والے بھیڑیے کی طرح چھپٹ لیا۔ سبحان اللہ کیا قیامت پر تمہارا ایمان نہیں ہے؟ اور کیا بعد میں بُری طرح حساب نہیں ہوگا۔ اور کیا تم جاننے نہیں کہ حرام کھاتے ہو اور حرام پیتے ہو۔ کیا تم پر گران نہیں کہ تم لونڈیوں کی قیمت لگانے پر اور عورتوں سے نکاح پر یتیموں، یتیموں، یتیموں اور اُن مجاہدین کا مال خرچ کرتے ہو جن پر اللہ کے شہروں سے مال غنیمت بھیجا ہے اللہ سے ڈرو۔ تو مال واپس کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو بخدا اگر مجھے موقع ملا تو میں تمہارا انصاف کروں گا۔ اور حق حقدار تک پہنچاؤں گا۔ ظالم کو ماروں گا اور مظلوم کا انصاف کروں گا۔“

21- مذکورہ بالا الفاظ میں حضرت علیؑ نے چھنے والے اور چنگلیاں لینے والے غم و اَلَم کا حشر بیان کیا ہے، لوگوں سے انتہائی مایوسی اُن کی وفاداری، اُن کے پاس عہد اور اَدائے امانت میں شک کی جو تصویر کھینچی ہے۔ حرص و ہوس کی اتباع اور صحیح مسلک پر باقی نہ رہنے کا جو نقشہ پیش کیا ہے اور ان حالات میں بھی اللہ کے حق اور مسلمانوں کے مال کے لئے جس طرح غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر بلیغ و موثر تعبیر کسی اور نے کی ہے۔ لیکن اس تلخ مکتوب کا جواب ابن عباس جن الفاظ میں دیتے ہیں اُن سے اسکے سوا کچھ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ اُن کو صرف اپنی ذات پر اعتماد ہے دوسروں کی رائے اُن کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی چنانچہ لکھتے۔

22- ”اما بعد۔ مجھے آپ کا خط ملا۔ میں نے بصرہ کے مال سے جو کچھ لے لیا ہے آپ اس کو میرے لئے بڑی اہمیت کی بات بتا رہے ہیں۔ بخدا

میں نے جو کچھ لیا ہے بیت المال میں میرا حق اس سے کہیں زیادہ ہے۔“ والسلام

اس حیرت انگیز جواب پر مجھے زیادہ وقت دینے کی ضرورت نہیں جس سے نہ کوئی حق ثابت ہوتا ہے نہ ذمہ داری ساقط ہوتی ہے (اور جرم ثابت ہے) اور اس درد انگیز خط و کتابت کو حضرت علیؑ کے جواب پر ختم کرتا ہوں۔

23- ”اما بعد۔ آپ کی خوش فہمی حیرت انگیز ہے کہ مسلمانوں کے بیت المال میں سے آپ کو ایک عام مسلمان سے زیادہ حق ہے۔ آپ کامیاب

تھے اگر یہ باطل تمنا اور بے جا دعویٰ آپ کو گناہ سے بچا سکتا۔ خدا آپ کو سلامت رکھے اس حیثیت سے آپ کی منزل کو سوسوں دُور ہے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے مکہ کو اپنا وطن بنا لیا ہے اور وہیں ڈیڑا ڈنڈا ڈال دیا ہے۔ اور مدینہ اور طائف کی جوان لونڈیاں اپنی نگاہوں سے پسند کر کے خریدی ہیں اور دوسروں کا مال دے کر اُن کی قیمت ادا کی ہے۔ بخدا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جو کچھ آپ نے مسلمانوں کے مال سے لیا ہے وہ میرے لئے حلال ہو اور اُسے ترکہ میں چھوڑ دوں۔ پس مجھے کیوں حیرت نہ ہو کہ آپ اس حرام کو خوشی خوشی کھا رہے ہیں۔ تھوڑے دن لطف اٹھا لیجئے اور اپنی جگہ رُکھیے۔ آپ کے لئے وہ منزل آگئی جہاں سے فریب خوردہ حسرت کو پکارتا ہے۔ اپنی حد سے بڑھا ہوا توبہ کی تمنا کرتا ہے۔ اور ظالم کے دل میں باز آ جانے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ لیکن وہ وقت پکارنے اور تمنا کرنے کا نہ ہوگا۔ والسلام

24- عمر بن الخطاب نے عبداللہ بن عباس کو لارے دے کر اپنے زیر اثر رکھا اور اُس کی بددیانتی ظاہر کرتے رہے عہدہ نہ دیا

بعض راویوں کا خیال ہے کہ حضرت عمر نے ابن عباس کو بعض مقامات کی حکومت سپرد کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر اپنے لئے اور ابن عباس کے لئے خطرہ سمجھ کر باز آگئے۔ اپنے لئے یہ خطرہ کہ غنیمت سے کچھ کھالینے کی تاویل کریں گے۔ اُن کے لئے یہ خطرہ کہ حکمرانی اُن کو گناہ سے آلودہ کر دے گی۔ اُن ہی راویوں کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت علیؑ نے جب ابن عباس کو بصرہ کا حاکم بنا لیا تو جو کچھ انہوں نے اپنی ذات کے لئے مباح کر لیا تھا اس کے لئے ذیل کی آیت کی تاویل کی۔ **وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ**۔ ”جان لو کہ جو کچھ تم کو مال غنیمت ملا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کا اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا ہے۔“ (8/41)

ابن عباس رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں اس لئے اُن کا خمس میں کچھ حصے کا حق ہے جو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور ابن السبیل کیلئے مقرر کیا ہے۔ لیکن ابن عباس میری نظر میں اپنے دین اپنے علم عقل اور اپنی رائے کی صحت کے لئے اس تاویل سے بلند و بالا ہیں۔ بلاشبہ وہ جانتے تھے۔ کہ اُن کا حق اس خمس میں دوسرے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں سے بڑھ کر نہیں ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس خمس میں سے خود ہی اپنا حق لیں۔ انہیں اپنا یہ حق بھی اُسی امام سے لینا چاہئے جو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں اُن کا مال تقسیم کرے اور اُن کے مصالح عامہ میں خرچ کرے اور اسی خمس میں سے رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کرنا ہے۔ ابن عباس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا مسلمان یہ جانتا کہ بیت المال میں اس کا حق ہے اور وہ خود لے لیتا تو چاہے وہ اپنے حصے میں کچھ کمی بیشی نہ کرتا لیکن حدود سے تجاوز کرنے والا ہوتا اور امام کا حق ہوتا کہ اسے واجبی سزا دے۔ علاوہ ازیں ابن عباس جانتے تھے کہ اُن کے بھائی خلافت اور رشتہ داری کی بنا پر خمس کے مستحقوں میں تقسیم کے معاملے میں رسول اللہ کے نقش قدم پر چلنے کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔ تعجب ہے کہ بہت سے محدثین نے احتیاط کے پیش نظر اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا اُن کی نگاہ میں ابن عباس کا نبیؐ سے جو تعلق ہے اور دین میں تفقہ کا جو درجہ انہیں حاصل ہے اس میں اس قسم کی زیادتی اور خلیفہ کی مخالفت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن دوسرے راویوں نے اس واقعہ کے بیان میں غلو سے کام لیا ہے اُن کا خیال ہے کہ ابن عباس نے حضرت علیؑ کے آخری خط کے جواب میں لکھا تھا کہ اگر اپنی تحریروں سے مجھے معاف نہیں رکھیں گے تو یہ مال میں امیر معاویہ تک پہنچا دوں گا جسے وہ آپ کے مقابلے پر خرچ کریں گے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ابن عباس اس حد تک نہیں پہنچے تھے۔ اور اپنے بھائی کے خلاف انہوں نے ایسی کھلی مخالفت نہیں کی تھی۔ لیکن اس واقعہ کے نتائج حضرت علیؑ کے اقتدار اور آپ کے ساتھیوں کے حق میں براہ راست بڑی مصیبت ثابت ہوئے۔ (علیؑ - صفحہ 257-239)

(2-ج) بہت سی خیاںوں کے باوجود ڈاکٹر طلہ حسین قابل مدح و ثنا ہیں

ہم ڈاکٹر طلہ حسین مرحوم کو اس لئے قابل داد و تعریف سمجھتے ہیں کہ وہ سو فیصد قریشی مذہب کے عالم ہوتے ہوئے بھی اپنی رائے آزاد رکھنے میں کامیابی سے گذرتے ہیں اور اسی لئے حق سے بہت دُور نہیں نکلتے اور جب یہ بھی مان لیا جائے کہ قریش کی تیار کردہ تاریخ ہی اُن کی راہنما ہوتی ہے تو اُن کے تحسین و آفرین میں مزید اضافہ کرنا لازم ہے۔ عبداللہ ابن عباس کو اپنے دل کی گہرائی سے وہ حضرت علی علیہ السلام کا پچازاد بھائی مانتے ہیں اور وہ تمام مدارج و مقامات اُس کو دیتے ہیں جو قریش ساختہ تاریخ و روایات میں دئے گئے ہیں۔ اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے عبداللہ کی ایسی خدمت کی ہے جو کسی قریشی عالم یا شیعہ عالم سے دیکھنے کو نہیں ملی ہے۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب ہمارے لئے اور بھی زیادہ قابل احترام ہیں۔

تکلف بر طرف مجھ کو طے اذن غزل خوانی

آپ قریشی اسکیم، سازش اور پروپیگنڈے کو شیطان کے حوالے کر کے یہ سمجھ لیں کہ نہ قریشی نسل اسماعیل علیہ السلام سے ہیں نہ عبداللہ ابن عباس حضرت علی علیہ السلام سے کوئی رشتہ قرابت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ نہ عبداللہ ابن عباس خلافت الہیہ کو مانتے ہیں نہ حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں وہ ایک سو بیس فیصد قریشی ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے دشمنوں اور مخالفوں کو اپنا دشمن اور مخالف یقین کرتے ہیں۔ وہ اُن ہی مومنین میں اللہ کے مخاطب ہیں (4/136) جو اللہ و رسول پر اور قرآن، توریت، زبور و انجیل پر اللہ کی پسند و معیار کا ایمان نہ رکھتے تھے۔ جن کو بار بار حقیقی ایمان لانے کو کہا گیا لیکن وہ اپنے خود ساختہ اللہ و رسول اور کتب خداوندی پر ایمان رکھتے رہے۔ اور اللہ و رسول اور قرآن کی ہر بات اور ہر حکم اور ہر مسئلہ کو اپنی قومی یا قریشی مصلحت کا ہم نوا بنا کر اختیار کرنا ان کی سنت رہی ہے۔ اللہ کے متعلق اُن کا عقیدہ یہ رہتا چلا آیا ہے کہ (معاذ اللہ) ہر کام اللہ کے حکم سے ہوتا ہے خواہ قتل ہو زنا ہو یا چوری ہو اللہ کی مدد اور تائید حاصل نہ ہو تو نہ کوئی قاتل کسی کو قتل کر سکتا ہے نہ زانی زنا کر سکتا ہے نہ ڈاکو ڈاکہ ڈال سکتا ہے۔ اسی اصول کی روشنی میں اُن کے علماء بیزید پر لعنت سے منع کرتے اور لکھتے آئے ہیں اور اُس کے لئے دُعائے مغفرت کی تاکید کرتے ہیں۔ لہذا یہ وہ اللہ نہیں جس کا نازل کردہ یہ رسول اور قرآن ہے اسی غلط عقیدے کی وجہ سے اللہ پر دوبارہ ایمان لانے کا حکم ہوا (4/136) رسول کے متعلق اُن کا یہ عقیدہ ہے (معاذ اللہ) کہ بالکل اُن ہی ایسا انسان تھا غلطیاں بھی کرتا تھا لوگوں سے مشورے لے کر احکام دیتا تھا۔ عمدہ رائے کے مقابلے میں اپنا حکم یا فیصلہ بدل دیا کرتا تھا۔ قرآن کے متعلق اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ اس میں قیامت تک آنے والے انسانوں کی تمام ضروریات کے مسائل نہیں ہیں (31-25/27) اور (6/66) اس لئے حکم ہوا تھا کہ قرآن اور رسول پر ایمان لاؤ (4/136)۔ توریت، زبور اور انجیل کو وہ منسوخ بمعنی متروک یعنی ناقابل عمل سمجھتے تھے اس لئے انہیں حکم دیا گیا تھا کہ قرآن سے پہلی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ (4/136) چونکہ اُن ہی مومنین نے دورانِ حیات رسول قتل رسول کی عملی کوششیں کیں (انفال 8/30) تو یہ (9/74) (تفہیم القرآن جلد 2 حاشیہ 84) اور آخر کار بیماری کے دوران دوا کی جگہ زہر پلا کر قتل کر دیا (بخاری) تاکہ وہ رسول کی جگہ اپنی قومی حکومت بنا سکیں اور اللہ اور قرآن کی تنفیذ اپنے مصالحوں کے ماتحت کر لیں۔ چنانچہ اُس قوم قریش (25/30) کا پہلا حکمران حضرت ابوبکر تھا دوسرا قوم کا سب سے بڑا اور کامیاب لیڈر حضرت عمر تھا اور تیسرا اُن دونوں کے قدم بقدم چل کر مارے جانے والا حکمران حضرت عثمان تھا۔ اسی قومی خلافت کے دوران چوتھے قریشی خلیفہ معاویہ بن ابوسفیان نے تاریخ سازی اور روایت و حدیث نوازی وغیرہ کی ابتدا کی اور اُن ہی کے ادوار حکومت میں یہ ریکارڈ تیار کر لیا گیا جس میں قریش رسول اللہ کے ہم قوم و ہم نسب اور بزرگ بنادئے گئے اور عبداللہ ابن عباس جیسے غدار محسن گُش اور ٹیڑھے حضرت علی علیہ السلام کے پچازاد بھائی بنائے گئے اور حضرات ابوبکر عمر و عثمان اور دیگر لیڈروں کو رسول کے داماد و خسر اور مختلف رشتے دار بنا کر مختلف مدارج اور القاب سے سجایا گیا۔ یہ خلافت نہ

بنی ہوتی تو قریش کا نام و نشان تک کہیں نہ ملتا اور اگر کچھ ملتا تو یہ کہ: ”قریش نہ کسی مُزبی یعنی پالنے والے کا نام ہے نہ کسی مُزبیہ کو کہا جاتا ہے نہ کسی قوم کا نام ہے نہ کسی فرد کا نام ہے نہ یہ کوئی ماں ہے نہ باپ ہے یہ تو نسب کا دیوان ہے۔ (طبری جلد اول صفحہ 46)

سات آٹھ صدیوں کے اس دور حکومت نے جہاں اسلام اور اسلامی تصورات کو گہن لگا دیا وہیں اپنی قوم کو چار چاند لگا دئے اور آج جو کچھ اسلامی ریکارڈ کہہ کر پیش کیا جاتا ہے وہ سب کچھ قریش ساز کہانیاں اور افسانے ہیں۔

جس نے حکومت بنائی وہ خلیفہ دوم تھے اور جس نے علیؑ کے ہاتھوں سے حکومت چھتوائی اور باقی رہی وہ عبداللہ بن عباس تھے۔

حضرت عمر کا قومی حکومت بنانا مسلمات میں سے ہے قومی حکومت بنا کر اُسے ایسی متمدن، باوقار و مالدار و فاتح بنانا یہ ان کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ حضرت عثمان تک حکومت کو پہنچایا اور معاویہ کو تیار رکھنا کہ وہ حضرت علیؑ سے حکومت لے لے یہ حضرت عمر کی دانشوری اور لیڈرشپ کا نتیجہ تھا۔ حضرت علیؑ کے ہاتھوں طلحہ و زبیر اور معاویہ کو نام رکھا بار بار شکست دی۔ مگر معاویہ تک حکومت پہنچانے کا خفیہ انتظام بھی کر گئے اور عبداللہ بن عباس کو تیار کر گئے کہ وہ مناسب اوقات و ایام میں کیا کیا رول ادا کرے؟ یہ تمام پارٹ ادا کرنے میں عبداللہ بن عباس نے ثابت کر دیا کہ حضرت عمر کی ساری سوجھ بوجھ و بصیرت اور منصوبے کا شاہ کار عبداللہ بن عباس تھا۔ اور حضرت عمر نے اس کی تربیت و تعلیم و تہذیب میں اپنا سارا کمال صرف کر دیا تھا۔ علامہ شبلی سے عبداللہ بن عباس اور عمر بن الخطاب کا رشتہ تعلق اور قربت سنئے:-

علم الفقہ کا مزیج، مرکز۔ مُعَلِّم اور درس گاہ اور طالبان علم

”فقہ کے جس قدر سلسلے آج اسلام میں قائم ہیں سب کا مرجع حضرت عمر کی ذاتِ بابرکات ہے۔ بلا داسلام میں جو مقامات فقہ کے مرکز مانے جاتے ہیں وہ یہ ہیں مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شام۔ اس انتساب کی وجہ یہ ہے کہ فقہ کے بڑے بڑے شیوخ اور بانی فن ان ہی مقامات کے رہنے والے تھے۔ مثلاً مکہ معظمہ کے شیخ عبداللہ بن عباس تھے۔ مدینہ منورہ کے زید بن ثابت و عبداللہ بن عمر۔ کوفہ کے حضرت علیؑ عبداللہ بن مسعود ابو موسیٰ اشعری۔ شام کے ابودرداء و معاذ بن جبل۔ ان میں (حضرت علیؑ کے سوا) اکثر بزرگ حضرت عمر ہی کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ اور خاص کر عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن مسعود تو ان کے ساختہ پر داختہ تھے۔ عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ عمر کے ساتھ ایک ساعت کا بیٹھنا میں سال بھر کی عبادت سے بہتر سمجھتا ہوں۔ عبداللہ بن عباس کو گویا حضرت عمر نے اپنے دامن تربیت میں پالا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا۔ صحیح بخاری میں خود عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اس پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو جوان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تم کو معلوم نہیں۔ محدث عبدالبر نے استعاب میں لکھا ہے۔ کَانَ عَمْرٍو یحب ابن عباس و یقر بہ یعنی حضرت عمر ابن عباس کو محبوب رکھتے تھے اور ان کو تقرب دیتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت عمر کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا۔ عبداللہ بن عباس اُس کا جواب دینا چاہتے لیکن کمسنی کی وجہ سے جھجکتے۔ حضرت عمر ان کی ہمت بندھاتے اور فرماتے کہ علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہیں۔ کوئی شخص اگر عبداللہ بن عباس کے مجتہدات کو حضرت عمر کے مسائل سے ملائے تو صاف نظر آئے گا کہ دونوں میں استاد اور شاگرد کا تناسب ہے۔“ (الفاروق حصہ 2 صفحہ 108)

عبداللہ بن عباس کو ایک نہ بھولنے والا عملی سبق جو کام آیا اور دوسروں نے بھی اسے نہ بھلایا

دوسرے مقام پر شبلی نے لکھا ہے کہ:- ”حصص کا عامل جب مر گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس کو مقرر کرنا چاہا لیکن چونکہ ان کی طرف سے مطمئن نہ تھے اس

لئے بلا کر اُن سے کہا فی نفسی منک شیء یعنی میرے دل میں تمہاری طرف سے ذرا کھٹکا ہے۔ اُنہوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اتنی خفیث علیک اُن تاتی علی الفی ہوات یعنی جھکو ڈر ہے کہ تم محاصل ملکی پر تصرف نہ کرو۔ یہ صرف سوء ظن نہ تھا بلکہ وقوع میں بھی آیا حضرت علیؑ نے اپنے عہد خلافت میں جب حضرت عبداللہ کو عامل مقرر کیا تو اُنہوں نے بیت المال میں سے بہت سی رقم لے لی اور جب حضرت علیؑ نے باز پرس کی تو لکھ بھیجا ابھی میں نے اپنا پورا حق نہیں لیا ہے۔ (الفاروق حصہ دوم 91-90)

عبداللہ ابن عباسؓ تاریخی حیثیت سے بھی عمر بن الخطاب اور قریش کے حامی تھے

قارئین نے دیکھا ہے کہ ڈاکٹر ظہ حسین جیسے بے باک عالم نے اپنے آخری پیرا گراف میں عبداللہ ابن عباس جیسے ملعون کی طرفداری کا رخ اختیار کر لیا اور لکھ دیا کہ وہ عداوت و سرکشی و بغاوت کی اُس حد تک نہ گیا ہوگا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جس زمانے میں عبداللہ ابن عباس نے دشمنی کو چھپائے رکھا وہ اُس زمانے میں بھی قریش اور قریشی مقاصد کا پُر خلوص حامی تھا اور اس خلوص و حمایت کا ہر قریشی لیڈر کو یقین تھا۔ حضرت علیؑ تو اللہ و رسولؐ کی طرح ظاہری حالت اور ظاہری بیانات کے مطابق عمل کرتے تھے۔ دوست بننے والوں سے دوستی کی نظر و سلوک کرتے تھے مومنین بننے والوں کو مومن سمجھ کر حقوق دیتے تھے۔ لہذا عبداللہ کو پچازاد بھائی کی حیثیت دے رکھی تھی اور اس حالت پر عمر گزار دی۔ باطن پر نہ اللہ کوئی فیصلہ کرتا ہے نہ رسولؐ کرتے تھے۔ لیکن وہ اللہ ہے، وہ رسولؐ ہیں اور وہ امام برحق علیؑ علیہ السلام ہیں۔ مگر ہم نہ اللہ ہیں، نہ رسولؐ ہیں، نہ ہم امام ہیں۔ لہذا ہمارے فیصلے واقعات کی تحقیقات اور چھان بین کے بعد ہوں گے۔ اُن میں ظاہر و باطن رکاوٹ نہ بنیں گے۔ عبداللہ ابن عباس روز اول سے وہی ذہنیت رکھتے تھے، وہی نمیر رکھتے تھے، وہی عصیت رکھتے تھے جو قریش میں تھی۔ وہ باقی قریش کی طرح اپنی قوم، لیڈران قوم اور مقاصد و مصالح قوم کے پرستار تھے۔ اُن کے متعلق یہ مان لینا کہ وہ اپنی قوم کے خلاف علیؑ و محمدؐ کے طرفدار ہو سکتے ہیں یا ہو گئے ہیں اُمید کے خلاف مان لینا ہے۔ ہم نے اپنے بیانات اور تحریروں میں اور اللہ نے اپنی آیات میں یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ قریش میں سے کوئی شخص نہ حقیقی مومن ہو سکتا ہے نہ محمدؐ و علیؑ علیہما السلام کا دوست ہو سکتا ہے۔

قریش نے قرآن سے، حدیث سے فراڈ کیا اور قریشی علماء نے اس میں مدد جاری رکھی ہے

قریش کا قرآن اور رسولؐ سے فراڈ کرنا جگہ جگہ قرآن سے ثابت ہے (31-30/25) تو اور کونسی ایسی چیز ہو سکتی ہے جس کے ساتھ وہ فراڈ نہ کریں؟ لہذا اُن کے اصول پر وہ پیگنڈ کے ماتحت کئی ہزار جگہ یہ لکھا گیا اور برابر لکھا جا رہا ہے کہ قریشی قوم عموماً اور بنی عدی و بنی تیم و بنی امیہ خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ لوگوں نے مان لیا اور خود بھی لکھنے، ماننے اور کہنے لگے۔ کسی نے تحقیق کی ضرورت محسوس نہ کی۔ نسل رسولؐ کو اُنہوں نے قیداری قرار دیا۔ بعض نے تحقیق کی تو وہ قیداری کے بجائے نبطی ثابت ہوئے۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے خود کو نبطی اور کوئی فرمایا پھر بھی اُن کو قیداری لکھا جاتا رہا اور خود سید کہلانے والے علماء تک نے قیداری مان لیا۔ ہم نے قریشی مسلمات اور خود ساختہ مفروضات کی پول کھولی اور ہر چیز کو سیدھا کر دیا۔ لہذا قارئین قریشی پر وہ پیگنڈے اور اصرار و تکرار کو نظر انداز کر دیں اور سمجھ لیں کہ قریش قرآن، رسولؐ اور علیؑ کی آڑ لے کر غلط چیزوں کو صحیح بنانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہیں گے۔ حضرت علیؑ نے بغاوت نہ کی، تلوار نہ اٹھائی تو اُنہوں نے اسی بنیاد پر خلافت کو برحق اور خلفائے ثلاثہ کو برحق خائف قرار دیا۔ لیکن حضرت علیؑ علیہ السلام نے جن صحابہ و زوجہ رسولؐ کے خلاف تلوار اٹھائی قریشی علماء نے تو اُنہیں بھی برحق اور جنتی قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ برحق امام کے باغی مان لئے گئے۔ برحق امام کا باغی، جہنمی مانا جانا چاہئے تھا۔ مگر قریشی علماء قریش کو جہنمی نہ کہیں گے، بہانے تلاش کریں گے، فراڈ کریں گے، انہیں جنتی بنا کر چھوڑیں گے۔ حضرت علیؑ نے جنگ جمل میں قتل ہونے والوں پر نماز جنازہ پڑھی تھی یہ کہانی اس لئے بنائی گئی کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے نماز پڑھنے سے

پہلے اُن باغیان (اللہ ورسول اور) خلیفہ برحق، کو مسلمان بنائیں پھر شہادت کا درجہ دے کر جنتی بنا دیں لیکن یوں تو انہوں نے اپنا مذہب ترک کر دیا۔ ارے دوستو! تمہارے یہاں تو حضرت علی علیہ السلام معصوم نہیں لہذا ایک خطا کرنے اگر باغیوں کی نماز جنازہ پڑھ دی تو ایک خطا کی ہے وہ خطا بہت سے بہت خطائے اجتهادی ہو سکتی ہے مگر ایسی خطا تو نہیں ہو سکتی کہ چوکور باغیوں کو مسلمان اور شہید اور جنتی بنا دے۔ تم وہی تو ہو جو عبد اللہ بن ابی جحش نہیں مانتے حالانکہ رسول اللہ نے اُس کے جنازے پر نماز پڑھی تھی اور کہتے ہو کہ وہ منافقوں کا سردار تھا۔ بتاؤ جب رسول کی نماز سے ایک منافق نہ مسلمان بنا نہ جنتی بنا تو تم حضرت علی کی نماز سے باغیان اسلام اور اللہ ورسول سے جنگ کرنے والوں کو مسلمان، شہید اور جنتی بنائے دے رہے ہو۔ یہ کون سا مذہب ہے؟ علیؑ نے تلوار نہیں اٹھائی لہذا غاصبانِ خلافت مسلمان بھی رہے صحابہ بھی رہے۔ علیؑ نے نماز پڑھ دی تو باغیان خدا ورسول شہداء اور جنتی ہو گئے۔ علیؑ نے غاصب وغادر و خائن قرار دیا تو کچھ نہ ہوا؟ کہو یہ کون سا دھرم ہے؟ قارئین یاد رکھیں قریش کی ساری تاریخ فریب سے بھری پڑی ہے۔ اُن کی تفاسیر اور لغات میں بھی اہل علم کے ساتھ انتہا کی فریب سازی کی گئی ہے۔

(نمبر 22) خط الی عبد اللہ ابن عباس : عبد اللہ ابن عباس کو لکھا گیا تھا

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: مَا انْتَفَعْتُ بِكَلَامٍ بَعْدَ كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ كَمَا نَفَعَنِي بِهِذَا الْكَلَامِ.

اور عبد اللہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جتنا فائدہ مجھے حضرت علی کے اس کلام نے پہنچایا ہے اتنا فائدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے کلام کے علاوہ مجھے اور کسی کے کلام نے نہیں پہنچایا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	بعد از حمد و ثنا اور درود کے سنو کہ کبھی آدمی کو ایسی چیز کا حاصل کر لینا مطمئن اور خوش کر دیتا ہے جو اُس کے ہاتھوں سے نکل جانے والی ہو کرتی ہے۔ اور کبھی اُسے ایسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا دکھ دیتا ہے جو اُسے ملنے والی ہوتی ہی نہیں ہے۔	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْمَرْءَ قَدْ يَسْرُهُ دَرْكُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ وَيَسُوءُ هُوَ فَوْتُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيَدْرِكَهُ،
2	چنانچہ تمہاری مسرت کی بنیاد ان چیزوں پر ہونا چاہئے جو آخرت میں برقرار رہیں۔ اور تمہارا غمگین ہونا بھی اُن ہی چیزوں پر منحصر رہنا چاہئے جو آخرت والی چیزوں میں سے ضائع ہو جائیں۔	فَلْيَكُنْ سُورُوكَ بِمَا نَلْتَ مِنْ آخِرَتِكَ، وَلْيَكُنْ أَسْفَكَ عَلَى مَا فَاتَكَ مِنْهَا،
3	اور جو چیزیں تمہیں تمہاری دنیا تک محدود ملیں اُن پر مسرت میں کثرت نہ کیا کرو اور دنیا والی چیزوں میں سے جو چیز ضائع ہو جائے اُس پر مایوسی اور اویلا نہ کیا کرو۔	وَمَا نَلْتَ مِنْ دُنْيَاكَ فَلَا تُكْثِرْ بِهِ فَرَحًا، وَمَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَأْسَ عَلَيْهِ جَزَعًا،
4	بلکہ تمہاری تمام کوشش اور ہمت اُن چیزوں کے متعلق ہونا چاہئے، جو موت کے بعد تمہارے کام آئیں۔	وَلْيَكُنْ هَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

تشریح: حضور علیہ السلام کے یہ چاروں جملے واقعی اسی وزن کے ہیں جو کتاب میں عبد اللہ بن عباس سے منسوب کر کے لکھا گیا ہے۔ قارئین نے چونکہ عبد اللہ بن عباس کا حال تفصیل سے پڑھا ہے اور انہیں یقین ہو گیا ہوگا کہ اس منافق کو حضرت علی علیہ السلام کا کوئی کلام نفع نہ پہنچا سکتا تھا۔ اس لئے ہمیں تو حضور کی اس نصیحت سے یہ سمجھنا چاہئے کہ حضور عبد اللہ بن عباس کو تو قریش کا ایک پختہ کار اور دنیا دار عیاش فرد سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ اُس کی مسرت و

لال کا معیار بڑا تھرڈ کلاس ہے۔ اس لئے اُس کا راستہ روکنے کی خاطر یہ نصیحت کی ہے۔ اور فرض ادا فرمایا ہے۔ اور بس۔

(نمبر 23) وصیت قَالَ قَبِيلَ مَوْتِهِ عَلَى سَبِيلِ الْوَصِيَّةِ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مَلْجَمٍ لَعْنَهُ اللَّهُ

جب ابن ملجم ملعون نے آپ کے سر مبارک پر تلوار مار دی تو انتقال سے کچھ پہلے آپ نے بطور وصیت ارشاد فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

1	وَصِيَّتِي لَكُمْ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَمُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ،	تم سے میری وصیت یہ ہے کہ تم لوگ کسی کو بھی اللہ کا شریک نہ بنانا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔
2	أَقِيمُوا هَدْيِي الْعُمُودِيْنَ وَأَوْقِدُوا هَدْيِي الْمَصْبَاحِيْنَ وَخَلَاكُمْ ذَمًّا.	ان دونوں ستونوں کو قائم رکھنا اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رکھنا، اگر تم نے ایسا کیا تو ندمت اور برائی تم سے رخصت ہوگئی۔
3	أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ وَالْيَوْمَ غَيْرَةُكُمْ، وَغَدًا مُفَارِقُكُمْ،	میں کل تک تمہارا مالک اور ساتھی اور ہم صحبت تھا اور آج تمہارے لئے درسِ عبرت ہوں اور کل تم سے جدا ہو جاؤں گا۔
4	إِنْ أَبَقَ فَأَنَا وَلِيُّ دَمِي، وَإِنْ أَقْبَ فَلَفَنَاءُ مِعَادِي،	اگر میں زندہ رہ گیا تو میں خود ہی اپنے خون اور انتقام کا حاکم اور ولی ہوں گا۔ اور اگر مر گیا تو میری موت ہی میری وعدہ گاہ ہے۔
5	وَإِنْ أَعْفَ فَاَلْعَفُولِيُّ قُرْبِيَّةٌ، وَهُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُوا، أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ؟	اور اگر میں معاف کر دوں تو معاف کرنا میرے لئے قربتِ الہی کا سبب بنے گا۔ اور وہ تمہارے لئے بھی نیکی ہوگی۔ چنانچہ تم بھی معاف کر دینا۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟
6	وَاللَّهُ مَا فَجَّأَنِي مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهُ،	اللہ کی قسم مجھ پر موت کا وارد ہونا ایسا نہیں ہے کہ مجھے اُس کا آنا ناگوار گذرا ہو،
7	وَلَا طَالِعَ أَنْكَرْتُهُ،	اور نہ ہی یہ ایسا حادثہ ہے کہ مجھے اس سے برا محسوس ہوا ہو۔
8	وَمَا كُنْتُ إِلَّا كَفَّارٍ وَرَدٍّ، وَطَالِبٍ وَجَدٍّ،	اور میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک پانی کا تلاش کرنے والا تھا جسے پانی مل گیا۔ اور طلبگار تھا جس نے پالیا۔
9	وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلَا بُرَارِ.	اور اللہ کے پاس تو نیک لوگوں کے لئے بھلائی کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔“

تشریح:- ہم نے بار بار اور طرح طرح سے محمد اور آئمہ معصومین صلی اللہ علیہم اجمعین کے متعلق پڑھا ہے اور ہر بیان و دلیل پر یقین آتا رہا ہے کہ یہ حضرات علیہم السلام ہم لوگوں کی طرح نہیں مرتے بلکہ اُن کا مرنا درحقیقت انتقال ہوتا ہے۔ یعنی ایک حالت کو بدل کر دوسری حالت میں نکل جانا۔ یعنی مادیات کے الجھاؤ سے نکل کر ابدی حیات کی ہمہ گیری آزادی سے سرفراز ہو جانا۔ وہ حضرات علیہم السلام تو حقیقتوں کی بنیاد ہیں۔ ہم تو لوگوں کو یہ یقین دلا دیتے ہیں کہ اگر وہ سرکارِ حجت علیہ السلام سے مربوط ہو جائیں تو یہیں اسی زندگی میں حیات و ابدی اختیارات حاصل کر لیں گے اور چند گھنٹوں میں اس موت اور موت کے حالات سے پار نکل جائیں گے۔ اس یقین و اطمینان کے باوجود ہمیں اُن حضرات کی موت اور موت کا عنوان دیکھ کر دلہ و ز تکلیف

و دکھ ہوتا ہے۔ دل بیٹھے لگتا ہے، آنسو روکے نہیں رکتے، آواز بیٹھ جاتی ہے، بالکل وہی حالت طاری ہوتی ہے جیسے ماں یا باپ یا بیٹا آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہے ہوں۔ ہماری یہ حالت ہی حقیقی انسانیت ہے۔ یعنی یہ ثبوت ہے اس حقیقت کا کہ ہم کو ان ہی حضرات کے سامان سے بنایا اور پیدا کیا گیا تھا۔ بس یہ سامان جوش میں آجاتا ہے اور ہمیں زور لگا کر اُنکی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ بہر حال یہاں حضرت علی علیہ السلام بہتر (72) گھٹنے سے سرشکا فتنہ حالت میں سہارا لئے بیٹھے ہیں۔ سب سے زیادہ چاہنے والی اور سب سے زیادہ کمزور ہستی یعنی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام یہ غم دیکھنے سے پہلے ہی اٹھالی گئی ہیں۔ جن سے ملاقات موجودہ صدمہ کو حضرت علی علیہ السلام کے دل سے کم کر رہی ہے۔ مادر گرامی کی عدم موجودگی حسنین و زینب و ام کلثوم علیہم السلام کے محزون چہروں پر موجود ہے اور حضور علیہ السلام اس سے غافل نہیں ہیں۔ سارا کنبہ و وصیہ کی لفظ سن کر موجود گوش برآواز ہے۔ سرکار علیہ السلام ٹوٹی ہوئی اُمیدوں کو جوڑنے والے الفاظ ’اگر زندہ رہا‘ فرما کر چہروں کو دیکھتے جا رہے ہیں۔ فطری طور مستورات اور بچوں پر اطمینان کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ لیکن حسنین و عباس علیہم السلام ذمہ دارانہ سنجیدگی سے وصیت کا ہر لفظ سن رہے ہیں۔ حضور انہیں اس ماحول سے بلند کرنے اور اللہ کی طرف متوجہ کرنے کیلئے مغفرت کا سہارا دیتے ہیں۔ اپنی ذاتی مغفرت الگ وہ تو ساری نوع انسان کی مغفرت کا ذمہ دار کنبہ ہے۔ لہذا معافی کی سفارش نہ بھی کی ہوتی تو یہاں سے معافی کے سوا کچھ نہ ملتا۔ حضرت علی قربت الہی کی فکر میں ہیں تو ان کے یہ بچے یہ بیٹیاں یہ پوتے یہ نواسیاں سب ہی تو ذریعہ قربت خداوندی ہیں۔ البتہ انہیں موت کا آنا ناگوار ضرور گزر رہا ہے اور گزرے گا۔ یہ اسی قسم کی ناگواری ہوگی جو آپ کو اپنے والد اور والدہ گرامی اور آنحضرت سے ایسی ہی جدائی میں گزری تھی۔ جس طرح آپ کا میاب گزر گئے تھے یہ بھی سب کے سب کا میاب گزر جائیں گے۔ ان پر وہ زمانہ آنے والا ہے جب آپ، حضرت فاطمہ اور آنحضرت علیہم السلام بے چین ہو کر ان کی ننگساری کے لئے آئینگے۔ ساری کائنات لرز رہی ہوگی۔ ہر طرف صدائے وادیا بلند ہوگی مگر یہ حاضرین وصیت چمکتے چہروں کے ساتھ مطمئن ہوں گے۔

صرف دوستوں اور دو (2) چرانوں کی حفاظت؟

اس وصیت کو ضابطہ حیات بنانے کیلئے پہلا جملہ فرمایا گیا ہے۔ اس پر قارئین کو بھی عمل کرنا ہوگا۔ لہذا غور فرمائیں کہ راہنمائے کائنات نے کائناتی راہنماؤں سے کیا تاکید فرمائی ہے؟ یہ ساری کائنات اور تمام کائناتی موجودات و مخلوقات اور کارخانہ ہست و بود صرف دوستوں پر قائم ہے اور صرف دو چرانوں سے روشن ہے اور وہ ہیں۔ 1۔ ہمہ گیر توحید خداوندی اور 2۔ ہمہ گیر سنت محمدی؟ یعنی ان دو (2) چیزوں میں سارا دین، دین کی تمام عبادات و احکامات اور رسومات و قواعد و ضوابط، شریعت و حقیقت، تصوف و سلوک ریاضت سب داخل ہیں۔ اور اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ:-

نہ ذکر خفی و نہ بجلی را دانم۔ نہ شیخ و مشائخ نہ ولی را دانم۔ مولائے خود پیر خود و مرہد خود۔ اللہ و محمد و علی را دانم۔ (5/55) نہ عبادت کے خفیہ طور طریقوں کو جانتا ہوں نہ اعلانیہ سے واقف، نہ شیخوں کو نہ شیخ ساز ولیوں کو نظروں میں سماتا ہوں میں تو اپنا پیر و مرشد اور مولانا صرف اللہ و محمد و علی کو مانتا اور جانتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ میری نماز و عبادت میں اللہ و محمد و علی ایک جگہ اور ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔ ان میں تفرقہ ڈالنے والی خواہ نماز ہو یا کوئی اور عبادت ہو وہ شرک ہے۔ سنت رسول کے خلاف ہے اور اس کا نتیجہ وہی ہے جو صدیوں سے سامنے کھڑا مسکر رہا ہے۔

(نمبر 24) وصیت

بِمَا يُعْمَلُ فِي أَمْوَالِهِ كَتَبَهَا بَعْدَ مُنْصَرِفِهِ مِنْ صَفِينٍ

آپ کی وصیت اپنے اموال میں عمل درآمد کے متعلق، جسے آپ نے صفین سے واپسی پر تحریر فرمایا تھا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	هَذَا مَا مَرَّبِيهِ عَبْدُ اللَّهِ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ لِيُؤَلِّجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ، وَأَنَّهُ يَقُومُ بِذَلِكَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ: يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَيُنْفِقُ مِنْهُ فِي الْمَعْرُوفِ،	یہ وہ وصیت ہے جس کا حکم اللہ کے بندے امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ کی طرف سے جاری ہوا ہے جسکی رو سے میرے مال میں ایسا عمل درآمد اختیار کیا جائیگا جس سے اللہ کی رضا مندیاں مطلوب ہیں تاکہ اللہ مجھے جنت میں داخلہ عطا کر کے امن و آسائش سے نوازے۔
2	فَإِنْ حَدَّثَ بِحَسَنِ حَدَّثٌ وَحُسَيْنٌ حَتَّى قَامَ بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ، وَأَصْدَرَهُ مُصَدَّرَةً، وَأَنَّ لَبْنِي فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِي لَبْنِي عَلِيٍّ،	اس وصیت پر عمل کرنے کی ذمہ داری حسن بن علیؑ کی ہے۔ وہ اس مال میں سے عالمی پسندیدگی کے مطابق اپنا آرزوہ لیتے رہیں گے اور اس مال کو بھی عالمی پسند کے ماتحت صرف کیا کریں گے۔
3	وَأَنَّ لَبْنِي فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِي لَبْنِي عَلِيٍّ،	اگر حسنؑ کو ایسا حادثہ پیش آجائے جس سے وہ یہ ذمہ داری پوری کرنے کے قابل نہ رہیں اور حسینؑ زندہ ہوں تو وہ اُنکے قائم مقام ہوں گے اور اس ذمہ داری کو حسب تحریر ادا کرتے رہیں گے اور یقیناً اس مال میں سے جتنا حصہ و اختیار اولاد فاطمہؑ کا ہے اتنا ہی اور اُسی کے مانند اولاد علیؑ کا بھی حصہ و اختیار ہے۔
4	وَأَنَّ لَبْنِي فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِي لَبْنِي عَلِيٍّ،	اور یقیناً میں نے جان بوجھ کر اپنے اموال کا انتظام فاطمہؑ کی اولاد کو سپرد کیا ہے اللہ کی رضا مندیوں کیلئے، رسولؐ کی قربت و خوشنودی کی خاطر اور آنحضرتؐ کی عزت و حرمت اور تکریم کی خاطر اور اُن سے قریب تباری کے شرف کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔
5	وَأَنَّ لَبْنِي فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِي لَبْنِي عَلِيٍّ،	اور اس مال کے منتظم پر لازمی شرط یہ رہے گی کہ وہ اُسے اُسکی اصلی حالت پر قائم رکھے گا۔
6	وَيُنْفِقُ مِنْ ثَمَرِهِ حَيْثُ أَمَرَهُ وَهُدَى لَهُ، وَأَنَّ لَا يَبِيعَ مِنْ أَوْلَادِهِ نَحِيلَ هَذِهِ الْقُرَى وَدِيَّةَ حَتَّى تُشَكَّلَ أَرْضُهَا غَرَسًا.	اور صرف اسکے پھلوں سے مندرجہ بالا مصارف پورے کریگا۔
7	وَمَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي اللَّاتِي أَطُوفَ عَلَيْهِنَّ لَهَا وَلَدٌ أَوْ هِيَ حَامِلٌ فَتُمْسِكْ عَلَيَّ وَلَدَهَا وَهِيَ مِنْ حَظِّهِ،	اور یہ بھی کہ وہ اس بستی کے نخلستان کی نئی پود کو فروخت نہ کرے گا یہاں تک کہ نئے درختوں کے پروان چڑھ جانے سے کاشت کی فراوانی ہو جائے۔
8	وَمَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي اللَّاتِي أَطُوفَ عَلَيْهِنَّ لَهَا وَلَدٌ أَوْ هِيَ حَامِلٌ فَتُمْسِكْ عَلَيَّ وَلَدَهَا وَهِيَ مِنْ حَظِّهِ،	اور وہ کنیریں جو میری زوجیت کے ماتحت ہیں اُن میں سے جسکے اولاد ہے یا جو حاملہ ہے تو اُسے بچے کیلئے روک لیا جائے گا اور اُسکے اخراجات بچہ کے حصہ میں سے ادا ہوں گے۔
9	فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ	اگر اس کا بچہ مرجائے اور وہ خود زندہ ہو تو وہ بھی آزاد و مختار ہوگی۔ یقیناً اس کے اوپر
10	فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ	

عَتِيقَةً قَدْ اُفْرِجَ عَنْهَا الرِّقُّ، وَحَرَّرَهَا الْعَتَقُ. سے تمام پابندیاں ختم ہو گئیں اور اُسے ہر طرح کی آزادی و اختیار حاصل ہو گیا۔“

تشریح:۔ یہ وصیت چاہتی ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کا ایک ایسا عملدرآمد پیش کریں جس میں وہ وَحْدَهُ لاشْرِيكَ لَهُ اور جسے قریش ساز کہانیوں اور تاریخ کی بنا پر ہمارے سوا تمام علمائے شیعہ نے قبول کر کے مان لیا اور اپنی تمام کتابوں میں لکھ دیا کہ حضرت علی علیہ السلام (معاذ اللہ) مزدوری کر کے گذر بسر کیا کرتے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ جس طرح حضرات ابو بکر اور عثمان کئی کئی ہفتوں کے بعد خدمت رسول میں آتے تھے ورنہ اپنے کاروبار میں مصروف رہتے تھے۔ اور ہزارہا مسائل سے ناواقف تھے۔ اُسی طرح حضرت علی علیہ السلام کو بھی مزدوری کے بہانے صحبت رسول سے دور رکھنے کی راہ نکالی جائے۔ لیکن ان خانہ ساز روایات اور کہانیوں کے باوجود حضرت علی علیہ السلام کا دن رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ساتھ رہنا ثابت ہو گیا ہے اور ادھر حضرت علی علیہ السلام کے دَعَاؤِی سے ثابت ہے کہ آپ تبلیغی اوقات میں ہمیشہ آنحضرتؐ کے داہنے بائیں آگے پیچھے ساتھ ساتھ پائے جاتے تھے۔ چنانچہ اُن کا یہ دعویٰ کہ میں بتا سکتا ہوں کہ کون سی آیت دن میں نازل ہوئی اور کون سی رات میں اُتری اور کون سی میدان میں اُتری اور کون سی پہاڑ پر نازل ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ یہ دعویٰ اُسی صورت میں کیا جاسکتا ہے جب کہ حضرت علی علیہ السلام نزول آیات کے تمام مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ساتھ رہے ہوں۔ گو ہم آیات کے نزول کا مطلب اُن کی تلاوت کو لیتے ہیں یعنی لوگوں نے آیات کی تلاوت کے وقت کون کے نزول کا وقت مشہور کیا ہے۔ بہر حال ہمارے بیانات اور تحریریں قریشی معیار پر بھی پوری اُترتی ہیں۔ لہذا یہ ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تبلیغی اور دوسرے اوقات ہی میں نہیں بلکہ زیادہ تر شب کو بھی حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ اور مناسب و موزوں موقع نکال کر سامان حیات فراہم کرنے کیلئے نکلتے تھے۔ رہ گیا قریشی کہانیوں اور تاریخی بیانات سے حضورؐ کا مزدوری کرنا یہ واقعات و حالات کی رو سے سراسر غلط ہے۔ اوّل اسلئے کہ مزدوری میں مزدور یہ طے کرتا ہے کہ فلاں کام اتنی دیر میں کرنے کی اُجرت یہ لوں گا۔ لہذا قریشی ساختہ تاریخ سے کوئی ایسا واقعہ اور شخص مذکور نہیں جہاں مزدوری کا طے کرنا پایا جائے۔ یا کسی کام کے ٹھیکے پر لینے کا قصہ بھی موجود نہیں ہے۔ البتہ یہ طے لگا کہ حضرت علی علیہ السلام کسی کے کھیت میں پانی دے رہے تھے یا گڈائی کر رہے تھے۔ مگر کہیں یہ نہ ملے گا کہ فلاں شخص اُن کو مزدوری پر لے گیا تھا۔ آپؐ نے نہ کسی سے مزدوری اور اُجرت لی، نہ کسی نے آپؐ کو مزدوری یا اُجرت دی۔

روزگار یا آمدنی کے سلسلے میں حضرت علیؐ و وحده لاشریک له ہونا کیسے؟

حقیقت اور مستقل طریقہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام اپنا کھدائی، گڈائی اور سیپائی کا سامان لے کر کھیتوں اور باغوں اور نخلستانوں میں چلے جاتے اور جس کھیت یا باغ یا نخلستان میں جس چیز کی ضرورت کو ملاحظہ فرماتے وہ کام شروع کر دیتے۔ اور تھک جانے یا اپنا پروگرام پورا ہو جانے کے بعد گھر چلے آتے۔ کھیت، باغ یا نخلستان کے مالک سے نہ پوچھا تھا نہ اُسے بتایا تھا اور یہ معلوم ہی تھا کہ باغ و نخلستان یا کھیت کا مالک کون ہے اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ آپؐ برابر اسی طرح ضرورت کے مطابق گڈائی، کھدائی یا سیپائی کرتے اور چلے آتے۔ مالک جب دیکھتا لوگوں سے پوچھتا پھرتا تھا اور پتہ لگ جانے پر آ کر ملتا۔ پیسوں کے متعلق دریافت کرتا اور جواب ملتا کہ میں نے کھیت کو ضرورت مند دیکھا اُس کی ضرورت پوری کر دی اور چلا آیا۔ یوں بلا مالک سے بات کہنے بلا مزدوری طے کئے کون کام کر سکتا تھا؟ لہذا مدینہ اور گردنواح میں یہ کیریکٹر مشہور ہو گیا اور یوں لوگ محنت کے برابر یا محنت سے زیادہ رقم بھیجنے لگے۔ آپؐ نے طے کر دیا کہ ہمیں اناج لینا زیادہ پسند ہے کہ گھر پیس کر آنا استعمال کریں۔ یوں آمدنی کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور جاری رہا۔ کہیں سے پیسے آجاتے کہیں سے اناج، کہیں سے کھجوریں آجاتیں۔ یہ وہ کیریکٹر جو اللہ کے توکل اور لوگوں کی شرافت پر منحصر تھا۔ جسے خمیشوں نے مزدوری بنا دیا ہے۔ اس عملدرآمد میں آپؐ یہ بھی کرتے تھے کہ افتادہ اور نجرز میں انتخاب فرماتے، کھدائی اور ترد جاری رکھتے، درخت لگاتے، کہیں موزوں جگہ کنواں

کھودتے۔ چشمہ معلوم کرتے اور اللہ آپ کی مدد کرتا، چشمے تو گویا حضورؐ کا انتظار کرتے تھے کہ وہ آئیں تو جہدیں تو ہم باہر نکل کر بیٹھ لگیں۔ آپ اپنے فارغ اوقات میں برابر زمین کو قابل کاشت بناتے رہے۔ نخلستان لگاتے رہے، بڑے قیمتی درخت پیدا کئے، نئے نئے قلم لگائے۔ اسی لئے تقاضہ فرمایا ہے کہ نئی پود کو فروخت نہ کیا جائے۔ رحلت رسول کے بعد آپ نے مدینہ سے باہر بھی باغات لگائے تھے۔ مدینے کے تمام باشندے تقریباً کاشتکار تھے اور سب ہی رشتہ دار تھے۔ اوس و خزرج اور بنی ہاشم نسب لوگ تھے اور کھیتی باڑی میں ہر طرح تعاون کرتے تھے۔ درختوں کی عمدہ سے عمدہ نسل فراہم کرتے تھے۔ آپ نے اپنی محنت سے نہایت ذرخیز زمین تیار کی، نخلستان و باغات لگائے اور کنبہ کو اقتصادی طور پر مضبوط کر کے چھوڑا۔ جنہیں حکومت وقت کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسی زمین و نخلستانوں سے غربا پروری کی مہم جاری تھی۔ اسی سے مساکین و یتیمی اور قیدیوں کی فارغ البالی کا انتظام کیا جاتا تھا۔ (76/8.10) اس محنت کی اور محنت کے نتائج کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ علامہ ابن الحدید نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ:-

حضور کی زمینیں، نخلستان چشموں اور باغات و مقامات:-

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أَحَدَانِ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْتَخْرَجَ غَيْوْنَا كَثِيرَةً بَكَد لَمِينَهُ بِالْمَدِينَةِ وَيَنْبَعِ وَسُوْبِعِهِ وَأَحْيَا بِهَا مَوَاتَا كَثِيرًا ثُمَّ أَخْرَجَهَا

عَنْ مَلِكِهِ وَتَصَدَّقَ بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَلَمْ يَمْتِ وَشَيْءٌ مِنْهَا فِي مَلِكِهِ. (جلد 3- صفحہ 433)

حضرت علیؑ علیہ السلام نے مدینہ اور یثرب اور سواہلہ میں بہت سے چشمے زمین کھود کر نکالے اور بہت سی مردہ زمینوں کو آباد کیا قابل کاشت بنایا اور پھر انہیں اپنی ملکیت میں نہیں رکھا بلکہ مسلمانوں پر وقف کر دیا اور وہ اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ کوئی چیز آپ کی ملکیت میں نہ تھی۔“

حضور کی وصیت کے اغراض و مقاصد و شرائط:- پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ وصیت مرنے سے کافی پہلے ہوش و حواس کی درستی کی حالت میں کرنا اور لکھنا چاہئے۔ اور وصیت میں آخرت و نجات کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ پھر اس وصیت میں یہ دیکھئے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے رسول اللہ اور حضرت فاطمہؑ کا ایک خاص اور اپنے سے بلند تر مقام رکھا گیا ہے۔ حضور نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اولاد کو الگ رکھا ہے اور انہیں اپنی اولاد نہیں فرمایا ہے بلکہ اپنی اولاد کو دوسرا نمبر دیا ہے اور اولاد فاطمہ کے ماتحت رکھا ہے۔ اور ایسا کرنے میں اللہ کی رضا مند یوں اور اللہ کے رسول کی قربت اور خوشنودی کو اپنا مقصد قرار دیا ہے۔ اور اس طرح رسول اللہ کی عزت و حرمت کو سامنے رکھا ہے۔ باغات و نخلستانوں اور زمین کو فروخت کرنے سے منع فرما کر انہیں اصلی حالت اور فراوانی کے ساتھ آگے بڑھانے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور واضح کر دیا ہے کہ زمین سے حاصل ہونے والی فصلیں اور باغات اور نخلستانوں سے حاصل ہونے والے پھل ہی تمام قسم کے اخراجات کے لئے کافی ہوا کریں گے۔ اپنی ازواج و اولاد کے حقوق اور آزادی کو واضح فرمایا ہے۔

كَانَ يَكْتُبُهَا لِمَنْ يَسْتَعْمَلُهُ عَلَى الصَّدَقَاتِ:

(نمبر 25) وصیت

جن لوگوں کو آپ صدقات و زکوٰۃ کی وصولی پر تعینات فرماتے تھے ان کیلئے تحریر فرماتے تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	اللہ کا تقویٰ سامنے رکھتے ہوئے اور اسے تنہا دیکھا نہ سمجھتے ہوئے اور کسی کو اس کا شریک کار نہ مانتے ہوئے روانہ ہو جاؤ۔	أَنْطَلِقُ عَلَى تَقْوَى اللّٰهِ وَحَدَّةٍ لِأَشْرِيكَ لَهُ،
2	اور کسی مسلمان پر رعب ڈال کر خوفزدہ نہ کرنا۔	وَلَا تَرَوْ عَنِّ مُسْلِمًا،

3	اور گراں گزرنے والے طریقہ سے بچنا چاہئے	وَلَا تَجْتَا زَنَ عَلَيْهِ كَارِهَا،
4	اور جتنا اللہ کا حق نکلتا ہو اس سے زیادہ کسی سے وصول نہ کرنا۔	وَلَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِي مَالِهِ،
5	اور جب کسی کھلی آبادی (رہٹان) وغیرہ پر پہنچو تو انکے گھروں میں دخل اندازی کرنے کی بجائے انکے کنویں پر جانا اور انکی طرف سکون اور وقار سے بڑھنا۔ انکے درمیان ٹھہر کر ان سب کو سلام کرنا اور دیکھو سلام و آداب اور پیاری توجہ دینے سے کسی طرح کی کسر نہ چھوڑنا۔ پھر اُنسے اس طرح بات شروع کرنا کہ اے بندگان خدا مجھے تمہارے پاس اللہ کے ولی اور اسکے خلیفہ نے اسلئے بھیجا ہے کہ تمہارے اموال میں جو اللہ کا حق ہو تم سے لے لوں چنانچہ اگر تمہارے اموال میں تمہارے ہی علم کے مطابق اللہ کا کچھ حق ہو تو اسے اللہ کے ولی کو ادا کر دو۔	فَإِذَا قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانزِلْ بِمَائِهِمْ، مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخَالِطَ آبِيَاتِهِمْ، ثُمَّ امضِ إِلَيْهِمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ حَتَّى تَقُومَ بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ وَلَا تُخَدِّجَ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ،
6	اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میرے ذمہ اللہ کا اس وقت کوئی حق نہیں ہے تو اس سے دوبارہ کوئی سوال جواب نہ کرنا۔	ثُمَّ تَقُولُ: عِبَادَ اللَّهِ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكُمْ وَلِيُّ اللَّهِ وَخَلِيفَتُهُ لِأَخْذِ مِنْكُمْ حَقَّ اللَّهِ فِي أَمْوَالِكُمْ، فَهَلْ لِلَّهِ فِي أَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقٍّ فَتَوُدُّوهُ إِلَى وَلِيِّهِ؟ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ لَا. فَلَا تَرَجِعْهُ،
7	اور اگر اس کے پاس گائیں یا بکریاں یا اونٹ ہوں تو ان میں سے ان کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو جانا۔ کیونکہ ان کا بڑا حصہ تو اسی کا ہے۔ اور جب اجازت کے بعد ان کے غول میں داخل ہونا تو تمہارا داخلہ ایسا نہ ہو گویا تم اس پر مسلط ہو۔ اور نہ یہ کہ تمہیں ان پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ جانوروں کو بھڑکانا اور نہ ڈرانا۔	وَإِنْ أَنْعَمَ لَكَ مِنْعَمٌ فَانطَلِقْ مَعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخَيِّفَهُ أَوْ تُوَعِّدَهُ أَوْ تُعَسِّفَهُ أَوْ تَرَهِّقَهُ،
8	اور نہ اپنے سخت رویہ سے مالک کو دکھ پہنچانا اور جتنا مال ہو اس کے دو حصے کر دینا۔ اور مالک کو مختار بنا دینا کہ وہ دونوں میں سے جو حصہ بہتر خیال کرے لے لے۔ اور جب وہ کوئی حصہ انتخاب کر لے تو اس کے انتخاب پر اعتراض نہ کرنا۔	فَتُخَذُ مَا عَطَاكَ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، فَإِنْ كَانَ لَهُ مَا شِئْتَ أَوْ إِبِلٌ فَلَا تَدْخُلْهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنْ أَكْثَرَهَا لَهُ، فَإِذَا آتَيْتَهَا فَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُولَ مُتَسَلِّطٍ عَلَيْهِ، وَلَا عَيْفٍ بِهِ، وَلَا تُنْفِرَنَّ بِهِيْمَةً وَلَا تُفْزِعَنَّهَا،
9	اور نہ اپنے سخت رویہ سے مالک کو دکھ پہنچانا اور جتنا مال ہو اس کے دو حصے کر دینا۔ اور مالک کو مختار بنا دینا کہ وہ دونوں میں سے جو حصہ بہتر خیال کرے لے لے۔ اور جب وہ کوئی حصہ انتخاب کر لے تو اس کے انتخاب پر اعتراض نہ کرنا۔	وَلَا تُسَوِّنَنَّ صَاحِبَهَا فِيهَا، وَأَصْدَعْ الْمَالَ صَدْعَيْنِ، ثُمَّ خَيْرَهُ: فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ،
10	چنانچہ سونا چاندی اور جو بھی اور جتنا بھی وہ دے لے لینا	ثُمَّ أَصْدَعْ الْبَاقِي صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيْرَهُ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ،
11	پھر اگر اس کے پاس گائیں یا بکریاں یا اونٹ ہوں تو ان میں سے ان کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو جانا۔ کیونکہ ان کا بڑا حصہ تو اسی کا ہے۔ اور جب اجازت کے بعد ان کے غول میں داخل ہونا تو تمہارا داخلہ ایسا نہ ہو گویا تم اس پر مسلط ہو۔ اور نہ یہ کہ تمہیں ان پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ جانوروں کو بھڑکانا اور نہ ڈرانا۔	فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَبْقَى مَا فِيهِ وَفَاءً لِحَقِّ اللَّهِ فِي مَالِهِ،
12	اور نہ اپنے سخت رویہ سے مالک کو دکھ پہنچانا اور جتنا مال ہو اس کے دو حصے کر دینا۔ اور مالک کو مختار بنا دینا کہ وہ دونوں میں سے جو حصہ بہتر خیال کرے لے لے۔ اور جب وہ کوئی حصہ انتخاب کر لے تو اس کے انتخاب پر اعتراض نہ کرنا۔	
13	پھر بقیہ حصے کے دو حصے کر دینا اور پھر مالک کو مختار بنا دینا کہ وہ جو حصہ بہتر سمجھے وہ لے لے۔ چنانچہ جب وہ پھر کوئی حصہ چن لے تو تم کوئی اعتراض نہ کرنا۔	
14	لہذا تم اسی طرح اپنے حصہ میں آئیوں لے حصہ کو دو حصے کرتے جاؤ اور اس کا پسند کردہ حصہ بلا اعتراض چھوڑتے جاؤ یہاں تک کہ وہ آخری حصہ رہ جائے جو اللہ کے حق کو پورا کرتا ہے	
15		
16		

17	فَأَقْبِضْ حَقَّ اللَّهِ مِنْهُ،	چنانچہ اس میں سے اللہ کا حق تم قبضہ میں لے لو۔
18	فَإِنْ اسْتَقَالَكَ فَأَقِلَّهُ،	اور اگر مالک اب تک کی ساری تقسیم کو ناپسند کر دے تو تم بھی اسے رد کر دو اور
19	ثُمَّ اخْلِطْهُمَا،	تمام مال کو دوبارہ ملا جلا دو۔
20	ثُمَّ اصْنَعْ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتَ أَوْ لَا حَتَّى تَأْخُذَ حَقَّ اللَّهِ فِي مَالِهِ.	پھر حسب سابق تقسیم کا عمل درآمد شروع کر کے آخر تک آؤ۔ اور اللہ والا حصہ نکال لو۔
21	وَلَا تَأْخُذَنَّ عَوْدًا وَلَا لَهْرِمَةً وَلَا مَكْسُورَةً وَلَا مَهْلُوسَةً، وَلَا ذَاتَ عَوَارٍ،	اور اگر تمہارے حصے میں کوئی بہت بوڑھا جانور یا ٹوٹی ہوئی کمر اور ٹانگ والا جانور یا بیمار یا عیب دار جانور آجائے تو اسے ہماری طرف روانہ نہ کرنا بلکہ وہیں امانت چھوڑ دینا۔
22	وَلَا تَأْمَنَنَّ عَلَيْهَا إِلَّا مَنْ تَثِقَ بِدِينِهِ رَافِقًا بِمَالِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يُوصِلَهُ إِلَى وِلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهُ بَيْنَهُمْ،	اور امانت بھی صرف ایسے شخص کے پاس چھوڑنا جس کی دینداری پر تمہیں بھروسہ ہو جو مسلمانوں کے مال سے اس وقت تک برابر ہمدردی سے پیش آئے جب تک وہ ان کے ولی تک نہ پہنچ جائے اور وہ مسلمانوں میں اس مال کو تقسیم نہ کر دے۔
23	وَلَا تُؤَكِّلْ بِهَا إِلَّا نَاصِحًا شَفِيقًا وَآمِنًا حَفِظًا غَيْرَ مُعْتَبٍ وَلَا مُجْحِفٍ وَمُلْغِبٍ وَلَا مُتْعَبٍ،	اور اس مال کو ایسے شخص کی تحویل میں دینا جو دوسروں کو بھی نصیحت کرنے اور شفقت کرنیوالا اور امانتدار اور حفاظت کرنیوالا ہو۔ نہ کہ سخت مزاج اور نہ جانوروں کو دوڑانے بھگانے والا اور نہ تھکا کر بے دم کر دینے والا اور نہ مشقت میں مبتلا کرنے والا ہو۔
24	ثُمَّ أَحْذِرْ لِنَا مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ،	پھر جو مال تمہارے پاس جمع ہوتا جائے اسے ہماری طرف روانہ کرتے جاؤ۔
25	نُصَيْرُهُ حَيْثُ أَمَرَ اللَّهُ،	تاکہ ہم اسے اللہ کے احکام کے مطابق بھیجتے اور سونپتے رہیں۔
26	فَإِذَا أَخَذَهَا أَمِينُكَ فَأَوْعِزْ إِلَيْهِ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَ نَاقِهِ وَبَيْنَ فَصِيلِهَا، وَلَا يَمْصِرَ لَبَنَهَا فَيَصِرَ ذَلِكَ بَوْلِهَا،	پھر جب تمہارا تعینات کیا ہوا امین مال کو لے کر چلے تو تم اسے ہدایت کرو کہ وہ اونٹنی کے دودھ پیتے بچے کو ماں سے الگ نہ رکھے اور نہ ہی سارے کا سارا دودھ نکال لے وہ اس کے بچے کے لئے نقصان دے گا۔
27	وَلَا يَجْهَدَنَّهَا رُكُوبًا،	اور نہ اس پر سواری کر کے اسے ستاتا رہے۔
28	وَلْيُعْدِلْ بَيْنَ صَوَابِحَاتِهَا فِي ذَلِكَ وَبَيْنَهَا،	اور سواری کے معاملے میں باقی اونٹوں کے ساتھ عدل کرے اور اسے انکے برابر رکھے۔
29	وَلْيُرْفِهْ عَلَى اللَّاعِبِ، وَلْيَسْتَأِنْ بِالنَّقَبِ وَالظَّالِعِ، وَلْيُؤَرِّدْهَا مَا تُمْرِبُهُ مِنَ الْعُدْرِ،	تھکے ہوئے جانوروں کو راحت و آرام دیتا چلے اور جسکے گھر گسے ہوئے ہوں یا پیر میں تکلیف ہو انہیں آہستہ چلائے اور پانی کے جوہڑ اور تالاب راہ میں پڑیں تو پانی پر ٹھہرائے۔
30	وَلَا يَعْذِلْ بِهَا عَنْ نَبْتِ الْأَرْضِ إِلَى جَوَادِ الطُّرُقِ،	اور انہیں سرسبز علاقوں سے موڑ کر خشک راہوں سے لے کر نہ چلے۔
31	وَلْيُرَوِّحْهَا فِي السَّاعَاتِ،	اور موقع موقع انہیں آرام و راحت دیتا چلے۔
32	وَلْيُمَهِّلْهَا عِنْدَ النَّطَافِ وَالْأَعْشَابِ حَتَّى	اور جہاں کہیں سبزہ اور گھاس ملے وہاں انہیں چرنے کی مہلت دیتا ہوا، ہم تک پہنچے تاکہ بحکم

<p>خدا وہ سب تندرست و توانا ہوں اور ان کی ہڈیوں کا گودا بڑھا ہوا ہو۔ اور وہ تھکے ہارے اور برے حال میں نہ ہوں تاکہ ہم اللہ کی کتاب کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت کے مطابق تقسیم کر سکیں۔</p> <p>ان تمام ہدایات پر عمل کرنا تمہارے لئے عظیم الشان اجر کا باعث ہوگا اور ہدایت کے بہت قریب لے جائے گا۔ انشاء اللہ</p>	<p>تَاتِينَا بِأَذْنِ اللَّهِ. بُدْنَا مُنْفِيَاتٍ، غَيْرِ مُتَعَبَاتٍ وَلَا مُجْهُودَاتٍ لِنَفْسِمَهَا عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَإِنَّ ذَلِكَ أَعْظَمُ لَاجْرِكَ وَأَقْرَبُ لِرُشْدِكَ، إِنْشَاءَ اللَّهِ.</p>
--	--

تشریح:- بد قسمتی اور مشکل یہ ہے کہ ہم خلیفہ، خلافت اور انتظامات خلافت کو قرآن اور سنت اور حقوق العباد کی ترازو میں تولنا چاہتے ہیں اور حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و معاویہ قرآن کی بجائے صرف مصالحِ قومی، تقاضائے وقت اور قریبی مفاد کی ترازو میں تولتے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ حضرات ابو بکر و عمر و عثمان اور علیؑ میں مقابلہ کر کے کامیابی اور ناکامی کا پیمانہ بھی مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا یہ دو متضاد عنوانات ہیں ان میں تقابل ممکن ہی نہیں ہے۔ ایک حق ہے تو دوسرا باطل، ایک اسلام ہے تو دوسرا کفر، ایک نور ہے تو دوسرا گھپ اندھیر یا ظلمت، ایک دن ہے تو دوسرا رات ہے، اُن میں مقابلے کیلئے کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔

ہمارے سامنے مسئلہ زکوٰۃ اور زکوٰۃ کی وصولی ہے

اس سلسلے میں قریش کی اپنی تیار کی ہوئی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابو بکر نے اپنے سپاہ سالار کو زکوٰۃ کی وصولی کیلئے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانے اور قتل و غارت و لوٹ مار اور عزتیں لوٹنے کی چھوٹ دے رکھی۔ غلاموں اور کنیزوں سے مارکیٹیں لبریز کر دیں۔ حضرت عمر نے رسول اللہ کے خلاف سواری کے گھوڑوں وغیرہ پر بھی زکوٰۃ وصول کرنا شروع کر دی تھی (الفاروق) اور ٹیکس وصول کرنے والے دو دو مرتبہ گھوڑوں پر ٹیکس وصول کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ خلیفہ سے شکایت کی جاتی تو وہ ایک سال میں دو بار ٹیکس کی ممانعت کا حکم نامہ جاری کرتے (الفاروق) یعنی باقاعدہ قوانین و ہدایات ملک میں جاری نہ تھے۔ رہ گئے حضرت عثمان تو ان کے حالات اور لاش کی بے حرمتی تاریخ میں موجود ہے (فتنہ الکبریٰ)۔ سوچئے کہ حضرت علی علیہ السلام کا ان لوگوں سے مقابلہ کیسے کیا جائے۔ اور کہاں سے کیا جائے؟

کسی کی بے ایمانی اور بددیانتی کی طرف سے پروا کئے بغیر اللہ و رسول کے احکام کی پابندی کئے جانا

بہر حال حضرت علی علیہ السلام کی وصیت نمبر (25) میں ساری دنیا کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام بے ایمانی، خیانت اور مکرو فریب کا توڑ کرنے کیلئے بھی کسی مسلمان پر شک و شبہ نہ کریں گے اور زیادہ سے زیادہ یا پوری زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھی کوئی سیاسی یا مکارانہ حربہ کام میں نہ لائیں گے۔ خواہ مالی کمی کی بنا پر حکومت ہی ہاتھ سے کیوں نہ نکل جائے۔ مکرو فریب و دغا اور بے ایمانی اور خیانت سے اور دوسروں پر شک و شبہ سے حضرت علیؑ کے سوا اور کوئی دُور نہ رہ سکتا تھا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی زبان اور ہاتھ پیر باندھ کر رکھ دیئے ہیں۔ انہیں سچی بات تو سچی بات ہے اُف تک کرنے کی اجازت نہیں ہے اور تمام اختیارات اور آزادی پبلک کو سونپ دی ہے۔ اُن کی ”ہاں“ ”کوہاں“ ”ماننا اور“ ”ناں“ ”کو ”ناں“ سمجھنا لازم ہے۔ خواہ گورنر یا عامل کو شک و شبہ اور یقین ہی کیوں نہ ہو رہا ہو۔ اُسے مسکراہٹوں میں قبول کرنا اور ماننا لازم ہے۔ یہ رعایت حضرات ابو بکر و عمر و عثمان وغیرہ تو کہاں، دُنیا کے کسی حکومتی نظام میں نہ ملے گی۔ اور پھر قرآن و رسول اور ایمان و یقین میں سچی ٹہلی اس قلیل آمدنی سے جباروں اور

لٹیروں اور اربوں پتی حکومتوں کے مقابلہ میں پانچ سال رعب و بدبہ اور فتح اور غلبہ کے ساتھ حکومت کرنا صرف اللہ ہی کا کام ہو سکتا تھا۔ انسان کا نہیں یہ بے مثل و بے نظیر حکومت ہے۔

کیا کبھی حضرات ابوبکر و عمر و عثمان نے خود کو علیؑ کی طرح اللہ کا ولی اور اللہ کا خلیفہ کہا ہے؟

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؑ علیہ السلام خلفائے ثلاثہ کے جانشین بنائے گئے تھے اور یہ کہ چاروں خلفائے ایک ہی سلسلے کی حکومتیں تھیں وہ بہت غلط سمجھتے ہیں۔ حضرت علیؑ علیہ السلام خلفائے ثلاثہ سے کسی معنی میں کوئی نسبت نہ رکھتے تھے۔ وہ قرآن کے مطابق اللہ و محمدؐ کے برابر ولی تھے۔ (5/55) سارے انسانوں پر اللہ و رسولؐ کی طرح حاکم تھے اور خلیفہ خداوندی تھے اور اللہ کے حکم سے مسلمانوں پر رسولؐ کے قائم کردہ خلیفہ، وزیر اور جانشین اور رسولؐ کے بھائی تھے (شعرا 217 تا 26/214)۔ اور اسی بناء پر علیؑ علیہ السلام نے حضرات ابوبکر و عمر کے طریقے پر حکومت کرنے کی شرط کو ٹھکرا دیا تھا اور نہ حضرت عثمان کو خلافت کی ہوا بھی نہ لگتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم اذان اور اقامت اور شہد میں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا حُجَّةُ اللّٰهِ وَ خَلِيْفَتُهُ بِالْفَضْلِ کا اعلان کرتے ہیں۔ اگر معاذ اللہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے حضرات ابوبکر و عمر کی پیروی کرنے کی شرط پر حکومت حاصل کی ہوتی تو ہم یہ اعلان کرنے کا حق نہ رکھتے۔ لہذا ہمارے اس اعلان سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں اول یہ کہ دعوت ذوی العشر کے دن سے آپؐ خلیفہ خدا اور رسولؐ ہیں اور دوم یہ کہ آپؐ کے مقابل بننے والی حکومتیں سازش کے ماتحت بنائی گئی تھیں۔ حضرت علیؑ نے ان کی پیروی کو اور ان کے حکومت عطا کرنے کو ٹھکرا دیا۔ لہذا وہ خلیفہ بلا فضل برابر قائم چلے آ رہے ہیں۔

حضرات ابوبکر و عمر کی طرز حکومت کی پیروی کی بجائے حضرت علیؑ نے قرآن و سنت کو قائم کیا

قارئین کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے قریش کے متعلق پیش گوئی فرمادی تھی (بخاری) کہ تم یہود و نصاریٰ اور جمعیوں کی بالشت اور ہاتھوں سے ناپ ناپ کر پیروی کرو گے۔ اور حضرت عمر کے متعلق بڑے فخر سے مانا گیا ہے کہ اُس نے جمعیوں کے قدم بقدم اپنی حکومت چلائی تھی (الفاروق حصہ 2 صفحہ 88) (وغیرہ)

تفصیلات بار بار لکھی جاتی رہی ہیں۔ یہاں پھر عجمی حکمرانوں کی پیروی کا ایک رُخ دیکھتے چلیں۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔ ”جہاں تک ہم کو معلوم ہے عراق کے سوا حضرت عمر نے اور کسی صوبے کی پیمائش نہیں کرائی بلکہ جہاں جس کا بندوبست تھا اور بندوبست کے جو کاغذات پہلے سے تیار تھے ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ یہاں تک کہ دفتر کی زبان تک نہیں بدلی یعنی جس طرح اسلام سے پہلے عراق و ایران کا دفتر فارسی میں تھا، شام کا رومی زبان میں تھا مصر کا قبطی زبان میں تھا۔ حضرت عمر کے عہد میں بھی اسی طرح رہا خراج کے محکمے میں جس طرح قدیم سے پارسی یونانی اور قبطی ملازم تھے بدستور بحال رہے۔

مصر میں فرعون کے زمانے میں جو بندوبست ہوا تھا وہی قائم رکھا۔ اور رومن امپائر میں بھی وہی جاری رہا“ (الفاروق حصہ 2 صفحہ 20، 21)

یعنی حضرت عمر کے نزدیک قرآن و حدیث ان انتظامات سے خالی تھے یا عجمی حکمرانوں کے بنائے قوانین قرآن و حدیث سے بہر حال بہتر اور سہل تر اور مفید تر تھے۔ بتائیے حضرت علیؑ علیہ السلام کیسے ان تارکین و مخالفین قرآن و سنت لوگوں کی پیروی کر سکتے تھے؟ انہوں نے کتاب و سنت کو قائم کیا تھا۔

(نمبر 26) وصیت

إِلَى بَعْضِ عَمَالِهِ وَقَدْ بَعَثَهُ عَلَى الصَّدَقَةِ

ایک گورنر کے نام جسے صدقات وصول کرنے پر تعینات کیا ہوا تھا

1- پبلک سے اموال وصول کرنے والوں کو ہدایات 2- امانتداری اور عبادت میں خلوص کی ایک صورت

3- قیامت میں سب سے زیادہ دشمن کس کے ہوں گے 4- غرباء اور مساکین کا خیال رکھنا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	آمْرُهُ بِتَقْوَى اللَّهِ فِي سَرَائِرِ أَمْرِهِ وَخَفِيَّاتِ عَمَلِهِ، حَيْثُ لَا شَاهِدَ غَيْرُهُ وَلَا وَكَيْلَ دُونَهُ. وَأَمْرُوهُ أَنْ لَا يَعْمَلَ بِشَيْءٍ مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ فِيمَا ظَهَرَ فَيُخَالِفَ إِلَى غَيْرِهِ فِيمَا أَسْرَ،	میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے تمام رازوں میں اور خفیہ کاموں میں اللہ کے سامنے ذمہ دار رہیں جہاں نہ اللہ کے علاوہ کوئی اور گواہ ہوگا۔ اور نہ کوئی وکالت کرنے والا ہوگا۔
2	وَمَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهُ وَعَلَانِيَتُهُ وَفَعْلُهُ وَمَقَالَتُهُ فَقَدْ آذَى الْأَمَانَةَ؛ وَأَخْلَصَ الْعِبَادَةَ. وَأَمْرُوهُ أَنْ لَا يَجْبَهُهُمْ وَلَا يَعْصَهُمْ وَلَا يَرْعَبَ عَنْهُمْ تَفْضُلًا بِالْإِمَارَةِ عَلَيْهِمْ،	اور میں انہیں یہ حکم بھی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کی اطاعت کے سلسلے میں نہ کوئی ایسی بات کہیں اور نہ کوئی ایسا کام کریں جو صرف لوگوں پر ظاہر کرنے اور دکھانے کے لئے ہو۔ مگر دل میں اُس کے خلاف کرنے کا ارادہ چھپا ہوا ہو۔
3	فَانْتَهُمُ الْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ، وَالْأَعْوَانُ عَلَى اسْتِخْرَاجِ الْحَقُوقِ،	اور یہ کہ جو شخص اپنے ظاہر اور باطن کو اپنے اعمال و اقوال کی ظاہری اور باطنی صورتوں کو یکساں رکھے اُس نے یقیناً اللہ کی امانتوں کو ادا کر دیا اور اسکی عبادت میں خلوص برقرار رکھا؛
4	وَأَنَّ لَكَ فِي هَذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِيبًا مَفْرُوضًا وَحَقًّا مَعْلُومًا،	اور انہیں یہ حکم بھی دیتا ہوں کہ وہ اپنے ماتحت رعایا کو رنجیدہ اور غمگین نہ رکھیں نہ ان کی باتوں پر سخن چینی کریں نہ تہمت لگائیں۔ اور اپنے عہدہ کی برتری کی بنا پر اڑکڑ نہ رہا کریں؛
5	وَشُرَكَاءَ أَهْلِ مَسْكِنَةٍ وَضِعْفَاءَ ذَوِي فَاقَةٍ، وَأَنَا مُفُوقُكَ حَقًّا، فَوَقَّهِمْ حُقُوقَهُمْ،	یہ اس لئے کہ وہ ان کے دینی بھائی بھی ہیں اور وہ اللہ کے قائم کئے ہوئے حقوق ادا کرنے میں اُن کے مددگار بھی ہیں؛
6	وَالْأَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ خُصُومًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ،	اور یہ صحیح ہے کہ صدقات کے ان اموال میں تمہارا ایک فرض شدہ حصہ اور معلوم حق ہے؛
7	وَبُؤْسًا لِمَنْ خَصَّمَهُ عِنْدَ اللَّهِ الْفُقَرَاءُ وَالْمَسْكِينُ وَالسَّائِلُونَ وَالْمَدْفُوعُونَ وَالْعَارِمُ وَابْنُ السَّبِيلِ،	اور ان اموال میں بے سہارا مسکین اور کمزور فاقہ کش لوگ بھی شریک ہیں؛
8	وَأَنَا مُفُوقُكَ حَقًّا، فَوَقَّهِمْ حُقُوقَهُمْ،	اور ہم بلاشبہ تمہارا حق و حصہ ادا کرتے ہیں چنانچہ تم بھی اُن لوگوں کے حقوق ادا کرو؛
9	وَالْأَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ خُصُومًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ،	اور اگر تم نے مساکین اور فاقہ زدہ لوگوں کے حقوق ادا نہ کئے تو سمجھ لو کہ قیامت میں انسانوں کی اکثریت تمہارے خلاف دعویدار اور دشمن ہوگی؛
10	وَبُؤْسًا لِمَنْ خَصَّمَهُ عِنْدَ اللَّهِ الْفُقَرَاءُ وَالْمَسْكِينُ وَالسَّائِلُونَ وَالْمَدْفُوعُونَ وَالْعَارِمُ وَابْنُ السَّبِيلِ،	اور بڑا بد بخت ہے وہ شخص جسکے خلاف اللہ کے سامنے دعویدار دشمن فقیر اور مساکین اور ضرورت مند اور قرضدار اور مسافر اور دھتکارے ہوئے لوگ ہونگے

11	یہ نوٹ کر لو کہ جو کوئی امانت اور دیانت کو حقیر سمجھے اور خیانت پر منہ مارتا اور چرتا پھرے اور خود کو اور اپنے دین کو اس سے پاک نہ رکھے۔ تو بلاشبہ اُس نے اپنے آپ کو دنیا میں ذلت و خواری کے لئے آزاد چھوڑ دیا اور وہ آخرت میں سب سے بڑھ کر ذلیل اور سب سے زیادہ خواری کے عالم میں ہوگا۔	وَمَنْ اسْتَهَانَ بِالْاَمَانَةِ وَرَتَعَ فِي الْخِيَانَةِ، وَلَمْ يُنْزِرْهُ نَفْسَهُ وَدِينَهُ عَنْهَا، فَقَدْ اَحْلَىٰ بِنَفْسِهِ فِي الدُّنْيَا الدُّلَّ وَالْخِزْيَ، وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَذْلُ وَاَخْزَىٰ، وَاِنَّ اَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْاُمَّةِ، وَاَفْطَعَ الْعِشَّ عِشُّ الْاِيْمَةِ. والسلام.
12	اور یقیناً سب سے عظیم ترین خیانت امت سے خیانت کرنا ہے اور سب سے بڑی دھوکہ بازی اپنے اماموں سے دھوکہ بازی ہوتی ہے۔ والسلام۔	

تشریح:- ان بارہ جملوں میں حضور علیہ السلام نے جو احکامات دیئے ہیں وہ صرف گورنروں اور صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے والوں ہی سے مخصوص نہیں ہیں ہر مومن کا ظاہر و باطن ایک ہونا چاہیے۔ ہر مومن کو دوسرے مومنین کے ساتھ بھائیوں ایسا سلوک رکھنا چاہیے اُن کے حقوق خود بھی ادا کرنا چاہیے اور دوسروں سے بھی ان کے حقوق دلوانا چاہیے۔ اور زکوٰۃ و صدقات کا جہاں تک تعلق ہے اُن میں گورنروں اور متعین شدہ لوگوں کی خصوصیت ہے۔ اس تمام تاکید اور تمام ہدایات سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام مومنین پر اُسی طرح کا یقین اور بھروسہ رکھیں گے جیسا کہ سابقہ وصیت میں واضح کیا گیا ہے۔ رہ گیا کاروباری حیثیت کا نظام و انتظام اس میں کوئی شخص ایک پائی بھی ادھر سے ادھر نہیں کر سکتا۔ اگر ہر آدمی کی چوروں کی طرح نگرانی اور دیکھ بھال کی جائے اور آجکل کا انتظام (Management) جاری رکھا جائے تو ایمانداری اور بے ایمانی کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔ ہر قدم پر حساب لیا جائے رسیدوں پر دستخط کرائے جائیں جیسا نظام جبر و استبداد کا تقاضہ ہے تو معصوم کی ضرورت نہیں۔ یہ ضرورت تو اس صورت میں لازم ہوتی ہے جب لوگوں کو عصمت کی طرف بڑھانا ہو۔ بھول چوک غلط کاری اور غلط فکری کو انسانوں سے دور کیا جانا مقصود ہو۔

الى مُحَمَّدِ ابْنِ اَبِي بَكْرٍ حِينَ قَلَدَهُ مِصْرَ

(نمبر 27) معاہدہ

ابوبکر کے بیٹے محمدؓ سے عہد لیا گیا جب انہیں ملک مصر کا گورنر بنایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	پبلک کے لئے اپنی آغوش کھلی رکھنا؛	فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ،
2	اور اپنے پہلوؤں کو اُن کے لئے نرم اور ہموار رکھو؛	وَالنَّ لَّهُمْ جَانِبَكَ،
3	اور اُن کے ساتھ ہنس کھڑا کرو؛	وَالْبِسْطُ لَهُمْ وَجْهَكَ،
4	اور اُن سے ایسا سلوک کرنا کہ بڑے لوگ تم سے اپنی ناحق طرفداری کی آس نہ لگائیں اور چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کے مقابلے میں تمہارے عدل و انصاف سے مایوس نہ ہو جائیں۔	وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظَرَةِ، حَتَّى لَا يَطْمَعَ الْعُظْمَاءُ فِي حَيْفِكَ لَهُمْ، وَلَا يَيْئَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ،
5	چنانچہ اے بندگانِ خدا یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام چھوٹے اور بڑے اعمال پر اور تمام ظاہری اور پوشیدہ کردار پر جواب طلب کرے گا؛	فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُسْئَلُكُمْ مَّعْشَرَ عِبَادِهِ عَنِ الصَّغِيْرَةِ مِنْ اَعْمَالِكُمْ وَالْكَبِيْرَةِ، وَالظَّاهِرَةِ وَالْمَسْتُوْرَةِ،

6	اس لئے اگر وہ تمہیں عذاب دے تو تمہارے ظلم اور قصور کی بنا پر دے گا۔ اور اگر معاف کرے تو معافی اس کے اپنے کرم کی بنا پر ہوگی؛	فَإِنْ يُعَذِّبْ فَإِنَّكُمْ أَظْلَمُ وَإِنْ يَعْفُ فَهِيَ أَكْرَمُ.
7	اور اے خدا کے بندو یہ بھی سمجھ لو کہ متقین نے ایسی رفتار اختیار کی تھی کہ جس سے انہوں نے جانے والی دنیا سے بھی فائدے حاصل کئے اور آنے والی آخرت سے بھی نفع اندوزی کی وہ دنیا میں دنیا والوں کے ساتھ شریک رہے مگر دنیا پرست اُن کی آخرت میں شریک نہ ہو سکے؛	وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنَّ الْمُتَّقِينَ ذَهَبُوا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَاجِلِ الْآخِرَةِ، فَشَارِكُوا أَهْلَ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ وَلَمْ يُشَارِكْهُمْ أَهْلُ الدُّنْيَا فِي آخِرَتِهِمْ،
8	وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ کھانے کی چیزوں میں سے بہترین چیزیں کھائیں اور	سَكَنُوا الدُّنْيَا بِأَفْضَلِ مَا سَكَنَتْ وَآكَلُوا بِأَفْضَلِ مَا أَكَلَتْ
9	اس طرح انہوں نے دنیا کی ان تمام ہی چیزوں سے استفادہ کیا جو یہاں عیش پرستوں کو حاصل تھیں؛	فَحَطُّوا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَطَّ بِهَا الْمُتَرَفُّونَ ؛
10	اور دنیا سے وہ سب کچھ حاصل کیا جو سرکش اور مغرور اور جاہر لوگوں کو حاصل تھا؛	وَآخَذُوا مِنْهَا مَا أَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ الْمُتَكَبِّرُونَ ؛
11	پھر انہوں نے دنیا سے اس طرح واپسی اختیار کی کہ اُن کے پاس منزل تک پہنچانے والے اور نفع میں رکھنے والے سامان کا ذخیرہ بھی تھا؛	ثُمَّ انْقَلَبُوا عَنْهَا بِالزَّادِ الْمُبْلَغِ؛ وَالْمَتَجَرِّ الرَّبِحِ :
12	دنیا میں رہتے ہوئے انہوں نے اسی دنیا میں ترک دنیا کی لذت بھی حاصل کر لی؛	أَصَابُوا لَذَّةَ دُنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ ؛
13	اور یہ بھی یقین رکھا کہ کل آخرت میں وہ بلاشبہ اللہ کے پڑوسی ہوں گے۔ اور وہاں نہ انکی کوئی بات رد کی جائیگی اور نہ ہی انکی عیش و عشرت اور لذت میں کمی واقع ہوگی؛	وَتَيَقَّنُوا أَنَّهُمْ حَيْرَانُ اللَّهِ عَدَا فِي آخِرَتِهِمْ لَا تَرُدُّ لَهُمْ دَعْوَةً؛ وَلَا يَنْقُصُ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنْ لَذَّةٍ؛
14	چنانچہ خدا کے بند و موت سے اور اس کی قربت سے بچنے میں کوشاں رہو اور اس کے لئے پسندیدہ سامان سے تیاری کرو؛	فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللَّهِ الْمَمُوتَ وَقُرْبَهُ وَاعْدُوا لَهُ عُدَّتَهُ
15	یقیناً موت آئیگی اور ایک عظیم صورت حال اور جلیل الشان پیغام کیسا تھ آئے گی؛	فَإِنَّهُ يَأْتِي بِأَمْرٍ عَظِيمٍ وَحَطْبٍ جَلِيلٍ :
16	خیر اور اچھائی لائے گی تو اُس کے ساتھ ہرگز شر اور برائی نہ ہوگی۔ اور شر اور برائی لائے گی تو اُس شر کے ساتھ ہرگز خیر و بھلائی نہ ہوگی؛	بِخَيْرٍ لَا يَكُونُ مَعَهُ شَرٌّ أَبَدًا؛ أَوْ شَرٌّ لَا يَكُونُ مَعَهُ خَيْرًا أَبَدًا؛
17	چنانچہ کون ہے جو جنت کے اعمال بجا لانیوالے کی بہ نسبت جنت سے قریب ہو؟ اور وہ کون ہو سکتا ہے جو دوزخ کیلئے کام کرنے والے سے دوزخ سے قریب ہو؟	فَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ مِنْ عَامِلِهَا وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى النَّارِ مِنْ عَامِلِهَا؟
18	اور موت تو تمہارا پیچھا کرتی ہوئی آرہی ہے اگر تم اُس کے لئے ٹھہرو گے تو وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر تم اس سے بھاگو گے تو تب بھی وہ تم تک پہنچ جائے گی۔ اور وہ تمہارے ساتھ اسی طرح لازم ہے جیسے تمہارا سایہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ اور موت کو تمہاری پیشانیوں کے ساتھ باندھا ہوا ہے؛	وَأَنْتُمْ طُرْدَاءُ الْمَمُوتِ إِنْ أَقَمْتُمْ لَهُ أَحَدَكُمْ وَإِنْ فَرَرْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكْتُمْ؛ وَهُوَ الزَّمُ لَكُمْ مِنْ ظِلِّكُمْ، الْمَمُوتُ مَعْفُودٌ بِنَوَاصِيكُمْ؛

19	اور دنیا کو تمہارے پیچھے پیچھے بستر کی طرح لپیٹا جا رہا ہے؛	وَالدُّنْيَا تَطْوَىٰ مِنْ خَلْفِكُمْ ؛
20	چنانچہ تم اُس آگ سے خبردار ہو جاؤ جس کی گہرائی بہت ہی زیادہ ہے اور اُس کی آنج بہت ہی سخت ہے اور اُس کا عذاب ہمیشہ نیا اور تازہ رہتا ہے؛	فَاحْذَرُوا نَارًا قَعْرُهَا بَعِيدٌ وَحَرُّهَا شَدِيدٌ ، وَعَذَابُهَا جَدِيدٌ ؛
21	وہ ایسا مقام ہے جس میں رحم اور رحمت نہیں ہے؛	دَارٌ لَيْسَ فِيهَا رَحْمَةٌ ؛
22	جس میں فریاد کی شنوائی نہیں ہے؛	وَلَا تَسْمَعُ فِيهَا دَعْوَةً ؛
23	جہاں تکلیف میں فرحت رسائی نہیں ہوتی ہے؛	وَلَا تَفْرَحُ فِيهَا كُرْبَةً ؛
24	اور اگر تم یہ کر لو کہ اللہ کا زیادہ سے زیادہ خوف بھی رکھو اور اُس سے اچھی امیدیں بھی وابستہ رکھو تو خوف اور حسن ظن کو اپنے اندر جمع کر لو؛	وَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ يَشْتَدَّ خَوْفُكُمْ مِنَ اللَّهِ وَأَنْ يُحْسِنَ ظَنُّكُمْ بِهِ فَاجْمَعُوا بَيْنَهُمَا ؛
25	چنانچہ ایک سمجھ دار بندے کو اللہ سے اتنی ہی اچھی امیدیں بھی ہونا چاہئیں جتنا کہ وہ اس سے ڈر کر برائیوں سے باز رہے؛	فَإِنَّ الْعَبْدَ إِنَّمَا يَكُونُ حَسَنُ ظَنِّهِ بِرَبِّهِ عَلَى قَدْرِ خَوْفِهِ مِنْ رَبِّهِ ؛
26	اور حقیقت یہ ہے کہ سارے لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہی سب سے زیادہ اللہ سے بھلائیوں کا امیدوار ہوا کرتا ہے؛	وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ ظَنًّا بِاللَّهِ اشْدَهُمْ خَوْفًا لِلَّهِ ؛
27	اور اے ابوبکر کے بیٹے محمد میں نے تمہیں اہل مصر پر ولی و حکمران بنایا ہے جو میری سب سے بڑی فوج ہیں۔ لہذا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ،	وَاعْلَمُ يَا مُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنِّي قَدْ وَلَّيْتُكَ أَكْثَرَ أَجْنَادِي فِي نَفْسِي أَهْلَ مِصْرٍ ؛
28	چنانچہ تم پر میں یہ حق قائم کرتا ہوں کہ تم اپنی اُن خواہشات کی برابر مخالفت کرتے رہو گے جو تمہارے فرائض کے خلاف ہوں گے؛	فَأَنْتَ مَحْفُوفٌ أَنْ تَخَالَفَ عَلَى نَفْسِكَ ؛
29	اور یہ کہ تم ہر حال میں اپنے دین کے لئے سینہ سپر رہنا خواہ تمہارے پاس اس دنیا میں زندہ رہنے کے لئے ایک ہی گھڑی رہ گئی ہو؛	وَإِنْ تَنَافَحَ عَنْ دِينِكَ وَلَوْلَمْ يَكُنْ لَكَ إِلَّا سَاعَةٌ مِنَ الدَّهْرِ
30	اور مخلوقات میں سے کسی کے خوش کرنے کی خاطر اللہ کو ناراض نہ کرنا؛	وَلَا تُسَخِّطِ اللَّهَ بِرِضَا أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ ؛
31	اس لئے کہ اللہ سے وہ سب کچھ مل سکتا ہے جو ساری مخلوقات سے ملے مگر مخلوقات سے وہ سب کچھ نہیں مل سکتا جو اللہ دے سکتا ہے؛	فَإِنَّ فِي اللَّهِ خَلْفًا مِنْ غَيْرِهِ وَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ خَلْفٌ فِي غَيْرِهِ .
32	اور یہ کہ تم نماز کو اسکے مقررہ وقت پر ادا کرنا۔ جان چھڑانے کیلئے وقت سے پہلے ادا نہ کرنا اور دوسرے کاموں میں الجھ کر اس کے وقت میں دیر نہ کرنا؛	صَلِّ الصَّلَاةَ لَوْفَتِهَا الْمُؤَقَّتِ لَهَا ؛ وَلَا تُعَجِّلْ وَفَتَهَا لِفِرَاحٍ ؛ وَلَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ وَقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ ؛
33	یہ سب سے نوٹ کر لو کہ تمہارے اعمال میں سے ہر عمل تمہاری نماز کے لئے اور نماز کی پیروی میں ہونا چاہئے؛	وَاعْلَمُ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبِعَ لِصَلَاتِكَ ؛
34	چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کا امام اور ہلاکت و گمراہی کا امام برابر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی نبی کا ولی اور نبی کا دشمن یکساں ہو سکتا ہے؛	فَإِنَّهُ لَا سَوَاءَ إِمَامِ الْهُدَى وَإِمَامِ الرَّدَى ؛ وَوَلِيَّ نَبِيِّ وَعَدُوَّ النَّبِيِّ ؛

<p>اور بلاشبہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ:- ”مجھے اپنی امت کے سلسلے میں نہ مومن سے خطرہ ہے اور نہ مشرک سے خوف ہے۔ اسلئے کہ مومن کے ایمان کیوجہ سے اللہ اسکی حفاظت کریگا۔ اور مشرک کو اسکے شرک کی بنا پر ذلیل و خوار کریگا۔</p>	<p>35 وَ لَقَدْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: ”إِنِّي لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي مُؤْمِنًا وَلَا مُشْرِكًا: أَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللَّهُ بِإِيمَانِهِ؛ وَأَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْمَعُهُ اللَّهُ بِشُرْكِهِ؛</p>
<p>لیکن مجھے امت کے جن لوگوں سے خوف و خطرہ ہے وہ، وہ منافق لوگ ہیں جو دل سے منافق ہیں اور زبان سے عالم ہیں، وہ باتیں تو ایسی کرتے ہیں جن سے تم واقف اور مطمئن ہو اور اعمال ایسے کرتا ہے اور کرانا چاہتا ہے جنکے تم دراصل منکر ہو۔</p>	<p>36 وَلَكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ عَالِمِ اللِّسَانِ؛ يَقُولُ مَا تَعْرِفُونَ وَيَفْعَلُ مَا تَنْكَرُونَ .</p>

تشریح:- یہ معاہدہ نمونہ ہے اس حلف و فاداری کا جو کسی کو گورنری یا کوئی اور عہدہ سپرد کرنے پر لی جاتی تھی۔ اس میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ذمہ داریوں سے تعلق رکھنے والی خاص خاص ہدایات میں سے پہلی اور بنیادی ہدایت یہ ہے کہ ایک گورنر کی نظر میں ساری رعایا یہاں سے وہاں تک ہم سر و ہم پلہ سمجھی جائے کسی کو یہ محسوس نہ ہونے پائے کہ گورنر فلاں شخص پر زیادہ مہربان و متوجہ رہتا ہے۔ ایسا تصور پیدا کرنیوالا رویہ اصول حکومت کو مسما کرتا ہے اور اس سے پبلک میں طبقہ واریت اور مختلف جماعتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سازشوں اور شورشوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔ لہذا سب سے پہلے محمد بن ابی بکر کو اسی طرف متوجہ کیا گیا ہے تاکہ مالداروں اور غریبوں کو یقین ہو جائے کہ نہ کسی کی ناجائز طرفداری اور رعایت کی جائے گی نہ کسی کا کوئی حق روکا جائیگا۔

نماز کا مقام دین کے پورے نظام کا مقام ہے نماز ہی دین ہے

حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک نماز کو قائم کرنا پورے دین کو قائم کرنا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ:-

اقام الصلاة انھا الملة ”نماز کو قائم کرنا ہی پوری ملت کو قائم کرنا ہے۔“

یعنی نماز کو دین کا ستون کہنا یا نماز کو دین کا ایک رکن قرار دینا قریشی بالیسی کی باتیں اور مقولے ہیں۔ محمد بن ابوبکر سے فرمایا ہے کہ تیرے تمام اعمال نماز کی اتباع یا پیروی میں ہونا چاہیں۔ یہاں یہ جملہ اور ساتھ میں شامل کر لیں تمہارے تمام اقوال بھی نماز کی پیروی میں ہونا چاہئیں۔ یعنی ہم بات بھی وہی کریں جو نماز کے تقاضے کو پورا کرتی ہو اور کام بھی وہی کریں جو نماز کے پروگرام میں آتا ہو۔ یعنی نماز ایسی ہونی چاہئے جو ہمیں ہمہ گیر پروگرام دے ہم بات ہی وہی کریں جو نماز کرنے کو کہے اور کام بھی وہی کریں جو نماز کا حکم ہو۔ جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ:-

قَالُوا يَشْعِبُ أَصْلُوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ تَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ (11/87)

”انہوں نے پوچھا کہ اے شعیب کیا تمہاری نماز یہ حکم بھی دیتی ہے کہ ہم ان تمام کو چھوڑ دیں جن کی اطاعت و عبادت ہمارے ابا و اجداد کرتے تھے؟ اور یہ کہ ہمیں اپنے اموال میں اپنی منشا کے مطابق تصرف کرنے کا حق نہیں ہے؟ اگر ایسی ہی ہے تو یقیناً تم تو بڑے استاد اور راست باز نکلے۔“

قومی لیڈروں نے حضرت شعیب علیہ السلام پر تین چار ہزار سال پہلے یہ طنز کیا تھا۔ لیکن اس طنز میں یہ ثابت ہے کہ نماز اُس ہمہ گیر نظام کا نام ہے جو انسانیت کی بے راہ روی کو روکتا ہے اور عبادت و اطاعت سے لے کر مالی تصرفات اور زندگی کے پورے نظام کو قوانین کا پابند کرتا ہے۔ یہاں اُس نماز کا ذکر نہیں ہے جو ہر بد معاش، ہرزانی اور ہرڈاکو اور ہر خلیفہ پڑھتا ہے اور امید کرتا ہے کہ تمام گناہ بخشے گئے اور نئے گناہوں کی چھوٹ مل گئی ہے۔ یعنی نماز ہر برا کام کرنے کا سرٹیفکیٹ ہے۔ چنانچہ دنیا میں سب سے زیادہ سنگین و شرمناک گناہ کرنے والی وہ قوم ہے جو بیچ وقتہ نماز پڑھتی ہے اور خود کو اللہ کا پیارا سمجھتی ہے۔ لہذا دنیا کی ساری اقوام میں سب سے زیادہ جرائم اور گناہ مسلمانوں میں کئے جاتے ہیں۔ اور اسی لئے آج ساری دنیا کے اقوام سے

جاہل اور سب کی بھکاری قوم بھی مسلمان ہیں۔ جو ہندوں، یہودیوں، نصاریٰ اور کیمونسٹوں تک سے بھیک مانگ رہے ہیں اور محمدؐ و نصلیٰ پڑھ کر اللہ و محمدؐ کے نام پر بھیک مانگتے ہیں۔ زندگی کی تمام سہولتوں اور آسائش فراہم کرنے والی چیزوں کے لئے بے دینوں اور یہود و نصاریٰ کے محتاج ہیں۔ مگر دن رات نمازیں پڑھتے ہیں۔ نمازوں کا سودا کرتے ہیں۔ انہوں نے تو عہد رسولؐ میں وہ نماز نہیں پڑھی نہ وہ دین اختیار کیا جو اللہ نے بھیجا تھا نہ اللہ کو رسولؐ کو حقیقی معنی میں قبول کیا نہ قرآن اور سابقہ کتابوں پر سچا ایمان لائے (4/136) یہ تو عہد رسولؐ میں اللہ و رسولؐ سے خیانت کرنے والے لوگ ہیں (8/27) ان ہی مؤمنین سے رسولؐ اللہ کو خوف تھا جو اہل زبان اور زبان کے عالم تھے۔ باتیں بڑی لچھے دار کرتے تھے لیکن سر سے پیر تک اللہ و رسولؐ کی مخالفت اور دشمنی میں کام کرتے تھے۔ (معاہدہ 34 تا 36) اور بالواسطہ ابو بکر کے بیٹے کو بھی ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور یہاں یہ نوٹ کر لیں کہ آج دنیا میں مسلمانوں کے سوا اور کہیں مشرک نہ پایا جائے گا اور شرک اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ و رسولؐ کی حکومت میں ان لوگوں کو شریک و شامل مانا جائے جن کے لئے نہ قرآن میں اجازت آئی اور نہ خود انہوں نے مانا کہ خلفائے ثلاثہ کو رسولؐ نے خلیفہ اور امت کا سربراہ بنایا تھا۔ بس حقیقی شرک یہی ہے اور آج تو ماشاء اللہ شیعہ کہلانے والوں کے علماء و دانشور اس شرک میں فخر یہ شریک ہیں اور اس شرکت کی تنخواہ اور وظائف لے رہے ہیں۔ یا خود ہی امام امت بنے ہوئے ہیں اور اللہ کے جانشین کی حیثیت سے احکام نافذ کر رہے ہیں۔

(نمبر 28) خط الی معاویۃ جو اباً و هو من محاسن الکتب

معاویہ کے جواب میں لکھا گیا اور یہ آپ کے اچھے خطوط میں سے ایک خط ہے

- 1- ایک سیاسی حربہ کا جواب 2- ستر تکبیروں والی نماز جنازہ 3- نسلی و دینی تقابل 4- استقرار خلافت کا بطلان
- 5- عثمان کے قتل کا حال 6- شیخین کو ہدایت کرنا جرم نہیں 7- دعوت جنگ کا جواب 8- کفن پہننے والی فوج ہمراہ ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اللہ و نبیؐ کی مدح و ثنا کے بعد معلوم ہو کہ مجھے تمہارا خط مل چکا ہے اُس میں تم نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنے دین کے لئے مصطفیٰ بنایا تھا اور ان کی تائید کرنے والے صحابہ عطا کئے تھے۔	1	أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ آتَانِي كِتَابُكَ تَذَكُّرٌ فِيهِ اصْطَفَاءَ اللّٰهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِدِينِهِ وَتَأْيِيدِهِ اِيَّاهُ بِمَنْ اَيَّدَهُ مِنْ اصْحَابِهِ.
یقیناً زمانہ نے تمہارے تعجب انگیز حالات کو ہم سے چھپائے ہی رکھا جو اب معلوم ہو رہے ہیں۔ یعنی تم ہمیں ان احسانات کی اطلاع دے رہے ہو جو اللہ نے خود ہم پر کئے ہیں اور ہمیں ان نعمتوں کی خبر دے رہے ہو جو رسولؐ کے ذریعہ ہم پر نازل ہوئی ہیں۔	2	فَلَقَدْ خَبَأْنَا لِلّٰهِرُ مِنْكَ عَجَبًا اِذْ طَلَفْتُمْ تُخْبِرُنَا بِبِلَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى عِنْدَنَا وَنِعْمَتِهِ عَلَيْنَا فِى نَبِيِّنَا؛
تمہارا حال اس معاملہ میں ویسا ہی ہے جیسے کوئی کھجوریں لاد کر ہجر (بحرین کے پاس ایک شہر جو کھجور کی بہتات میں مشہور تھا) لے جائے (یعنی الٹے بانس بریلی) کو یا کوئی اپنے استاد کو تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دے۔	3	فَكُنْتَ فِى ذٰلِكَ كَنَاقِلِ التَّمْرِ اِلَى هَجْرَ اَوْ دَاعِى مُسَدِّدِهِ اِلَى النَّصَالِ؛

4	وَزَعَمْتَ أَنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ فَلَانٌ وَفَلَانٌ فَذَكَرْتَ أَمْرًا إِنَّ تَمَّ اعْتَزَلَ لَكَ كُلُّهُ وَإِنْ نَقَصَ لَمْ يَلْحَقْكَ ثَلَمَتُهُ ؛	تم نے یہ جھوٹا دعویٰ بھی کیا ہے کہ اسلام میں سارے انسانوں سے زیادہ افضل فلاں اور فلاں تھے اگر یہ سچ بھی ہو تو تمہیں اس ساری صورتحال سے معزول رکھا گیا ہے۔
5	وَمَا أَنْتَ وَالْفَاضِلَ وَالْمَفْضُولَ وَالسَّائِسَ وَالْمُسُوسَ ؛	اور اگر یہ غلط اور نامکمل بات ہے تو بھی اس کا نقصان تم تک نہیں پہنچتا۔
6	وَمَا لِلطُّلُقَاءِ وَأَبْنَاءِ الطُّلُقَاءِ وَالتَّمْيِيزَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوْلِينَ وَتَرْتِيبَ دَرَجَاتِهِمْ وَالتَّعْرِيفَ طَبَقَاتِهِمْ ؛	اور یہ تو سوچو کہ کہاں تم اور کہاں فاضل اور مفضل کی بحث اور کہاں بنیاد رکھنے والے اور تعمیر ہونے والے اور حاکم و محکوم کی پوزیشن؟
7	هَبِيَّاتٍ لَقَدْ حَنَّ فِدْحَ لَيْسَ مِنْهَا وَطَفِقَ يَحْكُمُ فِيهَا مَنْ عَلَيْهِ الْحُكْمُ لَهَا ؛	اور جان کی امان دے کر آزاد کئے ہوئے غلاموں اور غلاموں کے بیٹوں سے اس کا کیا تعلق کہ وہ سب سے پہلے درجہ کے مہاجرین اور دوسرے درجہ کے مہاجروں میں تمیز کرنے بیٹھ جائیں۔ اور ان کے درجات کو ترتیب دینے لگیں اور ان کے طبقات کی تعریف و شناخت تجویز کرنے لگیں۔
8	أَلَا تَرَبُّعُ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ عَلَى ظُلْمِكَ ؟ وَتَعْرِفُ قُصُورَ دَرْعِكَ وَتَتَاءَخَّرَ حَيْثُ أَخْرَكَ الْقَدْرُ ؛	افسوس کہ جوئے کے تیروں میں نقلی تیر آواز دینے لگے اور وہ شخص احکام اور فیصلہ صادر کرنے لگے جس کے خلاف حکم اور فیصلہ صادر ہونا ہے؛
9	فَمَا عَلَيْكَ غَلْبَةُ الْمَغْلُوبِ وَلَا لَكَ ظَفَرُ الطَّافِرِ ؛	اے بے وقوف انسان تو لنگڑا ہوتے ہوئے اپنی رفتار پر کیوں قائم نہیں ہوتا۔ اور کیوں اپنے بازو کی کوتاہی کو نہیں پہچانتا اور کیوں تو پیچھے ہٹ کر وہاں نہیں ٹھہرتا جہاں تجھے اللہ کی تقدیر نے ہٹایا ہے؛
10	وَأَنَّكَ لَذَهَابٌ فِي النَّبِيِّ رَوَّاعٍ عَنِ الْقُصْدِ ؛ أَلَا تَرَى غَيْرَ مُخْبِرٍ لَكَ ؛	بھلا تجھے کسی کے مغلوب ہونے اور شکست کھانے سے اور کسی کے غالب آنے اور فتح پانے سے کیا تعلق ہے؟
11	وَلَكِنْ بِنِعْمَةِ اللَّهِ أَحَدٌ. أَنْ قَوْمًا اسْتَشْهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَلِكُلِّ فَضْلٍ ؛	اور تم تو گمراہی کے بیابان میں بھٹک رہے ہو اور راہ راست سے بہت دور نکل چکے ہو؛ کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ میں خبر دینے کے لئے تم سے یہ باتیں نہیں کر رہا ہوں؛
12	حَتَّى إِذَا اسْتَشْهَدَ شَهِدْنَا قِيلَ: سَيِّدُ الشَّهَدَاءِ وَخَصَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِسَبْعِينَ تَكْبِيرَةً عِنْدَ صَلَاتِهِ عَلَيْهِ ؟	بلکہ اللہ کی نعمتوں کو بیان کر رہا ہوں۔ کہ بلاشبہ مہاجروں اور انصار میں سے ایک قوم اللہ کی راہ میں شہید ہوئی تھی اور انہیں بزرگی کا ایک درجہ دیا گیا تھا۔
13	أَوْ لَا تَرَى أَنَّ قَوْمًا قَطَعَتْ أَيْدِيَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِكُلِّ فَضْلٍ ؛	مگر جب وہ وقت آیا کہ ہم میں سے شہید ہونے والا شہید ہوا تو اُسے سید الشہداء (شہیدوں کا سردار) کہا گیا تھا۔ اور اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ خصوصیت دی تھی کہ ان کی نماز جنازہ پڑھنے میں ستر تکبیریں پڑھی تھیں؛
14	حَتَّى إِذَا فَعَلَ بِوَاحِدِنَا مَا فَعَلَ بِوَاحِدِهِمْ قِيلَ	اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کی راہ میں ایک قوم کے ہاتھ کٹتے رہے اور ان سب کو ایک درجہ کی فضیلت ملی تھی؛
15	حَتَّى إِذَا فَعَلَ بِوَاحِدِنَا مَا فَعَلَ بِوَاحِدِهِمْ قِيلَ	یہاں تک کہ جب ہمارے آدمی کے ساتھ وہی کچھ ہوا تو انہیں جعفر طیار، جنت میں

17	پرواز کرنے والا اور دو پروں والے کا لقب دیا گیا تھا؛ اور اگر اللہ نے خود اپنی بڑائی اور مدح و ثنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے بھی وہ سب فضائل اور بزرگیاں بیان کر دیتا؛	الطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ وَذُو الْجَنَاحَيْنِ ؟ وَلَوْلَا مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ مِنْ تَزَكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةٍ ؛
18	جن کا اعتراف مومنوں کے دل کرتے ہیں اور سننے والوں کے کان انہیں اپنے سے دور نہیں چاہتے؛	تَعْرِفُهَا قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا تَمُجُّهَا آذَانُ السَّامِعِينَ ؛
19	چنانچہ ایسوں کے تذکرے کو دفع کرو جن کے تیر نشانوں سے چوکتے رہے ہوں؛	فَدَعُ عَنْكَ مَنْ مَالَتَ بِهِ الرَّمِيَّةُ ؛
20	لہذا ہم اللہ کی خاص صنعت ہیں اور اس صنعت کے بعد باقی تمام انسان ہماری (یا ہمارے لئے) صنعت ہیں؛	فَأَنَا صَنَائِعُ رَبِّنَا وَالنَّاسُ بَعْدَ صَنَائِعِ لَنَا (صَنَائِعُنَا)؛
21	ہمیں ہماری قدیم عزت نے اور ہماری نسلی برتری نے تمہاری قوم کے ساتھ ملنے جلنے سے منع نہیں کیا اور تمہیں ہم پلہ (کفو) بنا لیا اور ہم نے تمہاری قوم میں نکاح بھی کئے اور نکاح قبول بھی کئے۔ حالانکہ تم ہمارے کفو اور ہم پلہ قوم نہ تھے اور ہو بھی کیسے سکتے تھے جبکہ،	لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيمَ عِزِّنَا وَلَا عَادِي طَوْلِنَا عَلِي قَوْمِكَ أَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِنَفْسِنَا فَكَحْنَا وَأَنكَحْنَا فِعْمَلِ الْأَكْفَاءِ وَلَسْتُمْ هُنَاكَ ؛ وَأَنْتَى يَكُونُ ذَلِكَ كَذَلِكَ ؛
22	ہمارے اندر نبی ہے اور تمہارے اندر جھٹلانے والے ہیں۔ ہم میں اللہ کا شیر ہے اور تمہارے اندر جھوٹے حلف اور قسمیں اٹھانے والوں کا شیر ہے۔ اور ہم میں جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں اور تم میں جہنمی لڑکے ہیں۔ اور ہم میں تمام عالمین کی عورتوں سے بہتر عورت ہے اور تم میں حمالة الحطب (111/4,5) ہے۔ اور ایسی ہی اور بہت سی قرآنی حقیقتیں ہیں جو ہماری بزرگی اور تمہاری پستی کی دلیل ہیں۔	وَمِنَّا النَّبِيُّ وَمِنْكُمْ الْمُكَذَّبُ ؟ وَمِنَّا أَسَدُ اللَّهِ وَمِنْكُمْ أَسَدُ الْأَحْلَافِ وَمِنَّا سَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمِنْكُمْ صَبِيَّةُ النَّارِ وَمِنَّا خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ وَمِنْكُمْ حَمَّالَةُ الْحَطَبِ ؟ فِي كَثِيرٍ مِمَّا لَنَا وَعَلَيْكُمْ ؛
23	چنانچہ ہمارا اسلام تو وہ ہے جسکی دھوم سنی جا چکی ہے اور زمانہ جاہلیت میں ہماری نسل کی بزرگی سے انکار کی مجال نہیں اور ہمارے جو حالات مختلف زمانوں کے ہیں انہیں اللہ کی کتاب نے اپنے اندر جمع کر رکھا ہے مثلاً اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ:	فَاسْلَمْنَا مَا قَدْ سَمِعَ وَجَاهِلِيَّتِنَا لَا تَدْفَعُ وَكِتَابُ اللَّهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَدَّ عَنَّا وَهُوَ قَوْلُهُ سُبْحَانَهُ :
24	قرآن میں مذکور ارحام والے کتاب اللہ کے اندر حاکم ہیں بعض دوسرے ارحام والوں پر (33/6،8/75) اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:	” وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ (انفال 8/75، الاحزاب 33/6) وَقَوْلُهُ تَعَالَى :
25	یقیناً ابراہیم سے ولایت میں تمام انسانوں سے قریب ترین وہ لوگ ہیں جو ابراہیم کی اتباع کرتے چلے گئے اور اب صاحبان ولایت یہ نبی ہے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اور اللہ ان مومنین کا ولی و حاکم ہے (3/28) لہذا، کبھی	إِنَّ أَوْلَىٰ النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ (آل عمران 3/68)
26	ہم قربت کی بنا پر ولی ہوتے ہیں اور کبھی اطاعت کو ہماری ولایت کا سبب بتایا جاتا ہے؛	فَنَحْنُ مَرَّةً أَوْلَىٰ بِالْقَرَابَةِ وَتَارَةً أَوْلَىٰ بِالطَّاعَةِ

27	وَلَمَّا أَحْسَبَ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَلَجُوا عَلَيْهِمْ ؛	اور جب سقیفہ کے دن مہاجرین نے انصار پر رسول کی قرابت کو اپنی حکومت کی حجت میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں حکومت لے لی تھی،
28	فَإِنْ يَكُنِ الْفَلَجُ بِهِ فَالْحَقُّ لَنَا دُونَكُمْ ؛	لہذا اگر قرابت کی وجہ سے حکومت لی تھی تو خلافت و حکومت ہمارا حق ہے نہ کہ مہاجرین کا۔
29	وَإِنْ يَكُنْ بغيرِهِ فَلَا أَنْصَارَ عَلَيَّ دَعَوَاهُمْ ؛	اور اگر حکومت و خلافت کا کوئی معیار تھا تو انصار کا دعویٰ برابر قائم ہے۔
30	وَزَعَمْتُ أَنِّي لِكُلِّ الْخُلَفَاءِ حَسَدْتُ وَعَلَى كُلِّهِمْ بَعِيْتُ ؛	اور تو نے یہ جھوٹا دعویٰ بھی کیا ہے کہ میں نے تمام خلفاء سے حسد کیا اور ان کے خلاف بغاوتیں پیدا کی تھیں؛
31	فَإِنْ يَكُنْ ذَلِكَ كَذَلِكَ فَالْيَسَّ الْجَنَائِيَةُ عَلَيْكَ فَيَكُونُ الْعُذْرُ إِلَيْكَ وَتِلْكَ شِكَاةٌ ظَاهِرَةٌ عَنْكَ عَارُهَا ؛	اگر تمہارا یہ دعویٰ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ تم نے لکھا ہے تو بھی میں نے تمہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جو تم سے عذر و معذرت کروں۔ اور اگر یہ کوئی قابل شکایت عمل تھا بھی تو اس کی برائی تم پر عائد نہیں ہوتی ہے؛
32	وَقُلْتُ إِنِّي كُنْتُ أَقَادُ كَمَا يُقَادُ الْجَمَلُ الْمَخْشُوشُ حَتَّى أَبَايَعُ ؛	اور تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے اس طرح کھینچ کر لایا گیا تھا جیسے اُس اونٹ کو کھینچا جاتا ہے جسکی ناک میں نیل پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اور یوں مجھے بیعت پر مجبور کیا گیا تھا؛
33	وَلَعُمْرُ اللَّهِ لَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتُ ؛ وَأَنْ تَفْضَحَ فَاقْتَضَحْتُ وَمَا عَلَى الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاظَةٍ فِي أَنْ يَكُونَ مَظْلُومًا مَا لَمْ يَكُنْ شَاكًا فِي دِينِهِ ؛ وَلَا مُرْتَابًا ؛ بَيِّقِينَهِ ؛	اور خدا کی قسم تم نے یہ سب کچھ اس ارادے سے کہا ہے کہ تم میری مذمت کرو لیکن تو نے تو میری مدح و ثنا کر دی ہے اور مجھے رسوا کرتے کرتے خود رسوا ہو کر رہ گئے ہو۔ اور ایک مسلمان شخص کے لئے اس میں کوئی توہین کی بات نہیں ہے کہ وہ مظلوم ہو اور ایسے حال میں ظلم برداشت کرے کہ نہ اُسے اپنے دین میں شک و شبہ ہو نہ اس کا یقین ڈگمگایا ہو؛
34	وَهَذِهِ حُجَّتِي إِلَى غَيْرِكَ قَصْدُهَا ؛ وَلَكِنِّي أَطَلَقْتُ لَكَ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا سَنَحَ مِنْ ذِكْرِهَا ؛	اور میری اس دلیل و حجت کی زد تیرے علاوہ دوسرے لوگوں پر پڑتی ہے پھر بھی میں نے تیرے جواب میں جتنا ضروری تھا تذکرہ کر دیا ہے؛
35	ثُمَّ ذَكَرْتُ مَا كَانَ مِنْ أَمْرِي وَأَمْرِ عُثْمَانَ ؛	پھر تم نے میرے اور عثمان کے مابین گزرنے والے واقعات کا تذکرہ بھی کیا ہے؛
36	فَلَكَ أَنْ تُجَابَ عَنْ هَذِهِ لِرَحْمِكَ مِنْهُ ؛	چونکہ تمہاری عثمان سے رشتہ داری ہے اسلئے ضروری ہے کہ تمہیں اس کا باقاعدہ جواب دیا جائے
37	فَأَيْنَا كَانَ أَعْدَى لَهُ وَأَهْدَى إِلَى مَقَاتِلِهِ ؛	اب سمجھنا یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے کون ہے جس نے عثمان کے ساتھ زیادہ دشمنی کا سلوک کیا ہو اور اُس کے قتل کرانے میں زیادہ مددگار بنا ہو؛
38	أَمَّنْ بَدَّلَ لَهُ نَصْرَتَهُ فَاسْتَقْعَدَهُ وَاسْتَكْفَفَهُ ؟ أَمَّنْ اسْتَنْصَرَهُ فَفَرَّأَخَى عَنْهُ وَبَتَّ الْمُنُونِ إِلَيْهِ حَتَّى آتَى قَدْرُهُ عَلَيْهِ ؟	کیا وہ شخص جس نے اُس سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہو اور عثمان نے مدد لینے سے انکار کر کے اسے روک کر بٹھا دیا ہو؟ یا وہ شخص جس سے عثمان نے بار بار مدد طلب کی ہو اور اُس نے وعدوں کے بعد بھی ٹال دیا ہو اور اس کیلئے موت کے اسباب فراہم کرتا رہا ہو یہاں تک کہ اُس

39	کَلَّا وَاللَّهِ "قَدِيعَلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِأَخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا" (احزاب 33/18)	کے مقدر کی موت اُس پر ٹوٹ پڑی؛ ”تیری بات ہرگز صحیح نہیں ہے۔ یقیناً اللہ نے معلوم کر لیا تھا تم لوگوں میں سے اُن لوگوں کو جو جہاد سے روکنے والے تھے اور اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتے تھے کہ تم ہمارے پاس آ جاؤ اور وہ جنگ میں شرکت نہیں کرتے مگر تھوڑے سے۔“ (33/18)
40	وَمَا كُنْتُ لِأَعْتَدَرَ مِنْ أَنِّي كُنْتُ أَنْقِمُ عَلَيْهِ أَحَدًا فَإِنْ كَانَ الذَّنْبُ إِلَيْهِ إِرْشَادِي وَهَدَايَتِي لَهُ فَرُبَّ مَلُومٍ لَّا ذَنْبَ لَهُ ؛	اور میں اس بات پر کوئی معذرت کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ میں اُنکی دینی ایجادات پر ناراض رہتا تھا۔ چنانچہ اگر میرا قصور یہ ہے کہ میں اسکو لو کتا اور صحیح راہ دکھاتا تھا اور ہدایت کرتا رہتا تھا۔ تو اکثر ہدایت کاروں کو بے گناہ ہی ملامت کا نشانہ بنا لیا جاتا ہے؛
41	وَقَدْ يَسْتَفِيدُ الظَّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ "وَمَا أَرَدْتُ إِلَّا الإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ" (هود 11/88)	اور نا صح کو بدگمانی کا شکار ہونا پڑتا ہے اور میرا تو یہ ارادہ تھا کہ میں اپنی وسعتوں کے اندر اصلاح حال کروں اور میری توفیق میرے بجائے میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اُسی کی نیابت میں کام کرتا ہوں؛
42	وَذَكَرْتُ أَنَّهُ لَيْسَ لِي وَلَا صَحَابِي عِنْدَكَ إِلَّا السَّيْفُ ؛	اور تو نے یہ بھی لکھا ہے کہ تیرے پاس میرے لئے اور میرے ساتھیوں کے لئے تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے؛
43	فَلَقَدْ أَضْحَكْتُ بَعْدَ اسْتِعْبَارٍ ؛	یقیناً یہ لکھ کر تو نے مجھے عبرت حاصل کرنے کے دوران ہنسا دیا ہے؛
44	مَتَى أَلْفَيْتَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْأَعْدَاءِ نَاكِلِينَ؟ وَبِالسُّيُوفِ مُحَوِّفِينَ؟	اے معاویہ تو نے عبدالمطلب کی اولاد کو دشمن سے منہ پھیرتے ہوئے کبھی دیکھا ہے؟ اور کبھی اُنہیں تلواروں کے خوف میں مبتلا پایا ہے؟
45	لَبِثَ قَلِيلًا يَلْحَقُ الْهَيْجَا حَمَلٌ؛ فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ وَيَقْرُبُ مِنْكَ مَا تَسْتَبِيدُ وَأَنَا مَرْقُلٌ نَحْوَكَ فِي جَحْفَلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بَاءِ حَسَانٍ ؛	(بقول شاعر) تھوڑی دیر بٹھرو کہ حمل ابن بدر میدان جنگ میں پہنچ جائے۔ جسے تم طلب کر رہے ہو وہ ڈھونڈتا ہوا آئیگا۔ اور جسے تم دور سمجھ رہے وہ سر پر سوار طے گا اور میں بہت جلد تیری کیساتھ تمہارے سر پر اس طرح پہنچ رہا ہوں کہ میرے ساتھ مہاجرین اور انصار کا اور انکے نقش قدم پر چلنے والے خوش رفتار تابعین کا لشکر جراہ ہوگا؛
46	شَدِيدٍ زَحَامُهُمْ سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ مُتَسَرِّبِلِينَ سِرْبَالِ الْمَوْتِ ؛	یہ ایک ایسا لشکر ہوگا جس میں بے پناہ ہجوم ہوگا۔ جس کے چلنے سے فضا میں گرد و غبار پھیل جاتا ہے اور وہ مرنے کے لئے کفن سے آراستہ ہوگا؛
47	أَحَبُّ اللِّقَاءِ إِلَيْهِمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ ؛	انہیں اپنے پروردگار کی زیارت سے زیادہ کسی کا ملنا محبوب نہیں ہے۔
48	قَدِ صَحَبْتُهُمْ ذُرِّيَّةً بَدْرِيَّةً وَسُيُوفَ هَاشِمِيَّةٍ ؛	ان کے ساتھ شہدائے بدر کی اولادیں اور ہاشمی تلواریں بھی ہوں گی؛
49	قَدِ عَرَفْتُ مَوَاقِعَ نِصَالِهَا فِي أَحْيِكَ وَخَالِكَ وَجَدِّكَ وَأَهْلِكَ وَمَاهِي مِنَ الظَّالِمِينَ بَبَعِيدِ	جن کی تیز دھاروں کی کاٹ تم اپنے بھائی اور خالو اور دادا اور اہل خاندان پر دیکھ چکے ہو وہ ظالموں سے اب بھی دور نہیں ہیں۔“ (11/83)

تشریح:- قارئین کے سامنے یہ حقیقت آگئی ہوگی کہ معاویہ اپنے خطوط کے ذریعہ حضور علیہ السلام کو اشتعال دلا کر ان کے قلم سے ایسے الفاظ نکلوانا چاہتا

رہا ہے جن کو وہ بطور سیاسی حربے کے استعمال کر سکے۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے جانے والا ہر خط اُسے مایوس کرتا ہے اور ایسا ہوتا ہی نہیں ہے جسے وہ مجمع عام میں بلند آواز سے پڑھ کر حاضرین کو سنا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار خطوط لکھتا ہے اور ہر دفعہ یہ امید کرتا ہے کہ اس دفعہ اُس کو اس کی منشاء کے مطابق جواب مل جائے گا۔ اسی قسم کی امید پر یہ خط لکھا گیا ہے یہ خط یقیناً معاویہ نے اپنے درباہوں کو سنا کر بھیجا ہوگا اس میں وہ شامیوں کو یہ تاثر دے رہا ہے کہ وہ خود بھی اُن لوگوں میں شامل رہا ہے جن کے سامنے اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ پر اپنی نعمتیں نازل کی تھیں اور مصطفیٰ بنایا تھا اور یہ کہ وہ بھی رسول کی تائید کرنے والے صحابہ میں شامل رہا ہوگا۔ اس جملے کے جواب میں حضورؐ نے یہ نہیں لکھا کہ تو اور تیرا باپ اور سارا خاندان دشمنان خدا اور رسول میں شامل تھے، تمہیں مصطفائی اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے شرم آنا چاہیے۔ یہ صرف اس لئے کہ حضورؐ جانتے ہیں کہ اُن کے خطوط پڑھنے کے بعد اٹھا کر رکھ دئے جاتے ہیں لہذا کیوں اپنا وقت ضائع کیا جائے مختصر اور جامع جواب لکھ دیا جائے۔ گواگے چل کر بتا دیا ہے کہ تیرا کتبہ رسول کا دشمن تھا اور وہ میری تلوار سے قتل ہوئے تھے۔ البتہ اُسے یہ بتا دیا ہے کہ تیرا ہمیں ان چیزوں کی اطلاع دینا نہایت مضحکہ خیز ہے۔ یہیں پر حضورؐ نے اُس تا جبر کی مثال دی ہے جو کھجوروں کو فروخت کرنے کے لئے ”بھجر“ لے جائے اور نقصان اٹھائے۔ جس پر ہم نے اپنے یہاں کی ضرب المثل ”اُلٹے بانس بریلی کو“ لکھی ہے۔ یعنی بریلی میں بانس بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور ہر قسم کے بانس وہاں سے باہر بھیجے جاتے ہیں ظاہر ہے کہ باہر کہیں سے بانس لے کر بریلی جانا اور منافع کی امید کرنا معاویہ والی حماقت ہوگی۔ بحرین سے قریب ایک شہر بھجر نام کا ہوا کرتا تھا جہاں پورے ملک سے زیادہ کھجوریں پیدا ہوتی اور بارہ مہینے ارزاں بکتی رہتی تھیں۔ چنانچہ کوئی تاجر بصرہ میں اپنا مال فروخت کر چکا تو کوئی عمدہ اور مفید سامان خریدنے کی فکر میں بازار کا گشت لگا یا اُس نے بصرہ میں بہت عمدہ کھجوریں اور سستے داموں بکتے دیکھیں لہذا بہت سی کھجوریں خرید کر اپنے اونٹوں پر لادیں اور بھجر میں قیام کیا۔ وہاں کھجوریں اس کی خرید سے بھی سستی بک رہی تھیں۔ سوچا کہ چند روز ٹھہروں اور بھاؤ چڑھنے پر مارکیٹ میں مال لاؤں۔ مگر نہ بھاؤ چڑھنا تھا اور نہ چڑھا۔ اُس کی کھجوریں گننا سڑنا شروع ہو گئیں بہر حال تنگ آ کر اُونے پونے مال بیچا اور پچھتا تا ہوا چلا گیا۔ یہ بڑا سنجیدہ مذاق تھا جس سے معاویہ کو حد بھر خفت ہوئی ہوگی۔ مگر وہ تو نہ صرف قریشی لیڈر تھا بلکہ حد بھر بے شرم و بے حیا بھی تھا۔ حضورؐ نے اپنے چوتھے جملے میں معاویہ کو جھوٹا قرار دیا ہے اور یقیناً وہ سب علما و عوام فریب زدہ ہیں جو قریشی لیڈروں اور ان کے پیروکاروں کو سارے انسانوں سے افضل کہتے اور لکھتے ہیں۔ اس لئے کہ قریشی حکومتوں کی اپنی گھڑی اور لکھی ہوئی کتابوں میں بھی ایسی کوئی بات نہیں لکھی گئی کہ اُن کا افضل ہونا ثابت ہو جائے۔ البتہ اُن کی مذمت پڑھیں اور سامان موجود ہے اور اگر قرآن اور حدیث پر چھوڑ دیا جائے تو اُن کا اور اُن کی پوری قوم کا مومن ہونا ثابت نہیں ہوتا (4/136) (25/30.31)۔

بہر حال معاویہ نے چاہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام وہ سب کچھ لکھ دیں جو وہ حضرات ابو بکر و عمر و عثمان کے متعلق سمجھتے تھے اور یہی اس کیلئے مفید ہوتا مگر حضورؐ نے اُن کا نام تک بھی نہ لکھا بلکہ فلاں کہہ کر بات پلٹا دی اور کہہ دیا کہ یہ ناکمل بات ہے اگر مکمل بھی ہو جائے تو تیرا اس سے بہر حال تعلق نہیں ہے۔ یہ معاملہ نہ تجھے فائدہ پہنچاتا ہے نہ تیرا نقصان کرتا ہے مطلب یہ کہ تو فضولیات میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ پھر اُسے اُس کی اور اُس کی قوم کا حال بتایا ہے کہ تم جان کی امان پانے والے غلام اور طلاق زدہ لوگ ہو کر مہاجر و انصار کی باتیں کرتے ہو جو تمہیں زیب نہیں دیتیں۔ تم خود کو اپنی حد تک محدود رکھو۔ تمہیں اس سے کیا تعلق کہ کون افضل ہے کون مفضل ہے کون فاتح ہے اور کون مفتوح ہے۔ تمہیں اُس ذلیل حالت پر قائم رہنا چاہئے جس پر اللہ نے تمہیں رکھا ہے۔ پھر نہایت خوبصورتی سے یہ بتایا ہے کہ نبی سبیل اللہ جہاد کرنے والے اور شہید ہونے والے بھی برابر نہیں ہوتے۔ ہماری بنیاد ہی اونچی ہے لہذا ہمارا شہید تمام شہیدوں کا سردار ہوتا ہے۔ ہم جنت میں بھی سارے جنتیوں کے سردار ہیں۔ یہیں خاندانی افراد کو آمنے سامنے رکھ دیا ہے تاکہ

معاویہ خود کو اور اپنی قوم کو ایک ساتھ دیکھے۔ اور اپنی حقیقت کو سامنے رکھے اور اگر کسی کو خط سنادے تو عمر بھر منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

لیڈران قریش کا نسل ابراہیم سے سازشاً الحاق کرنا اور بنی ہاشم کی مہربانیاں

یہاں وہ لوگ غور کریں جو ابولہب اور عباس کو رسول اللہ کے چچا کہا کرتے ہیں۔ اُن کو سوچنا چاہئے کہ اگر ابولہب سے کسی قسم کی بھی رشتہ داری ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام یہاں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے مقابلے میں حَمَلَةَ الْحَطَبِ کا ذکر نہ کرتے۔ اس لئے کہ وہ بہر حال معاذ اللہ گچی ہوتی۔ لیکن یہاں واضح کر دیا ہے کہ وہ اور تمام مذکورہ لوگ معاویہ کے آدمی ہیں یعنی قریش کہلانے والی قوم اور نسل سے ہیں۔ لہذا یہ جملے بار بار پڑھیں کہ:-

”ہم میں سے نبی ہے۔ یعنی نبی ہماری نسل سے ہے اور مکذّب تمہاری نسل سے ہے۔ اور اسد اللہ ہماری نسل سے ہے اور جھوٹی حلف اٹھانے والا شیر تمہاری نسل سے ہے اور جنت کے جوانوں کے دونوں سردار ہماری نسل سے ہیں۔ اور جہنمی لڑکے تمہاری نسل سے ہیں۔ اور تمام عالمین کی عورتوں سے بہتر عورت ہماری نسل سے ہے۔ اور لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے اٹھائے پھرنے والی عورت تمہاری نسل سے ہے۔“

یہاں صرف قوم و قبیلے کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ نسل ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی بات پیش نظر ہے۔ یہاں اُن کا بھی ذکر ہے جو نسل اسماعیل علیہ السلام سے اسلام لائے اور اُن کا بھی ذکر ہے جو اعلان نبوت سے پہلے کے یعنی ایام جاہلیت کے لوگ تھے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ: فَاسْأَلْنَا مَا قَدْ سَمِعَ وَجَاهِلِيَّتِنَا لَا نَدْفَعُ یعنی ہماری نسل کے اسلام کی دھوم سنائی دے رہی ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں ہماری نسل کی بزرگی سے انکار کی مجال نہیں ہے (28/23) اور یہیں اپنی پوری نسل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرنے والے اور پہلے درجے میں وابستہ قرار دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو پیش کیا ہے اور اُن مؤمنین کو نبی کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے جو نبی کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اور جو قرآن کی رو سے سو فیصد جنتی حضرات ہیں آیت سنئے اور مؤمنین میں سے اُن لوگوں کو نوٹ کیجئے جو صاحبان مقدرت تھے فرمایا گیا کہ:-

قریشی مسلمانوں میں سے صاحبان مقدرت نے ہر دفعہ جہاد فی سبیل اللہ سے رخصت چاہی ساتھ ایمان لانے والے جنتی

سُورَةٌ أَنْ أَمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهَدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أَوْ لُوا لَطُولٍ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِيْنَ ۝ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَكِنَّ الرَّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْرِ إِلَهُمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَآئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَآئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (9/86-89) مودودی ترجمہ: ”جب کبھی کوئی سورت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ اللہ کو مانو اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو تم نے دیکھا کہ جو لوگ ان میں سے صاحب مقدرت تھے وہی تم سے درخواست کرنے لگے کہ انہیں جہاد کی شرکت سے معاف رکھا جائے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہیں۔ اُن لوگوں نے گھر بیٹھنے والیوں میں شامل ہونا پسند کیا اور اُن کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا گیا۔ اس لئے اُن کی سمجھ میں اب کچھ نہیں آتا۔ بخلاف اس کے رسول نے اور اُن لوگوں نے جو رسول کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی جان و مال سے جہاد کیا اور اب ساری بھلائیاں اُن ہی کیلئے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے اُنکے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے عظیم الشان کامیابی“ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 221، 222) مودودی جو ایمان لائے اور جو نبی کے ساتھ ایمان لائے دونوں کا فرق سنئے لکھتے ہیں کہ:-

آمَنُوا مَعَهُ كِي تَشْرَحُ مودودی والے مسلمانوں کی بات سنیں

”یعنی اگرچہ یہ بڑی شرم کے قابل بات ہے کہ اچھے خاصے ہٹے کٹے تندرست، صاحب مقدرت لوگ ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود کام کا

وقت آنے پر میدان میں نکلنے کے بجائے گھروں میں گھس بیٹھیں اور عورتوں میں جا شامل ہوں لیکن چونکہ ان لوگوں نے خود جان بوجھ کر اپنے لئے یہی رویہ پسند کیا تھا اس لئے قانون فطرت کے مطابق ان سے وہ پاکیزہ احساسات چھین لئے گئے جن کی بدولت آدمی ایسے ذلیل اطوار اختیار کرنے میں شرم محسوس کیا کرتا ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 221-222)

قریشی علماء ”آمَنُوا مَعَهُ“ (جو نبی کے ساتھ ایمان لائے) کا مطلب یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ ”جو نبی پر ایمان لائے“ یعنی وہ تمام مسلمانوں کو آمَنُوا مَعَهُ میں شامل کر دیا کرتے ہیں۔ مودودی کی یہ تشریح عام مومنوں کو ان مومنین سے الگ کر دیتی ہے جو مندرجہ بالا آیات (89-86/9) میں بیان ہوئے ہیں۔ آمَنُوا مَعَهُ کہتے ہی خالص جنتیوں کی بات ہوتی ہے نہ کہ مشکوک مومنوں کی بات۔ یہی لوگ اور نبی حضرت ابراہیم سے وابستہ ہیں۔ ان جملوں (25-22/28) میں آپ نے خاندان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وابستہ دکھایا اور ان ہی کی نسل سے ہونا قرآن سے ثابت کیا ہے۔

قریش نام کی قوم کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی رعایت دی گئی تھی، نہ وہ کفو تھے نہ ہم نسب تھے

اور قریش کو افرادی مقابلے سے پہلے آپ نے اکیسویں جملے میں واضح فرما دیا ہے کہ اعلان اسلام کی بنا پر قریش کہلانے والے لوگوں میں نکاح کرنے اور ان کے نکاح قبول کر لینے کی رعایت دی گئی تھی ورنہ حقیقتاً وہ اس قابل نہ تھے (وَلَسْتُمْ هُنَاكَ) لہذا اس ملنے جلنے یعنی خلط ملط ہونے کو اور حضرت عائشہ و حفصہ اور دیگر عورتوں سے نکاح کر لینے کو دلیل بنا کر قریش کا نسل ابراہیم علیہ السلام سے ہونا ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ دوران حکومت گھڑی جانے والی کہانیاں ایک مجہول نسل کو نسل ابراہیم میں مدغم نہیں کر سکتیں۔ لہذا یہ جملہ (21) قریش کو کبھی کی طرح نکال پھینکتا ہے۔

محمدؐ و علیؑ اور ان کی نسل اللہ کی عجیب ترین و عظیم ایجاد و کارگیری ہیں اور انسان ان حضرات کی کارگیری ہیں

اور یہ جملہ بتاتا ہے کہ ہم تو اللہ کی عجیب ترین و عظیم ترین ایجاد ہیں اس ایجاد کی عظمت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ قریش اس نسل و نسب سے دور رکھے جائیں (28/20) چنانچہ نسل کی بات یہ فرمانے کے بعد شروع کی ہے کہ ”ہم سب اپنے پروردگار کی کارگیری اور ایجاد ہیں اور باقی نوع انسان ہماری کارگیری اور ایجاد ہے“ (28/20) یا مجتہدین والے ترجمہ کی رو سے ”نوع انسان ہمارے لئے بنائی اور ایجاد کی گئی ہے۔“ ان دونوں میں سے کوئی معنی بھی اختیار کر لیں حقیقت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ نوع انسان ہی نہیں پوری کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات و موجودات محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے پیدا کی گئی ہے اسی پر شہادت ہے حدیث قدسی ”لَوْلَا كَلِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكُ“ اے محمدؐ اگر تو نہ ہوتا تو میں یہ افلاک وغیرہ کچھ پیدا نہ کرتا۔ اسی جملہ (20) کی تشریح میں علامہ ابی الحدید نے لکھا کہ يَقُولُ لَيْسَ مِنَ الْبَشَرِ عَلَيْنَا نِعْمَةٌ بَلِ اللَّهُ تَعَالَى هُوَ الَّذِي اَنْعَمَ عَلَيْنَا فَلَئِنْ عَلِمْنَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَاَسْطَةَ وَالنَّاسِ بَا سِرْهُمُ صَنَاعَتُنَا فَخَنَ الْوَاَسْطَةَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى وَهَذَا مَقَامٌ جَلِيلٌ ظَاهِرُهُ مَا سَمِعْتَ وَبَاطِنُهُ اَنْهُمْ عِبِيدُ اللَّهِ وَانَّ النَّاسَ عِبِيدُهُمْ (شرح جلد 3- صفحہ 451)

حضرتؐ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں بلکہ خداوند عالم نے ہمیں تمام نعمتیں براہ راست دی ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے اور تمام لوگ ہمارے احسان پروردہ اور ساختہ پر داختہ ہیں اور ہم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ ایک عظیم منزلت اور جلیل مقام ہے ان الفاظ کا ظاہری مفہوم وہی ہے جو تمہارے گوش گزار ہو چکا ہے لیکن ان کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور تمام لوگ ہمارے بندے ہیں۔“ یہی کچھ حدیث میں آیا ہے۔ احادیث سے ناواقف لوگوں کو بہت سی حقیقتیں ہضم نہیں ہوتیں۔ ہم تو ان حضرات علیہم السلام کو عَلَّتْ مَادِي وَعَلَّتْ صَوْرِي اور عَلَّتْ فَاعِلِي وَعَلَّتْ غَائِي یقین کرتے ہیں۔ انسانی صورت میں آئے اور اسلامی قوانین کی پابندیاں پوری کرنے آئے تھے لوگوں

سے معاشرت اور میل جول انہیں ان کی صحیح پوزیشن سے نہیں گراتا۔

علیؑ و محمدؐ کی قریش کے مقابلے میں برتری اور قرآن میں اس نسل کے ہر زمانہ کے حالات

جملہ نمبر 23 میں حضرت علیؑ علیہ السلام یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:

”اللہ کی کتاب نے ہمارے وہ تمام حالات اپنے اندر جمع کر لئے ہیں جو چھوٹ جانے والے تھے“ (28/23)

یہاں پہلے تو یہ سوچئے کہ علمائے شیعہ نے محمد وآل محمد صلی اللہ علیہم اجمعین کے حالات قرآن سے لکھنا تو الگ رہا انہوں نے تو یہ بھی کہیں نہ کہا کہ ان حضرات کے حالات قرآن کریم میں محفوظ ہیں۔ بہر حال اس جملے میں آپ نے قرآن کریم کی آیات (33/6) اور (8/75) کا یہ ٹکڑا لکھا ہے کہ

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِی كِتَابِ اللَّهِ (8/75), (33/6)

یعنی حضرت علیؑ علیہ السلام اپنی نسلی و خاندانی و ذاتی برتری پر ان آیات کو دلیل قرار دیتے ہیں۔ مگر شیعہ سنی ترجموں اور تفسیروں میں آیات کے الفاظ اور معنی کا ستیاناس کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ عہد رسولؐ ہی سے قریش نے قرآن کو مجبور کرنا، معنوی رد و بدل کرنا، غلط مفہم کو قرآن سے وابستہ کرنے کا کام شروع کر دیا تھا (25/30, 31/6/66) اور آج انہیں غلط تفہیم اور معنوی رد و بدل کرتے ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور اپنے اس عمل کو درجہ کمال تک پہنچا دیا ہے۔ بہر حال حضورؐ کی بیان کردہ آیت میں اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ”محمدؐ سنی مومنین کے ہر معاملے میں تمام مومنین کے مقابلے میں ان کی سوجھ بوجھ و عقل سے بڑھ کر ان کی اپنی جان سے بھی زیادہ مختار و حکمران ہیں اور نبیؐ کی بیویاں تمام مومنین کی مائیں ہیں اور نبیؐ کے رحمی رشتہ داروں میں سے بعض لوگ اپنے رشتہ داروں سے بھی اور باقی تمام اہل ایمان سے بھی اور تمام مہاجرین سے بھی کتاب اللہ کی رو سے رسولؐ کی مانند ان کی سوجھ بوجھ و عقل اور جان سے بھی زیادہ مختار و حکمران ہیں ان کے بعد تمہیں یہ اختیار ہے کہ تم اپنے دوسرے اولیاء (حکمرانوں) کے ساتھ وہ پسندیدہ سلوک کر سکو جو کتاب اللہ کی سطروں میں لکھا ہوا ہے۔“

یہ آیات عام مومنین سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پوری امت میں ایسی درجہ بندی کر دیتی ہیں کہ کسی کو ان مدارج سے ادھر ادھر ہونے کا اختیار نہیں رہتا۔ پوری تفصیل ہماری تفسیر احسن التعمیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں تو یہ دیکھیں کہ اللہ کی طرف سے اور قرآن کی رو سے اللہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ تمام انسانوں پر حکمران (اُولیٰ) ہیں ان کے سامنے کسی کو اپنی سوجھ بوجھ و بصیرت و عقل سے یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ رسولؐ کی رضامندی کے خلاف کوئی بات کہہ سکے یا کوئی حرکت یا عمل کر سکے بلکہ ان کی سوچ کو بھی رسولؐ کی سوچ و اجازت کے ماتحت رہنا ہوگا۔ اسی کا عملی صورت میں یہ بیان ہوا ہے کہ:-

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ

وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (33/36) (وہی سورت)

مودودی ترجمہ:- ”کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اُس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔“ (تفہیم جلد 4 صفحہ 97-98)

اس آیت پر علامہ مودودی کی تشریح: ”یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے مگر جو حکم اس میں بیان ہوا ہے وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس کی رو سے کسی مسلمان فرد یا قوم یا ادارے یا عدالت یا پارلیمنٹ یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اُس میں وہ خود اپنی آزادی رائے استعمال کرے۔ مسلمان ہونے کے معنی ہی خدا

اور رسول کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دست بردار ہو جانے کے ہیں۔ کسی شخص یا قوم کا مسلمان بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا، دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ کوئی ذی عقل انسان ان دونوں رویوں کو جمع کرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ جسے مسلمان رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا اور رسول کے آگے جھک جانا ہوگا۔ اور جسے نہ جھکنے ہو اس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ نہ مانے گا تو چاہے اپنے مسلمان ہونے کا وہ کتنا ہی ڈھول پیٹے، خدا اور خلق دونوں کی نگاہ میں وہ منافق ہی قرار پائے گا۔“ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 99-98)

یہ عملی صورت لیڈران قریش اور ان کے پیروکاروں کے مذہب و عقائد اور تصورات اور فیصلوں کو باطل ثابت کرتی ہے۔ بہر حال تمام ہی مومنین اور مومنات کا اپنے معاملات میں رسول کے سامنے بے اختیار ہونا اصولی حیثیت سے آیت (33/6) میں بیان ہو گیا ہے اور جو الفاظ نبی کو تمام مومنین اور مومنات پر کلی اختیارات دیتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں کہ ”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ“ ”یہ خاص نبی اؤلیٰ ہے“ مولیٰ ہے۔ مختار کل ہے۔ حکمران ہے۔“ یہی الفاظ آئے ہیں رسول کے رحمی رشتہ داروں کے لئے کہ:

”بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ“ (33/6)

رحمی رشتہ دار بعض رحمی رشتہ داروں سے بھی اور تمام مومنین اور مہاجرین سے بھی اؤلیٰ ہیں۔ مولیٰ ہیں۔ مختار کل ہیں۔ حکمران ہیں۔

مختصر بات یہ ہوئی کہ اللہ۔ رسول۔ رحمی رشتہ دار تمام ایمان لانے والوں پر اؤلیٰ بالتصرف اور مختار ہیں۔ ان کے احکام اور فیصلے ہر کسی کو بلا چون و چرا ماننا لازم ہیں۔ ورنہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس آیت کا حوالہ دے کر حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ ابنڈکینہ کی تمام راستے بند کر دئے ہیں۔ اُس کی فضیلت وغیرہ کی بحثیں بکواس بن کر رہ گئیں اور ساتھ ہی نسلی برتری ثابت ہو گئی۔ جن کی بیویاں سارے مومنین و مہاجرین و انصار کی مائیں ہوں ظاہر ہے کہ وہ ساری اُمت کے لئے بمنزلہ باپ ہوں گے اور باپ کے روبرو اور ماں کے سامنے اُفت تک کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ چہ جائیکہ کوئی اور اختیار (24-23/17)۔ تفسیر احسن التعمیر سے (7-33/6) ضرور دیکھ لیں معلومات میں اضافہ ہوگا۔

(نمبر 29) خط الی اهل البصرة: بصرہ کے باشندوں کے نام

1۔ بصرہ والوں کے کچھ ناپسندیدہ اطوار کی بنا پر انہیں تنبیہ فرمائی ہے۔ 2۔ اپنے حیران کن اور لاعانی سلوک کا تذکرہ فرما کر ایک روح فرساد ہمکنی تحریر ارسال کر دی ہے۔ جس سے اہل بصرہ کی نینداڑ جائے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

1	اور تمہاری قومی پھوٹ، انتشار اور فرقہ واریت جس مقام پر بھی ہے اُسے تم خود بھی سمجھتے ہو؛	وَقَدْ كَانَ مِنْ اِنْتِشَارِ حَبِلِكُمْ وَشِقَاقِكُمْ مَا لَمْ تَعْبُوا عَنْهُ فَعَفَوْتُ عَنْ مُجْرِمِكُمْ؛
2	مگر میں نے تمہارے مجرموں کو اصلاح کا موقع دینے کے لئے نظر انداز کر دیا تھا؛	وَرَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُدْبِرِكُمْ وَقَبَلْتُمْ مِنْ مَّقْبَلِكُمْ؛
3	اور تمہارے پیٹھ پھرا کر جنگ سے بھاگنے والوں کو تہ تیغ نہ کیا تھا۔ اور تعاون کے لئے بڑھ کر آنے والوں کو قبول کر لیا تھا؛	فَاِنْ خَطَبْتُ بِكُمْ الْاُمُورَ الْمُرْدِيَةَ؛ وَسَفَهُ الْاَرَاءِ الْجَائِرَةَ
4	چنانچہ اس سلوک کے بعد بھی اگر تمہیں تمہارے تباہ کن معاملات اور مصلحتیں اور	اِلَىٰ مُنَابَذَتِي وَخِلَافِي فَهِيَ اَنَا ذَا قَدْ قَرُبْتُ

اقدامات غلط سمت میں لے جائیں اور تم اپنی احمقانہ رائے اور ظالمانہ طرز فکر سے میری مخالفت اور عہد شکنی پر قائم ہو گئے ہوتو سن لو کہ میں نے اپنے گھوڑوں کو قریب تیار رکھا ہوا ہے۔ اور زین و رکاب سے آراستہ کیا ہوا ہے۔	جِيَادِيْ ؛ وَرَحَلْتُ رِكَابِيْ ؛
5 اور اگر تم نے مجھے اپنی طرف فوج کشی اور روانگی کے لئے مجبور کیا تو میں تمہارے ساتھ ایسی جنگی صورت پیدا کر دوں گا کہ تمہارے اندر واقعہ روزِ جمل کا حال ایسا رہ جائے گا جیسے کوئی کسی چیز کو محض زبان سے چاٹ لے؛	وَلَيْنَ الْجَائِثُ مُنِيْ اِلَى الْمَسِيْرِ اِلَيْكُمْ لَا وُقْعَنَّ بِكُمْ وَقَعَةً لَا يَكُوْنُ يَوْمَ الْجَمَلِ اِلَيْهَا اِلَّا كَلْعَقَةً لَا عِيْ ؛
6 اسکے ساتھ ہی میں تمہارے اندران لوگوں کو جانتا ہوں جو اطاعت کی فضیلت رکھتے ہیں اور جو نیر خواہ ہیں میں ان کا حق پہچانتا ہوں؛	مَعَ اَنِّيْ عَارِفٌ لِّذِي الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَةً ؛
7 اور میں مجرموں کیساتھ بے گنا ہوں کو اور وفاداروں کیساتھ عہد شکنوں کو نہ لپیٹوں گا۔“	وَلِذِي النَّصِيْحَةِ حَقَّةٌ ؛
	غَيْرٍ مُّتَجَاوِزٍ مُّتَهَمًا اِلَى بَرِيٍّ وَّلَا نَاكِثًا اِلَى وَفِيٍّ .

تشریح:- قارئین نے دیکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام میدان جنگ سے بھاگنے والے دشمنوں کو نہ گرفتار کراتے تھے اور نہ انہیں قتل کرنے دیتے تھے نہ کسی زخمی کو قتل کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ نہ لوٹ مار کرنے دیتے تھے۔ بلکہ چھوڑ جانے والے سامان کو بھی دشمنوں کو واپس دے دیتے تھے۔ اگر آپ نے حضرات ابو بکر و عمر و الارویہ اختیار کیا ہوتا تو بصرہ میں ایک کھلا قتل عام ہونا چاہئے تھا۔ اور اہل بصرہ یہی امید رکھتے تھے کہ قتل عام کیا جائے گا سارے شہر کو لوٹا جائے گا مردوں کو غلام اور عورتوں کو کنیزیں بنایا جائے گا۔ لیکن آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ مجھ جیسے انسان سے یہ امید نہ کرنا چاہئے۔ اس حسن سلوک کے بعد بھی بصرہ میں معاویہ اور قریشی لیڈروں اور فتناء و انتشار پھیلاتے رہتے تھے۔ اسے روکنے کے لئے یہ خط لکھا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اگر مجھے فوج کشی پر مجبور کیا گیا تو جنگِ جمل والے سلوک کی اب امید نہ رکھنا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رحمانہ سلوک ہر حال میں اور ہر مجرم کے ساتھ کرنا غلط ہے۔ یہ تو حضرت علی علیہ السلام کا اپنا رحمانہ طریقہ ہے۔ قرآن کریم (مائدہ 5/33) تو ان لوگوں کو بڑی بے رحمانہ سزا دینے کا حکم دیتا ہے۔ لہذا رحم و کرم کے بعد بھی اگر لوگ نہ مانیں اور دین سے اور امام عصر علیہ السلام سے بغاوت جاری رکھیں تو یقیناً ایسے لوگوں کو دنیا سے مٹا دینا جائز ہو جائے گا وہ جنگی قیدی ہی تو ہوں گے جن کے ہاتھ اور پیر الٹی طرف سے کاٹنے کا حکم ہے۔ سولیاں دینا جہاں ضروری ہے دنیا سے نفی کرنا لازم ہے (5/33)۔

(نمبر 30) خط الی معاویہ: معاویہ کے نام، گمراہی اور کفر کی طرف بڑھنے سے روکنے کیلئے ہدایات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1 اللہ کی عائد کردہ ذمہ داریاں اختیار کرو اور ان حقوق کو ادا کرو جو اُس نے قائم کئے ہیں؛	فَاتَّقِ اللّٰهَ فِیْمَا لَدَیْكَ وَاَنْظُرْ فِیْ حَقِّهِ عَلَیْكَ ؛
2 اور ان چیزوں کی معرفت حاصل کرنے کیلئے پلٹو جن سے الٰہی کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا	وَارْجِعْ اِلَى مَعْرِفَةِ مَا لَا تُعْتَدِرُ بِجَهَالَتِهِ ؛
3 اس لئے کہ اطاعتِ خداوندی کے واسطے واضح نشانات اور روشن راہیں سامنے ہیں۔ اور دلیل و حجت سے ثابت شدہ طریقے اور سب کی پسندیدہ اور مطلوبہ منزل موجود ہے؛ اور	فَاِنَّ لِلطَّاعَةِ اَحْلَامًا وَاَضْحَةً وَّسُبُلًا نَبِيْرَةً ؛ وَمَحَجَّةً نَهْجَةً وَّغَايَةً مَطْلُوْبَةً ؛

4	دانشور لوگ تو اس منزل کی طرف بڑھنے میں کوشاں رہتے ہیں اور گھٹیا لوگ اس منزل کے خلاف راستے اختیار کرتے ہیں؛	يَرُدُّهَا إِلَّا كَيْسًا ، وَيُخَالِفُهَا إِلَّا نَكَّاسًا ؛
5	بہر حال جو کوئی اس منزل سے ہٹتا ہے وہ حق سے ہٹ جاتا ہے؛ اور گمراہی میں الجھ کر رہ جاتا ہے؛	مَنْ نَكَبَ عَنْهَا جَارًا عَنِ الْحَقِّ وَخَبَطَ فِي السَّبِيلِ ؛
6	اور اللہ اس سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے اور اسے اپنے عذاب کے حوالے کر دیتا ہے؛	وَعَيَّرَ اللَّهُ نِعْمَتَهُ وَأَحَلَّ بِهِ نَقْمَتَهُ ؛
7	لہذا اپنی جان بچاؤ اور خود کو ہلاکت سے باہر نکالو؛	فَفَسَّكَ نَفْسَكَ ؛
8	یقیناً اللہ نے تیرے لئے تیرا راستہ اور راہ عمل واضح کر دئے ہیں؛	فَقَدْ بَيَّنَّ اللَّهُ لَكَ سَبِيلَكَ ؛
9	اور وہ مقام بتا دیا ہے جہاں تمہیں تمہارے کام اور معاملات لے جائیں گے؛	وَحَيْثُ تَنَاهَتْ بِكَ أُمُورُكَ ؛
10	اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم تو انتہائی گھٹے اور کفر کے مقام کی طرف دوڑے جا رہے ہو؛	فَقَدْ أَجْرَيْتَ إِلَى غَايَةِ خُسْرٍ ؛ وَمَحَلَّةِ كُفْرٍ ؛
11	تمہارے نفس نے تمہیں برا بیوں میں دھکیل دیا ہے اور باغیانہ روش میں گمراہی کے اندر جھونک دیا ہے اور ہلاکتوں میں لاکر چھوڑ دیا ہے اور تمہارے لئے راستی کی راہوں کو دشوار بنا دیا ہے۔“	وَأَنَّ نَفْسَكَ قَدْ أَوْلَجَتْكَ شَرًّا ؛ وَأَفْحَمَتْكَ غِيًّا ؛ وَأَوْرَدَتْكَ الْمَهَالِكَ وَ أَوْعَرَتْ عَلَيْكَ الْمَسَالِكَ .

تشریح:- اس خط سے حضرت علی علیہ السلام نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کا عمل درآمد معاویہ کے ساتھ دشمنانہ نہ تھا بلکہ قانونی عمل درآمد تھا۔ قانون خداوندی کے تقاضوں کو پورا کرنا آپ کی ذمہ داری تھی۔ قرآن کریم نے حکم دیا ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (5/8)

”اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور شہادت کو قسطوں پر برقرار رکھنے والے بنو۔ کسی قوم سے دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم دشمن سے عدل و انصاف نہ کرو۔ برابر عدل کو قائم رکھو عدل کرتے رہنا تقویٰ سے بہت قربت رکھتا ہے۔ اللہ کے سامنے ذمہ دار رہو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح خبردار رہتا ہے (مائدہ 5/8)۔“

اس آیت کا بھی تقاضہ ہے کہ دشمن کو اچھی اچھی باتیں بتائی جائیں نصیحت کی جائے اور اسے آخرت میں عذاب سے بچنے کا مشورہ دیا جائے۔ اس کے سامنے اس کی صحیح تصویر پیش کی جائے اور وہ تمام طریقے بتائے جائیں جن پر عمل کرنے سے اس کی نجات ممکن ہو سکے۔ ماننا نہ ماننا۔ عمل کرنا نہ کرنا بہر حال اس کا اپنا کام ہے۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام نے اپنا کام کرنے میں کمی نہیں کی اور دشمنی کو رکاوٹ نہیں بننے دیا ہے۔

(نمبر 31) وصیت لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ كَتَبَهَا إِلَيْهِ بِحَاضِرِنِ مَنْصُرٍ فَأَمِنْ صَفِينٍ

حسن بن علی (دونوں پر سلام ہو) کے لئے وصیت جسے صفین سے واپس آتے ہوئے ایک گاؤں بنام حاضرین کے پاس تحریر فرمایا تھا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

1	مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ ؛	یہ ایک فنا ہو جانے والے باپ کی طرف سے وصیت ہے؛
2	الْمُقَرَّرِ لِلزَّمَانِ ؛ الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ الدَّامِ لِلدُّنْيَا ؛	جس نے زمانہ کے فانی ہونے کا بھی اقرار کر لیا ہے جسکی عمر بیٹھ پھرائے واپس جا رہی ہے جس نے دنیا میں رہنے کے قوانین کو مان کر خود کو سپرد کر دیا ہے جو دنیا سے دور بیٹھنے میں مصروف ہے؛
3	السَّاكِنِ مَسَاكِنِ الْمَوْتَى الطَّاعِنِ عَنْهَا غَدًا	جو مرتے رہنے والوں کے ٹھکانوں میں سکونت رکھتا ہے اور کل یہاں سے کوچ کر نیوالا ہے
4	إِلَى الْمَوْلُودِ الْمَوْمِلِ مَا لَا يُدْرِكُ السَّالِكِ سَبِيلَ مَنْ قَدْ هَلَكَ ؛	وصیت اُس بیٹے کیلئے ہے جو نہ ملنے والی چیزوں کی بھی اُمید رکھتا ہے اور اُسی راہ پر چلا جا رہا ہے جس راہ نے ہلاک ہو جانا ہے؛
5	عَرَضِ الْأَسْقَامِ ؛	جو نقائص اور خامیوں کی زد پر ہے؛
الف	وَرَهِينَةِ الْأَيَّامِ ؛	اور یہاں کے شب و روز گزارنے میں رہن و پابند ہے؛
ب	وَرَمِيَةِ الْمَصَائِبِ ؛	اور مصائب کی تیر اندازی کا نشانہ ہے،
ج	وَعَبْدِ الدُّنْيَا ؛ وَتَاجِرِ الْغُرُورِ ؛	اور اس دنیا کے قواعد کا مطیع ہے، اور دنیا کے دھوکوں کا تاجر ہے،
د	وَعَرِيمِ الْمَنَايَا ؛	اور اموات کا مقروض ہے؛
ه	وَأَسِيرِ الْمَوْتِ ؛	اور اسی لئے موت کا قیدی ہے،
و	وَ حَلِيفِ الْهُمُومِ ؛	اور غموں اور رنج و ملال کے ساتھ عہد کئے ہوئے ہے؛
ز	وَقَرِينِ الْأَحْزَانِ ؛	اور حزن کی تمام قسموں کا ساتھی ہے؛
ح	وَنَصْبِ الْأَفَاتِ ؛	اور آفتوں کا منظور نظر ہے؛
ط	وَصَرِيحِ الشَّهَوَاتِ ؛	اور خواہشوں کا مقتول ہے؛
ی	وَ خَلِيفَةِ الْأَمْوَاتِ ؛	اور مرنے والوں کا جانشین ہے؛
6	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ فِيمَا تَبَيَّنْتُ مِنْ إِدْبَارِ الدُّنْيَا عَنِّي ، وَ جُمُوحِ الدَّهْرِ عَلَيَّ ؛ وَاقْبَالِ الْآخِرَةِ إِلَيَّ ، مَا يَزِغُنِي عَنْ ذِكْرِ مَنْ سِوَايَ وَ الْإِهْتِمَامِ بِمَا وَرَائِي غَيْرَ أَنِّي حَيْثُ تَفَرَّدَ بِي دُونَ هُمُومِ النَّاسِ هُمْ نَفْسِي ؛	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول واضح ہو کہ میں نے دنیا کے خود سے منہ موڑنے اور اپنے اوپر زمانہ کی زیادتیوں کو دیکھ لینے اور آخرت کے اپنی طرف بڑھتے آنے سے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ مجھے دوسروں کی (غیروں کی) یاد سے اور خود اُن کاموں سے جو میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں روکتا ہے۔ اور اپنے معاملات کے اہتمام میں لگا تا ہے اسلئے کہ دوسروں کے فکر و اندوہ سے ہٹ کر خود میرا فکر و اندوہ میری اپنی تہا ذات پر منحصر ہے۔ لہذا مجھے اپنی عاقبت کی فکر میں لگ جانا چاہئے؛

7	چنانچہ میری رائے نے مجھے درست ثابت کر کے میری تصدیق کردی اور مجھے میری خواہش سے ہٹا دیا ہے؛	فَصَدَّقْنِي رَأْيِي وَصَرَّفْنِي عَنْ هَوَايَ ؛
8	اور میرے لئے میرے کاموں کی حقیقت واضح کر دی ہے؛	وَصَرَّحَ لِي مَحْضَ أَمْرِي ؛
9	چنانچہ مجھے اصلاح حال کی ایسی کوشش میں مصروف کر دیا ہے جس میں تضيغ اوقات نہ ہو سکے اور ایسی سچائی کو ثابت کرنے پر مامور کر دیا جس میں جھوٹ کا میل نہ ہونے پائے؛	فَأَفْضَى بِي إِلَى جِدِّ لَا يَكُونُ فِيهِ لَعِبٌ وَصِدْقٌ لَا يَشُوبُهُ كَذِبٌ .
10	<u>میں نے تمہیں اپنا ایک جز پایا بلکہ تمہیں وہی کچھ پایا جو کچھ کہ میں گل ہوں؛</u>	وَجَدْتُكَ بَعْضِي بَلْ وَجَدْتُكَ كَلْبِي ؛
11	یہاں تک کہ تم میں ایسی یگانگت و یکسانیت پاتا ہوں کہ جو کچھ تم پر گذرتا ہے وہی کچھ مجھ پر <u>واقع ہوتا ہے۔</u> یہاں تک گویا اگر تمہیں موت آئے تو مجھے بھی موت آجائے گی؛	حَتَّى كَأَنَّ شَيْئًا لَوْ أَصَابَكَ أَصَابَنِي وَكَأَنَّ الْمَوْتَ لَوْ أَتَاكَ أَتَانِي ؛
12	چنانچہ اس ہم آہنگی کی بنا پر مجھے تمہارا اتنا ہی انتظام کرنا ہے جتنا میں خود اپنی ذات کا کرتا؛	فَعَنَانِي مِنْ أَمْرِكَ مَا يَعْنِينِي مِنْ أَمْرِ نَفْسِي
13	اس لئے میں نے تمہارے لئے اپنی یہ وصیت لکھ دی ہے تاکہ یہ تمہاری پشت پناہی کا کام دے خواہ میں تمہارے لئے زندہ باقی رہوں یا فنا ہو جاؤں۔	فَكَتَبْتُ إِلَيْكَ كِتَابِي مُسْتَظْهِرًا بِهِ إِنْ أَنَا بَقِيْتُ لَكَ أَوْ فِينْتُ .
14	چنانچہ پہلی چیز یہ کہ تم اللہ کے سامنے ہمیشہ اور ہر حال میں ذمہ دار رہنا آئے میرے ننھے بیٹے، اور اس کے احکامات پر لازمی عمل کرنا؛	فَأَيُّ أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ . أَيُّ بَنِي .
15	اور اللہ کے ذکر سے اپنے دل کی تعمیر کرتے رہنا۔ اور اس کی رسی (سلسلے) کو پکڑے رہنا؛	وَلُزُومِ أَمْرِهِ ؛
16	اور کونسا سبب اور رشتہ اس سبب اور رشتے سے مضبوط اور پر یقین ہو سکتا ہے جو تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے؟ شرط یہ ہے کہ تم اُس سے وابستہ رہتے چلے جاؤ۔	وَعِمَارَةِ قَلْبِكَ بِذِكْرِهِ وَالْإِعْتِصَامِ بِحَبْلِهِ .
17	اپنے دل کو وعظ و تقریر سے زندگی دیتے رہنا اور دُنیا سے بے رنجی برت کر دنیاوی جذبات کو مارنا؛	وَأَيُّ سَبَبٍ أَوْ تَقَى مِنْ سَبَبٍ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ إِنْ أَنْتَ أَخَذْتَ بِهِ ؟
18	اور یقین کے ذریعہ دل کو قوت دینا اور حکمت سے اُسے منور کرنا اور موت کے تذکروں سے اُس کی انسانی خواہشوں کو ذلیل کرتے رہنا؛	أَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ ؛ وَامْتِنُ بِالزَّهَادَةِ ؛ وَقُوَّةِ بِالْيَقِينِ ، وَنُورَهُ بِالْحِكْمَةِ وَذَلِّلَّهُ بِذِكْرِ الْمَوْتِ ؛
19	اور اس سے فنا کا اقرار کرانا، دنیاوی حادثات پر متوجہ رکھ کر اس کی بصیرت میں اضافہ کرتے رہنا؛	وَقَرِّرُهُ بِالْفَنَاءِ وَبَصْرَهُ فَجَائِعِ الدُّنْيَا ؛
20	زمانہ کی بالادستی سے اُسے بچا کر خبردار رکھنا؛	وَحَدَرَهُ صَوْلَةَ الدَّهْرِ ؛
21	اور دن رات کے انقلاب کی خرابیوں اور نقصانات کو واضح کرتے رہنا؛	وَفُحْشَ تَقَلُّبِ اللَّيَالِي وَالْآيَامِ ؛
22	اور دل کو دُنیا سے گزر جانے والوں کے حالات و واقعات کی خبریں دیتے رہنا؛	وَأَعْرِضْ عَلَيْهِ أَخْبَارَ الْمَاضِيْنَ ؛
23	تم سے پہلے کے اولین زمانہ کے لوگوں پر جو کچھ گذرا اُس کا تذکرہ جاری رکھنا اور بار بار یاد دلاتے رہنا؛	وَذِكْرَهُ بِمَا أَصَابَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنَ الْأَوَّلِينَ ؛

24	اور اُن کے شہروں بستیوں اور چھوڑے ہوئے آثار قدیمہ کی سیر کرنا؛	وَسِرْفِي دِيَارِهِمْ وَاتَّارِهِمْ ؛
25	اور اس پر غور کرنا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ اور کہاں سے کوچ کیا کدھر کو گئے اور کہاں اُترے اور قیام کیا؟ اور کتنا ٹھہرے؟	فَانظُرْ فِيمَا فَعَلُوا ؛ وَعَمَّا اَنْتَقَلُوا ؛ وَاَيْنَ حَلُّوْا وَنَزَلُوْا ؛
26	تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ لوگ اپنے پیاروں سے جدا ہو کر کوچ کر گئے اور غربت اور تنہائی کے گھر میں جا اُترے؛	فَاِنَّكَ تَجِدُهُمْ قَدِ اَنْتَقَلُوا عَنِ الْاَحْبَبَةِ وَحَلُّوْا دَارَا الْغُرْبَةِ ؛
27	اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد تمہارا شمار بھی اُن ہی لوگوں میں سے ایک کی طرح ہونے لگے گا؛	وَكَانَكَ عَنْ قَلِيلٍ قَدْ صِرْتَ كَاَحَدِهِمْ ؛
28	چنانچہ اپنے آخری ٹھکانے کی اصلاح کرو اور اپنی آخرت کو اپنی دُنیا کے بدلے فروخت نہ کرنا؛	فَاَصْلِحْ مَثْوَاكَ ، وَلَا تَبِعْ اٰخِرَتَكَ بِدُنْيَاكَ ؛
29	اور ہر اُس بات کو نظر انداز کر دو جس سے تمہارا تعارف نہیں ہے اور جو چیز تمہاری ذمہ داری سے باہر ہے اس پر بات ہی نہ کرو؛	وَدَعِ الْقَوْلَ فِيمَا لَا تَعْرِفُ ؛ وَالْحِطَابَ فِيمَا لَمْ تُكَلِّفْ ؛
30	اُس طریقہ اور راستے سے جدا رہو جس میں گمراہی کا خوف محسوس ہو؛	وَأَمْسِكْ عَنْ طَرِيقٍ اِذَا خِفْتَ ضَلَالَتَهُ ؛
31	ایسے طریقوں اور راستوں سے رکے رہنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی گمراہی کے خطرات پر سوار ہو کر تباہی میں جا گرے؛	فَاِنَّ الْكُفَّ عِنْدَ حَبِيْرَةِ الضَّلَالِ خَيْرٌ مِنْ رُكُوْبِ الْاَهْوَالِ ؛
32	اور تم عالمی پسندیدگی پر عمل کرنے کا حکم دیتے رہو تا کہ تم عالمی پسندیدگی کے ذمہ داروں میں سے ہو جاؤ؛	وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ تَكُنْ مِنْ اَهْلِهِ ؛
33	اور تم اپنی زبان اور ہاتھوں سے کہہ کر اور عملاً ان تمام چیزوں کا انکار کر دو جو ساری دنیا میں ناپسند کی جاتی ہیں؛	وَأَنْكِرِ الْمُنْكَرَ بِيَدِكَ وَلِسَانِكَ ؛
34	اور جو بھی عالمی ناپسندیدگی کے کام کرے کوشش کر کے اس سے جدا اور مخالف رہو؛	وَبَايِنُ مَنْ فَعَلَهُ بِجُهْدِكَ ؛
35	اور اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کرتے رہو جیسا کہ جہاد کا حق ہے؛	وَجَاهِدْ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ ؛
36	اور اس طرح اللہ کی راہ میں کام کرنے پر کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرو؛	وَلَا تَأْخُذَكَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةٌ لَّا تَمِمْ ؛
37	حق کہیں بھی ہو اُسکو حاصل کرنے اور پھیلانے کیلئے ہر سختی اور مشکل برداشت کرتے رہو	وَحُضِ الْعِمْرَاتِ لِلْحَقِّ حَيْثُ كَانَ ؛
38	اور دینی سوجھ بوجھ پیدا کرنے کے لئے بھی ہر تکلیف اٹھاؤ۔	وَتَفَقَّهْ فِي الدِّيْنِ .
39	دین کی خاطر ہر کمزور اور تکلیف دہ صورت حال پر صبر کرنے کی خود کو عادت ڈالو۔ اور حق کے سلسلے میں صبر کرنا بہترین اخلاق ہے؛	وَعَوِّذْ نَفْسَكَ التَّصَبُّرِ عَلَى الْمَكْرُوْهِ وَنِعْمَ الْخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِي الْحَقِّ ؛

40	اور ہر قسم کے معاملات اور اُن کے نتائج کو اللہ کے سپرد کیا کرو اس طرح تم خود کو ایک محفوظ پناہ کی جگہ میں اور ایک غالب رہنے والے محافظ کے سپرد کرو گے جہاں خطرہ کی رسائی نہیں ہے؛	وَالْحِجَى نَفْسَكَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا إِلَى إِلَهِكَ فَإِنَّكَ تُلْجِئُهَا إِلَى كَهْفِ حَرِيزٍ، وَمَانِعِ عَزِيزٍ،
41	اور ہر سوال اور ہر حاجت خالصتاً اپنے پروردگار کے سامنے پیش کرو اس لئے کہ ہر چیز کا عطا کرنا اور محروم رکھنا اُسی کے ہاتھ میں ہے؛	وَأَخْلِصْ فِي الْمَسْأَلَةِ لِرَبِّكَ فَإِنَّ بِيَدِهِ الْعَطَاءَ وَالْحِرْمَانَ؛
42	اور کثرت سے بھلائی اور اختیارات طلب کرتے رہو اور میری اس وصیت کی تفہیم جاری رکھو اور اس میں مذکور ہدایات سے ذرہ برابر نہ ہٹنا؛	وَأَكْثِرِ الْأَسْتِحَارَةَ . وَتَفَهَّمْ وَصِيَّتِي؛ وَلَا تَذْهَبَنَّ عَنْهَا صَفْحًا؛
43	یقیناً اچھی بات وہی ہے جو نفع پہنچائے؛	فَإِنَّ خَيْرَ الْقَوْلِ مَانِعٌ؛
44	اور یہ جان لو کہ اُس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ نہ پہنچائے اور نہ ہی اس علم سے فائدہ پہنچ سکتا ہے جس کا پڑھنا اور پڑھانا موزوں نہ ہو۔	وَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَلَا يَنْتَفَعُ بِعِلْمٍ لَا يَحِقُّ تَعَلُّمُهُ .
45	اے ننھے بیٹے جب میں نے یہ دیکھ لیا کہ میں مناسب عمر تک پہنچ چکا ہوں اور یہ بھی دیکھا کہ کمزوری بڑھتی جا رہی ہے تو میں نے تمہارے لئے اپنی وصیت لکھنے میں اقدام کیا؛	أَيُّ بَنِي إِبْنِي لَمَّا رَأَيْتَنِي قَدْ بَلَغْتُ سِنًا، وَرَأَيْتَنِي أَرْزَادًا وَهَنًا، بَادَرْتُ بِوَصِيَّتِي إِلَيْكَ؛
46	اور وصیت میں اپنی موت کے جلد آجانے کا خیال رکھ کر پہلے ہی سے چند ایسی خصلتوں کا بیان ضروری سمجھا جو میرے دل میں تھیں اور جو موت سے پہلے تم پر واضح کرنا تھیں؛	وَأُورِدْتُ حِصَالًا مِنْهَا قَبْلَ أَنْ يَعْجَلَ بِي أَجَلِي دُونَ أَنْ أَفْضِيَ إِلَيْكَ بِمَا فِي نَفْسِي؛
47	اور یہ سوچا کہ جس طرح میرا جسم ناقص ہوتا جا رہا ہے اسی طرح وصیت لکھنے سے پہلے میری رائے ناقص نہ ہو جائے۔	أَوْ أَنْ أَنْقُصَ فِي رَأْيِي كَمَا نُقِصْتُ فِي جِسْمِي؛
48	یا وصیت سے پہلے ہی تم پر بعض خواہشات غالب نہ آجائیں یا دنیا کے فتنے تمہیں ایسا کر دیں کہ تمہارا علیحدگی کا فیصلہ بدلنا دشوار ہو جائے؛	أَوْ يَسْبِقَنِي إِلَيْكَ بَعْضُ غَلَبَاتِ الْهَوَى؛ وَفِتَنِ الدُّنْيَا فَتَكُونَ كَالصَّعْبِ النَّفُورِ؛
49	اور یہ ایک فطری حقیقت ہے کہ کمسنوں اور نوجوانوں کا دل اُس خالی زمین کی طرح ہوتا ہے کہ جس میں جو بیج ڈالا جائے اسے قبول کر لیتی ہے؛	وَأِنَّمَا قَلْبُ الْحَدِثِ كَالْأَرْضِ الْخَالِيَةِ : مَا أُلْقِيَ فِيهَا مِنْ شَيْءٍ قَبِلَتْهُ؛
50	چنانچہ میں نے تمہارے دل کے پختہ اور سخت ہو جانے سے پہلے پہلے تمہاری تربیت میں جلدی کی ہے؛	فَبَادَرْتُكَ بِالْأَدَبِ قَبْلَ أَنْ يَنْقُسَ قَلْبُكَ؛
51	اور تمہارے ذہن کے مشغول ہو جانے سے پہلے وصیت تیار کی ہے۔ تاکہ تم اپنی فطری رائے اور کوشش سے اُن باتوں کو قبول کر سکو جن کو خود تجربے کی ٹھوکریں کھانے کے بعد قبول کرتے۔ لہذا تمہیں تجربات اور تلاش کی زحمت سے بچانے کے لئے تجربہ کاروں نے اپنے تجربات وصیت میں سامنے رکھ دئے ہیں؛	وَيَسْتَعْلَلُ لُبَّكَ لِتَسْتَقْبَلَ بِجِدِّ رَأْيِكَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ كَفَاكَ أَهْلُ السَّجَارِبِ بُغْيَتَهُ وَتَجَرِبَتَهُ؛

<p>53 چنانچہ علم و تجربہ کی وہ باتیں جو ہم پر آشکار ہوئی ہیں تمہارے پاس بلا محنت و مشقت پہنچ رہی ہیں اور وہ چیزیں بھی اجاگر ہو رہی ہیں اور تمہارے سامنے آ رہی ہیں جو ہمارے سامنے آئی تھیں اور بعض ایسی چیزیں بھی ہو سکتی ہیں جن میں سے بعض سے ہم تاریکی میں رہے ہوں؛ اے ننھے بیٹے، اگر چہ میں نے اتنی عمر نہیں گذاری ہے جتنی مجھ سے پہلے لوگ گزار کر وصیت کیا کرتے تھے؛</p>	<p>53 فَتَكُونُ قَدْ كُفِّيتَ مَوْوَنَةَ الطَّلَبِ ؛ وَعُوفِيَتْ مِنْ عِلَاجِ التَّجْرِيبَةِ ؛ فَاتَاكَ مِنْ ذَلِكَ مَا قَدْ كُنَّا نَتَّبِعُهُ وَاسْتَبَانَ لَكَ مَا رَبِّمَا أَظْلَمَ عَلَيْنَا مِنْهُ . أَيُّ بُنْيَى ، إِنِّي . وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عَمِّرْتُ عُمَرَ مَنْ كَانَ قَبْلِي ؛</p>
<p>54 اس کے باوجود میں نے اُن کے عمل درآمد اور کردار پر نظر ڈالی اور اُن کے حالات اور اخبار میں غور و فکر کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے آثار و نشانات کی سیر اس طرح کی ہے گویا میں بھی ان ہی میں سے ایک فرد تھا،</p>	<p>54 فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ وَفَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ وَسِرَّتْ فِي آثَارِهِمْ حَتَّى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ</p>
<p>55 بلکہ اُن سب کے حالات و آثار پر اس طرح عبور حاصل کیا ہے گویا میں نے اُن سب کے ساتھ ساتھ اُن کے اوّل سے آخر تک زندگی گذاری ہے۔ لہذا میں نے صاف اور واضح کو گنگلگ سے اور نقصان کو نفع سے الگ کر کے معرفت حاصل کی ہے؛</p>	<p>55 بَلْ كَأَنِّي بِمَا نَتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ عَمِّرْتُ مَعَ أَوْلِيهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ ، فَعَرَفْتُ صَفْوَةَ ذَلِكَ مِنْ كَدْرِهِ وَنَفْعَهُ مِنْ ضَرِّهِ ؛ فَاسْتَخَلَصْتُ لَكَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ نَخِيلَهُ ؛ وَتَوَخَّيْتُ لَكَ جَمِيلَهُ ؛ وَصَرَفْتُ عَنْكَ مَجْهُولَهُ ؛</p>
<p>56 اور یوں میں نے اب اپنی تمام معلومات اور تجربات کا عطر تمہارے لئے فراہم کر دیا ہے اور میں نے تمام خوبیوں کو چھانٹ چھانٹ کر تمہارے لئے جمع کر دیا ہے اور گنگلگوں اور الجھنوں کو تم سے دور رکھا ہے؛</p>	<p>56 وَرَأَيْتُ . حَيْثُ عَنَانِي مِنْ أَمْرِكَ مَا يَعْنِي الْوَالِدَ الشَّفِيقَ ؛ وَأَجْمَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَبِكَ ؛</p>
<p>57 اور اس معاملے میں مجھے تمہارے سامنے آنے والی ہر دقت کو ہٹانے کا اتنا ہی فکر رہا ہے جتنا ایک مہربان باپ کو ہونا چاہئے۔ لہذا میں نے تمہاری تعلیم و تربیت کے لئے وہ تمام سامان جمع کر دیا ہے جس سے کہ تمہاری تربیت میں تمہاری،</p>	<p>57 أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ وَأَنْتَ مُقْبِلُ الْعُمُرِ وَمُقْتَبِلُ الدَّهْرِ دُونِيَّةٍ سَلِيمَةٍ وَنَفْسٍ صَافِيَةٍ ؛ وَأَنْ أَبْتَدِيَنَّكَ بِتَعْلِيمِ كِتَابِ اللَّهِ وَتَأْوِيلِهِ ؛ وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ وَأَحْكَامِهِ ؛ وَحَلَالِهِ وَحَرَامِهِ ؛ وَلَا أَجَاوِزَ ذَلِكَ بِكَ إِلَى غَيْرِهِ ؛</p>
<p>نوعمری اور دنیا میں نو وارد ہونے کا خیال رہے اور ضروریات پوری ہو جائیں؛</p>	<p>58</p>
<p>59 چونکہ تمہاری نیت میں سلامت روی اور تمہاری فطرت اور ذہنیت پاک و صاف ہے؛ اسلئے میں نے چاہا تھا کہ پہلے تمہیں کتاب اللہ کی تعلیم دوں اور اسکی عملی صورت سکھاؤں اور اسلام کی تمام شریعتوں اور انکے احکام پر مطلع کروں اور حلال و حرام کی صورتیں واضح کر دوں؛</p>	<p>59</p>
<p>60 اور اُن کے دائرہ سے تجاوز کر کے اور کوئی تعلیم نہ دوں۔</p>	<p>60</p>
<p>61 پھر غور و خوض کے بعد مجھے زیادہ شفقت پر متوجہ ہونا پڑا اور یہ اندیشہ سامنے آ گیا کہ جن چیزوں اور اغراض کی وجہ سے لوگوں کے اسلامی عقائد اور نظام میں اختلاف پیدا ہوا ہے اور ان کی خواہشوں اور رائے میں فریب و شبہات وقوع میں آئے ہیں۔ وہ کہیں تم پر بھی اثر انداز نہ ہو جائیں۔</p>	<p>61 ثُمَّ أَشْفَقْتُ أَنْ يَلْتَبَسَ عَلَيْكَ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيهِ مِنْ أَهْوَائِهِمْ وَآرَائِهِمْ مِثْلَ الدِّيِّ النَّبَسَ عَلَيْهِمْ ؛</p>

<p>63 حالانکہ ان غلط عقائد اور اختلافات کا اور ان کے باطل احکامات کا تم سے ذکر کرنا بھی مجھے ناپسند تھا۔ لیکن مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں تمہارے اسلامی عقائد کو مستحکم کر دوں اور تمہیں ایسی حالت میں نہ چھوڑوں جس میں مجھے تمہاری ہلاکت و تباہی کا اندیشہ ہو؛</p>	<p>فَكَانَ احْكَامُ ذَلِكَ عَلَى مَا كَرِهْتُ مِنْ تَنْبِيهِكَ لَهُ اَحَبَّ اِلَيَّ اِسْلَامِكَ اِلَى اَمْرٍ لَا اَمْنٌ عَلَيْكَ بِهِ الْهَلَكَةُ ؛</p>
<p>64 اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں تمہاری راست روی میں مدد اور توفیق دے گا اور یہ کہ تمہیں مقاصد اسلامی میں کامیاب کرنے کی ہدایات جاری رکھے گا؛</p>	<p>64 وَرَجَوْتُ اَنْ يُوفِّقَكَ اللهُ فِيهِ لِرُشْدِكَ وَاَنْ يَهْدِيَكَ لِقُصْدِكَ ؛</p>
<p>65 چنانچہ ان مذکورہ مقاصد کیلئے تمہیں اپنی یہ وصیت اور عہد نامہ لکھ رہا ہوں۔</p>	<p>65 فَعَهَدْتُ اِلَيْكَ وَصِيَّتِي هَذِهِ .</p>
<p>66 اور اے میرے ننھے سے بیٹے یہ جان لو کہ مجھے اپنی اس وصیت میں جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے اور جس کی تمہیں ہر حال میں پابندی کرنا ہے وہ اللہ کا تقویٰ اور ذمہ داری ہے،</p>	<p>66 وَاَعْلَمُ يَا بُنَيَّ اَنَّ اَحَبَّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِهِ اِلَيَّ مِنْ وَصِيَّتِي تَقْوَى اللهِ .</p>
<p>67 اور جو فریضہ اللہ نے تم پر عائد کئے ہیں ان میں میانہ روی اور درجہ بندی سے عمل کرنا ہے،</p>	<p>67 وَالْاِقْتِصَادُ عَلَى مَا فَرَضَهُ اللهُ عَلَيْكَ ؛</p>
<p>68 اور اس کردار پر قدم بقدیم چلتے رہنا جس پر تمہارے اولین باپ دادا اور تمہارے اہل بیت کے صالح افراد چلتے رہے تھے؛</p>	<p>68 وَالْاِخْتِصَابُ بِمَا مَضَى عَلَيْهِ الْاَوْلَادُ مِنْ اَبَائِكَ وَالصَّالِحُونَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِكَ ؛</p>
<p>69 اس لئے کہ ان بزرگوں نے اپنے اعمال و کردار کے لئے یہ دینی نظریہ بھی نہ چھوڑا تھا جس نظریہ پر آج تم قائم ہو؛</p>	<p>69 فَاِنَّهُمْ لَمْ يَدْعُوا اَنْ نَنْظُرُوا لِاَنْفُسِهِمْ كَمَا اَنْتَ نَاطِرٌ ؛</p>
<p>70 اور اپنے عمل درآمد کو اسی غور و فکر کے ماتحت رکھتے تھے۔ جس فکر کے ماتحت تم اعمال بجالاتے ہو؛</p>	<p>70 وَفَكَرُوا كَمَا اَنْتَ مُفَكِّرٌ ؛</p>
<p>71 ان بزرگوں کو ان کے فکر و نظر اور عمل درآمد نے آخر کار اس نتیجے پر پہنچا دیا تھا کہ وہ جتنا علم اور تعارف رکھتے ہیں صرف اتنے ہی پر عمل کرتے رہیں؛</p>	<p>71 ثُمَّ رَدَّهُمْ اٰخِرُ ذَلِكَ اِلَى الْاِخْتِصَابِ بِمَا عَرَفُوا ؛</p>
<p>72 اور ہر اس عمل اور کام سے باز رہتے تھے جو ان پر واجب نہ کیا گیا تھا؛</p>	<p>72 وَالْاِمْسَاكُ عَمَّا لَمْ يُكَلَّفُوا ؛</p>
<p>73 بہر حال اگر تم ذاتی علم و تحقیق کے بغیر ان کے نقش قدم پر نہ چلنا چاہو اور اسی طرح علم حاصل کرنے کے بعد عمل کرنا پسند ہو جس طرح انہوں نے علم حاصل کیا تھا تو تم پر لازم ہے کہ تم صرف علم و عقل پر تحقیق کی بنیاد رکھو نہ یہ کہ تم شبہات میں الجھ کر بحث و مناظرے میں حد سے گذر جاؤ؛</p>	<p>73 فَاِنَّ اَبْتَ نَفْسُكَ اَنْ تَقْبَلَ ذَلِكَ دُونَ اَنْ تَعْلَمَ كَمَا عِلْمُوا فَلْيَكُنْ طَلَبُكَ ذَلِكَ بِنَفْسِكَ وَتَعْلَمُ لَا يَتَوَرَّطُ الشُّبُهَاتِ وَغُلُوِّ الْخُصُومَاتِ ؛</p>

74	اور اُس تحقیق پر غور و فکر و نظر شروع کرنے سے پہلے اپنے معبود سے مدد کی درخواست کرو اور بڑی رغبت اور تمنا کے ساتھ اپنی توفیقات اور تائید کے لئے دعا کرو اور وہم کے ہر اُس شائبہ سے بچ کر تحقیق شروع کرو جو تمہیں شبہات میں الجھالے یا تمہیں گمراہی کے حوالے کر دے،	وَأَبْدَأُ . قَبْلَ نَظْرِكَ فِي ذَلِكَ بِالِاسْتِعَانَةِ بِسَاءِ لِهَكَ . وَالرَّغْبَةِ إِلَيْهِ فِي تَوْفِيقِكَ وَتَرْكِ كُلِّ شَائِبَةٍ أَوْلَجْتِكَ فِي شُبُهَةٍ أَوْ اسَلَمْتِكَ إِلَى ضَلَالَةٍ ؛
75	چنانچہ جب تمہیں یہ یقین ہو جائے کہ تمہارا دل خارجی تصورات اور وہم سے پاک و صاف ہو گیا ہے اور دل میں حق کیلئے جاذبیت پیدا ہو چکی ہے۔ اور دماغ پوری یکسوئی کے ساتھ آمادہ ہے اور تمہاری ہمت تحقیق کے سلسلے میں ایک نقطہ پر مرکوز ہو چکی ہے لہذا،	فَإِذَا أَيَقُنْتَ أَنْ قَدْ صَفَا قَلْبُكَ فَخَشِعْ وَتَمَّ رَأْيِكَ فَاجْتَمِعْ وَكَانَ هَمُّكَ فِي ذَلِكَ هَمًّا وَاحِدًا ؛
76	اب تم ان حقائق پر نظر ڈالو جن کی تفسیر میں نے تمہارے لئے کی ہے؛	فَانظُرْ فِيمَا فَسَّرْتُ لَكَ ؛
77	اور اگر تمہاری اپنی پسندیدہ معیار کی یکسوئی اور فکر و نظر کا اجتماع و اطمینان تمہیں حاصل نہیں ہوا ہے،	وَإِنْ أَنْتَ لَمْ يَجْتَمِعْ لَكَ مَا تُحِبُّ نَفْسِكَ وَفَرَاغَ نَظْرِكَ وَفِكْرِكَ ؛
78	تو یہ جان لو کہ تم ابھی رات میں کم دیکھنے والی اونٹنی کی طرح بھٹکتے پھر رہے ہو اور اندھیرے میں گھوم رہے ہو؛	فَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنَّمَا تَخْبِطُ الْعُشُوَاءَ ؛ وَتَتَوَرَّطُ الظُّلْمَاءَ ؛
79	اور وہ شخص دین کا طالب ہو ہی نہیں سکتا جو خبط میں مبتلا ہو یا مطالب کو گڈ مڈ کرتا ہو اور ایسی حالت میں تحقیق دین سے رکارہ ناپی بہتر ہوتا ہے؛	وَلَيْسَ طَالِبُ الدِّينِ مَنْ خَبِطَ أَوْ خَلَطَ ! وَالْإِمْسَاكُ عَنِ ذَلِكَ أَمْثَلُ .
80	چنانچہ اے مئے سے بیٹے اب تم میری وصیت کو سمجھنے میں لگ جاؤ۔ اور جان لو کہ جو موت کا مالک ہے وہی حیات و زندگی کا مالک ہے،	فَتَهْتَمُّ ، يَا بُنَيَّ ، وَصِيَّتِي وَاعْلَمْ أَنَّ مَالِكُ الْمَوْتِ هُوَ مَالِكُ الْحَيَاةِ ؛
81	اور یہ کہ مارنے والا بھی وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے؛	وَأَنَّ الْخَالِقَ هُوَ الْمُمِيتُ ؛
82	اور جو فنا کرنے والا ہے وہی دوبارہ زندہ کر کے پلٹانے والا بھی ہے؛	وَأَنَّ الْمُفْنِي هُوَ الْمُعِيدُ ؛
83	اور جو آزمائشوں میں ڈالنے والا ہے وہی نظر انداز کرنے والا بھی ہے۔	وَأَنَّ الْمُبْتَلِيَ هُوَ الْمُعَافِي ؛
84	اور یہ کہ دنیا اپنی مرضی سے کسی بھی حالت پر قائم نہیں رہ سکتی سوائے اُن حالات کے جو اللہ نے دنیا کے لئے مقرر فرمادئے ہیں۔ نعمتیں فراہم کرنا، آزمائشوں میں ڈالنا اور آخرت کے لئے جزا فراہم کرنا؛	وَأَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لِنَسْتَقَرِّ إِلَّا عَلَى مَا جَعَلَهَا اللَّهُ عَلَيْهِ مِنَ النِّعَمَاءِ وَالْإِبْتِلَاءِ وَالْجَزَاءِ فِي الْمَعَادِ ؛
85	اور اس کے علاوہ اللہ نے دنیا کے ذمہ کیا کچھ لگایا ہے۔ اسے ہم نہیں جانتے ہیں؛	وَمَا شَاءَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ ؛
86	چنانچہ اگر کبھی تمہیں دنیا میں کسی چیز کے سمجھنے میں مشکل پیش آئے تو اُسے اپنی لاعلمی و جہالت سمجھ لینا؛	فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فَاحْمِلْهُ عَلَى جَهَالَتِكَ بِهِ ؛
87	چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں اول درجہ میں جاہل پیدا کیا تھا پھر تمہیں علم دیا تھا؛	فَإِنَّكَ أَوْلَ مَا خَلَقْتَ جَاهِلًا ثُمَّ عَلَّمْتَ ؛

88	وَمَا أَكْثَرَ مَا تَجْهَلُ مِنَ الْأَمْرِ ؛ وَيَتَحَيَّرُ فِيهِ رَأْيَكَ . وَيَضِلُّ فِيهِ بَصْرَكَ ؛ ثُمَّ تُبْصِرُهُ بَعْدَ ذَلِكَ ؛	اور اس سلسلے کی بہت کثیر تعداد ایسی چیزوں کی ہے جن سے تم جاہل ہو اور انہیں دیکھ کر تمہاری رائے حیران ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور بصیرت و بصارت گمراہ ہو جاتی ہے۔ پھر تم اس حیرانی کے بعد ان کی بصیرت حاصل کر لیتے ہو؛
89	فَأَعْتَصِمُ بِالَّذِي خَلَقَكَ وَرَزَقَكَ وَسَوَّأَكَ حَيَاتٍ دِيَاوَرِ جَسَدِ تَمَهِيهِمْ سَامَانَ	لہذا تمہیں اُس سے وابستہ رہنا چاہئے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ جس نے تمہیں سامانِ حیات دیا اور جس نے تمہیں سنوارا؛
90	فَلْيَكُنْ لَهُ تَعْبُدَاكَ وَآلِيهِ رُغْبَتَكَ ؛ وَمِنْهُ شَفَقَتُكَ .	چنانچہ تجھے چاہئے کہ تو اُسی کی عبادت کرے اور اُسی کی طرف رغبت کرے اور اُسی کے زیرِ شفقت رہے۔
91	وَأَعْلَمُ يَا بُنَيَّ ؛ أَنْ أَحَدًا لَمْ يُبَيِّنْ عَنِ اللَّهِ كَمَا أَنْبَأَ عَنْهُ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ؛	اور اے میرے ننھے بیٹے یہ بھی جان لو کہ کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو اللہ کی طرف سے ایسی غیبی خبریں دے جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے دی ہیں؛
92	فَارْضَ بِهِ زَائِدًا ؛ وَاللَّي نَجَاةً قَائِدًا ؛	چنانچہ خوشی خوشی انہیں اپنا راہبر مانو اور نجات کی طرف لے جانے والا قائد تسلیم کرو؛
93	فَيَأْتِي لَمْ أَلِكْ نَصِيحَةً ؛ وَأَنْكَ لَنْ تَبْلُغَ فِي النَّظَرِ لِنَفْسِكَ . وَإِنْ اجْتَهَدْتَ مَبْلَغَ نَظَرِي لَكَ .	بہر حال میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تم اپنے طور پر ذاتی کوشش سے اپنے نفع اور نقصان کے لئے اتنا کچھ نہ دیکھ سکتے تھے جتنا میں تمہاری بہبودی کے لئے دیکھ سکتا ہوں۔
94	وَأَعْلَمُ ، يَا بُنَيَّ إِنَّهُ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيكٌ لَأَتَتْكَ رُسُلُهُ ؛	اے میرے ننھے بیٹے یہ بھی جان لو کہ اگر تیرے پروردگار کے ساتھ کوئی شریک ہوتا تو اُس کی طرف سے بھی رسول آئے ہوتے،
95	وَلَوْ آتَتْ آثَارَ مُلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ ؛	اور یقیناً تم اُس شریک کے قائم کردہ نظامِ مملکت کو بھی دیکھتے اور اُس کی حکمرانی کے آثار و نشانات بھی یہاں پاتے؛
96	وَأَعْرِفَتْ أَعْمَالَهُ وَصِفَاتِهِ ؛	اور ضروری تھا کہ تمہیں اُسکے کاموں کا بھی تعارف ہوتا اور تم اسکی صفات بھی جان لیتے؛
97	وَلَكِنَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ ؛ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ ؛ لَا يُضَادُّهُ فِي مُلْكِهِ أَحَدٌ ؛	ولیکن وہ تو تنہا ویگانہ معبود ہے۔ جیسا کہ خود اُسی نے بتایا اور بیان کیا ہے۔ اور اللہ کی مملکت اور حکمرانی میں کوئی بھی اُس کی مخالفت کرتا ہوا نہیں پایا جاتا؛
98	وَلَا يَزُولُ أَبَدًا ؛ وَلَمْ يَزَلْ ؛	اور تنا بدکبھی اُسے زوال نہ ہوگا، اور نہ ہی اُسے کبھی زوال ہوا ہے۔
99	أَوَّلُ قَبْلِ الْأَشْيَاءِ بِأَوَّلِيَّةٍ ؛ وَآخِرُ بَعْدِ الْأَشْيَاءِ بِأَنْهَائِيَّةٍ ؛	(یعنی ہمیشہ سے قائم ہے اور قائم رہے گا)
100	عَظُمَ عَنْ أَنْ تُثَبَّتَ رُبُوبِيَّتُهُ بِإِ حَاطَةِ قَلْبٍ أَوْ بَصَرٍ ؛	اور وہ تمام چیزوں سے ایسا اول اور پہلا ہے کہ اُس سے پہلے کوئی پہل اور اولیت کی لفظ بھی نتھی۔ اور تمام چیزوں کے بعد بھی وہ ایسا آخری ہے کہ اُسکے بعد کوئی حد و انتہا نہیں؛
		وہ ایسا عظیم الشان ہے کہ اُس کی ربوبیت اسکی محتاج نہیں کہ وہ قلب و نظر کی کوششوں سے ثابت کیا جائے تو رب ثابت ہو ورنہ نہ ہو؛

<p>101 اب جب کہ تم یہ سمجھ گئے کہ وہ ایسی بلند و بالا ذات پاک ہے تو تمہیں چاہئے کہ تم ویسا ہی عمل کرو جیسا عمل تم ایسی ہستی کو کرنا چاہئے جو کہ نہایت چھوٹی پوزیشن رکھتی ہے؛ کم قوت و قدرت رکھتی ہے اور محتاجی اور عاجزی سے دوچار ہے اور اللہ کے سامنے بہت سی ضرورتیں اور حاجتیں رکھتی ہے؛ اللہ کی اطاعت کرنے کی تلاش کی ضرورت اور اللہ کے عذاب سے اور باز پرس سے ڈرنے اور عاجز رہنے کی ضرورت اور اسکی ناراضگی سے شفقت کی ضرورت ہے (ان تمام ضرورتوں کو ملحوظ رکھ کر عمل کرنا لازم ہے)؛</p>	<p>فَادَا عَرَفْتَ ذَلِكَ فَافْعَلْ كَمَا يَنْبَغِي لِمِثْلِكَ أَنْ يَفْعَلَهُ فِي صِعْرِ خَطَرِهِ ؛ وَقَلَّةِ مَقْدَرَتِهِ ، وَكَثْرَةِ عَجْزِهِ ؛ وَعَظِيمِ حَاجَتِهِ إِلَى رَبِّهِ ؛ فِي طَلَبِ طَاعَتِهِ ؛ وَالْحَشْيَةِ مِنْ عُقُوبَتِهِ وَالشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهِ ؛</p>
<p>102 چنانچہ اللہ نے اسی لئے تمہیں کرنے کے کاموں میں صرف نیکی کرنا حکم دیا ہے اور برائی سے منع کرنے کے علاوہ اور کسی چیز سے منع نہیں کیا ہے۔</p>	<p>فَإِنَّهُ لَمْ يَأْمُرَكَ بِالْإِحْسَانِ ، وَلَمْ يَنْهَكَ إِلَّا عَنِ قَبِيحٍ .</p>
<p>103 اے ننھے بیٹے میں نے یقیناً تمہیں دنیا کے متعلق غیبی خبریں دے دی ہیں،</p>	<p>يَا بُنَيَّ إِنِّي قَدْ أَنْبَأْتُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَحَالِهَا ؛</p>
<p>104 اور اسکے زوال کے متعلق بھی اور اسکی تبدیلی اور ناپائیداری کے متعلق بھی بتا دیا ہے؛</p>	<p>وَزَوَالِهَا وَإِنْقَالِهَا ؛</p>
<p>105 اور تمہیں آخرت کی غیبی اطلاع بھی دے دی ہے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ آخرت میں لوگوں کے لئے کیا کچھ تیار کیا گیا ہے؛</p>	<p>وَأَنْبَأْتُكَ عَنِ الْآخِرَةِ وَمَا أَعَدَّ لِأَهْلِهَا فِيهَا ؛</p>
<p>106 اور تمہارے لئے میں نے دنیا اور آخرت دونوں کی مثالیں بھی دے دی ہیں تاکہ تم خبردار ہو جاؤ اور عبرت و سبق حاصل کر سکو اور دونوں میں کامیابی کا طریقہ اختیار کر لو؛</p>	<p>وَضَرَبْتُ لَكَ فِيهِمَا الْأَمْثَالَ لِنَعْتَبِرَ بِهَا ؛ وَتَحْذَرُ عَلَيْهَا ؛</p>
<p>107 جن لوگوں کو دنیا سے واقفیت حاصل ہوگئی اُن کی مثال اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ ایک ایسی مسافر قوم کی طرح ہیں جنہیں ایک سرسبز و شاداب منزل کی خبر ملی ہے اور انہوں نے اپنی بنجر و بے آب اور خشک زمین کو چھوڑ کر اُسی تروتازہ سبز و شاداب منزل کا سفر اختیار کر لیا ہے؛</p>	<p>إِنَّمَا مَثَلٌ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفَرْنَا بِهِمْ مِنْزِلٌ جَدِيبٌ فَأَمُوا مِنْزِلًا خَصِيبًا ؛ وَجَنَابًا مَرِيعًا ؛</p>
<p>108 انہوں نے راستے کی دشواریوں کو برداشت کرنا طے کر لیا ہے۔ دوستوں اور ہمدردوں کی جدائی اور فراق منظور کر لیا ہے۔ سفر کی ناگواریاں اور سختیاں سہنے کیلئے آمادہ ہو گئے اور روکھی سوکھی بد مزہ خوراک پر صبر کر لیا ہے؛</p>	<p>فَاحْتَمَلُوا وَعَنَاءَ الطَّرِيقِ وَفِرَاقَ الصَّدِيقِ ، وَخَشُونَةَ السَّفَرِ وَجَشُونَةَ الْمَطْعَمِ ؛</p>
<p>109 تاکہ وہ یہ تکلیفیں سہہ کر ایک دن اپنی مستقل منزل کی وسعتوں، سہولتوں اور آسائشوں میں جا پہنچیں؛</p>	<p>لِيَأْتُوا أَسْعَةَ دَارِهِمْ ؛ وَمَنْزِلَ قَرَارِهِمْ ؛</p>

110	چنانچہ انہیں اس دشوار گزار اور تکلیف دینے والے راستے کی کسی بھی چیز سے دکھ محسوس نہ ہوا اور نہ ہی انہیں اس راہ سے خرچ کرنا جرمانہ یا تاوان محسوس ہوا؛	فَلَيْسَ يَجِدُونَ لَشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ أَلَمًا ؛ وَلَا يَرَوْنَ نَفَقَةً فِيهِ مَغْرَمًا ؛
111	اور انہیں اس چیز سے زیادہ کوئی اور چیز پسند ہی نہیں ہے جو انہیں جلد سے جلد انکی منزل کے قریب لیجائے اور انہیں اُنکے رہنے کے مستقل ٹھکانے کے نزدیک کر دے	وَلَا شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِنْ مَنْزِلِهِمْ ؛ وَأَذْنَا هُمْ مِنْ مَحَلِّهِمْ ؛
112	اور جو لوگ دنیا کے فریب میں آگئے اُن کی مثال اُس قوم جیسی ہے جو ایک سرسبز و شاداب اور نعمتوں سے بھری ہوئی جگہ میں رہتے تھے۔ انہیں ایک ایسے مقام پر جانا لازم ہو گیا جو خشک سالی اور بدحالی سے تباہ رہتی تھی۔ اُن کے نزدیک نعمتوں سے لبریز مقام کو چھوڑنے اور بنجر و خشک سالی کے مقام پر آ کر رہنے سے زیادہ کوئی المیہ اور حادثہ نہیں ہو سکتا مگر اُن کو وہیں جانا پڑے گا اور ہمیشہ وہیں رہنا ہوگا۔	وَمَثَلٌ مِنْ اغْتَرَبَهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوا بِمَنْزِلٍ خَصِيْبٍ فَنَبَّأَهُمْ إِلَى مَنْزِلٍ جَدِيْبٍ، فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهَ إِلَيْهِمْ وَلَا أَفْطَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مَفَارِقَةٍ مَا كَانُوا فِيهِ إِلَى مَا يَهْجُمُونَ عَلَيْهِ وَيَصِيرُونَ إِلَيْهِ .
113	اے میرے چھوٹے سے بچے تم اپنے اور باقی لوگوں کے درمیان خود اپنی ذات کو معیار اور ترازو بنا لو؛	يَا بَنِيَّ ؛ اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيزَانًا فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ غَيْرِكَ ؛
114	چنانچہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک پسند کرو جو تم اپنے سے پسند کرتے ہو اور وہ سلوک نہ کیا کرو جو تمہیں اپنے ساتھ کیا جانا پسند ہوتا ہے؛	فَأَحِبِّ لْغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَاكْرَهُ لَهُ مَا تَكْرَهُ لَهَا ؛
115	اور دوسروں پر ظلم و زیادتی نہ کرو جیسا کہ تمہیں اپنے ساتھ ظلم و زیادتی نا پسند ہے؛	وَلَا تُظْلِمِ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ ؛
116	اور دوسروں کیساتھ اچھا سلوک کرو جیسا کہ تمہیں اپنے ساتھ اچھا سلوک پسند ہے؛	وَأَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسِنَ إِلَيْكَ ؛
117	دوسروں میں جس چیز کو برا سمجھتے ہو اُسے اپنے اندر بھی برا سمجھو؛	وَاسْتَفْحِ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَسْتَفْحِ مِنْ غَيْرِكَ ؛
118	اور لوگوں کے اُس سلوک سے راضی اور خوش ہو جاؤ جس سلوک سے تم انہیں راضی اور خوش دیکھنا چاہتے ہو؛	وَارْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاهُ لَهُمْ مِنْ نَفْسِكَ ؛
119	اور وہ بات نہ کہو جو تم نہیں جانتے خواہ تمہاری معلومات کم ہی کیوں نہ ہوں؛ (یعنی معلومات زیادہ دکھانے کے لئے غلط باتیں نہ کیا کرو)	وَلَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ وَإِنْ قَلَّ مَا تَعْلَمُ ؛
120	اور دوسروں کیلئے ایسی بات نہ کہا کرو جو تمہارے حق میں کہی جائے تو تمہیں ناگوار گذرے؛	وَلَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ ؛
121	اور یہ جان لو کہ خود پسندی صحیح چلن کی ضد اور مخالف ہے اور عقل و بصیرت کے لئے تباہی کا سبب ہے؛	وَاعْلَمْ أَنَّ الْأَعْجَابَ صِدْأُ الصَّوَابِ ؛ وَآفَةُ الْأَلْبَابِ ؛
122	چنانچہ اپنی کدو کا وشوں میں زیادہ محنت کرو؛	فَاسْعَ فِي كَدْحِكَ ؛
123	اور دوسروں کے لئے ان کے خزاں چنی نہ بنو؛	وَلَا تَكُنْ خَازِنًا لْغَيْرِكَ ؛

124	وَاِذَا اَنْتَ هُدَيْتَ لِقَصْدِكَ فَكُنْ اَخْشَعَ مَا تَكُونُ لِرَبِّكَ ؛	اور جب تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاؤ تو اپنے سابقہ حالات سے زیادہ اپنے رب کے حضور عاجزی اور بندگی اختیار کر لو؛
125	وَاعْلَمْ اَنَّ اَمَامَكَ طَرِيقًا دَامَسَافَةً بَعِيدَةً وَمَشَقَّةً شَدِيدَةً ؛	اور یہ بھی جان لو کہ تمہارے سامنے ایک ایسا راستہ ہے جس پر بہت شدید مشقت برداشت کرتے ہوئے بڑی دور دراز مسافت و سفر طے کرنا ہے؛
126	وَاِنَّهُ لَا غِنَىٰ بِكَ فِيهِ عَنْ حُسْنِ الْاِرْتِيَادِ ؛ وَقَدْرٍ بَلَغَكَ مِنَ الزَّادِ مَعَ خِفَّةِ الظُّهْرِ ؛	تمہارے لئے یہ مجبوری ہے کہ تم اُس سفر کو طے کرنے کے لئے کافی مقدار میں اور بہت اچھا راستے کا سامان اور بہترین کوشش و تلاش جاری رکھو جو تمہیں منزل تک پہنچا دیں ساتھ ہی ساتھ ہلکے پھلکے بھی رہو اور غلط بوجھ نہ لا دو؛
127	فَلَا تَحْمِلَنَّ عَلٰى ظَهْرِكَ فَوْقَ طَاقَتِكَ فَيَكُونُ ثِقْلٌ ذَلِكَ وَبَالًا عَلَيَّكَ ؛	چنانچہ اپنی کمر اور کندھوں پر اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ اٹھانا ورنہ وہ غلط وزن تمہارے لئے وبال جان ہو کر رہ جائے گا؛
128	وَإِذَا وَجَدتَ مِنْ اَهْلِ الْفَاقَةِ مَنْ يَحْمِلُ لَكَ زَادَكَ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَيُؤْفِكُ بِهٖ غَدًا حَيْثُ تَحْتٰجُ اِلَيْهٖ فَاعْتَنِمْهُ وَحَمَلُهُ اَيَّاهُ وَاكْثِرْ مِنْ تَزْوِيْدِهِ وَاَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ ، فَلَعَلَّكَ تَطْلُبُهُ فَلَا تَجِدُهُ ؛	اور جب تمہیں ایسے غریب اور فاقہ کش لوگ ملیں جو تمہارا بوجھ اٹھا کر قیامت کے دن تم تک پہنچا دیں اور تمہاری ضرورت کے وقت تمہارے حوالے کر دیں تو اُس کو غنیمت اور اپنی مدد سمجھنا اور جتنا ہو سکے اپنا زاد سفر اُن ہی پر لا دینا اور اپنے زاد سفر کو اُن پر لانے میں بہت زیادہ لا دنا اور اس معاملے میں تمہیں قدرت حاصل ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پھر تم انہیں تلاش کرتے پھر وادرنہ پاؤ؛
129	وَاعْتَنِمْ مَنْ اسْتَفْرَضَكَ فِي حَالِ غِنَاكَ لِيَجْعَلَ قَضَاةً لَكَ فِي يَوْمِ عُسْرَتِكَ ؛	اور جو تمہاری خوشحالی اور دولت مندی کے زمانہ میں تم سے قرض مانگتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمہارا قرض تمہاری تنگ حالی کے زمانہ میں ادا کر دے گا تو اُسے قرض دینا بھی غنیمت سمجھو؛
130	وَاعْلَمْ اَنَّ اَمَامَكَ عَقَبَةٌ كَوْدًا اَلْمُخِيفُ فِيهَا اَحْسَنُ حَالًا مِنَ الْمُنْقَلِ ؛	اور یہ بھی جان لو کہ تیرے آگے ایک دشوار گزار درزہ ہے جس میں سے ایک ہلکا پھلکا شخص اُس شخص سے اچھے حال میں گزرے گا جو بھاری بوجھ میں لدا ہوا ہوگا جس کا گزرنے میں برا حال ہوگا؛
131	وَالْبَطِيُّ عَلَيْهَا اَقْبَحُ حَالًا مِنَ الْمُسْرِعِ ؛	اور اس درزے میں سے گزرنے میں آہستہ چلنے والا تیز رفتار سے بری حالت میں ہوگا
132	وَاَنَّ مَهْبَطَكَ بِهَا لَا مَحَالَةَ عَلٰى جَنَّةٍ اَوْ عَلٰى نَارٍ	اور یہ کہ تیرے اُترنے کی جگہ وہاں پر ہر حال میں یا تو جنت ہے اور یا جہنم ہے؛
133	فَارْتَدَ لِنَفْسِكَ قَبْلَ نَزْوُلِكَ ، وَوَطِيءِ الْمَنْزِلِ قَبْلَ حُلُوْلِكَ ؛	چنانچہ تم اپنے پہنچنے سے پہلے پہلے وہاں اپنا نمائندہ سامان بھیج دو اور اپنی منزل کو اُترنے سے پہلے پہلے تیار و آراستہ کر لو؛
134	فَلَيْسَ بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٌ ، وَلَا اِلٰى الدُّنْيَا مُنْصَرَفٌ .	اس لئے کہ موت کے بعد تو خوشنودی کا موقع نہیں ہے اور نہ دنیا میں پلٹنے اور نیک عملی ہی کی گنجائش ہے؛

135	اور یہ بھی سمجھ لو کہ جس ہستی کے ہاتھوں اور قبضے میں زمین اور آسمانوں کے خزانے ہیں اُس نے تمہیں دعا مانگنے کی اجازت دے رکھی ہے اور دعا قبول کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے؛	وَأَعْلَمَ أَنَّ الدُّدَىٰ بِيَدِهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ اٰذِنَ لَكَ فِى الدُّعَاۗءِ وَتَكْفَّلَ لَكَ بِالْاِجَابَةِ ؛
136	اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم مانگو تا کہ تمہیں عطا کیا جائے اور تم رحم کی درخواست کرو تا کہ وہ تم پر رحم کرے؛	وَأَمَرَكَ اَنْ تَسْأَلَهُ لِيُعْطِيكَ وَتَسْتَرْحِمَهُ لِيَرْحَمَكَ ؛
137	اور تمہارے اور اپنے درمیان کسی کو بطور پردہ مقرر نہیں کیا کہ وہ تمہیں اس سے الگ رکھے؛	وَلَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ مِنْ تَحْجُبٍ عَنْكَ ؛
138	اور نہ تمہارے لئے یہ پابندی لگائی کہ تم کسی سفارشی کولا و جو تمہاری طرف سے سفارش کرے تو بات بنے،	وَلَمْ يُلْجِئِكَ اِلَىٰ مَنْ يُّشْفَعُ لَكَ اِلَيْهِ ؛
139	اور تمہیں منع نہیں کیا کہ تم گناہوں کے بعد توبہ نہیں کر سکتے؛	وَلَمْ يَمْنَعَكَ اِنْ اَسَاْتَ مِنَ التَّوْبَةِ ؛
140	اور تمہارے لئے عذاب دینے میں عجلت سے کام نہیں لیا ہے؛	وَلَمْ يُعَاجِلْكَ بِالنَّقْمَةِ ؛
141	اور نہ تمہیں ایسے مواقع پر رسوا کیا جہاں پہلے نمبر پر تمہیں رسوا کرنا ضروری تھا؛	وَلَمْ يَفْضَحْكَ حَيْثُ الْفَضِيحَةُ بِكَ اُولَىٰ ؛
142	اور تمہیں سخت شرطیں لگا کر قربت حاصل کرنے سے منع نہیں کیا ہے؛	وَلَمْ يُشَدِّدْ عَلَيْكَ فِى قَبُوْلِ الْاِنَابَةِ ؛
143	اور نہ جرائم کے سلسلے میں تم پر تنقید و جرح کرتا ہے؛	وَلَمْ يَنَاقِشْكَ بِالْجَرِيْمَةِ ؛
144	اور تمہیں اپنی رحمت سے مایوس نہیں کیا ہے؛	وَلَمْ يُؤَسِّسْكَ مِنَ الرَّحْمَةِ ؛
145	بلکہ اللہ نے تو تمہارے گناہوں سے بچنے کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے؛	بَلْ جَعَلَ نَزْوَعَكَ عَنِ الدُّنْبِ حَسَنَةً ؛
146	اور اس نے تمہاری ایک برائی کو حساب کی رو سے ایک ہی شمار کیا ہے۔ لیکن تمہاری ایک نیکی کو اپنے حساب میں دس نیکیاں شمار کیا ہے؛	وَحَسَبَ سَيِّئَتِكَ وَاِحَدَةً وَحَسَبَ حَسَنَتِكَ عَشْرًا ؛
147	اور تمہارے لئے اُس نے توبہ کو قبول کرنے والا دروازہ کھلا رکھا ہے اور تمہیں واپس لینے کے لئے بھی دروازہ کھلا رکھا ہے؛	وَفَتَحَ لَكَ بَابَ الْمَتَابِ وَبَابَ الْاِسْتِغَاثِ ؛
148	چنانچہ تم جب بھی اُسے آواز دو وہ تمہاری ندا سنتا ہے اور جب بھی تم رازداری میں بات کرو وہ تمہارے رازوں کا علم رکھتا ہے؛	فَاِذَا نَادَيْتَهُ سَمِعَ نِدَاۗءَكَ وَاِذَا نَاجَيْتَهُ عَلِمَ نَجْوَاكَ ؛
149	چنانچہ تم اپنی تمام ضروریات اُس کے سامنے پیش کیا کرو اور اپنے راز اس کے سامنے پیش کرتے رہو؛	فَاَفْضَيْتَ اِلَيْهِ بِحَاجَتِكَ وَاَبْتَنَتْهُ ذَاتُ نَفْسِكَ ؛
150	اور اپنے اندوہ اور غم کو اور کرب و بے چینی کو اور ہر قسم کے دکھ کو اُسی کے رو برو بطور شکوہ رکھا کرو؛	وَشَكُوْتَ اِلَيْهِ هُمُوْمَكَ ؛ وَاَسْتَكْشَفْتَهُ كُرُوْبَكَ ؛

151	اور اپنے تمام کاموں اور معاملات میں اسی سے مدد چاہا کرو، اور اپنی مدد کے لئے اللہ کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں مانگو جن کے دینے پر اس کے سوا اور کوئی قدرت نہیں رکھتا ہے (مثلاً)	وَأَسْتَعْتَبُهُ عَلَى أُمُورِكَ؛ وَسَأَلْتَهُ مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِهِ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى إِعْطَائِهِ غَيْرُهُ :
152	عمروں اور زندگی میں اضافہ کرنا اور بدنوں کی صحت برقرار رکھنا اور سامانِ حیات میں وسعت دینا؛	مِنْ زِيَادَةِ الْأَعْمَارِ وَصِحَّةِ الْأَبْدَانِ وَسَعَةِ الْأَرْزَاقِ ؛
153	پھر اُس نے اپنے خزانوں کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں سوئپ دی ہیں تاکہ جن چیزوں کو حاصل کرنے کی تمہیں اجازت دی ہے،	ثُمَّ جَعَلَ فِي يَدَيْكَ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِهِ ؛ بِمَا أَذِنَ لَكَ فِيهِ مِنْ مَسْأَلَتِهِ ؛
154	اُن کو حاصل کرنے کے لئے جب تم چاہو اس کی نعمتوں کے دروازے دعا کے ذریعہ سے کھول سکو؛	فَمَتَى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ بِالْدُّعَاءِ أَبْوَابَ نِعْمَتِهِ ؛
155	اور اس کی رحمت کی بارشوں کی جھڑپیاں لگوا لو؛	وَأَسْتَمَطَّرْتَ شَائِبِيبَ رَحْمَتِهِ ؛
156	چنانچہ اگر دعا کی قبولیت میں دیر ہو جائے تو مایوس نہ ہو جایا کرو؛	فَلَا يُفْنِطُنَكَ إِبْطَاءُ إِجَابَتِهِ ؛
157	بات یہ ہے کہ اللہ کے عطیات آدمی کی نیت پر منحصر ہوتے ہیں؛	فَإِنَّ الْعَطِيَّةَ عَلَى قَدْرِ النِّيَّةِ ؛
158	اور کبھی کبھی تمہاری دُعا کے قبول ہونے میں اسلئے بھی دیر کی جاتی ہے تاکہ اس تاخیر سے سائل کو بڑا اجر دینا مقصود ہوتا ہے اور پر امید رہنے پر عطیات زیادہ ملیں؛	وَرُبَّمَا أُخْرَتْ عَنْكَ الْإِجَابَةُ لِيَكُونَ ذَلِكَ أَعْظَمَ لِأَجْرِ السَّائِلِ وَأَجْزَلَ لِعَطَاءِ الْأَمِلِ ؛
159	اور کبھی کبھی تم ایسی چیز مانگ لیتے ہو جو تمہیں دی نہیں جاتی بلکہ اس کی جگہ تمہیں دنیا میں یا آخرت میں اس سے بہتر چیز دے دی جاتی ہے یا تمہیں تمہاری بہتری کی خاطر وہ چیز تم سے دور رکھی جاتی ہے؛	وَرُبَّمَا سَأَلْتَ الشَّيْءَ فَلَا تُؤْتَاهُ وَأُوْتِيَتْ خَيْرًا مِنْهُ عَاجِلًا أَوْ آجِلًا ؛ أَوْ صِرَفَ عَنْكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ ؛
160	اور کبھی تم ایسی چیزیں مانگتے ہو کہ اگر وہ چیزیں تمہیں دے دی جائیں تو اُن میں تمہارے دین کی تباہی ہو جائے؛	فَلَرُبَّ أَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهُ فِيهِ هَلَاكٌ دِينِكَ لَوْ أُوتِيْتَهُ
161	چنانچہ تمہاری طلب کردہ چیزیں ایسی ہونا چاہئیں جن کا جمال و حسن و فائدہ باقی رہنے والا ہو؛	فَلَتَكُنْ مَسْأَلَتُكَ فِيمَا يَبْقَى لَكَ جَمَالُهُ ؛
162	اور اس کے نقصان اور وبال کی تم سے نفی ہوتی ہو؛	وَيَبْقَى عَنْكَ وَبَالُهُ ؛
163	چنانچہ نہ تو مال تمہارے لئے باقی رہے گا اور نہ تم مال کیلئے باقی رہو گے؛	فَالْمَالُ لَا يَبْقَى لَكَ وَلَا تَبْقَى لَهُ ؛
164	اور یہ بھی جان لو کہ تمہیں صرف آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کیلئے اور فنا کیلئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ بقا کیلئے اور موت کیلئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ زندگی و حیات کیلئے؛	وَأَعْلَمُ أَنَّكَ إِنَّمَا خُلِقْتَ لِلْآخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا ؛ وَلِلْفَنَاءِ لَا لِلْبَقَاءِ ؛ وَ لِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيَاةِ ؛

165	اور تم بلاشبہ ایک عارضی منزل میں ہو اور مقررہ وقت تک رہنے کے مقام پر ہو اور آخرت کی طرف جانے والے راستے پر ہو؛	وَأَنْتَ فِي مَنْزِلٍ قُلْعَةٍ وَدَارِ بُلْعَةٍ وَطَرِيقٍ إِلَى الْأَجْرَةِ ؛
166	اور یقیناً موت تمہارا تعاقب کر رہی ہے؛ جس سے بھاگنے والا نہیں بچ سکتا اور اُس سے بچنے کی کوشش کرنے والا اُس کے قابو سے نکل نہیں سکتا؛	وَأَنْتَ طَرِيدُ الْمَوْتِ الَّذِي لَا يَنْجُو مِنْهُ هَارِبُهُ ؛ وَلَا يَفُوتُهُ طَالِبُهُ ؛
167	اور موت ہر حال میں اُسے پہنچ کر رہتی ہے؛	وَلَا بُدَّ أَنَّهُ مُدْرِكُهُ ؛
168	لہذا تم اس بات سے برابر ڈرتے اور بچتے رہو کہ کہیں موت تمہیں ایسی حالت میں نہ آدبوچے کہ تم برے حال میں ہو اور توبہ کرنے کے ارادے اور اپنے خیالات تمہارے دل میں رہتے چلے آ رہے ہوں اور موت اُس سے پہلے ہی آ کر تمہارے اور تمہارے ارادوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنی جان کو تباہ کر ڈالا ہے۔	فَكُنْ مِنْهُ عَلَى حَذَرٍ أَنْ يُدْرِكَكَ وَأَنْتَ عَلَى حَالٍ سَيِّئَةٍ قَدْ كُنْتَ تَحَدِّثُ نَفْسَكَ مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ فَيَحُولُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ذَلِكَ ؛ فَإِنَّكَ قَدْ أَهْلَكْتَ نَفْسَكَ .
169	اے میرے ننھے بچے تم موت کو بھی اور اُس منزل کو بھی کثرت سے یاد رکھتے رہو جہاں تمہیں موت کے بعد پہنچنا ہے۔ یہ اس لئے کہ جب موت آئے تو تم اپنی منزل کا ضروری سامان جمع کئے ہوئے ہو اور خود بھی خود کو موت کے مقابلے میں مضبوط اور تیار کر چکے ہو؛	يَأْتِيكَ أَكْثَرُ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَذِكْرِ مَا تَهْجُمُ عَلَيْهِ ؛ وَتُفْضِي بَعْدَ الْمَوْتِ إِلَيْهِ ؛ حَتَّى يَأْتِيكَ وَقَدْ أَخَذَتْ مِنْهُ حُدْرَكَ ؛ وَشَدَّدَتْ لَهُ أَرْزَكَ ؛
170	اور اسلئے بھی کہ وہ تم پر اچانک نہ ٹوٹ پڑے اور تم اس سے مغلوب ہو کر رہ جاؤ۔	وَلَا يَأْتِيكَ بَعْنَةً فَيَبْهَرَكَ .
171	تم خبردار ہو جاؤ اور دنیا پرستوں کی دنیا داری جو تم دیکھ رہے ہو اُن کی دنیا سے دل بستگی اور حرص و طمع تمہیں فریب میں مبتلا نہ کر دے؛	وَأَيَّاكَ أَنْ تَعْتَرَّ بِمَا تَرَى مِنْ إِخْلَادِ أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَيْهَا ؛ وَتَكْأَلِبَهُمْ عَلَيْهَا ؛
172	اللہ بھی دنیا کا اور دنیا پرستوں کا حال تمہیں بتا چکا ہے؛	فَقَدْ نَبَأَكَ اللَّهُ عَنْهَا ؛
173	اور دنیا نے خود بھی اپنی حالت سامنے رکھی ہوئی ہے؛	وَنَعَتْ لَكَ نَفْسَهَا ؛
174	اور دنیا نے اپنی تمام برائیاں تم پر واضح کر دی ہیں؛	وَتَكشَفَتْ لَكَ عَنْ مَسَاوِيهَا ؛
175	حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا تو بھونکنے والے لکتوں کی طرح ہیں اور نقصان پہنچانے والے بھیڑیے ہیں جو آپس میں بھی ایک دوسرے پر غراتے رہتے ہیں؛	فَإِنَّمَا أَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ وَسَبَاعٌ ضَارِيَةٌ يَهْرُ بَعْضُهَا بَعْضًا ؛
176	اور اہل دنیا تو طاقت ور کمزور لوگوں کو کھا رہے ہیں؛	وَيَأْكُلُ عَزِيزُهَا ذَلِيلَهَا ؛
177	اور بڑی عمر و درجہ کے لوگ چھوٹوں کو ستا رہے ہیں؛	وَيَقْهَرُ كَبِيرُهَا صَغِيرَهَا ؛
178	کچھ چوپائے جانور بندھے ہوئے ہیں اور کچھ:-	نَعْمَ مُعَقَّلَةٌ ؛
179	اور ہیں جو آوارہ کھلے پھر رہے ہیں۔ یقیناً اس قسم کے دنیا داروں کی عقلیں گمراہ	وَأُخْرَى مُهْمَلَةٌ قَدْ أَصَلَّتْ عُقُولُهَا؛ وَرَكِبَتْ مَجْهُولَهَا

180	سُرُوحٌ عَاهَةٌ بِوَادٍ وَعَثٌ ، لَيْسَ لَهَا رَاعٌ يُقِيمُهَا ؛ وَلَا مُقِيمٌ يُسِيمُهَا ؛	ہوگئی ہیں اور وہ انجان راستوں پر چل دیے ہیں؛ اور آزادی سے دشوار گزار اور تباہ کن جنگل میں نکل گئے ہیں جہاں اُن کا کوئی چرواہا نہیں ہے جو اُن کی راہ نمائی کرے نہ کوئی ذمہ دار ہے جو نگرانی کرے؛
181	سَلَكْتُ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيقَ الْعَمَى ؛	دُنیا نے اُنہیں اندھوں کی طرح گمراہی کے راستے سے وابستہ کر رکھا ہے؛
182	وَاحَدَتْ بِابْصَارِهِمْ عَنْ مَنَا الرَّهْدَى ؛	اور اُن کی آنکھوں کو ہدایت کے مینار کی طرف سے ہٹا رکھا ہے؛
183	فَتَاهُوا فِي حَيْرَتِهَا ؛ وَعَرِفُوا فِي نِعْمَتِهَا ؛	چنانچہ وہ لوگ دنیا کی حیرانیوں اور سرگردانیوں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں؛
184	وَاتَّخَذُوا هَا رَبًّا ؛ فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَلَعِبُوا بِهَا ؛ وَنَسُوا مَا وَرَأَتْهَا ؛	اور انہوں نے دنیا کو اپنا رب بنا رکھا ہے دنیا اُن سے کھیل رہی ہے اور وہ دنیا سے کھیل رہے ہیں اور انہوں نے دنیا کے علاوہ ہر چیز کو بھلا رکھا ہے؛
185	رُؤْيِدًا يُسْفِرُ الظَّلَامُ كَانَ قَدْ وَرَدَتْ الْأَضْعَانُ يُوشِكُ مَنْ أَسْرَعَ أَنْ يُلْحَقَ .	ذرا ٹھہرو، صبر کرو، تھوڑی سی مہلت دو، اندھیرا کم ہو رہا ہے اس کے دور ہوتے ہی قافلوں کے کجاوے نظر آنے لگیں گے اور تیزی سے چلنے والے مسافر عنقریب آملنے والے ہیں۔
186	وَاعْلَمَ يَا بَنِيَّ أَنْ مَنْ كَانَتْ مَطِيئَتُهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَإِنَّهُ يُسَارِبُهُ وَإِنْ كَانَ وَاقِفًا ؛	اور یہ بھی جان لو کہ اے میرے ننھے بیٹے جو شخص دن اور رات کے گاندھوں پر سوار ہے وہ معلوم تو ٹھہرا ہوا ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ٹھہرا ہوا نہیں بلکہ بڑی تیزی سے سرگرم سفر ہے؛
187	وَيَقْطَعُ الْمَسَافَةَ وَإِنْ كَانَ مُقِيمًا وَادِعًا ؛	اور اپنی مسافت طے کرتا جا رہا ہے گو آرام و راحت کی حالت میں مقیم ہے؛
188	وَاعْلَمَ يَقِينًا أَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ أَمْلَكَ وَلَنْ تَعْدُو أَجَلَكَ وَأَنَّكَ فِي سَبِيلٍ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ ؛	اور یہ بھی سمجھ لو کہ یقیناً تم اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو حاصل نہیں کر سکتے اور جتنی عمر تمہیں دی گئی ہے تم اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور یہ کہ تم بھی اسی راہ پر چلے جا رہے ہو جس پر تم سے پہلے والے لوگ گئے تھے؛
189	فَخَفِضْ فِي الطَّلَبِ وَأَجْمِلْ فِي الْمُكْتَسَبِ ؛	چنانچہ تم اپنی حاجتوں کو پورا کرنے والی چیزوں کو حاصل کرنے میں نرمی کو اختیار کرو اور روزی کی تلاش میں درمیانہ روش کو اپنالو؛
190	فَإِنَّهُ رَبُّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ إِلَى حَرْبٍ ؛	کیونکہ اکثر چیزوں کو حاصل کرنیکی کوشش و تلاش میں اموال ضائع ہو جاتے ہیں
191	وَلَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ بِمَرْزُوقٍ ؛ وَلَا كُلُّ مُجْمِلٍ بِمَحْرُومٍ ؛	اور ضروری نہیں کہ ہر تلاش و کوشش کرنے والا حاصل بھی کر سکے اور ضروری نہیں کہ ہر ڈھیلی کوشش والا رزق حاصل کرنے میں محروم ہی رہ جائے؛
192	وَاعْرِضْ نَفْسَكَ عَنْ كُلِّ دَنِيَّةٍ وَإِنْ سَأَقْتِكَ إِلَى الرَّغَائِبِ ؛	اور ہر گھٹیا درجہ کی کوشش سے خود کو بچا کر اپنی عزت کو بلند رکھو خواہ گھٹیا کوششوں سے تمہیں اپنی مرغوب چیزیں حاصل ہی کیوں نہ ہوتی ہوں؛
193	فَإِنَّكَ لَنْ تَعْتَاضَ بِمَا تَبْدُلُ مِنْ نَفْسِكَ عَوْضًا ؛	لیکن گھٹیا کام کر کے جو اپنا وقار کھودو گے اُس کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے تمہیں کوئی بدل نہ ملے گا؛

194	اور حصول رزق کیلئے دوسروں کے غلام نہ بن جانا اسلئے کہ اللہ نے تمہیں آزاد پیدا کیا ہے	وَلَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَقَدْ جَعَلَكَ اللَّهُ حُرًّا
195	اور دیکھو اُس بھلائی کو بھلائی نہ سمجھو جو شر اور برائی میں مبتلا ہوئے بغیر نہ ملے اور اُس سہولت اور خوشحالی میں کوئی اچھائی نہیں جو تنگی اور دشواری میں مبتلا کر دے۔	وَمَا خَيْرٌ خَيْرِ لَا يَنَالُ إِلَّا بِشَرٍّ وَيُسْرٍ لَا يَنَالُ إِلَّا بِعُسْرٍ؟
196	اور خبردار رہنا کہیں تمہیں حرص اور طمع کی سواریاں ہلاکت کے کنارے لا کر نہ چھوڑ دیں۔	وَأَيَّاكَ تُوجِفُ بِكَ مَطَايَا الطَّمَعِ فَتُورِدُكَ مَنَاهِلَ الْهَلَكَةِ؛
197	اگر تم سے ممکن ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے اور اللہ کے درمیان کوئی مالدار و سرمایہ دار شخص تمہیں نعمتیں دینے کا ذریعہ اور وسیلہ نہ بن سکے؛	وَأِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَكُونَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ دُونَ نِعْمَةٍ فَاَفْعَلْ؛
198	یہ اس لئے کہ تمہیں تمہاری قسمت کا رزق مل کر رہنا ہے اور تم ضرور اپنا حصہ حاصل کر کے رہو گے؛	فَأِنَّكَ مُدْرِكٌ قِسْمِكَ وَاحِدٌ سَهْمِكَ؛ وَإِنَّ الْيُسْرَ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ. أَعْظَمُ وَأَكْرَمُ مِنَ الْكَثِيرِ مِنْ خَلْقِهِ وَإِنْ كَانَ كُلُّ مَنْهُ؛
199	صحیح بات یہی ہے کہ اللہ پاک کے ہاتھوں تھوڑا سا ملنا بھی مخلوق کے ہاتھ سے زیادہ ملنے سے زیادہ باوقار ہوتا ہے۔ حالانکہ ملتا تو سارا ہی اللہ کی طرف سے ہے؛	وَتَلَا فِيكَ مَا فَرَطَ مِنْ صَمْتِكَ أَيْسَرُ مِنْ إِذْرَاكَ مَا فَاتَ مِنْطِقَكَ؛
200	اور بے موقع خاموشی سے جو نقصان ہو سکتا ہے اُس کا علاج اُس نقصان سے آسان ہوتا ہے جو تمہاری بے موقع گفتگو سے ہو سکتا ہے؛	وَحِفْظُ مَا فِي الْوَعَاءِ بِشَدِّ الْوِكَاءِ؛
201	اور جو چیز برتن کے اندر ہے اُس کا تحفظ ڈھکنے کو بند رکھ کر ہی کیا جاسکتا ہے؛	وَحِفْظُ مَا فِي يَدَيْكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ طَلَبِ مَا فِي يَدِ غَيْرِكَ؛
202	اور اسکی حفاظت کرنا جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے اندر ہے اس بات سے مجھے زیادہ تر محبوب ہے کہ تم وہ چیز مانگتے پھر وجود دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔	وَمَرَارَةُ الْيَأْسِ خَيْرٌ مِنَ الطَّلَبِ إِلَى النَّاسِ؛
203	کسی چیز کے موجود نہ ہونے کی تکلیف سہہ لینا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔	وَالْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى مَعَ الْفُجُورِ؛
204	صنعت و حرفت و کاریگری کے ساتھ ساتھ پارسائی سے روزی کمانا بد چلنی میں مبتلا رکھنے والی دولت و سرمایہ دارانہ زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے؛	وَالْمَرْءُ أَحْفَظُ لِسِرِّهِ،
205	اور ہر شخص اپنے راز کی حفاظت خود کر سکتا ہے۔	وَرُبَّ سَاعٍ فِيمَا يَضُرُّهُ؛
206	اکثر ایسی چیزوں میں کوشش کی جاتی ہے جو نقصان پہنچانے والی ہوتی ہیں۔	مَنْ أَكْثَرَ أَهْجَرَ وَمَنْ تَفَكَّرَ أَبْصَرَ؛
207	کثرت سے بولنے والا عقل سے ہجرت کر جاتا ہے اور غور و فکر کرنے والا بصیرت حاصل کر لیتا ہے؛	قَارِنُ أَهْلِ الْخَيْرِ تَكُنْ مِنْهُمْ؛
208	نیک لوگوں سے ربط و ضبط تمہیں اُن ہی میں شامل کر دے گا؛	وَبَايِنُ أَهْلِ الشَّرِّ تَبِنَ عَنْهُمْ؛
209	اور شر پسند اور برے لوگوں سے جدا رہو، تا کہ تم ان میں شمار نہ ہونے پاؤ؛	

210	سب سے بری خوراک حرام خوراک ہوا کرتی ہے؛	بَسُّ الطَّعَامِ الْحَرَامِ؛
211	کمزور پر ظلم و ستم کرنا بدترین قسم کی ستم رانی ہے؛	و ظَلَمُ الضَّعِيفِ أَفْحَشُ الظُّلْمِ؛
212	جب اور جہاں نرم سلوک سخت اور برا سلوک بن جائے وہاں سخت اور برا سلوک نرم سلوک کہلائے گا؛	إِذَا كَانَ الرَّفِيقُ خَرُفًا كَانَ الْخَرُفِيُّ رَفِيقًا؛
213	بعض حالات میں دوا خود بیماری بن جاتی ہے اور بیماری دوا بن کر رہ جاتی ہے؛	رُبَّمَا كَانَ الدَّوَاءُ دَاءً وَالدَّاءُ دَوَاءً؛
214	بعض دفعہ ایسا شخص نصیحت کرتا ہے جسے نہ کرنا چاہئے تھی اور کبھی دوست خیانت کر لیتا ہے اور تمناؤں کے بھروسہ پر نہ رہنا۔ یقیناً تمنائیں بے عقلوں کا سرمایہ ہوتی ہیں؛	وَرُبَّمَا نَصَحَ غَيْرُ النَّاصِحِ وَغَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ
215	تعملمندی یہ ہے کہ تجربوں کی حفاظت کی جائے، بہترین تجربہ وہ ہے جو وعظ اور نصیحت سے تمہیں حاصل ہو؛	وَأَيَّاكَ وَالْإِتِّكَالَ عَلَى الْمُنَى فَإِنَّهَا بَضَائِعُ النُّوْكَى
216	فرصت کو بہتر طور پر استعمال کرو قبل اسکے فرصت تمہارے لئے لمبھصبت بن جائے؛	وَالْعَقْلُ حِفْظُ التَّجَارِبِ وَخَيْرٌ مَا جَرَّبَتْ مَا وَعَظَكَ؛
217	ہر طالب اور کوشش کرنے والا مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اور ہر جانے والا پلٹ کر نہیں آیا کرتا؛	بَادِرِ الْفُرْصَةَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ غُصَّةً؛
218	آخرت کے سامان کو ضائع کر دینا اور آخرت کو بگاڑنا ہی فساد اندر فساد ہے؛	لَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ يُصِيبُ وَلَا كُلُّ غَائِبٍ يُؤُوبُ
219	ہر چیز اور ہر کام کا ایک نتیجہ اور جزا ہوا کرتی ہے۔ جو تیرے مقدر میں ہے وہ جلد تجھ تک پہنچے گا۔ اور جو کوئی تجارت کرتا ہے وہ خطرات سے دوچار رہا کرتا ہے؛	وَمِنَ الْفَسَادِ إِضَاعَةُ الزَّادِ وَمَفْسَدَةُ الْمَعَادِ؛
220	اور کبھی تو تھوڑا سا سامان کثیر سامان سے زیادہ بابرکت ہوا کرتا ہے؛	وَلِكُلِّ أَمْرٍ عَاقِبَةٌ؛ سَوْفَ يَأْتِيكَ مَا قَدَّرَ لَكَ؛
221	گھٹیا درجہ کے مددگار میں کوئی بھلائی اور عزت نہیں ہوتی ہے اور نہ کنجوس دوست مفید ہوتا ہے؛	وَالنَّاجِرُ مُخَاطِرٌ؛
222	جب تک زمانہ سازگار رہے اس کو تعملمندی اور نرمی سے استعمال کرتے چلے جاؤ؛	وَرُبَّ يَسِيرٍ أَنْمَى مِنْ كَثِيرٍ؛
223	زیادہ کی امید پر خود کو خطرات میں مت ڈالاکرو۔	لَا خَيْرَ فِي مُعِينٍ مَهِينٍ؛ وَلَا فِي صَدِيقٍ ضَنِينٍ؛
224	اور خبردار رہو کہ کہیں تمہاری سواری کا اونٹ اور دوسری سواریاں دشمنی کی بنا پر سرکشی نہ کرنے لگیں؛	سَاهِلِ الدَّهْرَ مَا ذَلَّ لَكَ فَعُودُهُ؛
225	اپنے آپ کو آمادہ رکھو کہ جب تمہارا بھائی تعلقات کو منقطع کرے تو تم تعلق کو جوڑ لو؛	وَتُخَاطِرُ بِشَىءٍ رَجَاءٌ أَكْثَرُ مِنْهُ؛
226	اور وہ منہ پھرائے تو تم آگے بڑھ کر اس کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آؤ؛	وَأَيَّاكَ أَنْ تَجْمَعَ بِكَ مَطِيَّةُ اللَّجَاجِ؛
227	اور وہ جب تمہارے ساتھ کنجوسی کرے تو تم کشادہ دلی اور سخاوت سے پیش آیا کرو؛	أَحْمِلْ نَفْسَكَ مِنْ أَحْيِكَ عِنْدَ صَرْمِهِ عَلَى الصَّلَاةِ؛
228		وَعِنْدَ صُدُودِهِ عَلَى اللَّطْفِ وَالْمُقَارَبَةِ؛
		وَعِنْدَ جُمُودِهِ عَلَى الْبَدَلِ؛

229	اور جب وہ دوری اختیار کرے تو تم اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کرو؛	وَعِنْدَ تَبَاعُدِهِ عَلَى الدُّنُوِّ ؛
230	اور اُس کی سختی پر تم نرم رویہ اختیار کر لو؛	وَعِنْدَ شِدَّتِهِ عَلَى اللِّينِ ؛
231	وہ جرم کرے تو تم اُس کے لئے عذر و بریت تلاش کرو۔	وَعِنْدَ جُرْمِهِ عَلَى الْعُدْرِ ؛
232	یہاں تک بڑھو گویا تم اسکے غلام ہو اور وہ تمہارا نعمتیں دینے والا آقا ہے؛	حَتَّى كَانَتْ لَهُ عَبْدٌ ؛ وَكَانَهُ ذُو نِعْمَةٍ عَلَيْكَ ؛
233	اور خبردار اُس سارے سلوک کو غلط مواقع پر اختیار نہ کر لینا؛	وَإِيَّاكَ أَنْ تَضَعَ ذَلِكَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ ؛
234	اور نہ یہ طرز عمل کسی نا اہل شخص کے ساتھ اختیار کرنا؛	وَأَنْ تَفْعَلَهُ بِغَيْرِ أَهْلِهِ ؛
235	اپنے دوست کے دشمن کو اپنا دوست نہ بنا اور نہ اُس دوست کے دشمن قرار پاؤ گے؛	لَا تَتَّخِذَنَّ عَدُوَّ صَدِيقِكَ صَدِيقًا فَتُعَادِيَ صَدِيقَكَ ؛
236	اور اپنے بھائی کو ڈٹ کر نصیحت کرو خواہ اچھی لگے یا بری معلوم ہو؛	وَأَمَحْضُ أَخَاكَ النَّصِيحَةَ حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ قَبِيحَةً ؛
237	اور غیظ و غضب کے گھونٹ خاموشی سے پی جاؤ کیوں کہ میں نے نتیجہ میں صبر کے ان تلخ گھونٹوں سے زیادہ میٹھے اور زیادہ مزیدار گھونٹ نہیں دیکھے ہیں؛	وَتَجَرَّعَ الْغَيْظَ فَإِنِّي لَمْ أَرْ جُرْعَةً أَحْلَى مِنْهَا عَاقِبَةً وَلَا أَلْذَمَغِبَةً ؛
238	اور جو کوئی تمہارے ساتھ بے رحمانہ سختی سے پیش آئے۔ تم جواب میں نرمی سے پیش آؤ اس لئے کہ جلد ہی وہ بھی تم سے نرم سلوک کرے گا؛	وَلَنْ لِمَنْ غَالَطَكَ فَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَلِينَنَّ لَكَ ؛
239	اپنے دشمن کے برے طریقوں کو فضل و کرم و حسن سلوک سے بند کر دو دونوں قسم کی کامیابیوں میں سے یہ کامیابی زیادہ شیریں ہے۔	وَخُذْ عَلَى عَدُوِّكَ بِالْفَضْلِ فَإِنَّهُ أَحْلَى الظَّفَرَيْنِ ؛
240	اگر تم اپنے دینی بھائی سے تعلق ختم کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے دل میں اتنی جگہ رہنے دو کہ اگر وہ اپنا طرز عمل دوستی کی طرف لانا چاہے تو وہ دوستی کی طرف پلٹ سکے؛	وَإِنْ أَرَدْتَ قَطِيعَةَ أَخِيكَ فَاسْتَبِقْ لَهُ مِنْ نَفْسِكَ بَقِيَّةً تَرْتَجِعُ إِلَيْهَا إِنْ بَدَأَهُ ذَلِكَ يَوْمًا مَامًا ؛
241	جو شخص تمہارے متعلق اچھے خیالات اور عمل کی امید رکھتا ہو اس کے خیالات کو اپنے اچھے سلوک سے صحیح ثابت کر دکھاؤ؛	وَمَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهُ ؛
242	اور تم اپنے اور اپنے دینی بھائی کے آپس کے اچھے اور بھروسے کے تعلقات کی آڑ میں اُس کا حق ضائع نہ کر دینا؛	وَلَا تُضَيِّعَنَّ حَقَّ أَخِيكَ اتِّكَالًا عَلَى مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ ؛
243	چنانچہ وہ شخص تمہارا بھائی کہاں ہو جس کا تم نے حق مار لیا یا ضائع کر دیا ہو؛	فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكَ بِأَخٍ مَنْ أَضَعْتَ حَقَّهُ ؛
244	اور یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ تمہارے ہاتھوں تمہارے اہل خانہ اور متعلقین ساری مخلوقات سے زیادہ تنگ اور بد بخت ہو کر رہ جائیں؛	وَلَا يَكُنْ أَهْلُكَ أَشَقَى الْخَلْقِ بِكَ ؛
245	اور جو کوئی تم سے تعلق ہی نہ رکھنا چاہے اُسے تعلق رکھنے پر جبر نہ کرو؛	وَتَرَعِبَنَّ فِيمَنْ زَهَدَ عَنْكَ ؛

246	اور تمہارا دینی بھائی تم سے قطع تعلق کرنے میں تمہارے تعلق قائم رکھنے کی کوششوں سے بڑھنے نہ پائے اور تعلق توڑ نہ سکے؛	وَلَا يَكُونَنَّ أَحْوَكَ عَلَى مَقَاطِعَتِكَ أَقْوَى مِنْكَ عَلَى صَلَاتِهِ ؛
247	اور تمہارے احسان اور عمدہ سلوک سے اُس کا برا سلوک تم سے کسی طرح بڑھنے نہ پائے؛	وَلَا يَكُونَنَّ عَلَى الْإِسَاءَةِ أَقْوَى مِنْكَ عَلَى الْإِحْسَانِ
248	اور دیکھو کسی ظلم کر نیوالے کا ظلم تمہارے اوپر گراں اور ناگوار نگذرنے پائے؛	وَلَا يَكْبُرَنَّ عَلَيْكَ ظُلْمٌ مَنْ ظَلَمَكَ ؛
249	اس لئے کہ وہ تمہارے نفع کے لئے اور خود اپنے نقصان کے لئے کوشش کر رہا ہے؛	فَإِنَّهُ يَسْعَى فِي مَضْرَبَتِهِ وَنَفْعِكَ ؛
250	اور جو شخص تمہاری خوشی کا سبب بنے اُس کا بدلہ یہ نہیں ہے کہ اُس سے برائی کی جائے۔	وَلَيْسَ جَزَاءُ مَنْ سَرَّكَ أَنْ تَسُوَّهُ .
251	اور اے ننھے منے بیٹے یہ سمجھ لو کہ رزق (سامان زندگی) دو طرح کا ہوا کرتا ہے: ایک وہ رزق جسے تم تلاش کرتے ہو اور دوسرا وہ رزق ہوتا ہے جو تمہیں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ چنانچہ اگر تم اسکی طرف نہ بھی جاؤ گے تو وہ خود تمہاری طرف آئے گا؛	وَأَعْلَمُ ، يَا بُنَيَّ ، أَنَّ الرِّزْقَ رِزْقَانِ : رِزْقٌ يَطْلُبُهُ ، وَ رِزْقٌ يَطْلُبُكَ فَإِنَّ أَنْتَ لَمْ تَأْتِهِ آتَاكَ ؛
252	یہ بہت بری عادت ہے کہ جب ضرورت درپیش ہو تو آدمی عاجزی اور منت و سماجت کرے اور جب خوشحالی ہو تو جفا کاری اور بے مروتی دکھائی جائے؛	مَا أَقْبَحَ الْخُضُوعَ عِنْدَ الْحَاجَةِ ؛ وَالْجَفَاءَ عِنْدَ الْعِنْيَةِ ؛
253	تمہارے لئے دنیا سے اتنا لینا ہی کافی ہے جس سے تم اپنی آخرت سنوار لو؛	إِنَّمَا لَكَ مِنْ دُنْيَاكَ مَا أَصْلَحَتْ بِهِ مَثْرَاكَ ؛
254	اگر تمہارا طریقہ یہ ہو کہ تم ہر اُس چیز پر تڑپ اٹھو جو کہ تمہارے ہاتھوں سے جاتی رہے تو تمہیں تو ہر اُس چیز پر نالہ و فریاد کرنا چاہئے جو تمہیں ملی ہی نہ ہو؛	وَأَنَّ جَزَعْتَ عَلَى مَا تَفَلَّتْ مِنْ يَدَيْكَ فَاجْزَعْ عَلَى كُلِّ مَا لَمْ يَصِلْ إِلَيْكَ ؛
255	تمہیں تو موجودہ حالات کو بعد میں آنیوالے حالات کے لئے دلیل بنانا چاہئے اس لئے کہ حالات آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ اور مانند ہوا کرتے ہیں؛	أَسْتَدِلُّ عَلَى مَا لَمْ يَكُنْ بِمَا قَدْ كَانَ فَإِنَّ الْأُمُورَ أَشْبَاهُ
256	تم اُن لوگوں میں سے نہ ہو جانا کہ جن کو نصیحت اُس وقت تک فائدہ نہیں پہنچاتی جب تک تم انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ؛	وَلَا تَكُونَنَّ مِمَّنْ لَا تَنْفَعُهُ الْعِظَةُ إِلَّا إِذَا بَالَعَتْ فِي إِيْلَامِهِ ؛
257	عقل مند انسان تو باتوں اور تنبیہ سے سمجھ جاتا ہے لیکن حیوان ڈنڈے کے بغیر نہیں سمجھتا ہے۔	فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّبِعُ بِالْأَدَبِ ؛ وَالْبَهَائِمَ لَا يَتَّبِعُ إِلَّا بِالضَّرْبِ ؛
258	سر پر اُڑنے والے مصائب اور غم و اندوہ کو صبر کی مضبوطی اور یقین کی عمدگی سے دور کرو؛	أَطْرَحْ عَنْكَ وَارِدَاتِ الْهُمُومِ بِعَزَائِمِ الصَّبْرِ وَحُسْنِ الْيَقِينِ ؛
259	جو کوئی میانہ روی چھوڑ دیتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے؛	مَنْ تَرَكَ الْقَصْدَ جَارَ ؛
260	اور جو صحابی ہوتا ہے وہ خاندان والوں کی طرح ہو جاتا ہے؛	وَالصَّاحِبُ مُنَاسِبٌ ؛
261	اور دوست وہ ہے جو پیٹھ پیچھے بھی دوست ثابت ہو؛	وَالصَّدِيقُ مَنْ صَدَقَ غَيْبَهُ ؛

262	اور یہ ذاتی خواہشیں بے بصیرتی میں شریک رکھتی ہیں؛	وَالْهَوَىٰ شَرِيكُ الْعَمَىٰ ؛
263	بہت سے دور والے قریبی لوگوں سے بھی قریب ہوتے ہیں اور بہت سے قریبی لوگ دور والوں سے بھی دور ہوتے ہیں؛	وَرُبَّ بَعِيدٍ أَقْرَبُ مِنْ قَرِيبٍ وَقَرِيبٍ أَبْعَدُ مِنْ بَعِيدٍ ؛
264	غریب اور بے سہارا دراصل وہ شخص ہے جس کا کوئی حبیب نہ ہو؛	وَالْغَرِيبُ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَبِيبٌ ؛
265	جو لوگ حق کو پھلانگ جاتے ہیں اُن پر اُن کا مذہب تنگ ہو جاتا ہے؛	مَنْ تَعَدَّى الْحَقَّ ضَاقَ مَذْهَبُهُ ؛
266	جو لوگ اپنی قدرت اور حیثیت پر قائم رہتے اور اُس سے تجاوز نہیں کرتے اُن کی قدرت اور حیثیت باقی رہتی ہے۔	وَمَنْ اِقْتَصَرَ عَلَى قَدْرِهِ كَانَ أَبْقَى لَهُ؛
267	اور سب سے مستقل اور پختہ ذریعہ جو تم اختیار کر سکتے ہو وہ ہے تمہارے اور تمہارے اللہ کے درمیان؛	وَأَوْثَقُ سَبَبٍ أَخَذْتُ بِهِ سَبَبٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ
268	جو تمہاری پرواہ نہیں کرتا وہ یقیناً تمہارا دشمن ہی ہے؛	وَمَنْ لَمْ يُبَالِكْ فَهُوَ عَدُوٌّكَ ؛
269	جب حرص و طمع سے تباہی ہوتی ہو تو مایوسی اور تنگ حالی ہی میں فلاح و بہبودی ہے؛	قَدْ يَكُونُ الْيَأْسُ إِذَا كَانَا إِذَا كَانَ الطَّمَعُ هَلَاكًا
270	ہر چھپائی جانے والی چیز ضروری نہیں کہ ظاہر ہی ہو کر رہے۔ اور نہ تمام فرصت کے مواقع بار بار آتے ہیں؛	لَيْسَ كُلُّ عَوْرَةٍ تَظْهَرُ وَلَا كُلُّ فُرْصَةٍ تُصَابُ ؛
271	کبھی کبھی پختہ بصیرت والے اپنے مقاصد میں ناکام ہو جاتے ہیں اور اندھے اور بے بصیرت لوگ راہ راست پالیتے ہیں؛	وَرُبَّمَا أَخْطَاءَ الْبَصِيرُ قَصْدَهُ وَأَصَابَ الْأَعْمَى رُشْدَهُ ؛
272	شر اور برائی کونالتے اور پیچھے ہٹاتے رہو اس لئے کہ تم جب چاہو اُس کی طرف جلدی سے بڑھ سکتے ہو؛	أَحْرَ الشَّرِّ فَإِنَّكَ إِذَا شِئْتَ تَعَجَّلْتَهُ ؛
273	جاہل کا قطع تعلق کرنا ایک عاقل سے تعلق قائم ہونے کے برابر ہے؛	وَقَطِيعَةُ الْجَاهِلِ تَعْدِلُ صِلَةَ الْعَاقِلِ ؛
274	جو زمانہ سے خود کو امن میں سمجھ لے وہ اس سے خیانت کر لیتا ہے اور جو اسے بڑا سمجھے وہ اُسے ذلیل کر دیتا ہے؛	مَنْ آمِنَ الزَّمَانَ خَانَهُ وَمَنْ أَعْظَمَهُ آهَانَهُ ؛
275	ہر تیر چلانے والے کا تیر نشانہ پر نہیں لگا کرتا ہے؛	لَيْسَ كُلُّ مَنْ رَمَى أَصَابَ ؛
276	جب سلطان کے صحیح حالات بدل جاتے ہیں تو زمانہ کے حالات میں بھی تبدیلی ہو جاتی ہے	إِذَا تَغَيَّرَ السُّلْطَانُ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ ؛
277	راہ روی اور راستے کے حالات سے پہلے شریک سفر کے حالات معلوم کرو اور مکان لینے سے پہلے پڑوسیوں کے حالات پوچھو؛	سَلْ عَنِ الرَّفِيقِ قَبْلَ الطَّرِيقِ ؛ وَعَنِ الْجَارِ قَبْلَ الدَّارِ ؛
278	تم ہوشیار رہ کر اُس کلام کو اختیار نہ کرنا جس میں ہنسانے والی باتیں ہوں خواہ وہ باتیں تم نے کسی اور سے بطور حکایت ہی کیوں نہ سنی ہوں؛	إِيَّاكَ أَنْ تَذْكَرَ مِنَ الْكَلَامِ مَا يَكُونُ مُضْحِكًا وَإِنْ حَكَيْتَ ذَلِكَ عَنْ غَيْرِكَ ؛

279	وَيَاكَ وَمَشَاوِرَةَ النِّسَاءِ ؛ فَإِنَّ رَأْيَهُنَّ إِلَىٰ أَفْنٍ ؛ وَعَزْمَهُنَّ إِلَىٰ وَهْنٍ ؛	اور خبردار تم عورتوں سے مشورہ نہ کرنا اس لئے کہ اُن کی رائے وقتی اور غیر مستقل ہوتی ہے اور اُن کے ارادے سست ہوا کرتے ہیں؛
280	وَكَفَّفْ عَلَيَّهِنَّ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ بِحِجَابِكَ أَيَّاهُنَّ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحِجَابِ أَبْقَىٰ عَلَيَّهِنَّ ؛	اور اُنہیں تو تم اپنے تحفظ میں رکھو اُن کی آنکھوں کے لئے اپنا حجاب فراہم رکھو تمہارے پردے کی پابندی اُن کی حیثیت کو برقرار رکھے گی؛
281	وَلَيْسَ خُرُوجُهُنَّ بِأَشَدَّ مِنْ إِدْخَالِكَ مَنْ لَا يُوثِقُ بِهِ عَلَيَّهِنَّ ؛	اور اُن کا تیرے حجاب سے نکلنا اتنا سخت نہیں جتنا خود تیرا کسی ناقابل وثوق شخص کو اپنے پردہ میں داخل کر دینا؛
282	وَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَعْرِفَنَّ غَيْرَكَ فَافْعَلْ ؛	اور اگر تو ایسا انتظام کر سکتے تو ضرور کرنا جس سے وہ عورتیں تیرے علاوہ کسی اور سے تعارف ہی نہ رکھتی ہوں؛
283	وَلَا تَمْلِكِ الْمَرْأَةُ مِنْ أَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا ؛	اور عورت کو اسکے ذاتی معاملات کے علاوہ اور کسی معاملے پر مختار و مالک نہ بناؤ؛
284	فَإِنَّ الْمَرْأَةَ رِيحَانَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ ؛	اسلئے کہ عورت تو ایک پھول ہوتی ہے وہ جبر و قہر اور حکمرانی کرنے کیلئے نہیں ہے؛
285	وَلَا تَعْدُ بَكْرًا مَتَّهَا نَفْسَهَا ؛	اور عورت کو ذاتی توقیر و احترام سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے؛
286	وَلَا تُطْمَعِهَا فِي أَنْ تَشْفَعَ بِغَيْرِهَا ؛	اور عورت کو اتنی ڈھیل اور جرأت عطا نہ کرو کہ وہ اپنے علاوہ دوسروں کی سفارش کرنے لگے؛
287	وَيَاكَ وَالتَّغَايِرِ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ غَيْرَةٍ ؛	اور خبردار تم کبھی بھی بدگمانی اور غیرت کے مجروح کرنے والی بات بلا ضرورت اور بے موقع نہ کرنا؛
288	فَإِنَّ ذَلِكَ يَدْعُو الصَّحِيحَةَ إِلَى السَّقَمِ ؛ وَالْبَرِيئَةَ إِلَى الرَّيْبِ ؛	حقیقت یہ ہے کہ بدگمانی نیک و پاکباز عورت کو بھی عیب و بدراہی کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ اور ایک پر یقین عورت کو بھی شش و پنج اور الجھن میں ڈال دیتی ہے؛
289	وَاجْعَلِ لِكُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ خَدَمِكَ عَمَلًا تَأْخُذُهُ بِهِ ؛	اور اپنے تمام ماتحت خدمت گزاروں کو اُن کے کام بانٹ دو تاکہ اُن پر باز پرس کر سکو؛
290	فَإِنَّهُ أَحْرَىٰ أَنْ لَا يَتَوَكَّلُوا فِي خِدْمَتِكَ ؛	اس طرح وہ لوگ اپنے کاموں اور ذمہ داریوں کو دوسروں پر نہ ٹال سکیں گے؛
291	وَأكْرِمْ عَشِيرَتَكَ فَإِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِي بِهِ تَطِيرُ	اور اپنے چاروں طرف پنچوں اور نمائندوں کا اکرام و احترام کرو۔ وہ تمہارے پرو بازو ہیں جن سے تم پرواز کرتے ہو؛
292	وَأَصْلُكَ الَّذِي إِلَيْهِ تَصِيرُ ؛ وَيَدُكَ الَّتِي بِهَا تَصُولُ ؛	اور وہ تمہاری ایسی بنیاد ہیں جن پر تم توجہ رکھتے ہو اور تمہارے ایسے ہاتھ ہیں جن سے تم حملہ کرتے ہو؛
293	أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَدُنْيَاكَ ؛	میں تمہارے دین کو اور تمہاری دنیا کو اللہ کے سامنے بطور امانت سونپتا ہوں؛
294	وَأَسْأَلُهُ خَيْرَ الْقَضَاءِ لَكَ فِي الْعَاجِلَةِ وَالْآجِلَةِ ؛	اور اللہ سے تمہارے حق میں جلد ہونے والے اور مقررہ مدت پر ہونے والے اچھے فیصلوں کی دعا کرتا ہوں؛
295	وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ وَالسَّلَامَ .	اور تمہاری دنیا اور تمہاری آخرت میں کامیابی چاہتا ہوں۔ والسلام

تشریح:۔ قارئین حضرات نے اس وصیت کی ابتدا میں دیکھا ہے کہ یہ وصیت جنگ صفین سے واپس آتے ہوئے حاضرین نام کے ایک گاؤں میں لکھی گئی تھی۔ اگر جناب رضی صاحب رضی اللہ عنہ اور دیگر علما کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام جنگ صفین کے اختتام تک اس وصیت سے ناواقف تھے اور اس کے لکھے جانے کے بعد واقف ہوئے تو ہمیں اس سے اختلاف و انکار ہے۔ پھر بعض علمائے شیعہ نے وصیت میں آئے ہوئے بعض جملوں کو ناپسند کرتے ہوئے اس وصیت کو محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے نام مانا ہے۔ چنانچہ مفتی مترجم نے لکھا ہے کہ:-

”ابن میثم نے جعفر ابن بابویہ قتی علیہ الرحمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نے یہ وصیت نامہ محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے نام تحریر فرمایا۔

اور علامہ رضی نے تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد مخاطب امام حسن علیہ السلام ہیں۔“ (ترجمہ نہج البلاغہ جلد 3 صفحہ 81)

ہم بلا دلیل کسی کے قول اور دعوے کو قبول نہیں کرتے اور خصوصاً نہج البلاغہ کے سلسلے میں ہر اس بات کو نہیں مانتے جس کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے اپنے الفاظ نہ ہوں۔ اس وصیت میں بھی حضور نے امام حسین علیہ السلام کا نام نہیں لیا ہے مگر وصیت کے الفاظ میں یہ وصیت اپنے بیٹے کو لکھی گئی ہے اور وصیت اور وصی سے صرف امام حسن ہی سمجھے جاسکتے ہیں۔ بیٹوں میں سے کسی اور بیٹے کو وصیت کرنا قانون وصایت کے خلاف ہے۔ رہ گئے وہ جملے جو علما کو پسند نہیں آتے وہ ان کے عقائد کی خامی ہے۔ محمد و علی و فاطمہ اور دیگر آئمہ علیہم السلام اس پوری کائنات کی بنیاد ہیں۔ یہ ان حضرات ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے، ان ہی سے پیدا کی گئی ہے ان ہی کے ہاتھوں پیدا کی گئی ہے اور ان ہی کے مقاصد کی صورت پر پیدا کی گئی ہے لہذا ان سے خطاب کا مطلب بھی پوری کائنات سے خطاب ہوتا ہے۔ لہذا جو کچھ اس وصیت میں فرمایا گیا ہے وہ بالواسطہ پوری نوع انسان اور ساری کائنات سے فرمایا گیا ہے۔

ان کو ”عَبْدُ الدُّنْيَا“ ”دُنْيَا کا غلام“ فرمایا ہے۔ ساری دنیا کے نمائندہ کو عبد اللہ دنیا نہ کہا جائے تو پھر کون ایک شخص ایسا ہو سکتا ہے جسکو دنیا کا غلام کہا جاسکے؟ جو تہا دنیا کے تمام غلاموں کی نمائندگی کر سکے؟ ساری نوع انسان ان ہی کے مادہ یا سامان سے پیدا ہوئی ہے اُس میں اللہ کے بندے بھی آگئے اور دنیا کے بندے بھی اُسی ایک ہستی میں داخل ہیں۔ وہ ایک ہستی صرف حسن بن علی نہیں خود علی بھی محمد بھی فاطمہ بھی وہی ایک ہستی ہیں۔ وہ سب محمد ہیں۔ وہ سب علی (عالمین) (سورہ ص 38/78) اور ساری کائنات کے نمائندے و ذمہ دار ہیں۔ کائنات اچھی ہے تو ان کی ہے بری ہے تو ان کی ہے۔ یہاں انفرادی بات نہیں ہو رہی یہ تو اجتماعی خطاب ہے اور امام حسن علیہ السلام کو سب کا ذمہ دار بنایا جا رہا ہے۔ یہ ہمہ گیر وصیت ہے۔ یہ وصیت حضرت امام حسن علیہ السلام کے جسمانی حدود و رابع تک محدود وصیت نہیں ہے۔ اس میں تو سب اگلے پچھلے راہنما شامل ہیں خود حضرت علی علیہ السلام شامل ہیں اسی لئے فرمایا ہے کہ:-

”میں نے تمہیں اپنا ایک جز پایا بلکہ تمہیں وہی کچھ پایا جو کچھ کہ میں گل ہوں“ (جملہ نمبر 10) اور

”جو کچھ تم پر گذرتا ہے وہی کچھ مجھ پر واقع ہوتا ہے“ (جملہ نمبر 11)

لہذا صرف امام حسن علیہ السلام ہی دنیا کے تمام غلاموں کے نمائندہ نہیں ہیں بلکہ خود حضرت علی علیہ السلام بھی ساری دنیا کے نمائندے ہیں۔ بہر حال یہ طے شدہ بات ہے کہ یہ وصیت (31) جناب امام حسن علیہ السلام کے نام ہے اور ان کی وجہ سے سارے بیٹوں، بیٹیوں، ازواج اور تمام آئمہ علیہم السلام کے نام ہے۔

2- وصیت اس وقت کی گئی تھی جب جناب حسن ننھے، مئے چھوٹے سے بچے تھے خود ابا و بابا نہ تھے

وصیت میں امام حسن علیہ السلام کو بار بار (12 مرتبہ) ”یٰ اَبْنٰی“ اے میرے ننھے مئے چھوٹے سے بچے کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے اور آپ کو بہت کم عمر اور دنیا میں نو وارد فرمایا گیا ہے (جملہ نمبر 58، 58 الف)۔ لہذا ہم یہ نہیں مانتے کہ جنگ صفین کے بعد امام حسن علیہ السلام کو اس وصیت میں

مخاطب کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت تو حضرت امام حسن علیہ السلام خود چونتیس (34) سال عمر رکھتے تھے اور خود صاحب اولاد تھے۔ البتہ یہ مانا جاسکتا ہے کہ وصیت کا اعلان 37 ہجری مقام حاضرین پر کیا گیا تھا۔

3- وصیت میں کتاب اللہ شریع اسلام احکام حلال و حرام کی ابتدا کرنے کا بھی ذکر ہے

اور وصیت کا علم و تفصیل امام حسن علیہ السلام کو بچپن ہی میں دے دیا گیا تھا۔ پھر اس زیر نظر وصیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ:-

وَأَنْ أِبْتَدَيْتَكَ بِتَعْلِيمِ كِتَابِ اللَّهِ وَتَأْوِيلِهِ وَشَرَّاعِ الْإِسْلَامِ وَأَحْكَامِهِ وَحَالَاتِهِ وَحَوَامِهِ، (جملہ نمبر 60)

”میں نے چاہا کہ پہلے تمہیں کتاب اللہ کی تعلیم شروع کرائی جائے اور قرآن کی عملی صورت سکھائی جائے۔ اور اسلام کی تمام شریعتوں پر اور احکام پر مطلع کیا جائے اور حلال و حرام کی صورتیں واضح کی جائیں“ (جملہ 60)

اس کے بعد کیا کوئی مسلمان یہ مان سکتا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اپنی چونتیس (34) سال کی عمر تک نہ شریعت سے واقف تھے نہ حلال و حرام کو جانتے تھے اور نہ انہیں قرآن کا علم حاصل تھا؟ ساتھ ہی اس زیر نظر وصیت میں سب کچھ ہے نہیں ہے تو تعلیم قرآن اور تاویل قرآن اور شریعتوں کے احکام اور حلال و حرام ہی کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا معلوم ہوا اور ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ زیر نظر وصیت سے پہلے سکھایا جا چکا تھا۔ اور خود قرآن کریم نے کم از کم ایسے تین اشخاص کی موجودگی ثابت کی ہے جن کے سینوں میں روز ازل سے قرآن آیات پینات کی صورت میں موجود تھا اور وہ حضرات روز ازل سے مکمل علم عطا کر دئے جانے والے تھے (عنکبوت 29/49) اور ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں محمدؐ و علیؑ فاطمہؑ اور حسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہم کے علاوہ اور کوئی نہ ہو سکتا تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ زیر نظر وصیت میں کسی باقاعدہ تعلیم کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی تعلیم بچپن ہی میں مکمل کر دی گئی تھی اور وصیت میں تو عام ہدایات اور تجربات اور نصیحتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

4- بارہ مرتبہ لفظ ”يَا بُنَيَّ“ میں ایک نہایت کم سن بچہ حضورؐ کا مخاطب ماننا ہی پڑے گا

یہاں قارئین کرام کو یہ بتانا ہے کہ ”يَا بُنَيَّ“ جو ان اور عمر رسیدہ بیٹوں یا بیٹیوں کو مخاطب کرنے کے لئے بولا جاتا ہے (بقرہ 2/132) اور چھوٹے اور ننھے بچوں کو مخاطب کرنے کے لئے ”يَا بُنَيَّ“ کہا جاتا ہے قرآن دیکھنے سے پہلے لغات القرآن مرتبہ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کی بات سنیں فرماتے ہیں:- ”يُنَيَّ: میرے بیٹے۔ میرے پیارے بیٹے۔ میرے چھوٹے سے بیٹے۔ اِنُّن کی تصغیر ہے۔ یہاں تصغیر پیارا اور محبت کے لئے ہے۔ جیسے ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں۔ بیٹا ننھے وغیرہ۔“ (لغات القرآن جلد دوم صفحہ 50 کالم دوسرا)

پرویز کی لغات القرآن۔

”سورۃ لقمان میں ”يُنَيَّ“ آیا ہے (31/16) جس کے معنی ہیں ”اے میرے ننھے بیٹے“ یہاں ”يُنَيَّ“ اِنُّن کی تصغیر ہے“ (جلداول صفحہ 353)

ایک عربی انگلش ڈکشنری میں یہ معنی لکھے ہیں۔ ”يُنَيَّ My little son میرے ننھے بیٹے“

(معجم عربی۔ انگلیزی الفرائد الدریہ Rev.JG Hava صفحہ 48)

لغایات کے ان بیانات کے بعد یہ معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم میں یہ لفظ ”يُنَيَّ“ چار مقامات پر آیا ہے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لے پالک یعنی اپنی بیوی کے بیٹے کو ”يُنَيَّ“ کہہ کر پکارا ہے (11/42)۔ یہ شخص درحقیقت بچہ نہ تھا جوش محبت کے اظہار کے لئے ”يُنَيَّ“ فرمایا گیا تھا۔ دوسری جگہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے چھوٹے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو ”يُنَيَّ“ فرما کر بھائیوں سے اپنے خواب کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی تھی (یوسف

(12/5) تیسری جگہ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہیں اور یُسْنَى کہہ کر بات شروع کرتے ہیں (31/17,31/16,31/13) آخری دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کا وہ حکم سنارہے ہیں جو اُن کی قربانی کے لئے خواب میں دیا گیا تھا۔ اور انہیں بچہ ہونے کی بنا پر یُسْنَى فرما کر مخاطب فرماتے ہیں (37/102) ان مقامات کی بنا پر یہ فیصلہ غلط اور حماقت ثابت ہو گیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو چونتیس سال کی عمر میں وصیت فرمائی تھی۔

5۔ نوری ماحول سے مادی ماحول میں سامنے اور نبھانے کے لئے وصیت میں ہدایات ہیں

ہمارا پیدائشی اور مسلسل نسلی طور پر مادی اور جسمانی ہونا اور لفظ نور اور نورانی پوزیشن سے کما حقہ ناواقف ہونا ہمارے سامنے سب سے بڑی اور حقیقی مشکل ہے۔ اور یہی مشکل ہے جو نور محمدی اور اجزائے نور محمدی یعنی محمد و علی و فاطمہ اور حسین اور دیگر آئمہ صلوات اللہ علیہم کی دنیاوی پوزیشن میں اختلاف و انکار کی رائے کھولتی ہے۔ کوشش کے باوجود ہمیں صحیح نتیجہ نکالنے سے روکتی ہے۔ یہاں بات کو سمجھانے یا سمجھ سے قریب لانے کے لئے ایک مثال سامنے لاتے ہیں جو یہاں اس دنیا میں عملاً پیش آتی ہے اور دیکھی جاسکتی ہے۔ میڈم مانسوری کے چلڈرن ہوم میں تعلیم کے لئے بچوں کو داخلہ زیادہ سے زیادہ تین سال کی عمر میں ملتا ہے۔ یہ رعایت ان بچوں کے لئے ہے جو میڈم کے چلڈرن ہوم میں تعلیم کے لئے بچوں کو داخلہ زیادہ سے زیادہ تین سال کی عمر تک اپنے اپنے گھروں میں سنا اور ڈپلوموں کی شرائط کے مطابق پالا اور تربیت دیا گیا ہو۔ ورنہ عام لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ حاملہ عورتیں میڈم کے زسری ہسپتال میں وضع حمل کرائیں اور ایک ہفتہ بعد بچہ کو ادارہ کی نرسوں کی تحویل میں چھوڑ کر واپس آجائیں۔ انہیں اور شوہروں کو اجازت ہے کہ ہفتہ میں ایک مقررہ دن پر بچہ کو دیکھنے کے لئے ادارہ میں آئیں مگر اسی لباس میں آئیں جو اس روز ادارے کا لباس ہے۔ لہذا دیکھ بھال اور ملاقات کے بعد واپس آجائیں۔ یہ ہفتہ وار ملاقات تعلیم کے اختتام تک جاری رہتی ہے۔ یوں داخل ہونے والے بچوں کو والدین کی پسند کے مطابق تعلیمی مہارت اور ڈگری بطور سند دی جاتی ہے۔ بیس سال کی عمر میں بچہ تعلیم مکمل کرتا ہے۔ تعلیم کا معیار، طریقہ تعلیم، تعلیمی نصاب ساری دنیا کے تعلیمی اداروں سے اعلیٰ، کامیاب اور عملی اور مختلف ہوتا ہے وہاں بچوں کو کچھ نہیں دئے جاتے۔ عملی اور فطری ضرورت کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ وہاں لفظ Do اور Don't کبھی نہیں بولا جاتا۔ دماغی ٹیکنائٹ کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ حواس خمسہ کی ہر حس کی تربیت کی جاتی ہے ہر حس پر امتحانات لئے جاتے ہیں۔ دنیا کے تمام تعلیمی اداروں سے قابل ترین اور لاجواب طلبا نکلتے ہیں۔ بیس سال تک انہیں دنیا کے موجودہ ماحول سے کبھی سابقہ نہیں پڑتا۔ کھانا پینا، رہن سہن، لباس و طرز معاشرت بالکل جداگانہ اور نرالی وانوکھی ہوتی ہے۔ دنیا میں پھیلی ہوئی چالاکیاں، فریب، جھوٹ، سستی و کاہلی لالچ اور نافرمانی سے سو فیصد ناواقفیت رہتی ہے۔ وہ ایک نیا انسان بن کر ادارہ سے باہر آتا ہے۔ اُسے یہ سمجھانا ناممکن ہو جاتا ہے کہ جھوٹ کیا ہے۔ جھوٹ کیوں بولا جاتا ہے۔ الغرض لاکھ سمجھانے پر بھی وہ بری باتوں کو اُس گہرائی اور یقین کے ساتھ نہیں مانتے جس گہرائی اور یقین سے ساری دنیا مانتی ہے۔ یہی حال بلکہ اس سے زیادہ مستحکم اور پیچیدہ حال ہوتا ہے اُن حضرات کا جو نوری اجسام میں کروڑوں اربوں سال رہے اور پھر انہیں مادی حالت اور جسمانی صورت میں منتقل کرنے کا انتظام جاری کیا گیا ہے۔ مگر وہاں بھی تمام نسلوں میں جو ماحول برقرار رکھا گیا اُس کی پاکیزگی، سادگی، شستگی، فطری عظمت، اور بلند نظری، کشادہ دلی کا میڈم مانسوری کے نظام سے تقابل کرنا بھی اُس کی توہین ہے چہ نسبت خاک رابا عالم پاک؟؟ بقول حضرت علی علیہ السلام۔ ”قرآن میں اُن کے خاندان کے تمام حالات اور اطوار کو ریکارڈ کر دیا گیا ہے۔“ مادی اور جسمانی صورت میں منتقل ہونے کے بعد بھی ملکوتی ماحول برقرار رہتا چلا آیا۔ ملائکہ کا جاروب کشی کرنا، چکی پینا، جھولا جھولانا، گود میں کھلانا جنتی پھولوں پھولوں اور خوشبوؤں سے گھروں کو لبریز رکھنا۔ بد بو اور کمروہات سے دور رکھنا۔

ایسے ماں باپ اور ماحول میں رہنے والوں کو بھی مکر و فریب و دغا اور غداری سے متعارف کرانا آسان نہ تھا۔ اس لئے قرآن کی تعلیم کا مطلب ہی یہ تھا کہ لوگ قرآن کے معنی کو کیوں بدلتے ہیں؟۔ کیوں جھوٹے افسانے تیار کر کے قرآن کے سر لگاتے ہیں۔ ان کے غلط مقاصد اور لالچ سے متعارف کرانا ہی قرآن کی نئی تعلیم تھی ورنہ وہ تو روز ازل سے قرآن کے عالم تھے۔ انہیں لوگوں کی چالاکیوں اور اغراض سے ہوشیار کرنا ہی اُن کی تعلیم تھی تاکہ وہ قرآن کا اور قرآنی تعلیمات کا تحفظ کر سکیں۔ اور مومنین کو راہ راست پر برقرار رکھ سکیں۔

6۔ حقیقی اور نوری صورت حال کو مادی صورت حال میں عملاً بدل کر پیش کرنا

ہمیں معلوم اور تحقیق ہو چکی ہے کہ محمد و علی علیہما السلام حضرت آدم علیہ السلام میں ودیعت ہو جانے کے ساتھ ساتھ حضرت آدم سے لے کر تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ ساتھ بطور نگران اور ہادی رہتے چلے آئے تھے۔ (82-3/81) لیکن اسی بات کو حضورؐ نے اپنی وصیت میں عملاً واضح فرمایا ہے (جملہ 54 تا 56) اور زمانہ گذشتہ کے دانشوروں اور لیڈروں اور راہنماؤں پر فکر و نظر کی جانچ و پڑتال و تحقیق کا معیار پیش کر کے بتایا ہے کہ گویا حضرت علی علیہ السلام سابقہ زمانے کے اولین لیڈر سے آخری لیڈر کے ساتھ ساتھ رہ کر اُن سب کے فکر و نظر و کردار پر نگران رہتے چلے آئے ہیں اور کوئی چیز اُن کی نظر سے اوجھل نہیں ہو سکتی یعنی حضورؐ نے زمانہ گذشتہ کی ساری کد و کاوش اور اُس کے نتائج سے حضرت امام حسن اور باقی آئمہ علیہم السلام کو اس طرح روشناس کر دیا ہے کہ آئندہ انہیں کسی نئی بات کے معلوم کرنے کی احتیاج نہیں ہے وہ لیڈروں کی صورتوں اور باتوں ہی سے اُن کا کچھ چٹھا مرتب کر کے رکھ دیا کریں گے۔ بلکہ وہ مکاریاں اور عیاریاں جو عہد مریضی کے بعد ظہور میں آئیں گی اُن سے بھی خود بخود آگاہ ہو جائیں گے (جملہ 53) یعنی یہ وصیت تمام آئمہ علیہم السلام کے لئے بد معاشوں سے بچنے اور اُن کا تدارک کرنے کے لئے ایک مستقل گائیڈ (guide) اور راہنما ہے اور تمام نیکو کاروں سے تعلق رکھنے اور اُن کی راہنمائی کرنے کے لئے دستاویز ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے سست گام مگر پر خلوص دینی بھائیوں کیلئے رعایتی سلوک کی حد کر دی ہے (جملہ نمبر 226 تا 232) اور یہاں تک فرمایا ہے کہ گویا تم دینی بھائیوں کے غلام ہو اور وہ تمہارے آقائے نعمت ہیں (جملہ 232) اس کے ساتھ ہی یہ تاکید فرمائی کہ ان رعایات کو نا اہلوں کے ساتھ روانہ رکھا جائے (جملہ 233)، (234)۔

7۔ دوست کے دشمن کو دوست بنانے کی ممانعت فرمائی ہے

وصیت کی ایک اہم بات یہ ہے کہ دوستوں کے دشمن کو دوست بنانا دراصل دوست سے دشمنی کرنا ہے۔ چنانچہ اگر دوست کا دشمن کوئی عقل مند اور حق پرست قسم کا انسان ہے تو وہ تمہیں دوست بنانے کیلئے ہر دشمن سے دشمنی ترک کر دے گا۔ اور دشمنی کا ترک کرنا دوستی سے ثابت ہوگا۔ لہذا یوں دشمنیاں ختم اور دوستیاں جاری ہو جائیں گی۔

8۔ عورتوں کے ساتھ تعلقات و ہدایات

ہم نے حضرت علی علیہ السلام کے اس بیان کی تشریح کر دی ہے جس میں آپؐ نے عورتوں کے عقل اور حصے میں نقص بیان فرمائے ہیں۔ اور حضورؐ کا حقیقی مدعا واضح کر دیا ہے۔ اور عورتوں کا صحیح مقام سامنے آ گیا ہے اور وہ غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں جو علماء کی غلط فہمی سے پیدا ہو کر معاشرے میں پھیل گئی تھیں۔ وہی صورت حال یہاں بھی ہے مگر الفاظ میں اور طرز بیان میں فرق نمودار ہے۔ پہلی بات تو وہی ہے کہ عورتوں کے تخلیقی تقاضے اور ضرورت کے مطابق ان میں بے رحمی اور خود غرضی پر محمول عقل نہیں رکھی گئی ہے۔ اس لئے اور کئی ایک جذبات و عادات پر اُس کا اثر پڑنا لازمی ہے اور اُس اثر سے محفوظ رکھنے پر ہدایات دی گئی ہیں۔ لہذا اُن سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کر لینا اس لئے غلط ہو جائے گا کہ اُن کی رائے ایک رحیمانہ رائے ہوگی۔ جس میں تشدد،

سختی، اور بے رحمی نہ ہونے کے سبب سے قیام نہ ہوگا اور ذرا سے حالات کی تبدیلی پر اُن کی رائے اور ارادہ رحم و مروت اور شفقت کی طرف جھک جائے گا۔ یعنی عورتوں میں رحم و مروت و شفقت اور سادہ دلی و پارسائی ایسی بنیادی چیزیں ہیں جو انہیں چالاکی بدظنی و بدباطنی و کمزور فریب و غداری و بے وفائی کی طرف فوراً متوجہ نہیں کرتیں۔ یعنی وہ کسی پر جلدی سے یہ شبہ نہیں کر سکتی ہیں کہ اُن سے جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ انہیں دھوکہ یا فریب دیا جا رہا ہے یا یہ کہ کُل اُن سے غداری اور بے وفائی کی جاسکتی ہے۔ وہ ہر بات کو صحیح بات سمجھنے میں جلدی کرتی ہیں۔ انہیں دھوکے اور فریب کا خیال ہی نہیں آتا۔ خود پر خلوص ہوتی ہیں لہذا سب کو پر خلوص سمجھتی ہیں۔ مجسمہ وفا ہوتی ہیں لہذا سب کو وفادار سمجھتی ہیں۔ انہیں مجموعی طور پر حضورؐ نے پھول فرمایا ہے پھولوں کی طرح یا پھول کی مثل و مانند قرار نہیں دیا یعنی فرمایا کہ ”فَانِ الْمَرْأَةَ رِيْحَانَةٌ“ ”چنانچہ عورت یقیناً پھول ہوتی ہے۔“ (جملہ 284)

یعنی نزاکت اور خوشبو کا مرکب۔ جس میں بدبو اور کڑھکی کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ لہذا لازم ہے کہ کڑھکی، بدبو اور بری خصلتیں اور بری خصلتوں والی چیزیں اُن سے دور رکھی جائیں۔ اور ایسی بات تک نہ کی جائے جس سے عورت کا دھیان اور توجہ بے غیرتی اور بدگمانی کی طرف مبذول ہو سکے اور اُس کے سامنے عیب اور بدراہی اور مشکوک راہیں آسکیں (جملہ 287-288)۔ اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ عورت کی آنکھوں پر خود کو اس طرح نمایاں اور مسلط کرو کہ تمہارے علاوہ اسے اور کوئی مرد نظر ہی نہ آئے یعنی وہ اور کسی کو اپنا ہم سرا اور ہم پلہ یا کفوسمجھے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنی صفات اور اپنی خصلتوں اور خصوصیات سے اُن پر اس طرح چھا جاؤ کہ گویا اُن کے اور دوسرے مردوں کے درمیان ایک موٹا پردہ پڑا ہوا ہے اور تمہارے سوا اُن کو اور مرد نظر نہیں آتا ہے یعنی تم خود پردہ بن کر اُن کی آنکھوں پر چھا جاؤ۔ (وَ اَكْفُفْ عَلَيْنَهُنَّ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ بِحِجَابِكَ اَيَّاهُنَّ) اور ساتھ ساتھ ہی یہ تاکید فرمائی ہے کہ ایسی راہ پیدا نہ کرو کہ تمہارے حجاب کے اندر کوئی بے اعتبار شخص داخل ہو سکے (جملہ 281) اور اُس پر اتنا زور دیا ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے کہ عورت سے تمہارے علاوہ کسی اور کا تعارف ہی نہ ہونے پائے تو ایسا ضرور کرنا (جملہ 282)۔ مطلب یہ کہ عورت نے نہ کسی اور مرد کو دیکھا ہو نہ عورت کو کسی اور مرد کے اوصاف و خصائل معلوم ہوئے ہوں اور یہ ناممکن عمل در آمد ہے۔ کیونکہ بچپن سے لے کر جوانی تک عام پردے کے باوجود عورت سینکڑوں مردوں کو دیکھے گی اور اُن کے حالات بھی اُن کے کانوں تک پہنچیں گے۔ لہذا عملی صورت یہ ہونی کہ عورتوں کو وہ تمام داؤ گھاٹ اور کمزور فریب و اکیٹنگ بتائی اور دکھائی جائے جو جنسی تعلق کے لئے مردوں کی طرف سے رو بہ کار لائے جاسکتے ہیں اور لائے جاتے ہیں اور یوں عورتوں کی سادگی اور سادہ دلی کو مردوں کی طرف سے بدظن کر دیا جائے کہ تمہارے علاوہ تمام مرد اُن کی نظر سے گر جائیں اور یہ وہ پردہ ہوگا جو تمہارے علاوہ تمام مردوں کو بے توقیر و بے اعتبار کر کے اُن کے سامنے سے ہٹا دے گا۔ اور وہ کسی کی طرف وفا کی امید اور جنسی نظر سے نہ دیکھیں گی۔ دوسرے الفاظ میں عورتوں کو عورتوں کی اور مردوں کی نفسیات و رجحانات پر مطلع کرنا چاہئے تاکہ عورتیں مردوں کو اُن کی صحیح پوزیشن میں بے نقاب دیکھنے کے قابل ہو جائیں اور ہر مرد کو فرشتہ خصلت نہ سمجھ بیٹھیں۔ یعنی عورتوں کو وہ تمام تعلیم دی جائے جس سے وہ اپنی قدر و حفاظت کرنا سیکھ جائیں اور فریب و چالاکی کو سمجھ سکیں۔ اس سے وہ تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں جن کے ذریعہ عورتوں کو ناجائز استعمال کیا جاتا ہے۔ لہذا ایسا انتظام کرنا کہ ہر عورت کو کسی مرد سے تعارف نہ ہونے پائے ہر مرد کے قابو کی بات نہیں ہے۔ لہذا ہر عورت کا ہر مرد سے تعارف کر دینا ہی اس خطرے کا صحیح تدارک و علاج ہے۔ تاکہ مرد اور عورت بے فکری اور اطمینان سے اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہیں۔ منشا یہ ہے کہ عورتوں کی فطری و تخلیقی حالت کا بھی تحفظ ہوتا رہے تاکہ نوع انسان پیدا آتی حیثیت سے بھی ترقی پذیر رہے۔ اور غیر ذمہ دار مردوں کو گھیر کر ذمہ داری اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔ وہ عربوں کا عموماً اور قریش کو خصوصاً معاشرہ تھا جہاں جنسیات کو بھڑکانے اور غلط راہوں پر ڈالنے کا کھلا اور کامیاب بندوبست تھا۔ اُس معاشرہ میں عورتوں کو محفوظ رکھنے کا وہی طریقہ ہے جو حضرت علی علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے (279 تا 288)۔

9- حضرت عبدالمطلبؑ اور اُن کے ابا و اجدادؑ اور بزرگ اسی اسلامی قوانین پر عمل کرتے رہے جس پر علیؑ و محمدؐ عمل کرتے تھے

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو اپنے ابا و اجدادؑ کے قدم بقدم کی تاکید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ:-
اُس کردار پر قدم بقدم چلتے رہنا جس پر تمہارے اؤ لین باب دادا اور تمہارے اہلیت کے صالح افراد چلتے رہے تھے۔ اس لئے کہ اُن بزرگوں نے اپنے اعمال و کردار کے لئے یہ دینی نظریہ کبھی نہ چھوڑا تھا جس نظریہ پر آج تم قائم ہو۔ اور اپنے عمل درآمد کو اسی غور و فکر کے ماتحت رکھتے تھے جس فکر و نظر کے ماتحت آج تم اعمال بجالارہے ہو۔“ (جملہ نمبر 68 تا 70)

جس دین، جس طریقے اور جن اعمال و عبادات اور جن عقائد و اعمال و نظریات پر محمدؐ و علیؑ اور حسنؑ عمل پیرا تھے بالکل اسی دین اور طریقے پر اور اُن ہی اعمال و عبادات پر اور اُن ہی عقائد اور نظریات پر خاندان علیؑ و محمدؐ کے تمام اؤ لین بزرگ عمل کرتے چلے آ رہے تھے۔ اور آئندہ بھی امام حسن علیہ السلام اور بعد والے آئمہؑ نے قدم بقدم عمل کرنا تھا۔ یہ تینوں جملے (68, 69, 70) ذمہ داری لیتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضرت ابوبالغ علیہ السلام تک مسلسل وہی دین اسلام جاری تھا جسے قریش نے اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے جاری ہونا بیان کیا ہے۔ اور وہ کہانی تیار کی ہے جو آج اسلام کے نام پر سنائی جا رہی ہے۔ اور اُس کہانی میں تین ہزار سال کے طویل زمانہ کو اسلام سے خالی زمانہ بتایا گیا ہے اور پورے عرب کو اور عرب کی تمام نسلوں اور قبیلوں کو کفر و ضلالت و ایام جاہلیت میں مبتلا دکھایا گیا ہے۔ تاکہ نسل اسماعیلؑ اور خاندان رسولؐ کے تمام بزرگوں کو بھی (معاذ اللہ) بے دینی اور ضلالت میں مبتلا دکھایا جاسکے۔ حالانکہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے اور اُن ہی کی دعاؤں اور کوششوں سے اُن کی ذریت میں اُمت مسلمہ قائم تھی اور برابر عہد رسولؐ تک قائم رہتی اور اسلام پر عمل کرتی چلی آ رہی تھی۔ اور اُن ہی مومنین میں اور اسی اُمت مسلمہ میں حضور صلوات اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ:-

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمَنْ ذُرِّيَّتَنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَّا سَكَنًا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (2/128, 129)
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَمَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (3/164)

جب حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے دعا کی کہ:- ”اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا مخصوص مسلم بنا لے اور ہماری ذریت میں ایک اپنی مخصوص مسلم اُمت قائم کر دے اور ہمیں اور اُس مسلم اُمت کو اپنے قواعد و قوانین و دینی رسوم و عبادت پر عملاً دکھا دکھا کر قائم رکھنا اور ہماری اصلاح کے لئے ہم پر متوجہ رہنا یقیناً تو تو اصلاح کرنے اور متوجہ رہنے والا رحیم ہے۔ اور اے ہمارے پروردگار اُس مسلم اُمت میں مسلم اُمت ہی میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کر دے جو اُس مسلم اُمت پر تیری آیتوں کی تلاوت کرتا رہے اور وہ اُس مسلم اُمت کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا رہے اور اُس مسلم اُمت کا تزکیہ نفس کرتا رہے بیشک تو تو تمام حالات میں ایک غالب رہنے والا حکیم ہے۔ یقیناً ہم نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی مانی ہوئی منت کا مومنین پر اُس وقت احسان کیا تھا جب مومنین میں مومنین ہی میں سے ہم نے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کیا تھا جو اُن مومنین پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا تھا اور اُن مومنین کا تزکیہ کرتا تھا اور اُن مومنین کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا تھا گو وہ مومنین اس تعلیم سے پہلے اس تعلیم سے بے بہرہ تھے۔“

قارئین سوچیں کہ یہ آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر عہد رسولؐ تک اسلامی تعلیم و عمل کو مسلسل ثابت کرتی ہیں۔ مگر قریش ساز تارخ

اور افسانوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ایک اندھیر نگری بنا دی ہے۔ جس میں نہ صرف سارا عرب اور عرب کی تمام اقوام و قبائل کفر و ضلالت میں مبتلا دکھائے گئے ہیں بلکہ خود نسل ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو بھی تاریکی کے غار میں دھکیل دیا گیا ہے۔ اور بزرگانِ رسول کو بھی (معاذ اللہ) کفر و شرک میں مبتلا دکھایا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو (معاذ اللہ) کافروں میں پیدا کیا گیا ہے۔ حرام دودھ پی کر حرام غذا کھانے لگا اور جان بٹایا ہونے والا دکھایا گیا ہے اور اُن کی کہانی کے مطابق جب تک (معاذ اللہ) جبرائیل نے اپنے کرتب نہ دکھائے خود رسولؐ کو اسلام سے بے بہرہ اور جاہل بتایا گیا ہے اور حضرت عبدالمطلبؑ و ابوطالبؑ اور عبد اللہ کو کافر مرنے والا مانا گیا ہے۔ اور قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ:-

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَمِن آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَأَخْوَانِهِمْ وَأَجْتَنَيْنَهُمْ وَهَدَيْنَهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ ذَلِكُمْ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ فَمَن يُكْفَرْ بِهَا هُوَ لَآئِيٌّ فَكَّدًا وَكُنَّا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدَهُ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِن هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانعام 90-83/6)

”اور یہ تھی ہماری وہ حجت اور دلیل جو ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بلند درجات عطا کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار نہایت دانا اور علم والا ہے۔ پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی اور ہر ایک کو راہِ راست دکھائی۔ وہی راہِ راست جو اُن سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی۔ اور نوحؑ ہی کی نسل سے ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰ اور ہارونؑ کو ہدایت بخشی اُسی طریقہ پر ہم احسان پیشہ لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اُسی کی اولاد سے زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی تمام صالحین میں داخل کیا۔ اُسی کے خاندان سے اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کی ہدایت کی اور اُن میں ہر ایک کو ہم نے سارے عالمین پر بزرگی عطا کی اور اُن کے باپ دادا اور اُن کی ذریت اور اُن کے بھائی بندوں میں سے ہم نے بچتی بنائے اور انہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت کی۔ وہی اللہ کی ہدایت ہیں جس سے اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے۔ اور اگر اُن لوگوں نے شرک کو اختیار کر لیا ہوتا تو اُن کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔ وہی لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی تھی۔ اگر یہ قریشی قوم اس کتاب و حکم اور نبوت اور اُن ہادیوں کے وجود کو چھپانا چاہے تو کچھ پروا نہیں ہے ہم نے قریش پر ایک ایسی قوم کو وکیل بنا دیا ہے جو اس حقیقت کو چھپانے والی نہیں ہے۔ وہی لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی۔ لہذا اے محمدؐ اُن ہی ہدایت یافتہ لوگوں کی اقتداء اور پیروی کرو اور کہہ دو کہ میں اس ہدایت کاری پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اس لئے کہ یہ ہدایت کاری تو تمام عالمین کے لئے یاد دہانی ہے۔“

اسی سلسلے میں بھی فرمایا ہے کہ:- اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّعْتَهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝ (النساء 55-54/4)

”کیا یہ قریشی لوگ اسلئے حسد کر رہے ہیں کہ اللہ نے محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر نوازشات کی ہیں؟ اگر حسد کا یہی سبب ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت اور عظیم الشان مملکت بھی عطا کر رکھی ہے۔ اور ان قریش میں سے بھی بعض نے اس حقیقت کو مان لیا ہے۔ اور بعض اس مملکت کی راہ میں روڑے اُٹھا کر ہے ہیں اور اُن سب کے لئے بھڑکتی ہوئی دوزخ کافی ہے۔“

ان آیات (90-6/83 اور 55-4/54) سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں نہ صرف ایک مسلم اُمت بنا دی تھی بلکہ اُس اُمت کو ایک مملکت عظیمہ بھی دے دی تھی جو تین ہزار سال سے برابر قائم رہتی چلی آئی تھی اور عہد رسولؐ میں مملکت عظیمہ اور اُمة مسلمہ قائم تھی اور رسول اللہ کو بھی اُن کی اقتداء اور پیروی کا حکم ملا تھا۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام کا جناب امام حسن علیہ السلام کو اُن بزرگوں کے قدم بقدم چلنے کا حکم دینا قابلِ تعجب نہیں ہے۔ قابلِ تعجب تو یہ ہے کہ تمام مسلمانوں نے شیعہ علامتیت وہ کہانیاں تسلیم کر لیں جن میں اسلام کو تین ہزار سال تک غائب رکھا گیا ہے۔ اور اپنی مصلحتوں کے ماتحت نئے سرے سے شروع کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام کو اور اسلام کو نافذ کرنے والوں کو مسلسل بلاناغہ اور بلا اختلاف ثابت کرتے ہیں اور اُن تمام کہانیوں کو رد اور باطل کر دیتے ہیں جو قریش نے اپنی حکومت کے زمانے میں تاریخ کے نام پر گھڑوائی تھیں۔

10۔ نظام اجتهاد اور علم الفقہ باطل پرستوں کا ایجاد کردہ علم ہے جس کے پڑھنے اور پڑھانے سے منع فرمایا ہے

اسی وصیت کی ایک اہم ترین ہدایت یہ ہے کہ وہ تمام علوم مردود قرار دئے گئے ہیں جن سے نوع انسان کو فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ علیہ السلام نے علم کا نام نہیں لیا اور وہ اس لئے کہ مخالف محاذ اُسی مردود علم پر عمل کر رہا تھا۔ آپؐ نے تو ایک کلیدی فیصلہ فرمادیا ہے کہ:-

”اچھی بات وہی ہے جو نفع پہنچائے (جملہ 44) اور اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ:- ”یہ سمجھ لو کہ اُس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ نہ پہنچائے اور نہ ہی اُس علم سے فائدہ پہنچ سکتا ہے جس کا پڑھنا اور پڑھانا موزوں و مناسب نہ ہو۔“ (جملہ 44)

چونکہ ہم نے اُن ہی علمی اداروں میں تعلیم حاصل کی ہے جو نظام اجتهاد اور مجتہدین کے ماتحت اور زیر قیادت موجود تھے اور وہاں علم الفقہ اور دیگر وہ تمام علوم انتہائی درجہ تک پڑھے جن سے اجتهاد کی سنہلٹی ہے۔ اور طالب علم مجتہد بن کر نکلتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے تجربہ اور تحقیق کے ماتحت جس علم کو صرف نقصان پہنچانے والا اور خدا اور رسول کے خلاف لے جانے والا یقین کرتے ہیں وہ یہی علم الفقہ یا اجتهاد ہے جس نے مسلمانوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور اس میں شیعہ و سنی دونوں مبتلا ہیں۔ (دیکھو ہماری کتاب اسلام اور علمائے اسلام)

حضور نے اپنے جملے (271) میں اُن ہی بال بصیرت لوگوں کے ناکام ہو جانے کا ذکر فرمایا ہے جو خطائے اجتهادی کے قائل ہیں اور اُن سیدھے سادے جاہلوں کو کامیاب دکھایا ہے جو اجتهاد سے ناواقف ہوتے ہیں اور سیدھی سادی کوشش و تلاش کرتے رہتے ہیں۔ (جملہ 271)

(نمبر 32) خط الی معاویة: معاویہ کے نام

1۔ فریب سازی سے کثرت کو گمراہ کرنے پر تمبیہ فرمائی ہے 2۔ شیطان کو سونپی ہوئی باگ ڈور چھین لینے کی تاکید 3۔ معاویہ اور اس کے طرفداروں کے حسب و نسب قابلِ اعتماد نہ تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَأَرَدْتَنِي جَيْلًا مِنَ النَّاسِ كَثِيرًا ؛	1	تُو نے انسانوں کی کثرت کو تباہ کر دیا ہے۔
خَدَعْتَهُمْ بِغَيْبِكَ ؛	2	اُنہیں دھوکا دے کر اپنی گمراہی پر فریفتہ کر لیا ہے۔
وَأَلْفَيْتَهُمْ فِي مَوْجٍ بَحْرِكَ ؛	3	اور انہیں اپنے گمراہی کے سمندر کی موجوں میں پھنسا دیا۔
نَعَشَاهُمُ الظُّلُمَاتُ ؛	4	جہاں اُن پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں۔

5	اور انہیں شبہات کا تلامطم اچھالتا پھر رہا ہے۔	وَتَنَلَّطُمُ بِهِمُ الشُّبُهَاتُ ؛
6	چنانچہ وہ راہ راست سے دور بھٹک گئے ہیں۔	فَجَارُوا عَنْ وَجْهِهِمْ ؛
7	اور عہد شکنی کے بعد پیچھے کی طرف پلٹ گئے ہیں۔	وَنَكْصُوا عَلَىٰ أَعْقَابِهِمْ ؛
8	اور اپنی پشت پر ولایت بنالی ہے۔	وَتَوَلَّوْا عَلَىٰ أَذْبَارِهِمْ ؛
9	اور اپنے حسب و نسب سے وابستہ ہو گئے ہیں۔	وَعَوَّلُوا عَلَىٰ أَحْسَابِهِمْ ؛
10	البتہ کچھ اہل بصیرت میں سے لوگ اللہ نے واپس پلٹادئے ہیں۔	إِلَّا مَنْ قَاءَ مِنْ أَهْلِ الْبَصَائِرِ ؛
11	چنانچہ انہوں نے تمہاری شناخت کے بعد تم سے جدائی اختیار کر لی ہے۔	فَانْتَهَمُ فَارْقُوكَ بَعْدَ مَعْرِفَتِكَ ؛
12	اور تمہاری نصرت اور مدد سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف بھاگ کر آ گئے ہیں۔	وَهَرَبُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ مُوَارَرَتِكَ ؛
13	یہ بھی اس وقت جب تم نے انہیں دشواریوں میں الجھادیا تھا۔	إِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصَّعْبِ ؛
14	اور تو نے انہیں عدل کی راہ سے ہٹادیا تھا۔	وَعَدَلْتْ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ ؛
15	اے معاویہ تو ذاتی طور پر اللہ کا تقویٰ اختیار کر لے۔	فَاتَّقِ اللَّهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِي نَفْسِكَ ؛
16	اور شیطان سے اپنی قیادت کی باگ ڈور واپس لے لے۔	وَجَادِبِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ ؛
17	بلاشبہ یہ دنیا تم سے منقطع ہونے والی ہے۔	فَإِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْكَ ؛
18	اور آخرت اور آخرت کی باز پرس تمہارے قریب آچکی ہے۔ والسلام	وَالْآخِرَةُ قَرِيبَةٌ مِنْكَ . وَالسَّلَام .

تشریح:- یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عمروہ تہا لیڈر تھا جو علی و محمد صلی اللہ علیہما و آلہم کی اس پالیسی کا زیادہ سے زیادہ راز دان تھا جو اسلام اور اسلامی تفسیر کیلئے یہ دونوں حضرات برسر کار لا سکتے تھے۔ حضرت عمر نے وہ تمام نکات نوٹ کر لئے تھے جن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدامات اور بیانات سے سیاسی فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ اور جنہیں سیاسی غلطیاں قرار دیا جاسکتا تھا۔ ان میں سب سے بڑی اور قریش کیلئے مفید ترین پوزیشن یہ تھی کہ یہ دونوں حضرات ہاشمی تھے۔ اور انکی تمام اصلاحی کوششوں اور قربانیوں کو یہ کہہ کر ملبا میٹ کیا جاسکتا تھا کہ جو کچھ کر رہے ہیں بنی ہاشم کے اقتدار کیلئے کر رہے ہیں انہوں نے ساری نوع انسان کو محض ایک بہانہ بنایا ہے۔ یہ الزام لگاتے ہی باقی قبائل اور انکے لیڈر غور کرنے اور الزام کو سمجھنے اور تحقیق کرنے کیلئے اندھا دھند تعاون سے روکے جاسکتے تھے۔ اور تعاون کو روک دینا یا سست کر دینا قریش کیلئے مفید اور اللہ و محمد و علی علیہم السلام کیلئے یقیناً مضرت تھا۔ چنانچہ یاد رکھیں کہ اس پہلو سے قریشی لیڈروں نے برابر فائدہ اٹھایا اور اسلام کو برابر نقصان پہنچایا۔ محمد و علی کے ہاشمی ہونے سے حضرت عمر کی تیار کردہ قریشی پالیسی کو ہمہ گیری اور عالمی پوزیشن حاصل ہوگئی۔ یعنی عمر اور قریشی عمل درآمد کا مطلب یہ ہو گیا کہ وہ اسلام کو اور اسلامی فوآند کو ساری نوع انسان تک وسعت دینا چاہتے ہیں اور محمد و علی اسلام کو اور اسلامی فوآند کو اپنے قبیلے تک محدود کرنا اور محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اسلام پر ایمان تو دونوں فریق لائے مگر وسعت نظر حضرت عمر کے افکار و اعمال میں ہے۔ یہ وہ سیاسی پہلو تھا کہ حضرت عمر نے اس پہلو کو پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مشہور کر دیا اور جہاں جہاں مفید اور ضروری معلوم ہوا کھل کر رسول اللہ سے اختلاف کیا اور اختلاف کرنے کے مواقع پیدا کئے اور بعض مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاجواب اور خاموش کر دیا۔

قارئین ہمارے الفاظ اور زبان پڑھتے ہوئے گھبرائیں نہیں۔ اسلئے کہ حق ہر حال میں حق اور باطل ہر حال میں باطل ہے۔ ہم حضرات عمر اور محمدؐ و علیؑ پر سیاسی نظر ڈال رہے ہیں اور سیاسی نظر ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم خود کو مذہبی پابندی سے آزاد رکھ کر حالات کو دیکھیں اور خالص دنیاوی اغراض و مقاصد و افادیت پر بات کریں۔ لہذا اطمینان اور اپنے اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے ہماری بات سنیں تاکہ مخالف و موافق دونوں ایک صحیح اور آخری نتیجے پر پہنچیں۔ یہاں یہ بھی نوٹ کرنا ہے کہ ہم نے تشریحات کا یہ سیاسی انداز اس لئے اختیار کیا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام اپنے تمام خطوط میں عموماً اور اس خط میں خصوصاً معاویہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ معاویہ نے انسانوں کی کثرت کو دھوکے اور فریب و شبہات میں الجھا کر حضرت علیؑ کے خلاف مجتمع کیا ہے ورنہ حق صرف علیؑ کے ساتھ ہے۔ ہم پر لازم ہو گیا کہ اس سوال کا جواب سامنے لائیں جو علوی الزامات سے ہر شخص کے ذہن میں اُبھرتا ہے۔ یعنی

”یہ کیسے ممکن ہوا کہ معاویہ دانشوروں کی کثرت کو کھلے ہوئے حق کے مقابلے میں لا کر کھڑا کر دے؟ اور فوری جواب جو ذہن سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ:-

”یا تو علیؑ حق پر نہیں ہیں یا پھر اُن کے ساتھ کھلا کھلا اور واضح حق ہے ہی نہیں۔ یقیناً اُس حق میں شبہات و شکوک کی گنجائش ہے

جس سے معاویہ نے فائدہ اُٹھا کر کثرت کو حضرت علیؑ کے خلاف مجتمع کر لیا ہے۔“

یہ سوال اور یہ جواب ہم پر تقاضہ کرتا ہے کہ ہم صورت حال کو واضح کریں اور اس طرح واضح کریں کہ طرفداران معاویہ بھی اختلاف و انکار کی گنجائش نہ نکال سکیں۔ اور ہم پر یہ الزام قائم نہ ہو کہ ہم نے محمدؐ و علیؑ کی طرفداری اور جانبداری کی ہے یا قریش و حضرت عمر و معاویہ کی مخالفت کی ہے۔ لہذا قارئین ہمیں آزادی دیں اور خود بھی آزاد و غیر جانبدارہ کر صورتحال و معاملات پر نظر ڈالیں۔ مذہبی عقائد و حقائق سے تنگ نظری پیدا ہوتی ہے اُس سے خود کو محفوظ رکھیں۔ یہ مذہبی تنگ نظری ہی ہے کہ یہ مانتے ہوئے کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان اور معاویہ اینڈ کمپنی نہ معصوم تھی نہ انہوں نے عصمت کا دعویٰ کیا۔ پھر بھی قدم قدم پر یہ سوچتے ہوئے چلنا کہ اُن سے کسی غلطی کا صدور نہ ہو جائے یا کسی بات سے اُنکی کوئی غلطی نہ نکل آئے۔ بہت بڑی غلطی اور تنگ نظری و جانبداری ہے اور غلط جانبداری ہے جو مذہب نے پیدا کی ہے۔ اُدھر محمدؐ و علیؑ اور دیگر ائمہ علیہم السلام معصوم بھی تھے اور عصمت کا دعویٰ بھی کرتے تھے۔ لہذا شیعہ یا طرفداران محمدؐ و علیؑ وہی کام کریں جو طرفداران لیڈران قریش کرتی ہے تو مذہبی تنگ نظری اور جانبداری تو اُسے بھی کہا جائے گا لیکن وہ عصمت اور معصوم ماننے کی وجہ سے حمایت باطل نہ کہلائے گی۔ محض اور خالص تنگ نظری اور جانبداری ہوگی۔ یعنی اوّل الذکر خطا کار کو معصوم بنادینے کا کام کرتا ہے جو غلط ہے اور ثانی الذکر معصوم کو معصوم رکھنا چاہتا ہے جو صحیح ہے۔ مگر جانبداری اور تنگ دلی کے ملزم و مجرم دونوں ہیں۔ اسلئے کہ دونوں حقائق کو اپنے حق میں موڑتے ہیں۔ اور واقعات کو فطری صورت میں سامنے نہیں آنے دیتے۔ بہر حال جانبداری کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ وہ مسلمات کو اپنے عقائد کے خلاف دیکھ کر مسلمات کا انکار کر دیتا ہے اُس کو اپنے حق میں دیکھتا ہے تو مان لیتا ہے یعنی جانبدار مسلمات کا بھی منکر ہوتا ہے۔ اب میں پھر اپنے سلسلہ بیان کی طرف پلٹتا ہوں اور یاد دلاتا ہوں کہ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جناب عمر نے رسول اللہ سے کھل کر اختلاف کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ رسول کے خیالات و تصورات و بیانات و اقدامات میں تنگی، تنگ دلی اور قبائلی اغراض و مقاصد ہوتے ہیں اور حضرت عمر وسعت خیال و ہمہ گیری چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس اختلاف کو پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ اس کو اچھالتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت عمر نے اُن آیات سے بھی کھل کر اختلاف کیا جن میں تنگی یا تنگ نظری پائی۔ یعنی وہ وسعت خیال کو ایک ایسی حقیقت مانتے تھے کہ اللہ و رسول کے بالقابل کھل کر اپنے موقف پر بات کرتے تھے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ یہ صورت حال مسلمات میں سے ہے اور تمام علمائے مانا ہے کہ اختلاف کرنے میں حضرت عمر تمام

صحابہ سے بڑھ کر تھے۔ علامہ شبلی نے الفاروق میں نوٹ کرایا ہے کہ:-

”حضرت عمر نے مسائل فقہہ میں جس قدر فکر اور خوض کیا تھا صحابہ میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔ انہوں نے آغاز اسلام ہی سے فقہ کو مطمح نظر بنا لیا تھا۔ قرآن مجید میں جو مسائل فقہ مذکور ہیں ان میں جہاں ابہام ہوتا تھا (یعنی وہم کی گنجائش) وہ خود رسول اللہ صلعم سے دریافت کر لیتے تھے۔ اور جب تک پوری تسلی نہیں ہوتی تھی بس نہیں کرتے تھے۔ یہ بات اور صحابہ کو حاصل نہ تھی کیونکہ اُنکے برابر کوئی شخص رسول اللہ کی خدمت میں کہنے سننے کی جرات نہیں رکھتا تھا۔ کالہ کے مسئلہ کو جو ایک دقیق اور نہایت مختلف فیہ مسئلہ ہے انہوں نے آنحضرت سے اس قدر بار بار دریافت کیا کہ آپ دق آگئے اور فرمایا کہ سورہ نساء کی آخری آیت تیرے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ جو مسائل زیادہ مشکل ہوتے اُنکو یادداشت کے طور پر لکھ لیتے۔ اور ہمیشہ اُن پر غور کیا کرتے وقتاً فوقتاً اُنکے متعلق جو رائے قائم ہوتی اُسکو قلم بند اور زیادہ غور و فکر سے اس میں محو و اثبات کیا کرتے۔“ (الفاروق حصہ دوم صفحہ 110)

اس بیان کے بعد یہ ماننے میں کوئی دقت نہیں ہونا چاہئے کہ عہد رسول میں رسول سے بحث و مباحثہ کرنے اور اختلاف نظر پیش کر کے وضاحت چاہنے میں حضرت عمر کا پہلا نمبر تھا۔

2۔ اسلام کے مقاصد کی ہمہ گیری پر حضرت عمر کا حسین بیان اور رسول اللہ کی پسندیدگی قرآن میں

لہذا یہ حقیقت ایسی نہ تھی کہ اس کو قرآن میں ریکارڈ نہ کیا جاتا چنانچہ قرآن میں اللہ نے اعلان کیا کہ:-

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَىٰ قَلْبِهِ وَهُوَ اللَّهُ الْخَصَمُ ﴿٢٠٤﴾ (البقرة 2/204)

ہم اس آیت کا اور اس سے اگلی آیت کا ترجمہ اس طرح کرنا چاہتے ہیں کہ آیت سے مذہبی رنگ نکل جائے اور خالص دنیاوی اغراض و مقاصد اور افادیت سامنے آجائے سنئے فرمایا گیا ہے کہ:-

”لوگوں میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جس کی دنیاوی پالیسی تھی بہت پسند آتی ہے یا یہ کہ جس کی دنیاوی زندگی کی پالیسی تھی حیرانی کی حد تک پسند آتی ہے اور وہ اپنی پالیسی کے بیان میں اپنے خلوص پر اللہ کو شاہد بیان کرتا ہے۔ یعنی اللہ گواہ ہے کہ وہ اس پالیسی میں بے خلوص نیک نیت اور اسلام کا ہمدرد و طرفدار ہے۔ اور وہ شخص الد الخصام ہے۔“

یہاں پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ اللہ اس شخص کا نام و پتہ وغیرہ (whereabouts) نہیں بتاتا۔ دوسری بات یہ دیکھیں کہ یہاں اللہ خالص دنیاوی زندگی کی بات بتا رہا ہے یعنی وہ شخص خالص دنیاوی زندگی کو رسول کے سامنے پسندیدہ صورت میں پیش کر رہا ہے یعنی وہ شخص خالص دنیا دار اور سیاسی آدمی ہے۔ اور اسی لئے اللہ نے بھی اُس شخص کو صیغہ راز میں رکھا ہے۔ یہ بھی بتانا پسند نہیں کیا ہے کہ آیا وہ شخص مسلمان ہے؟ یا مسلمانوں اور اسلام کا طرفدار ہے یا غیر مسلم ہے۔ صرف اتنا فرمایا کہ ”مِنَ النَّاسِ“ لوگوں میں سے ایک شخص ہے۔ مگر آیت سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کو مانتا ہے۔ (يُشْهَدُ اللَّهُ) یعنی مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہے۔ اور چونکہ اُس کا بیان رسول اللہ کو پسند آتا ہے لہذا بیان اسلام کے حق میں ہے۔ ہمیں کہنے دیجئے کہ یہ آیت خود سیاسی الفاظ میں ہے پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ شخص خود سیاسی آدمی ہے اُس کا ذکر بھی سیاسی زبان میں کرنا ضروری تھا۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آخر میں اُسے ”اللَّهُ الْخَصَمُ“ فرما دیا ہے یعنی سارے موجودہ لوگوں سے سب سے بڑا اور تمہارا حریف اور مد مقابل شخص ہے۔ اور اگلی آیت میں وہ پالیسی بیان فرمادی ہے جو دنیاوی زندگی میں وہ اختیار کرنا چاہتا ہے یعنی:-

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ (البقرة 2/205)

یہاں بھی ہم ترجمہ اُس شخص کی دنیاوی اغراض کے مطابق کرتے ہیں۔ سُنئے یعنی ”اگر وہ تمہاری طرح خود مختار و صاحب اقتدار ہو جائے تو اسلامی مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے ہر اُس چیز کو فساد قرار دے گا جو رکاوٹ ڈالنے والی ہوگی خواہ وہ کھتیاں ہوں یا نسل انسانی ہو وہ سب پر غلبہ حاصل کرے گا اور ساری دنیا کو زیر نگین کر کے ایک ہمہ گیر حکومت و اقتدار قائم کر کے چھوڑے گا اور فساد کا نام و نشان و اسباب کو مٹا دے گا۔ اس لئے کہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔“ یہ ہے اس شخص کا نقطہ نظر کہ اسلامی قوانین کو ہمہ گیر طور پر استعمال کرو۔ اور ہر مقابلہ پر آنے والی چیز کو فنا کر دو یا ماتحت کر لو۔ یہاں بہتر ہوگا کہ علامہ مودودی سے ان دونوں آیات کا ترجمہ دکھایا جائے۔ وہ یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ:-

3- اس نظریہ پر مودودی کا گھٹنا ہوا اور مذہبی بیان

”انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ مگر حقیقت میں بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔ جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلانے۔ کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ جسے وہ گواہ بنا رہا تھا فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔“ (تفہیم جلد اول صفحہ 159-158)

4- مودودی کی تشریحات صورت حال کو اور بھی گندہ بنا دیتی ہیں:-

مودودی کی تشریحات پہلے دیکھیں پھر اپنا سیاسی اور غیر جانبدارانہ بیان دیں گے وہ لکھتے ہیں کہ:-

پہلی تشریح- ”223 یعنی کہتا ہے کہ خدا شاہد ہے کہ میں محض طالب خیر ہوں، اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں، بلکہ صرف حق اور صداقت کے لئے یا

لوگوں کی بھلائی کیلئے کام کر رہا ہوں۔“ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159)

دوسری تشریح- ”224 ”اللَّهُ اَلْحَصَام“ کے معنی ہیں ”وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو“، یعنی جو حق کی مخالفت میں ہر ممکن حربے سے کام

لے۔ کسی جھوٹ، کسی بے ایمانی، کسی غدور و بد عہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے۔“

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159)

تیسری تشریح- ”225 ”إِذَا تَوَلَّى“ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک وہ جو ہم نے متن میں اختیار کیا ہے اور دوسرا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ مزے

مزے کی دل بھانے والی باتیں بنا کر ”جب وہ پلٹتا ہے“ تو عملاً یہ کرتوت دکھاتا ہے۔“ (تفہیم جلد اول صفحہ 160-159)

اب ہمارا بیان یہ ہے کہ مودودی ہوں یا کوئی اور مترجم ہو وہ منشائے خالق اور منشائے مخلوق کو مدنظر نہیں رکھتے وہ یا تو کھلا فریب دیں گے یا معنی کا اور مقصد کا ستیاناس کر کے رکھ دیں گے اور حقیقت سے بہر حال دُور دُور رہنے کی برابر کوشش کریں گے۔ یہ مودودی خلفائے ثلاثہ کو برحق خلفاء مانتے ہیں لہذا اُن کی تمام فوج کشیوں، لُٹ مار و قتل و غارت اور غلام و کنیز سازی کو بھی برحق مانتے ہیں لیکن اگر اُن کو یہ کہا جائے کہ وہ اقتدار میں آنے والا اور ساری دنیا کو فساد سے بھر دینے والا اور فصلوں اور نسل انسانی کو تباہ کرنے والا شخص خلیفہ دوم تھا اور ان دونوں آیات (2/204-205) میں انہی کا تذکرہ کیا گیا ہے تو مودودی صاحب ہی نہیں بلکہ کوئی ثلاثہ پرست عالم ماننے کو تیار نہ ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ان کی جگہ کوئی دوسرا شخص تجویز نہ کر سکیں۔ حالانکہ رسولؐ سے باتیں کرنے والا شخص ظاہر ہے کہ عہد رسولؐ ہی کا آدمی ہو سکتا ہے۔ اللہ کو گواہ کر کے بات کرنے والا مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔ پھر عہد رسولؐ کے بعد اور کوئی شخص مسلمانوں میں ایسا نہیں ہو سکتا جسے اقتدار حکومت ملا ہو جو فوجوں سے دنیا کو میدان جنگ بنا کر رکھ دے۔ مگر وہ نہ مانیں

گے کہ یہاں حضرت عمر کا ذکر ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے ترجمہ اور تشریح سے اپنے لبوں پر مہر لگادی ہے۔ مگر جب خلافت اور فتوحات کی بات ہوگی تو وہ سینکڑوں تاویلیں کریں گے اور حضرت ابو بکر و عمر کو برسر حق ثابت کرنے کے لئے ہر فریب دیں گے۔ اب حضرت عمر کی طرف سے بات کرتے ہیں مگر قرآن کی ایک اور آیت کو سامنے رکھ لیں تاکہ ہم قرآن کی مدد اور سہارے سے بات کر سکیں اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ:-

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۗ (البقرة 2/11)

”جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم دنیا میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کے علاوہ اور کچھ کرتے ہی نہیں ہیں۔ (البقرة 2/11)

یہاں یہ مخاطب فساد اور اصلاح کا فرق سمجھتے ہیں۔ آیت میں اللہ جس چیز کو فساد فرماتا ہے وہ بھی اُسے فساد ہی سمجھتے ہیں اختلاف نظر یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرتے ہیں اصلاح کی غرض سے کرتے ہیں۔ اُن کی غرض فساد کرنے کی نہیں ہوتی یہ دوسری بات ہے کہ اللہ کے معیار پر وہ کام فساد کہلاتے ہیں۔ بالکل یہی صورت حال مندرجہ بالا آیات میں عمر کے سامنے ہے وہ فساد پھیلانے کی غرض سے فوج کشی اور جنگ نہیں کرتے اُن کی غرض دنیا میں اسلام پھیلانے اور اسلامی انصاف نافذ کرنے کی ہے۔ لوگ اپنی حکومت و اقتدار برقرار رکھنے کے لئے اسلام کا انکار کرتے ہیں۔ یوں مقاصد میں اختلاف کی بنا پر جنگ ہوتی ہے اور جنگ ہوتی ہے تو وہ سب کچھ ہوتا ہے جو جنگ میں ہوا کرتا ہے فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ گھوڑوں کے چارہ کے لئے کھیت کاٹ لئے جاتے ہیں۔ سواری کے لئے گھوڑے پکڑ لئے جاتے ہیں۔ لوگ قتل ہوتے ہیں گرفتار ہوتے ہیں غلام و کنیر بنائے جاتے ہیں۔ مال غنیمت لوٹا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کے یہاں فساد کہلاتا ہے لیکن حضرت عمر کے یہاں یہ سب کچھ اسلام کی ترقی ہے۔ چار ہزار مساجد مفتوحہ علاقے میں بنتی ہیں زکوٰۃ و عشر اور جزیہ جاری ہوتا ہے قرآن پڑھانے کے ادارے قائم ہوتے ہیں لاکھوں لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں ساری دنیا میں اسلام اور اسلامی نظام پھیلتے ہیں۔ بتوں اور بت پرستوں کا اقتدار و حکمرانی مٹتی ہے یہ سب کچھ حضرت عمر کے نزدیک فساد نہیں کہلا سکتا۔ عمر یہ نہیں مانتا کہ وہی کام رسول کرے تو اصلاح ہے اور کوئی کر لے تو فساد ہے۔ حضرت عمر کی وسعت نظر ہر شخص کو وہی پوزیشن دیتی ہے جو محمد علیؑ کو دیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں مانتے کہ ملامارے تو حلال ہے کوئی اور مار لے تو حرام ہے۔ بہر حال حضرت عمر نے اپنی وسعت نظر کو خوب پھیلا یا۔ اپنی قوم قریش میں بھی پھیلا یا اور دوسری اقوام میں بھی پروپیگنڈا کیا۔ ہوا یہ کہ رسولؐ علیؑ اور چند لوگ ایک طرف کھڑے اور منہ دیکھتے رہ گئے اور باقی سارے قریش اور تمام قبائل حضرت عمر کے ساتھ ہو گئے۔ اور رسولؐ کے بعد انہوں نے انصار کو بھی متفق ہونے پر مجبور کر دیا۔ قومی حکومت بن گئی۔ جہاں قریش کی وسعت نظر اور کشادہ دلی کا پروپیگنڈا ہوا وہی بنی ہاشم کو تنگ نظر اور رجعت پسند ثابت کرنے کی مہمات چل پڑیں۔ اور وہ پالیسی بالکل پٹ کر رہ گئی جس کی نمائندگی علیؑ کرتے تھے۔ وسعت قلب و نظر کے نام پر علیؑ کو تعاون پر راضی ہونا پڑا۔ حضرت عمر نے قریش اور عرب کو چار چاند لگادئے دولت کی ریل پیل کردی ہر طرف عمر ہی عمر زبانوں پر تھا۔ نبوت و خلافت اور علیؑ خواب و خیال اور ماضی کی کہانی بن کر رہ گئے۔ تمام قریش اور سارا عرب اُس راہ پر نہایت تیزی سے بڑھتا چلا گیا۔ جس پر حضرت عمر نے اُن کو چلایا تھا۔ عمر نے تمام قریش اور عرب کے تمام قبائل کے دل کی گہرائیوں میں قومی حکومت اور مشاورت کی افادیت کو اتار دیا اور شخصی حکومت اور محدودیت سے سب کو متنفر کر دیا۔ دوسرے الفاظ میں جمہوریت قومی حکومت اور وسعت نظر نام تھا عمر بن الخطاب کا اور شخصی حکومت و تنگ نظری و رجعت پسندی نام تھا علیؑ ابن ابیطالبؑ۔ اُن کو دیکھ کر چہروں پر بشاشت پھیل جاتی تھی اور انہیں دیکھ کر چہرے مر جھا جاتے تھے۔ ایک نفرت تھی جو خاموشی سے ہر دل میں اُترتی جا رہی تھی۔ عمر بڑی بے فکری اور دھڑلے سے کہا کرتے تھے کہ اگر تم نے علیؑ کو راہنما بنا لیا تو وہ تمہیں حق پر چلائے گا۔ اور ہرگز ادھر ادھر نہ ہٹنے دے گا۔ مگر لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ تمہارے فطری اختیارات چھین لے گا تمہیں غلام بنا کر بے دست و پا کر دیگا ہرگز ایسے حق کی پرواہ نہ کرنا جس میں تم

سب کے حقوق مر کر رہ جائیں۔ حضرت عمر کے عمل درآمد اور پالیسی نے ہر حق کو صحیح بات کو الٹ کر رکھ دیا تھا۔ حضرت عمر نے ہمیشہ حضرت علیؑ کو خلافت کا حریص کہا۔ علیؑ نے ہمیشہ ثابت کیا کہ خلافت کے حریص تو حضرت عمر اور دیگر لیڈران قریش ہیں۔ حضرت عمر نے اپنے خاص آدمیوں کو یقین دلادیا تھا کہ اگر کبھی حکومت اور قریش کو کوئی خطرہ پیش آیا تو علیؑ کی طرف سے ہوگا علیؑ کی طرف سے ہوگا۔ لہذا سارے قریش کو قریشی دانشوروں کو علیؑ پر گہری نظر رکھنا چاہئے۔ صرف علیؑ سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور ان کے خلوص اور غیر جانبداری پر کبھی بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ ان کے بیانات اور دلائل کی طرف کبھی توجہ نہ دینا۔ وہ ایک جادو بیان شخص ہے۔ اُس کی باتوں کی مار سے اور تلوار کی دھار سے بچ نکلنا ناممکن ہے۔ چنانچہ اس معاملے میں حضرت عمر اگر کسی پر اعتماد و اعتبار کرتا تھا تو وہ صرف معاویہ کو ایسا شخص سمجھتا تھا جو حضرت علیؑ کی طرف سے یا حضرت علیؑ کی وجہ سے آنے والے خطرات کا مقابلہ کر سکتا تھا وہ عثمان کو بھی علیؑ کا جوڑ نہ سمجھتا تھا۔ بہر حال معاویہ تھا وہ شخص تھا جس کو حضرت عمر نے اپنا راز دار بنا رکھا تھا۔ اور معاویہ کو ہر وہ بات بلا تکلف بتا دیتا تھا جو کبھی علیؑ کے خلاف معاویہ کے کام آئے۔ حضرت عمر نے معاویہ کو وہ مخصوص خط بھی لکھا تھا جسے ہم نے واقعات کر بلا میں نقل کیا ہے اور جس میں حضرت عمر نے اپنا صحیح مذہب و عقیدہ بیان کیا ہے اور جسے یزید بن معاویہ نے عبد اللہ بن عمر بن خطاب کو دکھایا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر علیؑ کے مقابلے میں حضرت عمر معاویہ کو خلیفہ بنا سکتا تو پھر شوریٰ کی اسکیم پیش نہ کرتا بلکہ براہ راست معاویہ کو اسی طرح خلیفہ بنا دیتا جس طرح حضرت ابوبکر نے خود اسے بنایا تھا۔ مگر وہ برابر دیکھ رہا تھا کہ مرتضوی کردار اور پالیسی برابر اُس کے آڑے آرہی تھیں۔ اس کا راستہ روکتی جا رہی تھیں۔ بہر حال حضرت ابوبکر و عمر نے جو کچھ بھی کیا ہو یہ کبھی نہیں کیا کہ معاویہ کو نظر انداز کر دیں۔ انہوں نے ہر وہ کام کیا جس سے معاویہ کا مستقبل روشن تر اور قوی تر و کامیاب تر ہوتا چلا جائے۔ انہوں نے بہت سے غلط کام کئے مگر یہ غلطی کبھی نہیں کی کہ مستقبل میں معاویہ کمزور و مغلوب ہو جائے۔ حضرت عثمان نے بھی اس پہلو پر کافی توجہ اور مدد دی اور کوششیں کی کہ معاویہ کا تمام گورنروں میں پلہ بھاری رہے اور تمام حکام کی نظر میں معاویہ زیادہ معزز و صاحب اعتماد رہے۔ اس کا کوئی تحریری ثبوت تو نہیں ملتا مگر حالات بتاتے ہیں کہ معاویہ اور خلفائے ثلاثہ میں یہ ایک طے شدہ امر تھا کہ معاویہ حضرت علیؑ علیہ السلام پر خاص طور سے نگرانی رکھے اور علیؑ کے دوستوں، پیروؤں اور فدکاروں کو قریشی حکومتوں اور حکمرانوں کا دشمن سمجھے اور یقین رکھے کہ جب بھی قریشی حکومت کو کسی خطرے کا سامنا ہوگا تو وہ خطرہ علیؑ کے دائرے سے نکلے گا۔ گو حضرت علیؑ علیہ السلام کا عمل اور ان کے حالات و بیانات اور تمام علما کا اتفاق ثابت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے نہ کوئی سیاسی پارٹی بنائی نہ ہمدردوں کی جماعت کو پشت پر رکھا۔ اور تمام خلفاء کے ساتھ ایسا اور اتنا تعاون جاری رکھا کہ انہیں یا ان ثلاثہ میں آج تک شمار کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے علماء کے بیانات عموماً اور مودودی کی تحریریں خصوصاً پیش کی ہیں۔ اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے خلافت حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ نہ ہی ایسے مواقع پیدا کرنے کی فکر میں رہے کہ جن سے خلافت ملنے کا امکان پیدا ہو جاتا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ ایسے مواقع کو نالتے اور ضائع کرتے رہے جن سے خلافت ملنے کا یقین تھا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر و عمر کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر کے آتی ہوئی خلافت کو واپس کر دیا۔ یہ سب کچھ تھا اور صحیح تھا مگر معاویہ کو ہمیشہ ان حقائق کے خلاف غیر متزلزل یقین تھا کہ علیؑ دن رات خلافت حاصل کرنے کی فکر و کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور اب جبکہ خلافت سچ مچ مل گئی تو معاویہ نے یہی سمجھا بھی اور اپنے حلقہ فکر میں سب کو بتایا بھی کہ خلافت حاصل کرنے کیلئے علیؑ نے قتل عثمان کی سازش کی تھی۔ معاویہ کو یہی یقین رہا کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے کوئی گہری چال چل کر عثمان کو قتل کرایا ہے اور اُس سے بھی گہری اور عجیب چال چل کر خلافت اس شان سے حاصل کی ہے کہ تمام صحابہ دن رات منت و سماجت کر رہے ہیں وہ انکار پر انکار کر رہے ہیں اور آخر بطور احسان خلافت قبول کر لی۔ بہر حال خلافت قریش کے قبضے سے نکل گئی اور وہاں پہنچ گئی جہاں حضرت ابوبکر و عمر و قریشی لیڈر کسی قیمت پر جانے نہ دینا

چاہتے تھے۔ چنانچہ وہی کچھ سامنے آیا جو حضرت ابو بکر و عمر کے خیال میں تھا۔ یعنی سارے لیڈروں نے مل کر خلافت علیؑ کے حوالے کر دی صرف تمہا معاویہ رہ گیا جو قریش کے عظیم ترین مقصد کے حصول کیلئے کھڑا رہ گیا ہے۔ یہاں عملی میدان میں بھی معاویہ تھا ہے۔ اور علیؑ کو دشمن سمجھتا ہے اور قریش ساز و تارخ و احادیث میں بھی تمہا معاویہ ہے ورنہ سب حضرت علیؑ علیہ السلام کے طرفدار اور معاویہ کے مخالف ہیں۔ معاویہ اکیلا ہے جو قریش کی حکومت کو علیؑ سے واپس لینے میں کوشاں ہے۔ اس معاملے میں تمام علماء اور دانشوروں نے معاویہ کی مذمت کی ہے۔ طرح طرح معاویہ کی بے دینی پر توجہ دلائی ہے۔ اُسے اسلام میں ملوکیت اور بادشاہت قائم کرنے کا مجرم قرار دیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں کہ اُس نے وہ کام کیا جو سارے قریش کی تمنا تھی۔ جس کے لئے لیڈران قریش اور ان کے پیروؤں نے اپنی عاقبت بھینٹ چڑھا دی تھی۔ جہنم واجب کر لیا تھا۔ اور کسی قیمت پر یہ نہ چاہتے تھے کہ خلاف خاندان رسولؐ میں علیؑ گول جائے۔ یہ یاد رکھیں کہ اگر معاویہ نے قریشی حکومت کو علیؑ سے واپس لینے کا یہ مستحکم انتظام نہ کیا ہوتا اور لوگوں کو اس طرح مجتمع نہ کیا ہوتا تو یہ خلافت و حکومت خاندان مرتضویؑ سے ہرگز باہر نہ نکل سکتی تھی۔ یہ صرف معاویہ کا کارنامہ یا شاہکار تھا کہ اُس نے حضرت عمرؓ کی قائم کردہ حکومت واپس لی اور ایسا انتظام کیا کہ دوبارہ اس خاندان کی طرف رخ ہی نہ کرنے پائے۔ رہ گیا اسلام، قرآن، اللہ، رسولؐ اور جنت و جہنم یہ تو قریش کے نزدیک محض الفاظ تھے۔ جن کو استعمال کر کے ہر غلط تصور کو حق بجانب ثابت کیا جاتا ہے۔ اور یہی جواب ہے معاویہ کی فریب سازی اور دھوکہ دہی کا۔ علیؑ کو مجرم ثابت کرنے کے لئے ثبوت نہ ملے تو معاویہ اور کیا کرے؟ اُسے علیؑ کے خلاف محاذ جاری رکھنا تھا۔ اُسے وہ حکومت حضرت علیؑ سے واپس لینا تھی جو قریش نے اپنا دین و ایمان اور عاقبت تباہ کر کے حاصل کی تھی۔ اُس کو حاصل کرنے کے لئے ہر جھوٹ ہر فریب اور ہر غدار جانی جاڑھی۔ یہاں ایک جملہ ڈاکٹر طلحہ حسین سے سن لیں وہ فتنۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ:-

”اسلام لانے والوں نے دین اسلام کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا کہ وہ ایک ایسا دین ہے جس کا تعلق قلوب و ضمائر سے ہے اور جس میں اللہ کے حقوق و فرائض کی پابندی لازم ہوتی ہے۔ بلکہ انہوں نے اسلام کو ایک بڑے سودے کی حیثیت سے دیکھا جیسے سودے وہ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اُسے بھی ایک خطرناک اور جرأت مندانہ اقدام خیال کیا جیسے اقدامات وہ عموماً اندروں اور بیرون عرب میں کرتے رہتے تھے۔ (صفحہ 178-177) اور

”خلافت اسلامیہ کا جو مفہوم حضرات ابو بکر و عمر کے یہاں تھا وہ ایک بہت بڑا جرأت مندانہ تجربہ تھا جو تقریباً جان کی بازی لگانے کے مترادف تھا۔ لیکن یہ جان آزمائش اپنے انجام تک نہ پہنچی (صفحہ 5) نہ ہی اُس کا انجام تک پہنچنا ممکن تھا (صفحہ 5)۔

یہ تھی عرب کی تاجروں قریش جس نے اسلام کو تجارت کے مال کی طرح سودے کے طور پر حاصل کیا اور اُس سے دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرتے رہے۔ ان تاجروں سے سابقہ پڑا تھا محمد علیؑ علیہم السلام کو۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ تو رخصت ہو گئے مگر اسلام کی ذمہ داری قیامت تک حضرت علیؑ علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے گلے میں ڈال گئے۔ جنہوں نے اسلام کو اُن تاجروں سے محفوظ کرنے کے لئے خود اپنی، اپنے بچوں کی، اور اپنے چاہنے والے دوستداروں اور فدکاروں کی جانیں قربان کر دیں۔ اور اسلام سے تاجرانہ سلوک روانہ رکھا۔ کبھی ایک لفظ یا ایک قدم منشاء خداوندی کے خلاف نہ اٹھایا۔ بد معاشوں، غداروں، فریب کاروں کے ساتھ نیکیاں، وفاداریاں اور حسن سلوک کرتے رہے۔ خود بھوکے رہتے رہے اپنے بچوں کو بھوکا رکھتے رہے۔ اور عرب کے اُن تاجروں کا پیٹ بھرتے رہے۔ بہر حال جب بھی ہمارے ہاتھ میں اُس نانبجار قوم سے انتقام لینا آئے گا۔ ہم اُن کو ایسی ایسی سزائیں دیں گے جن کا انہوں نے وہم تک نہ کیا ہوگا۔

(نمبر 33) خط الی قثم ابن العباس وَهُوَ عَامِلُهُ عَلِيٌّ مَكَّةَ : قثم بن عباس کے نام جو مکہ میں علی کا گورنر تھا

1- معاویہ نے کچھ سیاسی اور صاحبان اثر و رسوخ ماہرین کو حاجیوں کے لباس میں بھیجا تھا کہ مسلمانوں کو یہ باور کرائے کہ عثمان کو حضرت علی نے قتل کرا کے حکومت حاصل کی ہے۔ 2- قثم کو اپنی اطاعت کو حوالہ دیکر تخریب کاروں کے متعلق ایسی تنبیہ کی ہے جس سے اولادِ عباس کی نافرمانی و بے وفائی ثابت ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

1	بعد از حمد و درود واضح ہو کہ مجھے میرے مغربی نگران نے یہ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اہل شام کے کچھ لوگ حج کے لئے بھیجے گئے ہیں، جو حقیقت کی طرف سے دلوں کے اندھے ہیں؛ اور	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ عَيْنِي بِالْمَغْرِبِ كَتَبَ إِلَيَّ يُعَلِّمُنِي أَنَّهُ وَجِهَةٌ إِلَى الْمَوْسِمِ أَنَا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ الْعُمِّي الْقُلُوبِ الصَّمِّ الْأَسْمَاعِ الْكُفْمِ
2	وہ لوگ ہیں جو حق کو باطل کا لباس پہنا کر پیش کرنے میں ماہر ہیں؛ اور مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی کرتے اور کراتے ہیں؛	الْأَبْصَارِ الَّذِينَ يَلْتَبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ؛ وَيُطِيعُونَ الْمَخْلُوقَ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ؛ وَيَحْتَلِبُونَ الدُّنْيَا رَدَّهَا بِاللِّدِينِ ؛ وَيَشْتَرُونَ عَاجِلَهَا بِأَجْلِ الْأَبْرَارِ الْمُتَّقِينَ ؛
3	اور دین کی آڑ لے کر دنیا کا دودھ دوہتے ہیں؛	وَلَنْ يَفُوزَ بِالْخَيْرِ إِلَّا عَامِلُهُ ؛ وَلَا يُجْزَى جَزَاءَ الشَّرِّ إِلَّا فَاعِلُهُ ؛ فَاقُمْ عَلِيٌّ مَا فِي يَدَيْكَ قِيَامَ الْحَازِمِ الصَّلِيبِ ؛
4	اور دنیاوی سامان کی خرید و فروخت اس انداز سے کرتے ہیں کہ متقی اور نیک لوگوں کی عاقبت بدلے میں چلی جاتی ہے اور دنیا مل جاتی ہے؛	وَالنَّاصِحِ اللَّيِّبِ ؛ التَّابِعِ لِسُلْطَانِهِ ؛ الْمُطِيعِ لِأَمَامِهِ ؛ وَأَيَّاكَ وَمَا يُعْتَدَرُ مِنْهُ ؛ وَلَا تَكُنْ عِنْدَ النَّعْمَاءِ بَطْرًا ؛ وَلَا عِنْدَ الْبِاسَاءِ فَشِلًّا ؛ وَالسَّلَامُ .
5	اور سنو کہ بھلائی پر وہی فائز ہوتا ہے جو اس پر عمل کرتا ہے؛	
6	اور شر اور برائی کی جزا بھی برائی کرنے والے کے سوا کسی اور کو نہیں ملتی ہے؛	
7	چنانچہ یہ باتیں سمجھنے کے بعد تم بھی اپنے اختیارات کو اسی طرح استعمال کرو جس طرح ایک کوشش کرنے والا محتاط شخص کرتا ہے؛	
8	جس طرح ایک دانشمند اور نصیحت کرنے والا ذمہ دار آدمی کرتا ہے؛	
9	اور جس طرح اپنے حکمران کا مطیع شخص کرتا ہے؛ اور	
10	جس طرح اپنے امام کا مطیع کرتا ہے؛	
11	خبردار ایسے کام نہ کرنا کہ عذر اور بہانے چھانٹنا پڑیں؛	
12	نعمتوں کی بہتات پر اتر اؤ نہیں؛	
13	اور سختی کے زمانہ میں بودا پن دکھانا۔ والسلام۔	

تشریح:- یہ قثم بن عباس، عبداللہ بن عباس کے حقیقی بھائی ہیں چونکہ حضرات ابو بکر و عمر نے عباس کے بیٹوں کو قومی حکومت میں کوئی ذمہ داری اور عہدہ نہ

دیا تھا اسلئے حضرت علی علیہ السلام نے یہ دکھانے کیلئے کہ وہ حضرت ابو بکر و عمر کی پیروی میں اُن کو محروم نہیں کر رہے ہیں۔ اسلئے آپ نے ان دونوں بھائیوں کو گورنری عطا کر دی تھی۔ قثم بہر حال اپنے بھائی سے بہتر نکلے تھے۔ اُسکا حال ہم نے ڈاکٹر طحسین کے قلم سے دکھا دیا ہے۔ وہ انتہا درجے کا خوشامدی، موقع شناس، مہسن گش اور غدا ارثا بت ہوا تھا۔ مگر قثم کی کوئی بری حرکت قریش ساز تارخ میں نہیں ملتی۔ مگر حضور علیہ السلام کا یہ خط بتاتا ہے کہ قثم پر سخت نگرانی ضروری تھی۔ یہ اطلاع جو حضرت علی علیہ السلام نے اسے دی ہے خود قثم کو چاہئے تھا کہ وہ آئیوا لے ہر حاجی کا جائزہ لیتا اور معاویہ کی سازش کا حال خود حضور کو لکھتا۔ لیکن اسکا معاویہ کی طرف سے غافل رہنا بتاتا ہے کہ وہ ایک غیر ذمہ دار گورنر تھا یا یہ کہنے کہ اُن سازشوں سے قطعاً ناواقف تھا جو دن رات معاویہ کی طرف سے کی جاتی تھیں۔ وہ خود اپنے بھائی عبداللہ ابن عباس کے مکہ میں فرار کر کے آنے اور رہنے سے بھی غافل رہا۔ اُسے چاہئے تھا کہ وہ عبداللہ کو ایک مجرم کی حیثیت میں گرفتار کرتا۔ اسکا تمام وہ مال و اسباب ضبط کرتا جو وہ بصرہ سے لیکر فرار ہوا تھا۔ مگر اُس نے نہ اُس حادثے کی حضرت علی کو اطلاع دی نہ عبداللہ کے خلاف کوئی جائز و ناجائز قدم اٹھایا۔ اور اس خط میں بھی اُسکی فرماں برداری، اطاعت اور ذمہ داری پر شریفانہ زبان میں اعتراضات موجود ہیں۔ اُس پر ایسے کام کر گزرنے کا احتمال ہے جن کیلئے بعد میں عذرات اور بہانے کرنے کی ضرورت ہو۔ اُسکے متعلق یہ یقین نہیں ہے کہ سختیوں کے زمانے میں تحمل و وقار اختیار کر لیگا۔ اُسے برائی سے باز رہنے کی خط میں تاکید کی گئی ہے۔ بلکہ اسکے عقائد بھی مشکوک نظر آتے ہیں۔ اُسے یقین نہیں ہے برائی و گناہ کی سزا صرف برے اور گناہ گار کو ملتی ہے۔ بہر حال قثم ویسا ہی اچھا گورنر تھا جیسا نمونیہ کے مقابلے میں نزلہ اچھا مرض ہے۔ ہمیں عباس کی اولاد میں نہ علم ملتا ہے، نہ شجاعت کا کہیں پتا لگتا ہے، نہ غیرت و حمیت اُن میں پائی جاتی ہے۔

(نمبر 34) خط

إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ لَمَّا بَلَغَهُ تُوْجْدُهُ مِنْ عَزَلِهِ بِالْأَشْتَرِ عَنْ مَضْرُئٍ ثُمَّ تُوْفِي

الْأَشْتَرُ فِي تُوْجُّهِهِ إِلَى مَضْرُئٍ قَبْلَ وُضُوْلِهِ إِلَيْهَا

محمد بن ابی بکر کے نام اس موقع پر جب علی کو یہ معلوم ہوا کہ محمد مصر کی حکومت سے معز ولی اور مالک اشتر کی

تعمیناتی سے رنجیدہ ہے اور مالک اشتر مصر پہنچنے سے پہلے ہی معاویہ کے زہر دلوانے سے شہید ہو گئے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	بَعْدَ اَزْحَمِ وُضُوْلَةٍ وَّ اَضْحَمِ هُوَ كَمْ مَجَّهٌ يَهْمُ يَهْمُ مَعْلُومٌ هُوَ اَنْ يَكُنْ تَهْمَارِي جَلْمَ مَالِكِ اشْتَرٍ كُوَيْبِجِي سَهْمِيْنِ دَكْهُ هُوَ اَهِيْ؛	اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِيْ مَوْجِدَتُكَ مِنْ تَسْرِیْحِ الْاَشْتَرِ اِلَى عَمَلِكَ؛
2	میں نے یہ اسلئے نہیں کیا تھا کہ تمہیں تمہاری کوشش میں ڈھیلا یا نالائق سمجھا تھا؛	وَ اِنِّيْ لَمْ اَفْعَلْ ذٰلِكَ اِسْتِیْطَاءً لِّكَ فِي الْجُهْدِ؛
3	اور نہ ہی تمہاری تحقیق و تدبیر کو تیز تر کرنے کے لئے یہ تبدیلی چاہی تھی؛	وَلَا اُرْدِيْآ دَافِي الْجِدِّ؛
4	تمہیں تمہارے عہدے سے اگر میں نے ہٹانا پسند کیا تھا تو میرا مقصد یہ تھا کہ تمہیں کسی ایسی جگہ کی حکومت دے دوں جہاں تمہیں نسبتاً زیادہ سہولت ہو اور امداد ملے۔ اور تمہیں حکومت کے لئے زیادہ پسند بھی آئے؛	وَلَوْ نَزَعْتُ مَا تَحْتَ يَدِكَ مِنْ سُلْطٰنِكَ لَوْ لَيْتُكَ مَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكَ مَوْئِنَةٌ؛ وَ اَعْجَبُ اِلَيْكَ وَ اِلٰیةً؛

5	یقیناً جس شخص کو مصر کا گورنر بنایا جا رہا تھا وہ ہمارے لئے نصیحت کرنے والے کی پوزیشن رکھتا تھا؛	إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي كُنْتُ وَلِيَّتُهُ أَمْرَ مِصْرَ كَانَ رَجُلًا لَّنَا نَاصِحًا ؛
6	اور وہ ہمارے دشمنوں پر نہایت ہی سخت اور فوراً انتقام لینے والا تھا؛	وَعَلَى عَدُوِّنَا شَدِيدًا نَاقِمًا ؛
7	بہر حال اللہ اس پر رحم و کرم کرے اُس نے اپنے دن مکمل کر لئے؛	فَرَحِمَهُ اللَّهُ فَلَقَدْ اسْتَكْمَلَ أَيَّامَهُ ؛
8	اور موت سے ہم کنار ہو گیا اور ہم اس سے خوش ہیں؛	وَلَا قَى حِمَامَهُ وَنَحْنُ عَنْهُ رَاضُونَ ؛
9	اللہ کی رضامندیاں بھی اُسے نصیب ہوں اور اللہ اُسے بڑھتا چڑھتا ثواب عطا کرے؛	أَوْلَاهُ اللَّهُ رِضْوَانَهُ وَصَاعَفَ الثَّوَابَ لَهُ ؛
10	اب تم دشمن سے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑے ہو؛	فَأَصْحِرْ لِعَدُوِّكَ ؛
11	اور اپنی سوجھ بوجھ و بصیرت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ؛	وَأَمْضِ عَلَى بَصِيرَتِكَ ؛
12	اور جو تم سے جنگ کرے صرف اُس سے جنگ کے لئے تیار رہو؛	وَشَمِّرْ لِحَرْبٍ مِّنْ حَارِبِكَ ؛
13	اور اللہ کے راستے کی دعوت بھی جاری رکھو؛	وَأَذْعِ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ ؛
14	اور اللہ سے مدد مانگنے میں زیادتی کرو تا کہ وہ تمہاری مہمات میں کافی ہوتا جائے؛	وَكَثِيرِ الْإِسْتِعَانَةِ بِاللَّهِ يَكْفِكَ مَا أَهَمَّكَ ؛
15	اور نازل ہونے والی آفات میں تمہاری مدد کرتا رہے؛	وَيُعِينَكَ عَلَى مَا نَزَلَ بِكَ ؛
	انشاء اللہ تعالیٰ۔	إِنْشَاءَ اللَّهِ ۔

تشریح:- محمد بن ابی بکر کا اس بات پر رنجیدہ ہونا کہ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو اُن کی جگہ گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ بتایا ہے کہ محمد بن ابی بکر حضرت علی علیہ السلام پر ایسا ایمان نہ رکھتے تھے کہ امام جو کچھ کرتا ہے وہی صحیح ہوتا ہے اور امام کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے جو ہر حال میں مفید ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں انہوں نے اپنا سب کچھ امام کو نہ سونپا تھا۔ اُن کا غم اور خوشی امام سے جدا گانہ چیز تھی۔ یعنی وہ ایک گھٹیا درجہ کا ایمان رکھتے تھے۔ رہ گیا امام علیہ السلام کا اُن کو تسلی دینا اس سے بھی اُن کا درجہ بہت گھٹیا ثابت ہوتا ہے یہ صحیح ہے کہ محمد بن ابی بکر نہ ڈھیلا تھا نہ اپنی کوشش میں کمی کرتا تھا۔ مگر اُن کی کوششیں اُن کی بضاعت اور استطاعت بھر تھیں۔ نہ وہ اُس سے زیادہ بضاعت و استطاعت رکھتے تھے نہ اُس سے زیادہ کوششیں اور جدوجہد کر سکتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُس کی زودرنجی کی بنا پر یہ نہیں لکھا کہ تمہارا حدود اور بصری حکومت کیلئے کم ہے اور تم اس حد سے آگے بڑھنے کی استعداد بھی نہیں رکھتے اور جس قدرت و بصیرت اور سوجھ بوجھ کی مصر کی حکومت کے لئے ضرورت ہے وہ تم میں نہ موجود ہے نہ پیدا ہو سکتی ہے وہ سب کچھ مالک اشتر میں موجود تھا اس لئے تمہاری جگہ اسے تعینات کیا تھا۔ یعنی محمد بن ابی بکر میں یہ ہمت اور حق پرستی بھی نہ تھی کہ وہ صاف صاف بیان کو برداشت کر سکتا۔ اس لئے اُسے طفلانہ تسلی دی ہے۔ یہ کہنا کہ میں تمہیں آسان حکومت دینا چاہتا تھا۔ یہی کہنا ہے کہ مصر کی حکومت تمہارے لئے مشکل ہے۔

قارئین یاد کریں کہ محمد بن ابی بکر کو حضرت عثمان نے مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ مگر بعد میں حضرت عثمان نے یا مروان نے رائے بدل دی اور اُن کے قتل کا خط مصر کے گورنر کو روانہ کر دیا جو راہ میں پکڑا گیا اور محمد بن ابی بکر اور اُن کی پارٹی واپس آگئی اور حضرت عثمان کے خلاف محاذ میں شامل ہو گئی۔ ہمیں

یہ معلوم نہیں کہ محمد نے مصر کی حکومت مانگی تھی یا نہیں۔ مگر بہر حال عثمان والے حادثے کی خانہ پُری کے لئے محمد کو مصر کا گورنر بنایا گیا تھا۔ مگر معاویہ کے داؤ پیچ ایسے تھے کہ محمد بن ابی بکر اُن کے سامنے طفل مکتب تھا۔ اس لئے جناب مالک اشتر کو تعینات فرمایا تھا تا کہ وہ معاویہ سے ٹکر لے سکیں۔ لیکن مالک اشتر مصر تک نہ پہنچ سکے اور آخر کار محمد بن ابی بکر کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

مالک اشتر کی ساری قابلیت قتل سے ظاہر ہے

اسی خط میں مالک اشتر کی چند صفات اور ثنا لکھی گئی ہے۔ یہ سو فیصد صحیح ہے کہ مالک اشتر خیر خواہ تھا۔ دشمنان مرتضوی کے لئے ایک مصیبت اور سرتاپا انتقام تھا۔ عظیم الشان بہادر و فاجر پرست اور فداکار تھا۔ لیکن حضرت علیؑ کے ساتھ جو لوگ تھے اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس میں سیاسی بصیرت ہوتی۔ تمام صفات رکھتے ہوئے یہ سب سیاسی بصیرت سے نابلد تھے۔ چنانچہ جناب مالک اشتر بھی سیاسی بلکہ معمولی بصیرت سے بھی پاک اور منزہ تھے۔ ذرہ سوچئے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام دن رات اپنے ہر خطبے میں ہر خط میں ہر لیکچر میں اور ہر بات میں حضرات ابوبکر و عمر و بن عباس اور معاویہ اور اُن کی پارٹی کی چالاکیاں، فریب کاریاں واضح کرتے رہتے ہیں خود کو اَمَّا كُمْ الْغُرُ النَّاسِ تمام انسانوں سے زیادہ مکار فرماتے ہیں۔ اللہ قریش کے مقابلے میں خود کو خیر الماکرین سب مکاروں سے بڑھ کر یا اچھا مکار کہتا ہے۔ مگر فداکاران علیؑ پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا۔ وہ دن رات چالاکیاں، فریب کاریاں دیکھتے ہیں مگر مجال ہے جو عاقبت اندیشی اور احتیاط کے قریب پھٹک جائیں۔ یہی مالک اشتر مصر کی گورنری کے لئے جارہے ہیں۔ معلوم ہے کہ معاویہ اور عمرو عاص مصر پر دانت لگائے اور اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ علیؑ کا مالک اشتر ایسا طرفدار مصر نہ پہنچ جائے۔ مگر مالک اشتر ایک دیہاتی کے مہمان ہو جاتے ہیں وہاں دیگر جائز لذات کے ساتھ شربت سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور دو منٹ میں موت کے مُنہ میں چلے جاتے ہیں اور اپنے امامؑ کو بھی موت کی طرف دھکا مار جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کے چاروں طرف بے بصیرت اور ناعاقبت اندیش لوگوں کا مجمع تھا۔ اور حضرت عمرو معاویہ کے گرد ایک سے ایک بڑھا ہوا با بصیرت آدمی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میدان جنگ میں حضرت علیؑ علیہ السلام ہمیشہ کامیاب رہے لیکن میدان سیاست میں اُنہیں اُن کے اصحاب اور فداکاروں نے پٹو ادیا۔ ادھر جان قربان کرنا آسان تھا عقل و بصیرت کا فقدان تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ خلافت ملنے سے پہلے حلقہ مرتضوی میں کوئی جاہل نہیں ملتا۔ مگر خلافت ملنے کے بعد مجبوری تھی۔ اب فداکاروں، جانثاروں، وفاداروں، بہادروں، تیغ آزماؤں اور قربان ہو جانے والوں کے انبوہ ساتھ ہو گئے مگر یہ سب لوگ بے بصیرت و کوتاہ آستین تھے۔ بلکہ ہم نے مذہب شیعہ میں لکھا ہے کہ ہر امام علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہنے والے لوگ سب ایسے ہی تھے۔ اُن میں ڈھونڈنے سے بھی سیاسی بصیرت نہیں ملتی۔ جی حضور میرے ماں باپ آپ پر فدا کہنے والے لوگوں میں بڑی مشکل سے کوئی دیدہ ور ملے گا۔ مخالف محاذ میں سیاسی بصیرت کے انبار لگے ہوئے تھے ایک سے ایک بڑھ کر تھا۔ وہ فداکاری میں بھی کم نہ تھے جو لوگ اپنے امام اور راہنما پر اپنا دین و ایمان و جنت نثار کر دیں وہ زیادہ فداکار ہوتے ہیں یا وہ جو صرف اچھائیوں، بھلائیوں اور آسائشوں کو حاصل کرنے کیلئے دنیاوی فانی چیزوں کو قربان کریں۔ ایک کے بدلے میں دس مانگنے کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں۔

(نمبر 35) خط

الی عبد اللہ ابن العباس بعد مقتل محمد ابن ابی بکر بمصر

عبد اللہ ابن عباس کے نام محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	بعد از حمد خداوندی اور درود محمدی واضح ہو کہ بلاشبہ مصر دشمن نے فتح کر لیا اور محمد بن ابی بکر، اللہ اس پر رحم کرے شہید کر دیا گیا ہے۔	أَمَّا بَعْدُ ؛ فَإِنَّ مِصْرَ قَدْ افْتِتِحَتْ ؛ وَمُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ قَدْ اسْتُشْهِدَ ؛
2	چنانچہ ہم اللہ ہی سے اجر و بدلہ چاہتے ہیں اُس بیٹے کی شہادت پر جو ہمارا خیر خواہ تھا؛ اور ایک سختی اور سرگرم کارکن تھا؛ اور ہمیشہ ایک کاٹنے والی تلوار تھا؛ اور دشمن سے دفاعی ستون تھا۔	فَعِنْدَ اللَّهِ نَحْتَسِبُهُ ؛ وَلَدًّا نَاصِحًا ؛ وَعَامِلًا كَادِحًا ؛ وَسَيْفًا قَاطِعًا ؛ وَرُكْنًا دَافِعًا ؛
3	اور یقیناً میں نے لوگوں کو برابر اُن کی مدد کے لئے پہنچنے کی دعوت جاری رکھی؛	وَقَدْ كُنْتُ حَثَّ النَّاسِ عَلَى لِحَاقِهِ ؛
4	اور شہادت کے واقعہ سے پہلے ہی میں نے اُس کی مدد کے لئے پہنچنے کے احکام جاری کئے تھے؛	أَمَرْتُهُمْ بِغِيَاثِهِ قَبْلَ الْوُقُوعِ ؛
5	اور میں نے لوگوں کو اُن کی مدد کے لئے خفیہ بھی دعوت دی اور اعلانِ نبیہ بھی بار بار کہا۔	وَدَعَوْتُهُمْ سِرًّا وَجَهْرًا ؛ وَعَوْدًا وَبَدَنًا ؛
6	چنانچہ اُن میں سے کچھ بصدنا گواری مدد کو پہنچے؛	فَمِنْهُمْ الْآتِي كَارِهًا ؛
7	اور کچھ نے نہ جانے کے لئے جھوٹے بہانے کئے؛	وَمِنْهُمْ الْمُعْتَلُّ كَاذِبًا ؛
8	اور کچھ نے جان بوجھ کر مدد نہ کی اور گھروں میں بیٹھے رہے؛	وَمِنْهُمْ الْقَاعِدُ خَاذِلًا ؛
9	میں اللہ سے دعا کر رہا ہوں کہ وہ مجھے جلد اُن لوگوں سے چھٹکارا عطا کرے؛	أَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَرَجًا عَاجِلًا ؛
10	بہر حال بخدا اگر مجھے دشمن سے جنگ کرنے میں شہادت پانے کی طمع نہ ہوتی،	فَوَاللَّهِ لَوْلَا طَمَعِي عِنْدَ لِقَائِي عَدُوِّي فِي الشَّهَادَةِ
11	اور ساتھ ہی میں خود کو موت پر آمادہ نہ کر چکا ہوتا تو،	وَتَوَطُّي نَفْسِي عَلَى الْمَنِيَّةِ ؛
12	مجھے یہ زیادہ محبوب ہوتا کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی مل کر نہ رہا ہوتا؛	لَا حَبِيبٌ أَنْ لَا أَبْقَى مَعَ هَؤُلَاءِ يَوْمًا وَاحِدًا ؛
13	اور اُن کو ساتھ لے کر جنگ کے لئے کبھی بھی نہ نکلتا۔	وَلَا أَلْتَقِي بِهِمْ أَبَدًا -

تشریح:- حضرت علی علیہ السلام نے یہ خط صرف عبد اللہ بن عباس کو نہیں لکھا ہے بلکہ یہ خط تمام گورنروں کو حالات کی اطلاع دینے کے لئے لکھا گیا تھا۔ معمول (Routine) کے مطابق ضروری تھا کہ عبد اللہ بن عباس کو بھی لکھا جائے۔ تحریر بتا رہی ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے تنگ آچکے ہیں۔ اور اب مرنے اور شہید ہونے کا بڑی بے چینی سے انتظار فرما رہے ہیں۔ معاویہ کی سوجھ بوجھ اور سیاسی داؤ پیچ اور

مسلسل سازشوں نے آپ کو اپنے ساتھیوں سے دل تنگ و مایوس کر دیا ہے۔ ساتھیوں میں جذبہ قربانی و شجاعت بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔ آپ اب خود کو بالکل تنہا پارہے ہیں۔ مالک اشتر رضی اللہ عنہ دنیا سے اٹھ چکے محمد بن ابی بکر آخر اپنے ساتھ مصر کو بھی لے گئے۔ اب چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ آپ اپنی ذاتی ہمت و شجاعت اور ذمہ داری سے تنہا بردا آزما ہیں۔ اور شہادت کی آس لگائے ہوئے حکمران کی زندگی گزار رہے ہیں۔

عبداللہ بن عباس نے خط کا جواب بھی لکھا اور تعزیت کو بھی آیا

ہم نے کبھی اور کسی حالت میں نہ عبداللہ بن عباس کو حضرت علی علیہ السلام کا ہمدرد و طرفدار سمجھنا شریف و پر خلوص ساتھی یقین کیا۔ بہر حال اُس نے اس خط کے جواب میں یہ بھی لکھا کہ: ”میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی بات کو اونچا رکھے اور اپنے ملائکہ سے آپ کی نصرت کرے۔ خدا ضرور آپ کے ساتھ احسان کرے گا۔ آپ کی تبلیغ کو عزت دے گا۔ آپ کے دشمن کو ذلیل کرے گا۔ امیر المؤمنین میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ سُستی کرتے ہیں مگر پھر اُن میں ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔ امیر المؤمنین آپ اُن سے نرمی کریں اور اُن کے بارے میں خدا سے نصرت طلب کریں خداوند عالم آپ کے غم میں کافی ہوگا۔ والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔“ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اس کے بعد عبداللہ بن عباس نے آ کر حضرت علی علیہ السلام کو محمد بن ابی بکر کی تعزیت ادا کی اور حضور نے محمد بن ابی بکر کے لئے حسب ذیل کلمات فرمائے:-

”خداوند عالم محمد پر رحم کرے وہ کم سن نوجوان تھا۔ میں نے چاہا تھا ہاشم بن عتبہ کو مصر کا گورنر بناؤں۔ خدا کی قسم اگر وہ مصر کا حاکم ہوتا تو عمر و ابن عاص اور اس کے ساتھیوں کے لئے میدان نہ چھوڑتا۔ مقتول نہ ہوتا۔ مگر یوں کہ اُس کی تلوار اُس کے ہاتھ میں ہوتی۔ اس سے میرا مقصود محمد بن ابی بکر کی مذمت کرنا نہیں ہے۔ اُس نے خود کو مشقت میں ڈالا اور جو حق اس پر تھا اس نے بقدر استطاعت ادا کیا۔“

قارئین دیکھیں کہ حضرت علی علیہ السلام مذمت کریں یا نہ کریں مذمت تو ہوگی۔ محمد نے میدان چھوڑ دیا تھا اور قتل ہونے یا گرفتار ہونے کے وقت اُس کی تلوار اُس کے ہاتھ میں نہ تھی اور یہ کہ اُس نے اپنی استطاعت اور سازش سے بڑی ذمہ داری اختیار کر لی تھی اور اُس ذمہ داری کو چھوڑنے اور دوسرا گورنر طلب کرنے سے آخر تک گریز کیا۔ اُسے چاہئے تھا کہ خود حضرت علی علیہ السلام کو لکھتا کہ مجھ سے مصر کو سنبھالنا مشکل ہے۔ کوئی دوسرا قابل گورنر بھیجئے۔ اس کے برخلاف وہ مالک اشتر رضی اللہ عنہ کی تعیناتی پر ناخوش اور رنجیدہ ہوا۔ اور درباریوں میں اپنی ناگواری کا اظہار بھی کیا جس پر حضور نے معذرت نامہ لکھا۔ یہ تمام قابل مدح باتیں نہیں تھیں۔

محمد بن ابی بکر کا مصر کی گورنری تک پہنچنا اور متعلقہ حالات و واقعات پر تفصیلی نظر

بہر حال معاویہ و عمرو بن العاص کی طرح محمد بن ابی بکر بھی تینوں خلفاء کے زمانہ ہی سے مصر کی حکومت پر فریفتہ تھے۔ ہم ذرا پیچھے سے حالات ناظرین کے سامنے لاتے ہیں۔ کتاب روضۃ الصفا میں ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بڑا عابد و زاہد شخص تھا جب اس کا باپ جنگ یمامہ میں مارا گیا تو وہ عثمان کے پاس مدینہ میں چلا آیا اور رفتہ رفتہ عثمان کے دل میں قرب حاصل کر لیا۔ بعد ازاں باشارہ خلیفۃ اللہ مصر کو گیا اتفاقاً محمد بن ابی بکر بھی اُن دنوں مصر ہی میں تھا۔ دونوں ظاہری طور پر عثمان کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے دوست بنے ہوئے تھے مگر در پردہ دونوں دوستداران و شیعان علیؑ میں سے تھے۔ اہل مصر نے محمد بن ابی حذیفہ کے اوصاف حمیدہ دیکھے تو وہ دل و جان سے اُس کے گرویدہ ہو گئے اور اُس کی نہایت تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ وہ عثمان کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کی مذمت مصریوں کے سامنے کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ نہ معلوم عثمان نے کیوں ایسے بدکاروں اور ظالموں کو مسلمانوں پر

حاکم بنا رکھا ہے۔ گورنر نے عثمان کو یہ معاملہ بطور شکایت لکھا تو حضرت عثمان نے عبد اللہ کا منہ بند کرنے کے لئے احسان و سلوک کی راہ اختیار کی یعنی ایک شاہی خلعت جو ایک ہزار درہم قیمت کا تھا محمد بن ابی حذیفہ کیلئے روانہ کیا اور حکم بھیجا کہ مبلغ تین ہزار درہم خزانہ مصر سے اس کو اور دئے جائیں۔ محمد وہ خلعت اور روپیہ لے کر جامع مسجد میں آیا اور مجمع عام میں کہا کہ دشمنوں نے میری شکایت عثمان کو لکھی تھی انہوں نے یہ خلعت اور روپیہ بطور رشوت میرے پاس بھیجا ہے۔ مصریوں کو یہ حالات معلوم ہوئے تو بہت برہم ہوئے اور برملا عثمان کی مخالفت کرنے اور اُسے بُرا کہنے لگے اور عثمان کی اطاعت سے نکل کر محمد بن ابی حذیفہ کو اپنا حاکم بنا لیا عثمان نے محمد بن ابی حذیفہ کو خطوط لکھے اور اپنے سابقہ حقوق یاد دلائے مگر محمد بن ابی حذیفہ نے کوئی اثر قبول نہ کیا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ اہل مصر کو محمد بن ابی حذیفہ نے قتل عثمان پر برا بیچتہ کیا اور اُن کو مدینہ بھیجا کہ اُسے قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ جب اہل مصر نے مدینہ میں عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تو اُس وقت محمد بن ابی حذیفہ مصر میں تھا۔ اُس نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو جو عثمان کا گورنر تھا مصر سے نکال دیا اور خود لوگوں کو نماز پڑھانے لگا۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح مصر سے نکل کر فلسطین کے نزدیک سرحد پر کسی مقام میں ٹھہر گیا اور عثمان کے انجام کا انتظار کرنے لگا۔ قتل کی خبر سُن کر معاویہ کے پاس دمشق چلا گیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے خلافت سنبھالی تو جناب قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو مصر کا گورنر بنایا اور حکم دیا کہ اپنے مددگاروں اور دوستوں کا ایک لشکر ترتیب دو اور اُسے لے کر مصر روانہ ہو جاؤ۔ قیس نے عہدہ گورنری قبول کیا مگر یہ عرض کیا کہ مجھے لشکر لے جانے کی ضرورت نہیں ہے میرے ساتھ صرف پانچ سات آدمی کافی ہوں گے۔ لشکر کو آپ اپنے لئے رکھیں۔ القصة قیسؓ مصر پہنچے اور منبر پر جا کر پہلے وہ خط سُنایا جو امیر المؤمنینؓ نے اہل مصر کے نام لکھا تھا اور جس میں اتفاق و اطاعت و نصیحت تھی۔ پھر ایک نہایت دل نشین خطبہ دیا اور امیر المؤمنینؓ کی اطاعت کی بیعت لی۔ سب نے بیعت کی اور سارا مصر اور اس کے متعلقہ شہر و بستیاں قیس کے تصرف میں آگئیں اور انہوں نے اپنی طرف سے تمام علاقوں پر عامل و حاکم مقرر کر دئے۔ رہ گیا ایک گاؤں کہ وہاں کے لوگوں پر عثمان کا قتل نہایت گراں گذرا تھا اور اُن کا راہنما ایک شخص یزید بن حارث تھا۔ اُس نے قیس کو کہلا بھیجا کہ ملک تمہارا ہے جہاں چاہو اعمال اور حاکم مقرر کرو اور خراج وغیرہ وصول کرو مگر بیعت سے ہمیں فی الحال معاف رکھو۔ تاکہ ہم موجودہ حالات کے انجام کو دیکھ لیں اور ادھر مسلمہ بن مخلد انصاری طلب خون عثمان پر لوگوں کو دعوت دینے لگا۔ قیس نے اُس کو لکھا کہ ”وائے ہوتجھ پر تو مجھ سے بغاوت کرتا ہے۔ حالانکہ قسم بخدا کہ میں تیرا قتل نہیں چاہتا۔ گو اس میں مجھ کو ملکہ مصر و شام ہاتھ آجائیں۔ پس ناحق اپنے خون کے درپے نہ ہو مسلمہ نے قیس کو جواب میں لکھا کہ ”جب تک تو والی مصر ہے کوئی مخالف حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوگی۔“

حضرت قیسؓ نہ صرف فداکار و جان نثار تھے مطیع و فرمانبردار تھے وہ معاویہ اینڈ کمپنی کے توڑ کی سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے؟

راوی نے کہا ہے کہ قیس بڑے دانش مند اور محتاط شخص تھے۔ انہوں نے اس گاؤں والوں کو کہلا بھیجا کہ میں بیعت پر تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ لہذا اُن سے اور مسلمہ بن مخلد انصاری سے انہوں نے صلح کر لی اور بلا کسی رکاوٹ کے مصر کے خراج کی وصولی میں مصروف ہو گئے۔ یہ بھی نوٹ کریں کہ قیس کے مصر آنے سے پہلے معاویہ نے عمرو بن العاص کو چند دیگر دانشوروں کے ساتھ مصر روانہ کیا تھا۔ کہ جس طرح ہو سکے محمد بن ابی حذیفہ کو شام لے کر آجائے۔ عمرو عاص نے مصر کے پاس پہنچ کر محمد بن ابی حذیفہ کو پیغام بھیجا کہ میں معاویہ کی بیعت پر پشیمان ہوں۔ علیؓ ہر حیثیت سے اُس سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ لہذا میں معاویہ کی صحبت سے روگردان ہو کر ادھر آیا ہوں کہ تیرے ساتھ مل کر حضرت علیؓ کی امداد و اعانت کریں پس بہتر ہے کہ تو علیؓ کی جگہ مجھ سے خفیہ ملاقات کرے تاکہ ہر بات بالمشافہ طے ہو جائے۔ محمد بن ابی حذیفہ آخرا ایک مومن تھا اس لئے عمرو بن العاص کے چہندے میں پھنس گیا۔ اور

آتے ہی قید کر لیا گیا۔ شام پہنچا تو معاویہ نے طوق و زنجیر پہنا کر جیل میں ڈال دیا۔ چند روز بعد معاویہ کی بیوی نے جو محمد بن ابی حدیفہ کی رشتہ دار تھی کھانے میں سُوہن (آری یا Hacksaw) چھپا کر بھیج دیا محمد بیڑیاں وغیرہ کاٹ کر فرار ہو گیا مگر کسی محفوظ جگہ پہنچنے سے پہلے ہی مومن ہونے کی وجہ سے گرفتار ہو گیا۔ اور شہادت حضرت علی علیہ السلام تک قید میں تھا۔ جنگ جمل کے دوران قیس بدستور گورنر تھے۔ جنگ جمل کی فتح کے بعد بھی وہ مصر کے گورنر تھے۔ جنگ صفین سے پہلے معاویہ نے قیس پر جال ڈالنے کی کوشش کی۔ دھمکیوں اور نصیحت سے لبریز خط لکھا اور وعدہ کیا کہ اگر قیس بیعت کر لے تو اُسے عراق عرب اور عراق عجم کی حکومت تازیت دے دی جائیگی وغیرہ وغیرہ۔ قیس نے اس خط کا جواب گول دیا تاکہ اُلٹا معاویہ پر اپنا جال ڈال دے۔ مگر معاویہ بھی بڑے حضرت تھے اور جواب میں لکھا کہ: ”اے قیس میں ایسی باتوں سے فریب میں آنے والا نہیں ہوں جو کچھ میں نے تجھ کو لکھا ہے اگر قبول و منظور ہے تو بہتر ہے میں نے بھی جو وعدے لکھے ہیں اُن کی ایفا کے لئے آمادہ ہوں ورنہ آگاہ رہ کہ میں ملک مصر کو سواروں اور پیادوں سے تجھ پر تنگ کر دوں گا۔“ جب قیس یہ سمجھ گئے کہ معاویہ کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا تو کھل کر اپنا اعتقاد واردہ لکھا کہ:-

”تجرب ہے کہ تو مجھ کو ایسے شخص کی اطاعت سے نکلنے کو کہتا ہے کہ جو امر خلافت و امامت کے لئے تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہے اور سب سے زیادہ کلمہ حق کے قائل اور راہ راست کے ہادی اور سب کی نسبت حضرت رسول خدا سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں۔ اور تو اپنی اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔ حالانکہ اطاعت کے معاملہ میں تو سب سے زیادہ دُور اور محض گمراہی و ضلالت میں مبتلا ہے۔ جو لوگ تیرے ساتھ ہیں وہ سب گمراہ ہیں اور خلقت کو گمراہ کرنے والے طاعنوت و ابلیس ہیں۔ اور سواروں اور پیادوں سے مصر کو بھر دوں گا۔ لہذا اس میں شک نہیں کہ اگر میں رکاوٹ ثابت نہ ہوں تو تو سب کچھ کرنے والا ہے۔ بہر حال اس خط سے معاویہ مایوس ہو گیا۔ مگر چونکہ وہ قیس سے خوف زدہ تھا۔ اس لئے اُس نے مصنوعی خطوط تیار کر کے اہل شام میں مشہور کر دیا کہ قیس نے میرے ساتھ صلح کر لی ہے اور اب وہ ہمارا آدمی ہے۔ یہی شہرت کوفہ تک پہنچی اور وہی بے بصیرت صحابی قیس کے خلاف حضرت علی علیہ السلام کے کان بھرنے لگے۔

قیس کی تحریر سے فداکاران مرتضوی کو سازش کرنے کا موقع مل ہی گیا

”اتفاق سے اُن ہی ایام میں قیس رضی اللہ عنہ کا ایک خط پہنچا اُس میں اُنہوں نے مذکورہ بالا گاؤں کا یعنی عثمان کے طرفداروں کا ذکر کر دیا اور اُن کو ہموار کرنے کے لئے صلح کر رکھی تھی اُسے بھی بیان کر دیا۔ قیس کو معلوم تھا کہ حضرت علیؑ بیعت نہ کرنے والوں پر جبر کے قائل نہیں ہیں اور مدینہ میں بڑے بڑے کئی صحابی ایسے تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی تھی اور پُر امن زندگی گزار رہے تھے۔ مگر یہاں یارانِ مرتضوی نے اس خط کو فتنہ پردازی کا ذریعہ بنا لیا اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ آپ قیس کو لکھیں کہ وہ اُن گاؤں والوں سے بیعت لے۔ بیعت کا انکار کریں تو اُن سے جنگ کرے۔ اس کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ قیس پُر خلوص ہے یا معاویہ سے ساز باز رکھتا ہے۔ اگر اُس نے آپ کے حکم کی تعمیل نہ کی تو معاویہ سے سازش ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت قیسؑ کو اپنی پسند کا خط لکھوا دیا گیا۔ قیس اپنی دانشوری اور بصیرت کو ترک کرنے والے نہ تھے انہوں نے جواب میں لکھا کہ: ”یا امیر المؤمنین تجب ہے کہ آپ مجھے اُن لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتے ہیں جو خاموشی سے ایک طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور فتنہ و فساد سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ مصلحت یہ ہے کہ حضور اُس معاملے میں میری (یعنی اپنی) رائے پر عمل کریں اور اُن کے حال سے تعرض نہ فرمائیں۔“

جب قیس کا یہ جواب کوفہ میں پہنچا تو عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ یا امیر المؤمنین ”آپ قیس کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو اُس کی جگہ مقرر فرمادیں۔ قسم بخدا

میں نے سنا ہے کہ قیس کہتا ہے (اور ہم لکھ چکے ہیں۔ احسن) کہ اگر محمد بن مسلمہ کے قتل میں مجھ کو ملک مصر و شام بھی ہاتھ آئے تو مجھ کو منظور نہیں ہے۔“
یہ عبداللہ بن جعفر اور محمد بن ابی بکر برادرانِ اخیانی تھے یعنی دونوں کی ماں یعنی اسماء بنت عمیس ایک ہی تھی۔ اس لئے عبداللہ بن جعفر کی دلی آرزو تھی کہ اس کا بھائی محمد بن ابی بکر مصر کی سلطنت پر فائز ہو۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے قیس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

یاران بے بصیرت کی سازش پوشیدہ نہ رہ سکی، محمد باقر مجلسی

یہ ہو گیا۔ ہونا تھا۔ مگر علامہ محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار میں یہ سب کچھ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ قیس کی معزولی حضرت امیر المؤمنین کے ارادے اور اختیار سے عمل میں نہیں آئی تھی بلکہ اس امر میں بھی اصحاب نے غلبہ کیا اور مثل قضیہ تحکیم حضرت کو مجبور و مضطر کیا اور یہی اقرب بصواب معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال ہم فداکاران مرتضوی کی بے بصیرتی پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے سیاسی میدان میں حضور علیہ السلام کو ناکام کیا تھا۔

قیس معزول ہونے کے بعد بھی فداکار و چاٹا رو صاحب بصیرت رہتے رہے

حضرت قیس معزول ہو کر پہلے مدینہ گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو اپنی وفا پرستی کا یقین دلائیں۔ چنانچہ وہاں حسان بن ثابت طعنہ زنی کے لئے آئے اور کہا کہ تُو نے عثمان کو قتل کیا اور علیؑ نے تجھ سے حکومت چھین لی۔ وہ گناہ تیری گردن پر رہا اور فائدہ کچھ نہ ہوا۔ قیس نے اُسے جھڑک دیا اور کہا کہ اے آنکھوں اور دل کے اندھے میرے سامنے سے دور ہو جا تم بخدا اگر مجھ کو اپنے اور تیرے قبیلے کے اندر جنگ ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اسی وقت تیری گردن مار دیتا۔ مروان بن حکم نے بھی اسی قسم کی باتیں کیں مگر قیس نے سب کو ڈانٹ دیا اور سہل بن حنیف انصاری کو ساتھ لے کر کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی اور مصر کے تمام حالات بیان کئے۔ حضرت نے تصدیق کی اور قیس اور سہل دونوں جنگ صفین میں حضورؐ کی رکاب کے تھامنے والے۔ قیس ایک قذآ اور اور شجاع اور آزمودہ کار سردار تھے۔ اور زندگی بھر حضرت علی اور اولاد علی علیہم السلام کے وفادار و جان نثار رہے۔

محمد بن ابی بکر اور مصر میں اُن کی کارگردگی

محمد نے مصر میں ایک مہینہ بھی نہ گزارا تھا کہ عثمان کے خیر خواہوں کو بیعت کا نوٹس دے دیا کہ یا تو بیعت اختیار کرو ورنہ اس ملک سے نکل جاؤ۔ انہوں نے وہی پہلا جواب دیا کہ ہمیں کچھ دن اسی طرح رہنے دو ہم دیکھتے ہیں انجام کار کیا ہوتا ہے۔ محمد بن ابی بکر کی طرف سے اصرار تھا۔ اور ادھر سے انکار ہو رہا تھا۔ کہ اسی دوران جنگ صفین پیش آگئی۔ جنگ کے بعد گاؤں والوں نے محمد بن ابی بکر سے ڈرنا چھوڑ دیا اور جنگ کے لئے باہر نکل آئے اور محمد بن ابی بکر کی طرف سے جنگ کے لئے بھیجے ہوئے تین اشخاص کو مارڈالا اور معاویہ بن خدیج نے کھل کر خون عثمان کے انتقام کی دعوت شروع کر دی۔ اب کوفہ کے ہمدردان مرتضوی کو یقین ہوا کہ مصر میں کوئی پختہ کار و تجربہ کار گورنر جانا چاہئے۔ دو اشخاص پر نظر پڑے تھے۔ مالک اشتر اور قیس۔ حضرت قیس کو حضرت علی علیہ السلام تا اختتام مسئلہ تحکیم فوجوں پر متعین رکھنا چاہتے تھے۔ اور بعد ازاں انہیں حکومت آذربائجان کے لئے متعین کر رکھا تھا۔ لہذا حضورؐ نے مالک اشتر کو روانہ کیا تھا اور اس روانگی کی اطلاع معاویہ کو مل گئی تھی چنانچہ ہم نے مہمانی اور زہر خورانی کا حال لکھ دیا ہے۔ مالک اشتر کے شہید ہوجانے کے بعد معاویہ نے عمرو بن العاص کو مصر پر حملے کے لئے روانہ کیا اور وہاں جنگ شروع ہوتی ہے۔ اور مصر کے فتح ہونے اور محمد بن ابی بکر کے شہید ہونے کا بیان

ہے ہم حضرت علی علیہ السلام کی سوانح عمری سے چند جملے لکھ کر اس تشریح کو ختم کرتے ہیں لکھا گیا ہے کہ:-

”یہاں مصر کا یہ حال ہے کہ عمرو بن العاص نے کنانہ کے قتل ہونے کے بعد محمد بن ابی بکر سے مقابلہ شروع کر دیا۔ جنگ چھڑی۔ محمد کے ساتھ والے (جو دو ہزار تھے) اُن کو چھوڑ کر چل دئے کوفہ سے ابھی تک مدینہ نہیں پہنچی تھی۔ دمشق کا لشکر پوری طاقت سے دباؤ ڈالتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ محمد کب تک اکیلے مقابلہ کریں خستہ اور زخم خوردہ ہو کر (بقول مورخین) راستہ کے ایک خرابہ میں (ایک غیر آباد مکان میں) دم لینے کو بیٹھ گئے۔ عمرو عاص نے اُن کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ معاویہ بن خدیج محمد بن ابی بکر کی جستجو میں نکلا۔ راستے میں لوگوں سے پوچھتا جاتا تھا کہ ادھر سے کوئی گذرا ہے؟ ایک شخص نے کہہ دیا کہ ہاں اس خرابہ میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ محمد کو گرفتار کیا گیا یہ اس وقت بہت پیاسے سے ہیں اور بقول سبط ابن جوزی روزے سے ہیں۔ محمد بن ابی بکر کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر بھی عمرو عاص کے لشکر میں موجود ہیں انہوں نے کہا تجھے قسم ہے میرا بھائی یوں مجبوری اور بے بسی کے عالم میں قتل نہ کیا جائے۔ تم معاویہ بن خدیج کو پیغام بھیجو۔ معاویہ بن خدیج نے یہ سفارش منظور نہ کی۔ محمد بن ابی بکر نے پانی مانگا (یعنی روزہ دار ہونا غلط نکلا) معاویہ بن خدیج نے جواب دیا کہ اگر میں تمہیں ایک قطرہ بھی پانی پلا دوں تو خدا مجھے کبھی سیراب نہ کریگا۔ تم لوگوں نے عثمان پر پانی بند کیا اور انکو پیاسا قتل کیا۔ ابو بکر کے بیٹے میں تم کو یوں ہی پیاسا قتل کرونگا۔ اور خدا تمہیں حمیم اور غسلیین سے جہنم میں سیراب کریگا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا کہ اے یہودی جو لاہن کے بیٹے قیامت کا دن نہ تیرے قبضے میں ہے نہ عثمان کے۔ اُس دن کا مالک اللہ ہے جو اپنے دوستوں کو سیراب کرے گا۔ اور دشمنوں کو پیاسا رکھے گا اور دشمن خدا تو ہے تیرے ساتھ والے ہیں اور جن کا تو دوست اور جو تیرے دوست ہیں۔ خدا کی قسم اگر میری تلوار میرے قبضے میں ہوتی تو تو مجھ پر اتنا قابو نہ پاسکتا۔“ وغیرہ وغیرہ

یہی حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:- ”اگر ہاشم بن عتبہ مصر کا گورنر ہوتا تو وہ میدان نہ چھوڑتا اور تلوار اُس کے ہاتھ میں ہوتی“، یعنی

حضور نے میدان چھوڑنے اور تلوار ہاتھ میں نہ رکھنے کی مذمت فرمائی ہے اب محمد بن ابی بکر خود بے تلوار ہونے پر پشیمان ہیں۔ بہر حال ہم بھی حضرت علی علیہ السلام کی پیروی میں محمد بن ابی بکر پر رحم کی دعا کرتے ہیں۔ یہ حوالہ کتاب ”نفس رسول جلد چہارم صفحہ 320 اصلاح کجھوہ) کا تھا۔

یہ بھی نوٹ کر لیں کہ اہل خلاف نے حضرت علی علیہ السلام کو سیاست سے (معاذ اللہ) جاہل لکھا ہے۔ حالانکہ اُن کے خطبات و خطوط سے ثابت ہے کہ معاویہ اور اُن کے بزرگ عمر بن خطاب تک سیاست کے میدان میں طفل مکتب تھے۔ اور انہیں اپنی تمام پالیسیوں میں حضرت علی علیہ السلام نے شکست دی۔ انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مختلف و متضاد بحثوں میں الجھنے پر مجبور کر دیا۔ سینکڑوں فرقوں میں منتشر کر دیا۔ اُن کی تیار کردہ تاریخ کو بھی بکواس بنا دیا اور آخر اُن کی حکومت کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور آج اُن کا مذہب مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ لیکن وہ تمام مقامات جن کو سامنے رکھ کر اہل خلاف نے حضرت علی علیہ السلام کو سیاست میں جاہل قرار دیا ہے وہ تمام مقامات حضرت علی علیہ السلام کے صحابہ اور ساتھیوں کی بے بصیرتی۔ نافرمانی۔ تنگ نظری اور اپنے امام سے اختلاف کی وجہ سے وقوع میں آئے ہیں۔ اور یہ بات بھی حضرت علی علیہ السلام نے واضح کر دی ہے کہ اُن کے ساتھیوں کی حرکات کی بنا پر مخالفین نے کہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور آخراں لوگوں سے دل تنگ ہوئے اور اُن سے جدائی کی دعائیں کرتے رہے۔ لہذا قارئین کو چاہئے کہ اپنی بصیرت میں ترقی کریں۔

(نمبر 36) خط الی اخیہ عقیل ابن ابی طالب فی ذکر جیشِ اَنفَذَهُ الی بَعْضِ الْأَعْدَاءِ وَهُوَ

جَوَابُ كِتَابِ كِتَابِهِ إِلَيْهِ عَقِيلٌ: اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالب کے جواب میں دشمن سے مقابلہ کرنے والی ایک فوج کا ذکر فرمایا ہے 2۔ جس انداز سے عقیل نے قریش کا ذکر کیا ہے اُسے ناپسند کرتے ہوئے ایسے ذکر سے منع کیا ہے 3۔ عقیل ان جنگوں سے مطمئن نہ تھے جو حضرت علی علیہ السلام نے قریش سے کیں 4۔ عقیل کو چند ایسی آیتیں بتائی ہیں جو ساری دنیا کو معلوم تھیں 5۔ عقیل کی بھائی سے لائق ثابت ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	فَسَرَّحْتُ إِلَيْهِ جَيْشًا كَثِيفًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ؛	میں نے اُس کی طرف ایک زبردست فوج مسلمانوں کی بھیجی تھی؛
2	فَلَمَّا بَلَغَهُ ذَلِكَ شَمَّرَ هَارِبًا وَنَكَصَ نَادِمًا ؛	جب اُسے اُس فوج کی خبر ملی تو اُس نے فرار کر جانا طے کر لیا اور نادم ہو کر پلٹ گیا؛
3	فَلَحِقُوهُ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ وَقَدْ طَفَلَتِ الشَّمْسُ لِيَلْيَابِ ؛	چنانچہ ہماری فوج ایک راستے سے سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اُس کی فوج پر جا پڑی؛
4	فَأَقْتَلُوا شَيْئًا كَلًّا وَلَا ؛	اور وہاں آپس میں نہ ہونے کے برابر جنگ ہوئی؛
5	فَمَا كَانَ إِلَّا كَمَوْقِفِ سَاعَةٍ حَتَّى نَجَا جَرِيضًا بَعْدَ مَا أُخِذَ مِنْهُ بِالْمُخَنَقِ ؛	وہاں بھی وہ گھڑی بھر کے لئے جم کر لڑا ہوگا کہ آخر بھاگ کر جان بچالے گیا اور یہ اس حالت میں کہ اس کی گردن ہماری فوج کے ہاتھ میں آنے والی ہی تھی؛
6	وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُ غَيْرُ الرَّمْقِ فَلَا يَأِي مَانَجَا ؛	اور جب کہ اس میں زندگی کی رمق کے علاوہ یا چند سانسوں کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا بہر حال جس طرح ہو۔ کا وہ بچ نکلا۔
7	فَدَعُ عَنْكَ قُرَيْشًا وَتَرَكَاهُمْ فِي الضَّلَالِ وَتَجَوَّاهُمْ فِي الشَّقَاقِ وَجَمَّاهُمْ فِي التَّيْبِ ؛	تم قریش کی بابت یہ راگ الاپنا بند کر دو اس لئے کہ وہ گمراہی میں دوڑ (Race) لگانے اور سرکشی میں بڑھ جانے اور فرقہ واریت اور تباہی پھیلانے میں ہنر دکھا رہے ہیں؛
8	فَانْتَهَمُ قَدْ اجْتَمَعُوا عَلَى حَرَبِي كَجَمَاعِهِمْ عَلَى حَرَبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ؛	حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے میرے ساتھ جنگ جاری رکھنے میں اسی طرح کا اجماع کر لیا ہے۔ جیسا اجماع انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے خلاف مجھ سے پہلے کیا تھا چنانچہ قریش کو میرے ساتھ بدسلوکی کرنے و جنگ کرنے کی سزا کا ملنا ہر طرح جائز ہے؛
9	فَقَدْ قَطَعُوا رَحِمِي ؛	بلاشبہ قریش نے میرے رحمی بزرگی کو میرے معاملے میں منقطع کر دیا ہے؛
10	وَسَلَبُونِي سُلْطَانَ ابْنِ أُمِّي ؛	اور میرے ماں جائے کی حکومت مجھ سے علیحدہ کر لی ہے؛
11	وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ عَنْهُ مِنْ رَأْيِي فِي الْقِتَالِ ؛	اور رہ گیا تمہارا یہ سوال کرنا کہ میں قریش سے جہاد کو جائز رکھنے میں کیا رائے رکھتا ہوں؟
12	فَإِنِّي رَأَيْتُ قِتَالَ الْمُحِلِّينَ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ ؛	تو سنو کہ آخری سانس تک میری رائے یہی رہے گی کہ حرام کو حلال کرنے والوں سے جہاد کرنا لازم ہے؛
13	لَا يَزِيدُنِي كَثْرَةُ النَّاسِ حَوْلِي عِزَّةً ؛	مجھے اپنے چاروں طرف مددگار لوگوں کی کثرت دیکھ کر عزت اور ہمت کا احساس نہیں ہوتا۔

اور نہ ہی طرفداروں کے بکھر جانے سے مجھے کوئی گھبراہٹ و خطرہ محسوس ہوتا ہے؛	14	وَلَا تَفْرُقُهُمْ عَنِّي وَحِشَةً ؛
اور دیکھو تم اپنے باپ کے بیٹے کے متعلق یہ حساب کبھی نہ لگا بیٹھنا کہ وہ کسی حالت میں	15	وَلَا تَحْسَبَنَّ ابْنَ أَبِيكَ ؛ وَلَوْ أَسْلَمَهُ النَّاسُ .
بے ہمت و ہراساں ہو سکتا ہے؛ یا کمزوری دکھا کر ذلت قبول کر لے گا؛		مُتَضَرِّعًا مُتَحَشِّعًا ؛
اور نہ ہی وہ انتقامی کارروائی میں سستی دکھا سکتا ہے؛	16	وَلَا مُفِرَّ اللَّضِيمِ وَاهِنًا ؛
اور نہ یہ کہ کسی لگام کھینچنے والے کے ہاتھ میں اپنی لگام پکڑا دے گا؛	17	وَلَا سَلِسَ الزَّمَامِ لِلْقَائِدِ ؛
اور نہ ہی وہ کسی سواری کرنے والے کیلئے سوار ہو جانے کیلئے اپنی کمر پیش کر دے گا؛	18	وَلَا وَطِئَ الظَّهْرَ لِلرَّاكِبِ الْمُفْتَعِدِ ؛
بلکہ علیؑ تو ایسا ہے جیسا کہ قبیلہ بنی سلیم کے (عباس ابن مرداس سلمی) شاعر نے کہا تھا،	19	وَلَكِنَّهُ كَمَا قَالَ أَخُو بَنِي سَلِيمِ :
کہ چنانچہ اگر تم میرا حال اور مزاج دریافت کرنا چاہتی ہو تو سنو کہ:	20	فَإِنْ تَسْأَلِينِي كَيْفَ أَنْتَ ؟
”میں زمانہ کے الٹ پھیر اور سختیوں کو جھیلنے کے لئے بہت مضبوط ہوں،	21	فَإِنِّي صُبُورٌ عَلَى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيبٌ ؛
مجھے ہرگز گوارا نہیں ہے کہ مجھ میں کسی کوغم و اندوہ کی جھلک نظر آئے، اور	22	يَعِزُّ عَلَيَّ أَنْ تُرَى بِي كَأَبَةٌ ؛
اس طرح مجھے دیکھنے والے میرے دشمن خوشی منائیں اور میرے چاہنے والوں کو دکھ ہو؛“	23	فَيَشْمَتُ عَادِ أَوْ يَسَاءَ حَبِيبٌ -

تشریح:- یہاں یہ خط حضرت عقیل علیہ السلام کو زیر تنقید لاتا ہے۔ اور ہمیں ہر اُس شخص سے ہمدردی نہیں ہو سکتی جو کسی معصوم امام کے خلاف عموماً اور حضرت علیؑ کے خلاف خصوصاً تصورات رکھتا ہوا ملے۔ ہم جانتے ہیں کہ قریش نے اپنی تواریخ و احادیث میں کوشش کی ہے کہ آئمہ علیہ السلام میں اور دو سرداران محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام میں نظریاتی اور مذہبی اختلاف دکھایا جائے۔ چنانچہ ایسے تمام اختلافات کو الزامات اور تہمتیں کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ لیکن جہاں خود معصوم بیانات اور الفاظ میں اختلاف دکھایا جائے وہاں ہم مذمت کے سوا اور کوئی راہ اختیار نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہ خط (36) جناب عقیل کیلئے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں کہتا کہ ہم اُن کی طرفداری کی راہ نکال سکیں پورا خط کسی نہ کسی طرح اُن کی مذمت کرتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے جناب عقیل معصوم نہیں ہیں۔ مگر حقیقی بھائی ہوتے ہوئے کم از کم انہیں ایسا تو ہونا چاہئے جیسے ہم ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے متعلق عقائد میں تقریباً قریش کی صف میں کھڑے ہیں اور حضرت علیؑ علیہ السلام پر وہی اعتراضات کر رہے ہیں جو قریش کرتے تھے۔ انہیں عہد رسولؐ کی تعلیمات نے اتنا بھی سبق نہ دیا کہ وہ قریش کے مقابلے میں حضرت علیؑ علیہ السلام کو حق بجانب سمجھتے۔ وہ کھل کر حضرت علیؑ علیہ السلام کے جنگ کرنے پر معترض ہیں اور قریش کے جنگ کرنے پر حضرت علیؑ علیہ السلام کی رائے اور دلیل طلب کرتے ہیں۔ اُن کو خود معلوم نہیں ہے کہ انہیں بتانا پڑتا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حکومت غصب کی ہے۔ اور حضرت علیؑ علیہ السلام کی وہ منزلت ختم کر دی ہے جو اللہ نے انہیں مہاجرین اور انصار اور تمام مومنین پر رحمی رشتے کی بنا پر عطا کی تھی (احزاب 33/6)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقیل کو وہ آیات معلوم ہی نہیں ہیں جو حضرت علیؑ کی شان میں اور قریش کی مذمت میں نازل ہوئی تھیں۔ اسی لئے انہیں قریش کی گمراہی پر مطلع کرنا پڑا ہے اور قریش کے حق میں بیانات دینے سے منع کیا ہے۔ حد ہو گئی کہ عقیل کو یہ بھی بتانا پڑا ہے کہ قریش نے رسولؐ کے خلاف جنگی محاذ بنایا تھا۔ عقیل حضرت علیؑ علیہ السلام کی عادات و اطوار و اخلاق سے بھی ناواقف اور کورے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عقیل کہیں دو سرداروں اور فداکاروں میں نظر نہیں آتے اور یہی چیز یقین دلاتی ہے کہ عقیل معاویہ سے دولت دنیا لینے کیلئے پیچھے ہوں گے۔ اُن کی لائقیت پر حضرت علیؑ علیہ السلام کا وہ شعر عین گواہ ہے جو بنو سلیم کے شاعر عباس کی طرف لکھا گیا ہے۔ عقیل میں وہ تمام صفات غائب ہیں جو بھائی ہونے کیلئے ضروری ہیں۔

(نمبر 37) خط إلى معاوية: معاوية کے نام

عثمان کو بے یار و مددگار چھوڑنے اور عثمان کی آڑ میں خود اپنے اقتدار کی راہ نکالنے پر طنز فرمایا ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	اس حرکت پر سبحان اللہ کہنا ہی کافی ہے کہ تم نے کتنی شدت کے ساتھ خود ساختہ مصلحتوں کو اپنے اوپر لازم و واجب کر لیا ہے؛	فَسُبْحَانَ اللَّهِ!! مَا أَشَدُّ لُزُومَكَ لِلْأَهْوَاءِ الْمُبْتَدَعَةِ؛
2	اور حقائق کو تباہ کر نیکے ساتھ ساتھ تم کس بری طرح اپنی حیرانیوں میں اُلجھے ہوئے ہو؛	وَالْحَبِيرَةُ الْمُتَعَبَةِ مَعَ تَضْيِيعِ الْحَقَائِقِ؛
3	اور تم نے اُن قابل اعتماد دلائل کو اُٹھا کر الگ رکھ دیا ہے جو کہ اللہ کو مطلوب ہیں؛	وَأَطْرَاحِ الْوَثَائِقِ، الَّتِي هِيَ لِلَّهِ طَلِبَةٌ؛
4	اور اُس کے بندوں پر حجت ہیں۔	وَعَلَى عِبَادِهِ حُجَّةٌ.
5	رہ گیا تمہارا عثمان کے اور اس کے قاتلوں کے سلسلے میں جتوں کا کثرت سے پیش کرنا؛	فَأَمَّا أَكْفَارُكَ الْجِحَاجِ فِي عُثْمَانَ وَقَتْلَتِهِ؛
6	تو اس کی حقیقت اتنی سی ہے کہ تم نے عثمان کی نصرت کی آڑ میں خود اپنی نصرت کی ہے؛	فَأَنَّكَ إِنَّمَا نَصَرْتَ عُثْمَانَ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَكَ
7	اور جب عثمان کو مدد کی ضرورت تھی تو تم نے اُسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔	وَوَخَذَلْتَهُ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَكَ. وَالسَّلَامُ -

تشریح:- اس خط کو اگر آپ نور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام معاویہ کو اُس کی سیاسی بصیرت اور چالاک انتظام پر داد دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ میرے سوا تیرے اقتدار اور پالیسی کو اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اور معاویہ بھی جانتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نہ صرف معاویہ کے سارے گورکھ دھندے کو سمجھتے ہیں بلکہ اُس کی تمام چالاکیوں اور فریب ساز یوں کا ثبوت بھی رکھتے ہیں۔ بہر حال معاویہ کی جھوٹی اور فریب کارانہ اختراعات پر سبحان اللہ ہے یعنی داد دیئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ اور وہ اختراعات اور ایجادات یا بدعتیں یہ ہیں کہ اُس نے ایک نتیجہ کو کئی ایک جھوٹی فروعات پر محمول کر لیا ہے۔ یعنی چونکہ حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہو گئے لہذا پہلے خلیفہ کو انہوں نے قتل کر لیا تھا۔ اُن کا خلیفہ بن جانا گویا ثبوت ہے عثمان کو راہ سے ہٹانے کا۔ یعنی وہ سب کچھ جو مدینہ کے صحابہ اور بیرون جات کے مسلمانوں نے کیا اُس کی تحریکات حضرت علیؑ نے فراہم کیں یا پیدا کیں اور اس کا ثبوت ہے حضرت علی علیہ السلام کا بے پناہ دانشور اور منصوبہ ساز ہونا۔ اُن پر کسی کا شک و شبہ نہ ہونے کا ثبوت ہے حضرت علیؑ کا محترم اور پارسا ہونا۔ اور تمام بلوائیوں اور قتل میں شریک ہونے والوں کا علیؑ کی پناہ اور طرفداری میں رہنا ثبوت ہے علیؑ کے قاتلان عثمان کے سر پرست ہونے کا۔ اور قاتلوں کو سپرد نہ کرنا ثبوت ہے عثمان کو قتل کرانے کی سازش کا۔ یوں معاویہ نے جو جال بنا تھا وہ حضرت علی علیہ السلام کے سوا کسی اور کے ساز نہ تھا۔ پھر بعض صحابہ کا بیعت نہ کرنا ثبوت ہے علیؑ کی خلافت کے مشکوک ہونے کا اور بعض صحابہ اور حضرت عائشہ کا تلوار بکف میدان میں آنا ثبوت ہے دے دے دبائے خلافت کی بیعت کرنے کا۔ اور علیؑ کے بہائے ہوئے دھارے میں بہہ جانے کا۔ یہ سب کچھ معاویہ نے اس خوبصورتی سے ایجاد کیا تھا کہ لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جان دے دی اور معاویہ کو سچا سمجھا۔ کئی ہوئی حضرت نائلہ کی انگلیاں خون سے رنگیں قمیض اور پیسے کے بدلے میں ماتم کرنے والے حضرت علیؑ کے خلاف غیظ و غضب کو بھڑکانے اور تازہ رکھنے میں مددگار۔ جھوٹی فتیں کھا کر شہادتیں دینے والے ہر طرف موجود۔ فوجوں کو تنخواہ اور وظائف کی ضرورت سرداروں کو مختلف عہدوں کے وعدوں کو پورا کرنے کی آس۔ یہ سامان تھا جسے ایک ہی جملے میں بلکہ دو ہی الفاظ ”لِلْأَهْوَاءِ الْمُبْتَدَعَةِ“ میں سمو کر رکھ دیا ہے۔ پھر معاویہ کی

بڑی ضرورت تو یہ ہے کہ وہ حضرت علیؑ سے تینوں خلفاء اور قریش والی حکومت و خلافت واپس لے لیں اس کی سب سے چھوٹی ضرورت تھی مصر کی گورنری پر بحال رہنا اور معزولی کے حکم کو تبدیل یا کینسل کرانا۔ اُس نے چھوٹی ضرورت کو عثمان کے انتظام کا دعویٰ کرتے ہی پورا کر لیا اور شام کی افرادی و مالی قوت کو قاتلین عثمان کو طاقت کے ذریعہ حاصل کرنے میں استعمال کرنا جائز قرار دیا۔ جنگ ہوئی تو جنگ کو قرآنی فیصلے کا بہانہ بنا دیا۔ اور ٹائٹین سے علیؑ کی معزولی کا جملہ کہلوا دیا۔ یوں خلافت واپس آگئی اور اُسے مستحکم کرنے کے لئے مرتضوی قوت کو انتشار و اختلاف کی بھٹی میں جھونک دیا۔ خارجی پیدا کر کے علیؑ کے فداکاروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور خارجیوں ہی سے حضرت علیؑ کو موت کے گھاٹ اُترادیا۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح کر کے خلافت کا دروازہ خاندانِ رسولؐ پر بند کر دیا۔ اور یوں اہلسنت والجماعت کی پشت پناہی سے کاروبار حکومت چلانے لگا۔

معاویہ نے حضرت عثمان کی مدد کیوں نہ کی اور حضرت عثمان کی مدد کے بجائے اپنی مدد کرتا اور کامیاب ہوتا رہا

یہ ایک بڑے مزے کا سوال ہے اور اس کا جواب اس سوال سے بھی زیادہ لذیذ تر ہے۔ یہ آپ دیکھتے رہے ہیں کہ معاویہ چھوٹی چھوٹی اسکیمیں نہ بناتا تھا وہ روز کی مدد پہنچانے کا قائل نہ تھا۔ وہ مدد کا جھگڑا ہی ختم کر دینا چاہتا تھا مگر اس میں حضرت عثمان کو انتقال اقتدار کی بڑ آگئی۔

حضرت عثمان نے معاویہ کی دو تجویزیں ٹھکرا کر یہ ثبوت دے دیا تھا کہ حضرت عثمان حضرت عمر کی پالیسی کے خلاف جانا چاہتا ہے معاویہ مجبور ہو گیا

قارئین نے پہلے بھی کہیں پڑھا ہے اب دوبارہ سنئے کہ جب معاویہ عثمان سے آخری بار ملا ہے تو مدینہ اور گردونواح کے لوگ عثمان کی خلاف کھلی کارروائیاں کر رہے تھے اور حضرت عثمان کو اُس وقت بھی مدد کی ضرورت تھی لہذا معاویہ نے تجویز کیا کہ شام سے ایک زبردست فوج ایک سخت کارسردار کی ماتحتی میں مدینہ بھیج دے اس فوج اور سردار کی موجودگی میں کسی مدد کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ حضرت عثمان نے خیال ہی خیال میں خود کو فوج اور سردار کے ہاتھوں میں بے دست و پا دیکھا اور تجویز ماننے سے انکار کر دیا۔ معاویہ نے دوسری تجویز یہ کی کہ حضرت عثمان مدینہ چھوڑ کر شام چلیں وہاں یہ مدینہ کے سازشی لوگ اثر انداز نہ ہو سکیں گے۔ اس تجویز میں حضرت عثمان نے خود کو ایک کٹھ پتلی حکمران دیکھا اور انکار کر دیا یہ دونوں تجویزیں دراصل معاویہ کی طرف انتقال اقتدار کا پتہ دیتی تھیں اور ہزاروں دقتوں اور مصائب سے بچانے والی تھیں۔ مگر حضرت عثمان نے ٹھکرا دیں۔ اب بتائیے کہ معاویہ آئندہ کیوں اور کیا مدد کرے؟ آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے معاویہ کے جواب میں لکھا تھا کہ بتاؤ ہم دونوں میں سے کون شخص عثمان کا ہمدرد تھا؟ میں نے مدد کا وعدہ کیا اور حضرت عثمان نے مدد کرنے سے روک دیا۔ تو نے مدد کا وعدہ کیا اور مدد طلب کرنے پر مدد نہ کی (خط) معاویہ حضرت علیؑ علیہ السلام (کو) مندرجہ بالا دو تجویزوں والا جواب دے سکتا تھا اور حضورؐ نے غالباً یہ مدد کا قصہ لکھ کر معاویہ سے وہی جواب چاہا تھا۔ مگر واقعہ کے مشہور ہونے کے باوجود معاویہ نے وہ جواب نہ دیا۔ اسلئے کہ اُس جواب سے حضرات ابوبکر و عمر اور معاویہ کی پالیسی کھل جاتی اور معاویہ پر انتقال اقتدار کی کوشش کا جرم ثابت ہو جاتا ہے۔

معاویہ نے تمام قریشی لیڈروں کے سروں میں یہ انتقال اقتدار کی اسکیم پہنچادی تھی لہذا حضرت عثمان کی مدد سے یہ اسکیم کمزور ہو جاتی

اور اب بھی لیڈر حضرات جانتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان قتل ہو جائے اور خلافت علیؑ کو پہنچ جائے تو انتقال اقتدار کی راہ نکل جائے گی۔ لہذا سب نے مل کر کوشش کی تھی۔ اس راز کو جناب ڈاکٹر طہ حسین لاشعوری طور پر کھول دیتے ہیں۔ وہ یہ عنوان قائم کرتے ہیں کہ:- ”ایک جواب طلب سوال“ اس عنوان کی ذیل میں ڈاکٹر صاحب بڑے مزے کے سوالات کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ ہمارے قلم سے کہیں پہلے پڑھ چکے اب دوبارہ سنئے لکھا ہے کہ:- ”اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا قدامت نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ بلکہ اکثر بزرگوں نے تو اس کا جواب دینے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہمیں اس سوال کا کوئی جواب تلاش کرنا ہی پڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت عثمان کے عثمان نے اُن کو مدد دینے میں کس طرح

اور کیوں اتنی تاخیر اور سستی روارکھی کہ باغی حضرت عثمان کا دیر تک محاصرہ کئے رہنے اور آخر کار اُن کو قتل کر دینے میں کامیاب ہو گئے؟ کہا جاتا ہے کہ محاصرہ مسلسل چالیس دن تک جاری رہا۔ یہ صحیح ہے کہ ذرائع نقل و حمل آسان اور قریب نہ تھے۔ لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خبریں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ صوبہ جات میں پہنچ رہی تھیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (دالی مصر) کو علم تھا کہ مصری حضرت عثمان کے خلاف غم و غصہ کے جذبات لئے ہوئے گئے ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انہوں نے امیر معاویہ کو اس امر کی اطلاع بھی دی تھی۔ اسی طرح انہوں نے خود حضرت عثمان کو بھی خط کے ذریعہ اس صورت حال سے مطلع کر دیا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بھی اہل کوفہ کو مدینہ کا رخ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بھی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی طرح جانے والوں کے مقصد اور ارادہ سے آگاہ تھے۔ یہی صورت بصرہ میں عبداللہ بن عامر کی تھی۔ پھر آخر کیا سبب ہے کہ اتنی خبر ہونے کے باوجود یہ عمال خلیفہ کی امداد پر بسرعت تمام کمر بستہ نہ ہو سکے؟ پھر ان عمال کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ حضرت عثمان کی طرف سے امداد کے مطالبہ پر مشتمل خطوط ملنے کے بعد بھی تیزی سے مدینہ نہ پہنچے؟ آخر ان لوگوں نے کیوں اتنی دیر لگائی اور تساہل برتا کہ ان کو مدد پہنچنے سے قبل ہی شروائع ہو گیا اور امام قتل کر دئے گئے؟ پھر ان سب امور سے بڑھ چڑھ کر یہ کہ حضرت عثمان نے اپنے عمال کو پابند کر رکھا تھا کہ وہ حج کے دنوں میں اُن سے ضرور ملا کریں۔ آخر کیا سبب ہے کہ اُن کے عمال اس سال اپنے اپنے صوبوں میں رہے اور حج پر نہ گئے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان نے محصور ہونے کی وجہ سے مجبوراً حضرت عبداللہ بن عباس کو حج کی قیادت پر مقرر کیا۔ ان سب سے بھی زیادہ حیرت انگیز و تعجب خیز بات یہ ہے مورخین کے مطابق حضرت ابن عباس حضرت عثمان کی طرف سے حاجیوں کے نام ایک چٹھی لے گئے تھے جس میں انہوں نے اپنا قضیہ پیش کیا تھا اور اپنا بے قصور ہونا ثابت کیا تھا۔ مورخین کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے یہ چٹھی حج کے موقع پر لوگوں کو پڑھ کر سنائی۔ یہ خط جس کا مکمل متن طبری نے بیان کیا ہے کس طرح لوگوں نے سُن لیا اور اُن کے کانوں پر جوں تک نہ رہینگے سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور کوئی بھی خلیفہ کی مدد پر کمر بستہ نہ ہوا۔ اور کوئی گروہ بھی مدینہ کے حادثات کا مشاہدہ کرنے کے لئے وہاں نہ پہنچا؟ یہ کیسے ہو گیا کہ حضرت عثمان کا عامل مکہ خاموشی، بے حسی اور اطمینان سے اس خط کو پئی گیا۔ اور اُس نے لوگوں کو خلیفہ کی امداد پر برا بھینتہ نہ کیا۔؟ اگر وہ اہل مکہ ہی کو جوش دلا کر بھیج دیتا اور وہاں کے صحرائیوں کا ایک لشکر جمع کر لیتا تو یقیناً یہ فوج باغیوں کو اُس وقت تک مشغول کئے رہتی جب تک صوبہ جات سے باقاعدہ فوجی کمک پہنچ جاتی۔ کیا سبب ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہوئی؟ کیا وجہ ہے کہ کسی عامل نے بھی حرکت نہ کی؟ کیا سبب ہے کہ حاجی بھی خلیفہ کی امداد پر آمادہ نہ ہوئے؟ کیا اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ تمام اُمت نے متفقہ طور پر اس خلیفہ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا؟ رعیت تھک گئی تھی۔ عمال اپنے دلوں میں کچھ اغراض چھپانے کی وجہ سے کاہلی اور سستی کر رہے تھے؟ ان میں سے ہر ایک کو اپنی پڑی ہوئی تھی؟ اور انہوں نے خلیفہ کو مدینہ والوں کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ جو کچھ اُن کے ساتھ کرنا چاہیں کر دیں؟ یا حضرت عثمان جو کچھ اُن کے ساتھ کر سکیں کر لیں۔؟ آپ دیکھ چکے ہیں کہ خود اہل مدینہ کی اکثریت باغیوں کے ساتھ شامل تھی۔ مدینہ میں صحابہ کرام کی ایک مختصر جماعت ایسی بھی تھی جس نے عملاً تو حضرت عثمان کا ساتھ چھوڑ رکھا تھا لیکن زبانی وہ اس صورت حال پر اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتی تھی۔ اگر اصحاب رسول کی یہ جماعت ہی باغیوں کے مقابلے میں کھڑی ہو جاتی اور اُن کی اُمیدیں خاک میں ملا دیتی تو یہ باغی لوگ بے نیل و مرام واپس ہو جاتے۔ جیسا کہ بعض قدیم مورخین کی رائے ہے۔ ان چیزوں کے پیش نظر حضرت عثمان کا وہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ لوگ میری درازی عمر کو لامتناہی سمجھ کر مجھ سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ مگر غالباً لوگوں کے لئے صرف اُن کی درازی عمر ہی ایک اکتادینے والا مسئلہ نہ تھا۔ بلکہ وہ اس سیاست کے لامتناہی سلسلے سے دل برداشتہ ہو گئے تھے جو انہیں عہد فاروقی کی سیاست سے مختلف معلوم ہو رہی تھی اور جو اُن کی دیکھی بھالی قیصر و کسریٰ کی ملوکیت سے بھی الگ کوئی سیاست نظر آتی تھی۔ انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان دونوں سیاستوں

کے بین بین کوئی سیاست ہے۔“ (فتنہ الکبریٰ - صفحہ 486 تا 489)

ہماری نظر میں طلحہ حسین نے مذہبی عقیدت کی بنا پر دو ٹوک صحیح جواب نہیں دیا

صحیح جواب وہی ہے جو ہم لکھ چکے ہیں کہ ”معاویہ کی انتقال اقتدار کی پالیسی پر تمام قریشی لیڈر متفق ہو گئے تھے۔“ اس لئے حضرت عثمان کو قتل سے بچانے کی کوشش کرنا غلط تھا۔ اس لئے کہ قریش و حضرت ابوبکر و عمر کی قائم کردہ خلافت کو ان کے پسندیدہ مقام پر لانے کے لئے پہلا اور صحیح قدم عثمان کو راہ سے ہٹانا تھا۔ اور دوسرا قدم علیؑ کو خلافت دے کر واپس لینا تھا۔ لہذا تمام عمال اور دیگر تمام با بصیرت لیڈروں نے عثمان کی جان بوجھ کر مدد نہ کی۔ اور جو کچھ کیا وہ سب انتقال اقتدار کے لئے ضروری و لازم تھا۔ اس کے علاوہ اور تمام جوابات نامکمل اور غلط ہیں۔ یوں قریشی لیڈروں نے علیؑ کو ناکاح واپس دے دیا مگر سنبھال نہ سکنے کی بنا پر واپس لے لیا۔

(نمبر 38) خط الی اهل مصر لکھا و لى عليهم الاشر

اہل مصر کے نام جب کہ ان پر مالک اشتر کو حاکم بنا کر بھیجا تھا

1۔ اللہ کی نافرمانی کرنیوالوں پر غضبناک ہونا قابل مدح و ثنا ہے 2۔ مالک اشتر کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (سیف اللہ) فرمایا ہے

3۔ خطرات میں جاگنا، خوف سے ہراساں نہ ہونا، بے مہار لوگوں کے لئے شعلہ و آگ کا کام کرنا (مالک اشتر کی صفات)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	اللہ کے بندے علیؑ امیر المؤمنین کی طرف سے خط لکھا گیا؛	مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَلَیِّ امِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؛
2	اُس قوم کی طرف جو اللہ کے لئے اس وقت مجرموں پر غصہ ہوئی جب کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی نافرمانی کی جا رہی تھی؛	اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ غَضَبُوا لِلّٰهِ حِیْنَ عَصٰی فِیْ اَرْضِہِ ؛
3	اور اللہ کے حقوق کو اپنے لئے لوٹا جا رہا تھا؛	وَذُہِبَ بِحَقِّہِ ؛
4	چنانچہ جبر اور ظلم نے اپنے شامیہ تان لئے تھے؛	فَضْرَبَ الْجَوْرُ سُرَادِقَہِ ؛
5	ہر اچھا اور برا شخص ان کی پلیٹ میں آچکا تھا؛	عَلٰی الْبَیْرِ وَالْفَاجِرِ ؛
6	تمام مقیم و مسافر اس ظلم و جبر کے شکار تھے؛	وَالْمَقِیْمِ وَالطَّاعِنِ ؛
7	چنانچہ اُس دور میں عالمی بھلائیوں کا نام و نشان نہ تھا کہ جسے دیکھ کر راحت ملتی؛	فَلَا مَعْرُوْفٌ یُّسْتَرٰحُ اِلَیْہِ ؛
8	اور نہ ہی کوئی برائی اور بدکاری ایسی تھی جس سے بچ کر ٹکنا آسان ہوتا۔	وَلَا مُنْكَرٌ یُّنَآہِیْ عَنُّہِ ؛
9	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول واضح ہو کہ میں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک ایسا بندہ تمہاری طرف حکمراں بنا کر بھیجا ہے جو،	اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ اِلَیْكُمْ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ ؛
10	خوف و خطرات کے عالم میں سوتا نہیں مستعد رہتا ہے؛	لَا یَنَامُ اِیَّامَ الْحَوْفِ ؛
11	اور نہ ہی دشمنوں کے نرغہ اور دہشت ناک حالات میں ہراساں ہوتا ہے؛	وَلَا یَتَّكِلُ عَنِ الْاَعْدَاءِ سَاعَاتِ الرُّوْعِ ؛

12	بے لگام اور لاقانون لوگوں کیلئے سزا دینے میں شعلہ و آگ سے زیادہ شدید ہے؛	أَشَدُّ عَلَى الْفُجَّارِ مِنْ حَرِّقِ النَّارِ ؛
13	اور اُس کا نام مالک ابن حارث ہے جو قبیلہ مذحج سے ہیں؛	وَهُوَ مَالِكُ ابْنِ الْحَارِثِ اَخُو مُذَحِّجٍ ؛
14	چنانچہ تم ادب اور غور سے اُن کی ہر بات سنو اور اُن تمام ہی احکام کی اطاعت کرو جو حق کے مطابق ہوں۔	فَاسْمَعُوا لَهُ وَاطِيعُوا اَمْرَهُ فَيَمَا طَابَقَ الْحَقُّ ؛
15	وہ بلاشبہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک ایسی تلوار ہیں،	فَاِنَّهُ سَيْفٌ مِّنْ سُبُوفِ اللّٰهِ ،
16	جس کی نہ تو دھار کند ہوتی ہے اور	لَا كَلِيلَ الطُّبَّةِ ،
17	نہ ہی اس کا وار خالی جاتا ہے؛	وَلَا نَابِي الصَّرِيْبَةِ ؛
18	چنانچہ اگر وہ تمہیں جہاد کے لئے کوچ کرنے کا حکم دے تو تم کوچ کرنا؛	فَاِنْ اَمَرَكُمْ اَنْ تَفِرُوْا فَانْفِرُوْا ؛
19	اور اگر ٹھہرنے اور قیام کرنے کا حکم دے تو تم ٹھہرنا اور قیام کرنا؛	وَ اِنْ اَمَرَكُمْ اَنْ تَقِيْمُوْا فَاقِيْمُوْا ؛
20	یقیناً وہ نہ از خود آگے بڑھیں گے اور نہ بڑھائیں گے اور نہ ہی پیچھے ہٹیں گے؛	فَاِنَّهٗ لَا يَقْدِمُ وَلَا يُحْجِمُ ؛
21	اور نہ وہ از خود کسی کام میں تاخیر کریں گے اور نہ عجلت میں پیش قدمی کریں گے جب تک انہیں میرا حکم نہ ہو وہ اقدام نہیں کرتے؛	وَلَا يُوَخِّرُوْا وَلَا يَقْدِمُوْا ؛ اِلَّا عَنِ اَمْرِيْ ؛
22	میں نے اُن کے معاملے میں تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے تاکہ وہ،	وَ قَدْ اَثَرْتُكُمْ بِهٖ عَلٰی نَفْسِيْ لِنَصِيْحَتِهٖ لَكُمْ ؛
23	تمہاری خیر خواہی کریں اور تمہارے دشمنوں کو سختی سے پکڑیں۔	وَشِدَّةِ شَكِيْمَتِهٖ عَلٰی عَدُوِّكُمْ ۔

تشریح:- یہاں سب سے پہلے حضرت ابو بکر کو یاد کریں کہ اُس نے خالد بن ولید کو ایسی حالت میں سیف اللہ قرار دیا تھا جب کہ اُس نے جنسی دباؤ سے متاثر ہو کر مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اسی روز اس کی زوجہ سے زنا کیا تھا۔ خالد کا یہ زنا اور مسلمان کا قتل اُسے موت کی سزا کا حقدار بناتا تھا اور حضرت عمر بن الخطاب نے چاہا تھا کہ خالد پر حد شرعی جاری کرائے۔ مگر ابو بکر نے اُسے سیف اللہ قرار دے کر اُس قتل و زنا کو اللہ کا فضل قرار دے دیا یعنی اللہ نے خالد کو ایسے حالات سے دوچار کر دیا کہ اُس سے قتل و زنا سرزد ہو گئے۔ چونکہ وہ خلیفہ وقت کی تائید میں کام کر رہا تھا لہذا اُسے ان جرائم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ یعنی سیف اللہ جو چاہے کرے اسی طرح جائز ہے جیسے اللہ جو چاہے کرے کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ یہی عقیدہ ہے علمائے قریش کا اسی پر مسئلہ تقدیر کو پورا اتارا ہے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام جناب مالک اشتر کو سیف اللہ فرما رہے ہیں اور اُن کی اطاعت کو ”فَيَمَا طَابَقَ الْحَقُّ“ حق کے مطابق ہونے کا پابند فرما رہے ہیں یعنی اللہ کی تلوار ہمیشہ حق کی تائید میں کام کرے گی۔ ساتھ ہی حضرت مالک رضی اللہ عنہ کو لازوال صفات بیان کرتے ہوئے رعایا کو خود بخود یہ تنبیہ ہو جاتی ہے کہ مالک کا حکم نہ ٹالا جائے گا نہ خلاف ورزی کی جائے گی۔ ورنہ اُن کی حق پرستی کی شدت کا شکار ہونا پڑے گا۔ یعنی ادھر مالک اشتر کی صفات سے رعایا کے دل میں محبت و ہمدردی پیدا ہوگی اور ادھر غلط کاری سے ڈرنے لگیں گے۔ یہ محبت و خوف ہی حکمران کو کامیاب بناتا ہے۔

آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ پچھلے خط (37) میں ڈاکٹر طحہ حسین نے عثمان کو گھیرنے والوں اور قتل کرنے والوں کو بار بار باغی لکھا ہے اور قریش کے تمام علماء انہیں لکھتے چلے آئے ہیں۔ مگر حضرت علی علیہ السلام اُن لوگوں کو ایسی قوم فرماتے ہیں جو اللہ کی نافرمانی کرنے والوں اور اللہ کے حقوق لوٹنے والوں پر غضبناک ہوئی تھی اور عثمان اور عثمانی گورنروں اور اہل کاروں کو ایسا مجرم قرار دیا ہے جنہوں نے ظلم و جبر کو عام کر دیا تھا۔ اور نیکی اور بھلائی کا کہیں نشان نہ

چھوڑا تھا۔ لہذا مصر کے لوگ اگر باغی تھے تو اللہ ورسول کے باغیوں سے باغی تھے اور حق پر تھے۔ ویسے عام بیانات میں عثمان کے پیرو اور طرفدار بھی مانتے ہیں کہ عثمان کے گورنر لوگوں پر ظلم و زیادتیاں کر رہے تھے اور لوگ فریادی بن کر مدینہ میں آئے تھے اور عثمان نے اپنا اور اپنے عمال کا قصور مانا ہے۔ تو بہ کی ہے۔ اصلاح کے وعدے کئے ہیں ایسے اقراری بیانات سے تاریخ بھری پڑی ہے مگر حسن عقیدت کی بنا پر عثمان کو بے قصور اور مظلوموں اور فریادیوں کو باغی بنا دیا ہے۔ واقعات اور حالات کو سامنے رکھنے والا ہر شخص عثمان کو سنگین جرائم کا مرتکب مانے گا۔ خود حضرت عائشہ کا فتویٰ ہے کہ عثمان کو قتل کر دینا کفر ہو گیا ہے۔ بہر حال حضرت عثمان حضرت عائشہ کے نزدیک دین پر قائم نہ رہے تھے۔

(نمبر 39) خط الی عمرو ابن العاص : عمرو ابن العاص کے نام

1- معاویہ اور عمرو بن عاص کا اسلام کیسا تھا؟ 2- دین کو دنیا کی خاطر فروخت کرنا 3- کتے کی مانند نکلنے والے لوگ تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

1	فَانِكَ قَدْ جَعَلْتَ دِينَكَ تَبَعًا لِدُنْيَا امْرِئٍ ظَاهِرٍ غِيَّةً ؛	تم نے اپنے دین کو ایک ایسے شخص کی پیروی کرنے میں لگا دیا ہے جس کی گمراہی اور دنیا پرستی بالکل ظاہر و ثابت ہے؛
2	مَهْتُوكِ سِتْرُهُ ؛	جس کا پردہ چاک ہے اور نگاہیں عام طور معلوم ہے؛
3	يَشِينُ الْكُرَيْمِ بِمَجْلِسِهِ ؛	وہ اپنی صحبت اور مجلس میں شریف انسانوں کو داغدار کر دیتا ہے؛
4	وَيُسْفَهُ الْحَلِيمِ بِخُلُطِيَّتِهِ ؛	اور سنجیدہ و بردبار اشخاص کو اپنے میل جول سے بے وقوف بنا تا رہتا ہے؛
5	فَاتَّبَعْتَ اَثْرَهُ ؛	تم اُس کی پیروی میں اُس کے پیچھے چلے جا رہے ہو؛
6	وَطَلَبْتَ فَضْلَهُ اِتِّبَاعَ الْكَلْبِ لِلضَّرْعَامِ ؛	اور اُس کتے کی طرح اُسکے پس خوردہ کی آس لگائے ہوئے ہو جو شیر کے پیچھے پھرا کرتا ہے؛
7	يَلْوُذُ اِلَى مَخَالِبِهِ ؛	اور شیر کے پنجوں کی طرف آس لگائے دیکھتا رہتا ہے؛
8	وَيَنْتَظِرُ مَا يُلْقِي اِلَيْهِ مِنْ فَضْلِ فَرِيْسَتِهِ ؛	اور اس انتظار میں رہتا ہے کہ اُس کے شکار سے بچا ہوا کچھ گوشت اُسے بھی شاید مل جائے اور اُس کا پیٹ بھی بھر جائے؛
9	فَاذْهَبَتْ دُنْيَاكَ وَاخِرَتَكَ ؛	اس طرح تم نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر لیا ہے؛
10	وَلَوْ بِالْحَقِّ اَخَذْتَ اَدْرَكَتْ مَا طَلَبْتَ ؛	اور اگر تم حق پر قائم رہتے تو تب بھی اپنی مراد حاصل کر سکتے تھے؛
11	فَاِنْ يُمَكِّنِ اللّٰهُ مِنْكَ وَمِنْ اَبْنِ اَبِي سَفِيَانَ اَجْزِ كَمَا بِمَا قَدْ مَتَمَّا ؛	چنانچہ اگر اللہ نے مجھے تم پر اور ابوسفیان کے بیٹے پر غلبہ دیا تو میں تم دونوں کو تمہاری کارکردگی کا جزا چکھاؤں گا؛
12	وَ اِنْ تُعْجِزَا وَ تَبْقَيَا فَمَا اَمَّا مَكَمَّا شَرُّ لَكُمَا .	اور اگر تم مجھ سے بچ کر باقی رہ گئے تو جو کچھ تمہیں اس کے بعد پیش آنا ہے وہ اس سے برا ہوگا
	وَالسَّلَامُ .	والسلام۔

تشریح:- یہ خط عمرو بن العاص کو یہ بتانے کیلئے لکھا گیا ہے کہ تمہارا وہ تعلق مجھے معلوم ہے جس کی بنا پر تم معاویہ کے ساتھ لگے لگے اور آگے پیچھے

پھرتے ہو حالانکہ تم خود معاویہ سے بڑے یا کم از کم برابر کے دانشور ہو اور سابقہ حکومتوں کے پسندیدہ اور کامیاب لیڈر رہے ہو اور جس مصر کیلئے تم یہ خوشامدی رویہ اختیار کئے ہوے ہو اسے خود تم نے فتح کیا تھا۔ تم نے اپنی عقل و دانش اور بصیرت کو اور اپنی عاقبت اور آخرت کو معاویہ پر اسلئے قربان کر دیا ہے کہ وہ اپنی گورنری اور اقتدار سے تمہاری مدد کرے۔ حالانکہ اگر تم مندرجہ بالا سارا سامان آزادانہ استعمال کرتے تو معاویہ کا یہ اقتدار قوت بکھر کر رہ جاتی اور صورت حال الٹ کر رہ جاتی اور خود معاویہ تمہاری خوشامد کرنے کا محتاج ہو جاتا۔ قارئین نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام کا یہ خط اور اس کا انداز بیان اور اس میں مذکور طریقہ یقیناً کافی تھے کہ عمرو بن العاص کو شرمندہ کرتے اور نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ معاویہ کے خلاف منصوبہ بناتا اور اس کی قوت و اقتدار کو بکھیر دیتا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ اس وقت قریشی حکومت کو حضرت علیؑ سے واپس لینے کیلئے ضروری ہے کہ معاویہ کو برسر اقتدار رکھا جائے اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جائے لہذا اُس نے حضورؐ کا خط پڑھا، نادم ہوا مگر قریش کے عظیم مقصد کی خاطر چپ ہو گیا اور برابر معاویہ کی تائید کرتا رہا۔ رہ گیا دین تو وہ اُسے کبھی کا فروخت کر چکا تھا۔

عمرو بن العاص سے اُس کا دین خریدنا معاویہ کی ضرورت، عمرو بن العاص کا اپنی ضرورت کے لئے اپنا دین فروخت کرنا

حضرت علیؑ علیہ السلام کے خلاف قریش اور معاویہ کو ہر تنکے کا سہارا لینا پڑا۔ پورے ملک عرب اور طرفداران قریش کی عقل و بصیرت کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنا پڑا۔ بہر حال ہر مکر ہر فریب ہر بے ایمانی ہر غدار کی کوز و بکار رکھنا پڑا۔ مگر حضرت علیؑ علیہ السلام نے قریش کے مقابلے میں اپنی عصمت اور عصمت کے تقاضوں کو سو فیصد برقرار رکھا اور اپنے ساتھیوں اور طرفداروں کو بھی ہر چالاکی اور ہر غلط اور ناجائز اقدام سے باز رکھا اور ہمیشہ قوت قدسیہ سے دشمنوں پر غالب رہے۔ یہاں اس خط سے متعلق معاویہ کی تیاری پر چند باتیں سننا ضروری ہیں۔

معاویہ کی تیاری اور اہل شام کا تعاون: یہ معلوم ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کی خلافت قائم ہوتے ہی مدینہ سے تمام بنی امیہ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں حضور علیہ السلام کی مستقل عداوت تھی دمشق روانہ ہو گئے تھے۔ وہاں ایک روز معاویہ نے دربار عام میں تقریر کی اور کہا کہ:-

”میں امیر المؤمنین عمر بن الخطاب اور عثمان بن عفان کی طرف سے تم پر فرماں روا ہوں تم میں سے کسی کی حق تلفی کا کبھی روادار نہیں ہوا ہوں۔ عثمان مظلوم شہید کئے گئے اور میں اُن کے خون کا ولی اور وارث ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے دلی ارادے سے مجھے اس معاملے میں آگاہ کرو۔ یہ سن کر تمام حاضرین اُٹھے اور طلب خون عثمان پر بیعت کی اور عہد و اٹھ کیا کہ اپنے جان و مال سے اس معاملے میں دریغ نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ یا تو اُسکے خون کا بدلہ لیں یا خود ہلاک ہو جائیں۔ شام ہوئی تو اپنے معتمد مشیروں کو مشورے کے لئے طلب کیا معاویہ کے بھائی عتبہ بن ابی سفیان نے کہا کہ مناسب ترین بات یہ ہے کہ عمرو بن عاص سے اس معاملے میں مدد حاصل کی جائے۔ اس کا فہم و فراست جس درجے کا ہے مجھے خوب معلوم ہے مگر عثمان کے قضیہ میں وہ کنارہ کش رہا ہے لہذا تیرے معاملے میں بھی وہ شریک نہ ہوگا۔ سوائے اس کے کہ تو اس کے دین کو قیمت دے کر خرید سکے۔ لہذا معاویہ نے عمرو عاص کو لکھا کہ علیؑ، طلحہ اور زبیر کا قصہ جس طرح ختم ہوا تجھے معلوم ہے ہمارے پاس مروان بن الحکم اور بصرہ سے بھاگ کر آنے والے لوگ موجود ہیں۔ اور جریر بن عبد اللہ یہاں علیؑ کی بیعت کا تقاضہ لے کر آیا ہوا ہے۔ میں نے آخری فیصلہ تیرے آنے پر روک رکھا ہے۔ لہذا لازم ہے کہ جلد سے جلد تم ادھر روانہ ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے مشورے سے اپنا آخری فیصلہ کر سکوں۔ عمرو بن العاص کو یہ خط ملا تو اس نے اپنے بیٹوں عبید اللہ اور محمد کو مشورے کیلئے بلایا۔ عبید اللہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی وہ تجھ سے راضی اور خوش تھے اور اُن کے دونوں خلیفہ بھی تجھ سے راضی رہے۔ اور عثمان قتل ہوئے تو تم وہاں حاضر نہ تھے۔ پس بہتر یہی ہے کہ اپنے گھر میں آرام سے قیام کرو۔ خلافت تو آپ کو کسی راہ سے مل نہیں سکتی پھر اس دنیا کے قلیل اور فانی

کیلئے کیوں معاویہ کی حاشیہ نشینی اختیار کی جائے۔ مرنے کے بعد عنقریب تم دونوں مساوی ہو جاؤ گے۔ دوسرے بیٹے محمد نے کہا کہ تم قریشی بزرگوں میں ہو اور قریشی مہموں اور منصوبوں میں مداخلت کرنے کا تمہیں حق حاصل ہے۔ مناسب نہیں ہے کہ ایسا امر جلیل الشان درپیش ہو اور تم خاموش بیٹھے رہو۔ یہ فعل تمہاری کسر شان کا باعث ہوگا۔ لہذا بہتر ہے کہ اہل شام کا شریک اور طلب خون عثمان میں اُن کے مددگار بنو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم بنی امیہ کے نزدیک عزت و توقیر کے سزاوار ہو گے۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ اے بیٹے عبید اللہ تو نے وہ رائے دی ہے جو باعتبار آخرت میرے لئے مفید ہے اور اے بیٹے محمد تو نے وہ رائے دی ہے جو دنیا میں منزل مقصود تک پہنچا دے۔ میں دونوں صورتوں پر غور کرونگا۔ روضۃ الصفا کی تحریر کے مطابق جس زمانہ میں عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو عمرو بن عاص اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ مدینہ سے فلسطین چلا گیا تھا۔ وہاں ایک کاہن تھا جو آئندہ کے حالات بتا دیا کرتا تھا۔ ایک دن عمرو عاص نے اس سے کہا کہ عثمان کے نتیجے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا کہ بلاشبہ وہ قتل کیا جائے گا۔ پھر پوچھا کہ خلافت کس کو ملے گی اس نے کہا کہ ایسے شخص کو کہ چشم فلک قیامت تک اس کی مثال و نظیر نہ دیکھ سکے گی۔ مگر ساری امت کے متفق ہونے سے پہلے ہی وہ تیغ ستم سے شہید کر دیا جائیگا۔ اور اسلام کی بادشاہت اس شخص کے ہاتھ آئیگی جو اس زمانے میں ملک شام کا حاکم ہوگا۔ اُس روز سے عمرو عاص کے دل میں یہ پیش گوئی نقش ہو کر رہ گئی تھی۔ عبید اللہ اور محمد کے مشوروں کے بعد جب رات ہوئی تو عمرو عاص نے اپنے کچھ اشعار کو بار بار پڑھنا اور دھرانا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھ کر اُسکے بیٹے محمد نے کہا کہ اب عمرو نہیں رکتا ضرور شام جائے گا۔ عمرو بن العاص کا ایک غلام تھا اس کا نام وردان تھا عقل و بصیرت میں جو اب نہ رکھتا تھا اسی حالت تردد میں عمرو نے وردان سے کہا کہ شام چلنے کی تیاری کرو۔ تھوڑی دیر بعد وردان کو شام کی تیاری سے منع کر دیا۔ وردان نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہو اور تمہارا دماغ ٹھیک کام نہیں کر رہا ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے دل کا حال بیان کروں۔ عمرو نے اجازت دی تو وردان نے کہا اس وقت دنیا اور آخرت تیرے سامنے کھڑی ہیں۔ اور تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ علیؑ کے ساتھ خالص آخرت ہے دنیا نہیں ہے اور معاویہ کیساتھ صرف خالص دنیا ہے آخرت نہیں ہے۔ اور تو ان دونوں حالتوں میں الجھا ہوا ہے۔ عمرو نے کہا کہ واللہ تو نے خوب اور صحیح میرا مافی الضمیر واضح کیا ہے لہذا اے وردان مجھے مشورہ دو۔ اُس نے کہا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ تم اپنا دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہو۔ اگر دین کا غلبہ ہوا تو وہ لوگ تجھے معاف کر دیں گے اور اگر دنیا غالب آئی تو اہل دنیا خود تیرے محتاج ہیں۔ تجھ سے وہ لوگ مستغنی نہیں رہ سکتے۔ عمرو نے سنا مگر ٹال دینا بہتر سمجھا اور شام کیلئے روانہ ہو گیا۔ جب اس مقام پر پہنچا جہاں سے عراق اور شام کی راہیں جدا ہوتی تھیں۔ وردان نے پھر متنبہ کیا کہ یہ راہ شام ہے اور انتہا اس کی جہنم پر ہے۔ اور یہ عراق کا راستہ ہے جو سیدھا ہمیشہ کو جاتا ہے۔ عمرو نے شام ہی کی راہ اختیار کی اور معاویہ کے پاس پہنچا۔ جب ملاقات ہوئی تو معاویہ نے کہا کہ اے عمرو عاص مجھے آج رات تین وحشت ناک خبریں پہنچی ہیں۔ جن کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔ ایک تو یہ کہ محمد بن ابی حذیفہ زندان کو توڑ کر مصر کی طرف نکل گیا ہے اور وہ ہمارے اس دین کیلئے ایک آفت ہے۔ دوسرے قیصر ارادہ کرتا ہے کہ شام پر حملہ آور ہو۔ تیسرے یہ کہ علیؑ کو فہ میں وارد ہیں۔ اور اس طرف کا قصد رکھتے ہیں۔ عمرو نے کہا کہ ہر چند یہ تین باتیں ایک سے ایک سخت اور دشوار ہیں مگر ابن ابی حذیفہ کا تو کچھ تردد نہیں وہ ایک آدمی ہے مع اپنے چند اور ساتھیوں کے۔ اگر کچھ سوار اُس کی طرف بھیج دے گا تو وہ اس کا قصہ پاک کر دیں گے۔ اور قیصر روم کے لئے کچھ رومی لونڈی غلام اور چند سونے چاندی کے برتن تجھے بھیج دے۔ اور صلح کی درخواست کرو وہ اُسے منظور کر لے گا۔ لیکن علیؑ کا مسئلہ طے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ قسم بخدا اے معاویہ کہ عرب کسی بات میں تجھے اُس کی مانند نہیں جانتے۔ اور قوت و شجاعت میں جو اُن کا حصہ ہے وہ قریش میں سے کسی کو نصیب نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ علیؑ چاہتے ہیں اُسکے لائق ہیں۔ سوائے اس کے کہ تو نا انصافی کرے۔ معاویہ نے کہا کہ اے عمرو میں نے تجھے علیؑ سے جہاد کیلئے طلب کیا ہے جس نے

مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا ہے اور خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ اور قطع رحم کر کے خلیفہ کو قتل کیا۔ عمرو نے کہا قسم بخدا اے معاویہ تو کسی طرح علیؑ کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ نہ اُن کا سابقہ تجھے حاصل نہ وہ صحبت اور نہ وہ علم و فقہ۔ باوجود ان باتوں کے وہ قوت و شجاعت میں بھی تمام قریش میں یکتا ہیں۔ معاویہ نے کہا یہ سب کچھ سچ ہے مگر ہم عوام کو فریب دے سکتے ہیں اور باطل کو حق کے لباس میں جلوہ گر کر سکتے ہیں۔ لہذا اے عمرو تو بتا کہ علیؑ کے خلاف تو میری کہاں تک مدد کر سکتا ہے؟ عمرو نے کہا کہ اے معاویہ یہ امر عظیم الشان ہے علیؑ کے ساتھ جنگ کرنا عاقبت کو تباہ کرنے کی بات ہے۔ لہذا اگر میں اس میں مدد کروں تو تو میرے لئے کیا وعدہ کرتا ہے؟ معاویہ نے کہا کہ جو کچھ تو کہے۔ عمرو نے مملکت مصر کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر معاویہ نے کہا کہ عرب یہ کہیں گے کہ عمرو عاص دنیا کی طمع میں تمہارا شریک ہوا ہے عمرو نے کہا کہ **دَعَهَا عَنكَ** یعنی اس قصہ کو دفع کرو۔ اس سلسلے میں ابن ابی الحدید کا استاد شیخ ابوالقاسم کہتا ہے کہ اس کلمہ سے کنایۃً بلکہ صریحاً عمرو عاص کا طعنا اور بے دین ہونا واضح ہے۔ اس لئے **دَعَهَا عَنكَ** سے مطلب یہ ہے کہ دین کے قصہ کو چھوڑ دے یہ بے اصل باتیں ہیں اور یہ کہ آخرت کا اعتقاد رکھنا اور یہ کہنا کہ دنیا کے بدلے میں آخرت کو نہ بیچنا چاہئے محض خرافات ہیں۔ پھر معاویہ نے دوسرا بہانہ کیا کہ اے عمرو عاص مصر تو عراق کے برابر ہے تجھے کیسے دینے کا وعدہ کر لوں؟ عمرو نے کہا کہ یہ سچ ہے مگر مصر اس وقت تو تیرے قبضے میں نہیں ہے تجھے مصر تب ملے گا جب عراق فتح ہو چکے۔ اور عراق کو علیؑ پر غالب آئے بغیر فتح نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وقت اس کا بھائی عتبہ بن ابی سفیان داخل ہوا اور کہا کہ تو راضی نہیں کہ عمرو بن العاص جیسے شخص کو مصر کے عیوض خرید لے؟ حالانکہ مصر ابھی تک تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ملک شام بھی تیرے قبضے سے نکل جائے۔ یعنی مفت اُدھار بھی عمرو عاص کو خریدنا مہنگا سمجھ رہا ہے؟ یہ سن کر معاویہ نے روٹھ کر گئے ہوئے عمرو عاص کو پھر بلوایا۔ اور مصر دینے کا پختہ وعدہ کر کے عمرو بن العاص سے بیعت لی اور اس وعدہ کو دستاویز کی صورت میں لکھا گیا۔ کہا گیا ہے کہ اس معاہدہ کا حال سن کر مروان کو طیش آ گیا اور معاویہ سے کہا کہ عمرو عاص کو مصر کے بدلے میں خریداجائے اور ہماری مفت میں بیعت لے لی جائے؟ معاویہ نے کہا کہ میں یہ سب خرید و فروخت تم ہی لوگوں کیلئے تو کر رہا ہوں یہ سن کر مروان خوش ہو گیا۔ یہ تھا عمرو عاص کے دین فروخت کرنے کا قصہ یہ تھی عمرو کے دین کی قیمت۔ بہر حال معاویہ کو عمر و ایسا شخص مل گیا۔

(نمبر 40) خط الی بَعْضِ عُمَالِهِ: ایک گورنر کے نام (یہ گورنر عبداللہ ابن عباس تھا اُس کا نام چھپایا گیا ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ رَبَّكَ ؛	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول معلوم کرو کہ مجھے تمہارے متعلق ایک ایسی اطلاع ملی ہے کہ اگر تو نے وہ کام کیا ہو تو یقیناً تم نے اپنے پروردگار کو ناراض و خفا کیا ہے؛
2	وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ ؛	اور اپنے امام کی نافرمانی کی ہے؛
3	وَأَخْزَيْتَ أَمَانَتَكَ ؛	اور اپنی امانت اور دیانت داری کو رسوا اور بدنام کیا ہے؛
4	بَلَّغَنِي أَنَّكَ جَرَدْتَ الْأَرْضَ فَأَخَذْتَ مَاتَحْتَ قَدْ مَيِّكَ ؛	یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم نے سرکاری زمین کو اجاڑ کر دیا ہے۔ اور جو کچھ تیرے قبضے اور قدموں میں تھا اُسے اپنے ذاتی استعمال کے لئے قبضے میں لے لیا ہے؛
5	وَأَكَلْتَ مَاتَحْتَ يَدَيْكَ ؛	اور جو تیرے ہاتھوں کی گرفت میں تھا اُسے ٹوکھا گیا ہے؛
6	فَارْفَعُ إِلَيَّ حِسَابَكَ ؛	لہذا تم فوراً اپنا حساب ملاحظہ کے لئے مجھے بھیجو؛

7	اور یہ سمجھ لو کہ انسانوں کا حساب لینے سے اللہ کا حساب لینا کہیں زیادہ سخت و عظیم ہے۔ والسلام	وَاعْلَمُوا أَنَّ حِسَابَ اللَّهِ أَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ ، وَالسَّلَامُ -
---	---	---

تشریح:- ہمیں تشریح میں صرف اس قدر کہنا کہ شیعہ شارحین و مترجمین نے عبداللہ ابن عباس سے غلط عقیدت کی بنا پر اور قریشی تاریخوں کے افسانوں کی وجہ سے یہاں عبداللہ ابن عباس کا نام چھپانے کی خیانت کی ہے۔ اور ہم نے خط نمبر (20 تا 21) کی ذیل میں خیانت کاروں کو ننگا کر دیا ہے۔ اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے جو کچھ عبداللہ ابن عباس کو لکھا ہے وہ تمام خطوط نقل کر دئے اس سلسلے کی ساری تفصیل ڈاکٹر طحسین کے قلم سے پیش کر دی ہے اور یہ دکھا دیا تھا کہ عباس کا ہمارے خاندان یعنی خاندان رسول اور نسل ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق، کوئی رشتہ یا رشتہ داری کبھی نہیں رہی ہے۔ یہ ایک قریشی سازش تھی جس سے انہوں نے قریش کو نسل ابراہیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے رشتہ دار بنا کر مشہور کر دیا تھا اور یہ کہ جن لوگوں نے اپنا نام قریش رکھ لیا تھا وہ بھان متی کے کنبہ کی مانند تھے یعنی: کہیں کی اینٹ کہیں کا روٹا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

(نمبر 41) خط الی بعض عمالہ: بعض گورنر کے نام (پھر عبداللہ ابن عباس کو خط کی زد سے بچایا ہے)

- 1- مصنوعی اعتماد و اعتبار قائم کر نیوالوں سے کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے
- 2- قریش کے بڑے سے بڑے مہاجر اور نیک لوگوں پر بھی سو فیصد بھروسہ نہیں کیا جاسکتا
- 3- قریشی مومنین کتنی بے دردی سے کینہ پروری کر سکتے تھے؟
- 4- معصومین کو ظاہری حالات پر عمل کرنا لازم تھا خواہ باطنی حالات کچھ بھی ہوں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول سنو کہ میں نے تمہیں اپنی حکومت کی امانت میں شریک رکھا ہے	أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي كُنْتُ أَسْرَ كُنُوكَ فِي أَمَانَتِي ؛
2	اور تمہیں اپنے رازوں میں اور اپنے اعمال اور ذمہ داریوں میں شریک کیا ہے؛	وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي ؛
3	اور اپنے اسٹاف (اراکین حکومت) میں تمہیں سب سے زیادہ ہمدرد و مددگار اور امانت دار اور ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے والا سمجھتا رہا ہوں۔ اور یہ کہ تم سپرد شدہ امانت کو سب سے زیادہ ذمہ داری کے ساتھ مجھے ادا کرتے رہو گے؛	وَلَمْ يَكُنْ فِي أَهْلِي رَجُلٌ أَوْثَقَ مِنْكَ فِي نَفْسِي لِمُؤَاسَاتِي وَمَوَازَنَتِي وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ إِلَيَّ ؛
4	اسکے باوجود جب تم نے دیکھا کہ تمہارے چچا زاد بھائی پر زمانہ کی سختیاں ٹوٹ پڑی ہیں؟	فَلَمَّا رَأَيْتَ الرَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلَبَ ؛
5	اور اُس کے تمام دشمن اُس سے برسرِ جنگ ہیں؛	وَالْعَدُوُّ قَدْ حَرَبَ ؛
6	اور امانتیں لوٹی اور رسوا کی جا رہی ہیں؛	وَأَمَانَةُ النَّاسِ قَدْ خَرِبَتْ ؛
7	اور یہ اُمت بے راہ روی اور پراگندگی میں مبتلا ہو چکی ہے؛	وَهَذِهِ الْأُمَّةُ قَدْ فُيِّكَتْ وَشَغَرَتْ ؛
8	تو تم نے بھی اپنے چچا زاد بھائی سے منہ موڑ لیا؛	قَلَبْتَ لِابْنِ عَمِّكَ ظَهَرَ الْمِجَنِّ ؛
9	لہذا تم نے بھی اسے چھوڑ کر باقی چھوڑنے والوں میں شرکت کر لی؛	فَفَارَقْتَهُ مَعَ الْمَفَارِقِينَ ؛

10	اور تم نے بھی اسے باقی لوگوں کی طرح بے یار و مددگار تنہا چھوڑ جانا پسند کر لیا؛	وَحَدَّثَلْتُهُ مَعَ الْخَادِلِيِّينَ ؛
11	اور باقی خیانت کاروں کے ساتھ مل کر تم نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کر لی؛	وَحُخِّنْتُهُ مَعَ الْخَائِنِيِّينَ ؛
12	لہذا تم نے اپنے بھائی سے ہمدردی کا ثبوت دیا؛	فَلَا ابْنَ عَمِّكَ سَيِّئٌ ؛
13	اور نہ ہی اس کی امانت کو ادا کیا؛	وَلَا الْاِمَانَةَ اَدَيْتَ ؛
14	اور گویا تمہارے جہاد کرنے میں اللہ کی رضامندی مطلوب نہ تھی؛	وَكَانَكَ لَمْ تَكُنِ اللّٰهُ تَرِيْدُ بِجَهَادِكَ ؛
15	اور گویا جہاد کیلئے تمہارے سامنے اللہ کی طرف سے کوئی روشن و واضح دلیل بھی نہ تھی؛	وَكَانَكَ لَمْ تَكُنِ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكَ ؛
16	اور گویا تمہارے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ تھا کہ تم اس امت کو دھوکہ اور فریب دے کر اس کی دنیا اور مال لوٹ لو؛	وَكَانَكَ اِنَّمَا كُنْتُ تَكِيْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ عَنْ دُنْيَاهُمْ ؛
17	اور امت کا مال و متاع چھین لینے کے لئے اس کے غافل ہو جانے کا موقع تلاش کرتے رہے؛ اور	وَتَنَوِيْ غَرَّتْهُمْ عَنْ فَيْتِهِمْ ؛
18	جیسے ہی تمہیں امت کے مال میں بھرپور خیانت کرنے کا موقع ملا تو تم بڑی تیزی سے حملہ آور ہو گئے؛	فَلَمَّا اَمَكْنَتَكَ الشَّدَّةُ فِىْ خِيَانَةِ الْاُمَّةِ اَسْرَعْتَ الْكُرَّةَ ؛
19	اور جلدی سے لوٹ مار چا دی؛	وَاعَاجَلْتَ الْوُقْبَةَ ؛
20	اور جتنا تجھ سے بن پڑا اپنے مقدر و بھران کے ایسے اموال کو ہڑپ کر لیا جو بیواؤں اور یتیموں کیلئے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ اور اسی طرح جھپٹے مارے جس طرح ایک تیز و تند بھیڑ یا ایک زخمی اور خوفزدہ بکری کو اٹھالے جاتا ہے؛	وَاحْطَفَتْ مَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ اَمْوَالِهِمُ الْمَصُوْنَةَ لَا رَاْمِلِهِمْ وَاَيَّتَامِهِمْ اخْتِطَافِ الدِّئْبِ الْاَزَلِّ دَامِيَّةِ الْمُعْزَى الْكَسِيْرَةَ ؛
21	پھر تم نے خوشی خوشی اس لوٹ کے مال کو حجاز روانہ کر دیا اور تجھے،	فَحَمَلْتُهُ اِلَى الْحِجَازِ رَحِيْبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهِ ؛
22	ذرا برابر بھی احساسِ گناہ نہ ہوا کہ میں مال حرام بھیج رہا ہوں؛	غَيْرِ مُتَاتِمٍ مِنْ اَخْذِهِ ؛
23	گویا تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ حرام کی اولاد تو تیرے سوا کوئی اور ہے اور تو اپنے ماں باپ سے ورثہ میں پایا ہوا مال اپنے اہل و عیال کو بھیج رہا ہے؛	كَانَكَ - لَا اَبَالَغِيْرِكَ حَدَرْتُ اِلَى اَهْلِكَ تُرَاثَكَ مِنْ اَبِيْكَ وَاُمِّكَ ؛
24	سبحان اللہ تمہاری بے دینی پر۔ کیا تو قیامت میں مواخذہ پر ایمان نہیں رکھتا ہے؟	فَسُبْحَانَ اللّٰهِ ! اَمَاتُوْ مِنْ بِالْمَعَادِ ؟
25	یا تو قیامت کے روز کے حساب کتاب سے بھی نہیں ڈرتا ہے؟	اَوْ مَا تَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ ؟
26	اے وہ شخص جسے ہم دانشوروں میں سمجھتے تھے،	اَيُّهَا الْمَعْدُوْدُ كَانَ عِنْدَنَا مِنْ ذَوِي الْاَلْبَابِ ؛
27	تجھے وہ کھانا اور پینا کیسے بھلا لگتا ہے جس کے متعلق تمہیں معلوم ہے کہ وہ حرام ہے اور تم حرام ہی کو کھا رہے ہو اور حرام ہی کو پی رہے ہو؛	كَيْفَ تُسَيِّغُ شَرَابًا وَّطَعَامًا وَّأَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّكَ تَأْكُلُ حَرَامًا وَّتَشْرَبُ حَرَامًا ؟
28	اور تم اس مال سے کنیریں خریدتے ہو۔ جو یتیموں مسکینوں اور بیواؤں اور مومنین اور	وَتَبْتَاْعُ الْاِمَاءَ وَتَنْكِيْحُ النِّسَاءَ مِنْ مَّالِ الْيَتَامَى

مجاہدین کا مال ہے جنہیں اللہ نے یہ اموال واپس دلائے ہیں؛	وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدِينَ الَّذِينَ آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ هَذِهِ الْأَمْوَالُ ؛ وَأَحْرَزَ بِهِم هَذِهِ الْبِلَادَ ؛ فَاتَّقِ اللَّهَ وَارْزُقْ إِلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ أَمْوَالَهُمْ ؛
29 اور جن کے ذریعہ اللہ نے ان شہروں کا تحفظ کرایا تھا؛	فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ تُمْ أَمْكَنِي اللَّهُ مِنْكَ لَا عُذْرَ لِي إِلَى اللَّهِ فِيكَ ؛
30 چنانچہ تم اللہ سے بچ کر رہو اور ذمہ داری اختیار کر لو اور تمام ہڑپ کیا ہوا مال اسی قوم کو واپس کر دو جو میں بیان کر چکا ہوں؛	وَلَا ضَرْبَتَكَ بِسَيْفِي الَّذِي مَاضَتْ بِهِ أَحَدًا إِلَّا دَخَلَ النَّارَ ؛
31 چنانچہ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قدرت اور تسلط دے دیا تو میں خود کو اللہ کے حضور تمہارے معاملے میں سرخرو کروں گا (اور وہ مال واپس لوں گا)۔	وَاللَّهُ لَوْ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِي فَعَلْتَ مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِي هَوَادَةٌ ؛
32 اور اپنی اسی تلوار سے تمہیں ماروں گا جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا وہ سیدھا جہنم میں پہنچا ہے؛	وَلَا ظَفِرَ مِنِّي بِإِرَادَةٍ ؛ حَتَّى أَخْذَ الْحَقِّ مِنْهُمَا ؛ وَأَزِيلَ الْبَاطِلَ عَنْ مَظْلَمَتِهِمَا ؛
33 اور تم بخدا اگر حسن اور حسین بھی وہی کچھ کرتے جو کچھ تم نے کیا ہے تو میں ان کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ وہ مجھ سے اپنی کوئی سفارش منوا سکتے؛	وَأُقْسِمُ بِاللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ : مَا يَسْرُنِي أَنْ مَا أَخَذْتَهُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ حَلَالًا لِي أَتْرُكُهُ مِيرَاثًا لِمَنْ بَعْدِي ؛
34 اور نہ مجھے میرے ارادے سے پھرا سکتے؛	فَضَحَّ رُوَيْدًا فَكَانَتْكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدَى ؛ وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرَى ؛
35 یہاں تک کہ میں ان سے حق کو واپس لے لیتا؛	وَعَرِضَتْ عَلَيْكَ أَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِي يُنَادِي الظَّالِمُ فِيهِ بِالْحَسْرَةِ ؛ وَيَتَمَنَّى الْمُضْطَبُّ فِيهِ الرَّجْعَةَ ؛
36 اور ان کے کئے ہوئے ظلم سے پیدا ہونے والے باطل نتائج کو مٹا دیتا؛	وَلَا تَحِينُ مَنَاصٍ -
37 اور میں رب العالمین کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ مال جو تم نے حرام طریقہ پر ہڑپ کر لیا ہے اگر میرے لئے حلال ذریعہ سے آیا ہوتا تو بھی مجھے اسکو اپنے وارثوں کیلئے بطور ترکہ چھوڑنے میں بھی کوئی خوشی نہ ہوتی (یعنی میں مال جمع ہی نہ ہونے دیتا)	
38 تم ذرا ہوش سنبھالو اور سوچو کہ تم اپنی عمر کے آخری دور سے گزر رہے ہو؛	
39 اور حقیقتاً مٹی کے نیچے دفن ہو چکے ہو؛	
40 اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور وہ ایسا مقام ہوگا جہاں ظالم حسرت و یاس سے فریاد کر رہے ہوں گے۔ اور یوں عمر کو برباد کرنے والے دنیا میں پلٹ کر جانے کی تمنا کر رہے ہوں گے؛	
41 حالانکہ اس وقت اللہ کے انتقام و عذاب سے بھاگنے اور پناہ لینے کا موقع نہ ہوگا۔	

تشریح:- عبداللہ ابن عباس کی غداریاں ہم نے ڈاکٹر طہ حسین مرحوم کے قلم سے خطوط نمبر 21-20 کی تشریحات میں بیان کر دئے ہیں۔ یہاں ڈاکٹر طہ حسین کی شکایت کرنا چاہتے ہیں اور شکایت یہ ہے کہ انہوں نے بھی عبداللہ ابن عباس کی طرفداری کی ہے۔ یعنی انہوں نے جو حضرت علی اور عبداللہ بن عباس کی خط و کتابت نقل کی ہے اس میں خط نمبر 41 کے بعض ایسے جملوں کو نہیں لکھا جن سے عبداللہ کی مذمت اور غدارگی میں سنگینی پیدا ہوتی تھی۔ یعنی طہ

حسین نے عبداللہ کی عزت بچانے میں کافی کوشش کی ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ طہ حسین خلافت قریش کو برحق مانتے ہیں انکی تمام اسکیموں اور منصوبوں کو صحیح مانتے ہیں اور اسی بنا پر وہ سنی المذہب ہیں۔ مگر نہج البلاغہ سے متعلق شیعہ علماء سے ہزار درجہ بہتر ہیں جنہوں نے عبداللہ ابن عباس کو حضرت علی علیہ السلام کی زد اور جرائم سے بچانے کیلئے عبداللہ بن عباس کا نام بھی چھپا دیا ہے اور نہج البلاغہ کے قاریوں کو یہ پتہ نہ چلنے دیا کہ خطوط نمبر 41-40 عبداللہ بن عباس کے نام لکھے گئے تھے۔ بہر حال ہم نے یہ پردہ ہٹا دیا اور ڈاکٹر طہ کی مدد سے عبداللہ ابن عباس کی خیانت، محسن کشی اور غداری السم نشر کر دی ہے۔ اور اگر کچھ بچا تھا تو زیر نظر خط (نمبر 41) سے صاف ہو جاتا ہے اس میں عبداللہ کو حراخوڑ (جملہ 28-27) فرمایا واجب القتل اور جہنمی کہا ہے (33-32) ہم محمد و آل محمد کے ساتھ زیادتی کریں والے اور انکے دشمنوں سے رعایت کرنے کو معاف نہیں کرتے۔

(نمبر 42) خط الی غمیر ابن ابی سلمة المخزومی، وکان عاملہ علی البحرین فعزلہ واستعمل

نعمان ابن عجلان الزرقی مکانہ: یہ خط جناب عمر ابن ابی سلمہ مخزومی کو لکھا گیا تھا جب کہ وہ بحرین کے گورنر تھے اور حضرت علی علیہ السلام ملک شام پر حملہ کرنے کے لئے انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ اور ان کی جگہ نعمان بن عجلان کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي قَدْ وُئِيتُ نِعْمَانَ ابْنَ عَجْلَانَ الزُّرْقِيَّ عَلَى الْبَحْرَيْنِ؛	1	حمدرشائے خدا ورسول کے بعد معلوم ہو کہ میں نے نعمان ابن عجلان زرقی کو بحرین کا حکمران مقرر کر دیا ہے؛
2	وَنَزَعْتُ يَدَكَ بِأَذَمِّ لَكَ وَلَا تَتْرِبُ عَلَيْكَ؛	2	اور بلا کسی الزام اور کوتاہی اور تمہاری اہلیت میں خامی دیکھتے ہوئے تمہیں حکومت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور تمہارے خلاف کوئی باز پرس بھی نہیں ہے؛
3	فَلَقَدْ أَحْسَنْتَ الْوِلَايَةَ؛	3	حقیقت یہ ہے کہ تم نے نہایت عمدہ اور کامیاب طریقے سے حکومت کی ہے؛
4	وَأَدَيْتَ الْأَمَانَةَ؛	4	اور اپنی سپردہ امانت کو ٹھیک ٹھیک ادا کیا ہے؛
5	فَأَقْبِلْ غَيْرَ ظَنِينٍ وَلَا مَلُومٍ؛	5	چنانچہ تم میرے پاس آ جاؤ نہ تم پر کوئی بدگمانی ہے نہ ملامت کی کوئی بات ہے؛
6	وَلَا مَتَّهِمٍ وَلَا مَأْتُومٍ؛	6	نہ تم پر کوئی تہمت ہے نہ تم خطا کار ہو؛
7	فَلَقَدْ أَرَدْتُ الْمَسِيرَ إِلَى ظَلَمَةِ أَهْلِ الشَّامِ؛	7	حقیقت یہ ہے کہ میں نے ملک شام کے ظالموں پر فوج کشی کا ارادہ کر لیا ہے؛
8	وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَشْهَدَ مَعِيَ؛	8	اور مجھے تمہارا اپنے ساتھ ساتھ رہنا محبوب ہے؛
9	فَإِنَّكَ مِمَّنْ اسْتَظْهَرَ بِهِ عَلَى جِهَادِ الْعُدُوِّ وَإِقَامَةِ عَمُودِ الدِّينِ؛ انشاء الله -	9	کیونکہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو جہاد میں ساتھ لیکر دشمن پر غلبہ پایا جاسکتا ہے اور جنگی مدد سے دین کے ستون قائم کئے جاسکتے ہیں۔ انشاء الله -

تشریح: یہاں یہ بتانا ہے کہ جناب عمر ابن ابی سلمہ اور جناب نعمان دونوں پسندیدہ صحابہ میں سے تھے۔ جناب عمر ابن ابی سلمہ کو کتابوں میں عمر و لکھا گیا ہے جو غلط ہے اور جناب نعمان انصاری تھے اور وہاں بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ دونوں حضرات کو علمائے بہترین اور معتبر راویان حدیث میں شمار کیا ہے۔ یہ حضرات محمد و آل محمد سلام اللہ علیہم کے نہ صرف ہمدرد و فداکار تھے بلکہ تبلیغ دین میں خاص مقام رکھتے تھے ان سے ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے۔ رضی اللہ عنہما

(نمبر 43) خط

إِلَى مَصْفَلَةَ ابْنِ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِي وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى أَرْضِ شِيرِ خَرَّةَ:

مصفلہ بن ہبیرہ شیبانی کے نام جو صوبہ اردشیر خرہ پر آپ کا گورنر تھا (مال کی غلط تقسیم پر تنبیہ فرمائی ہے)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	مجھے تمہارے متعلق ایسی خبر ملی ہے کہ اگر تم نے وہ کام کیا ہو تو تم نے اپنے معبود کو خفا کر دیا ہے؛	بَلَّغْنِي عَنْكَ أَمْرًا إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ إِلَهَكَ؛
2	اور اپنے امام کو بھی غضبناک کیا ہے؛	وَأَغْضَبْتَ إِمَامَكَ؛
3	اور وہ خبر یہ ہے کہ تم نے مسلمانوں کے اُس مال نے کو کہ جسے ان کے نیزوں کی بھالوں نے اور گھوڑوں کی دوڑ بھاگ نے حاصل کیا تھا؛	أَنَّكَ تَقْسِمُ فِيَّ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي حَارَتْهُ رِمَاحُهُمْ وَخِيُولُهُمْ؛
4	اور جس کو لینے کے لئے ان کے خون بہے تھے (اس مال کو)	وَأُرِيفَتْ عَلَيْهِ دِمَاؤُهُمْ؛
5	تو اپنی قوم کے گنواروں میں تقسیم کر رہا ہے اسلئے کہ وہ بد و تیرے طرفدار ہیں؛	فِيْمَنْ اعْتَمَاكَ مِنْ أَعْرَابِ قَوْمِكَ؛
6	چنانچہ اسی ذات کی قسم جس نے بیچوں کو پھاڑ کر پودے اگائے، اور جانداروں کو پیدا کیا ہے؛	فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ؛
7	اگر وہ تقسیم ایک حقیقت نکلی تو تم میری نگاہ میں بالکل گھٹیا درجہ کے آدمی رہ جاؤ گے؛	لَئِنْ كَانَ ذَلِكَ حَقًّا لَتَجِدَنَّ بِيكَ عَلَيَّ هَوَانًا؛
8	اور تمہارے اعمال و کردار و طرز حکومت کا پلڑا ہلکا ہو کر رہ جائے گا۔	وَلَتَخْفِنَّ عِنْدِي مِيرَانًا؛
9	چنانچہ تم اپنے پروردگار کے حق کو معمولی اور ادنیٰ نہ سمجھا کرو؛	فَلَا تَسْتَهِنَنَّ بِحَقِّ رَبِّكَ؛
10	اور دین کو بھینٹ چڑھا کر اپنی دنیا نہ سنوارو؛	وَلَا تُصْلِحْ دُنْيَاكَ بِمَحْقِ دِينِكَ؛
11	ورنہ سمجھ لو کہ اعمال کے معاملے میں تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے؛	فَتَكُونُ مِنَ الْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا؛
12	خبردار ہو کر سنو کہ تمہارے اور میرے سامنے جتنے بھی مسلمان ہیں فے کے اس مال کی تقسیم میں برابر کے حقدار و حصہ دار ہیں؛	أَلَا وَإِنَّ حَقَّ مَنْ قَبْلَكَ وَقَبْلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي قِسْمَةِ هَذَا الْقِيءِ سَوَاءٌ؛
13	اسی قاعدے کے مطابق وہ مال لینے کے لئے میرے پاس آتے ہیں؛	يَرِدُونَ عِنْدِي عَلَيْهِ؛
14	اور اُسے لے کر چلے جاتے ہیں۔	وَيَصْطُرُونَ عَنْهُ -

تشریح:- جنگ نہرواں سے جو خارجی زندہ بچ گئے انہوں نے معاویہ کی بتائی ہوئی اسکیم کے ماتحت دیہات اور شہروں میں پھیل کر ایسے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانا شروع کیا جو دین سے کسی طرح بیزار تھے یا زکوٰۃ ادا کرنا پسند نہ کرتے تھے یا انہیں جزیہ دیننا ناگوار تھا۔ ایسے گروہ جمع کر کے لوٹ مار و قتل و غارت شروع کر دیتے تھے۔ چنانچہ حریت نام کا ایک خارجی ملک میں قتل و غارت کرتا پھرتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُس کے فتنے کو ختم کرنے کے لئے جناب معقل بن قیس کو تعینات فرمایا تھا جس نے آخر حریت کو قتل کر دیا۔ اُس کے گروہ کے تمام مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا جو پانچ سو کے قریب تھے۔ ان سب

کولئے ہوئے جب وہ اردشیرخرہ پہنچا تو اُن قیدیوں نے اردشیرخرہ کے گورنر مصقلہ کے سامنے فریاد کی کہ ہمیں رہا کرادو۔ اُس نے معقل بن قیس سے کہا کہ آپ یہ سب قیدی میرے ہاتھ فروخت کر دیں میں پانچ لاکھ درہم حضرت علی علیہ السلام کو ارسال کر دوں گا اور پہلی قسط فوراً روانہ کرتا ہوں۔ معقل بن قیس نے ان غیر مسلم باغیوں کو مصقلہ کے سپرد کر دیا اور اُس نے اُن قیدیوں کو رہا کر دیا۔ جب جناب معقل بن قیس کوفہ میں حضور علیہ السلام کے حضور پہنچے تو یہ سارا قصہ بھی بیان کر دیا اور حضرت علی علیہ السلام نے پسند کیا اور اس اقدام کو سراہا۔ کچھ دن تک مذکورہ و موعودہ قسط کی رقم کا انتظار فرمایا۔ آخر حضورؐ نے پیغام بھیجا کہ یا تو رقم بھیجو یا خود حاضری دو۔ چنانچہ مصقلہ حاضر ہوا اور دو لاکھ درہم پیش کر دئے اور واپس جا کر معاویہ کی پناہ لے لی۔ اس نے مصقلہ کو طبرستان کا حاکم بنا دیا تھا۔ لہذا باقی رقم کے لئے مندرجہ بالا خط لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر طحسین نے بھی یہ سارا قصہ لکھا ہے۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو مصقلہ کا فرار کر جانا معلوم ہوا تو فرمایا: ”اللہ مصقلہ کا برا کرے کام تو اُس نے شریفوں ایسا کیا تھا۔ لیکن غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔“

مصقلہ کے بھائی نعیم بن ہبیرہ شیبانی حضرت علی علیہ السلام کے پختہ کار صحابی تھے اور مصقلہ کو بہت ملامت انگیز خط لکھا تھا۔ مصقلہ نے انہیں بھی حضرت علی علیہ السلام سے توڑنا اور معاویہ سے جوڑنا چاہا تھا۔ لیکن ناکام و نامراد رہا اور زندگی بھر معاویہ کی خدمت کرتا رہا۔

(نمبر 44) خط الی زیاذ ابن ابيه وَقَدْ بَلَغَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْهِ يُرِيدُ خَدِيدُ عَتَهُ بِاسْتِئْذَانِهِ

زیاد کے نام علی علیہ السلام نے خط لکھا جب حضورؐ کو معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اپنے خاندان میں شامل کرنے کیلئے دھوکہ دینے کی کوشش کی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	اور میں یہ پہچان گیا ہوں کہ معاویہ نے تمہیں خط لکھ کر تمہاری سوجھ بوجھ کو ڈگمگانا چاہا ہے؛	وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ ؛
2	اور تمہاری تیز فہمی کو سست کرنے کا ارادہ کر لیا ہے؛	وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ ؛
3	تم اُس سے بچ کر رہنا یقیناً وہ ایسا شیطان ہے کہ:-	فَاخْذَرُهُ فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ ؛
4	آدمی کے سامنے سے بھی۔ پیچھے سے بھی بہکانے کے لئے آتا ہے؛	يَأْتِي الْمَرْءَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ ؛
5	اور داپنے سے بھی اور بائیں طرف سے بھی تاک لگائے رکھتا ہے؛	وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ؛
6	تاکہ غفلت کی حالت میں موقع پا کر اس کو پھانس لے؛	لِيَقْتَحِمَ غَفْلَتَهُ ؛
7	اور اس کی بصیرت پر مسلط ہو جائے؛	وَيَسْتَلْبِ غَرَّتَهُ ؛
8	واقعہ یہ تھا کہ ابوسفیان نے عمر بن خطاب کے زمانہ میں بلا سوچے سمجھے ایک بات کہہ دی تھی جو اس کی خیالی بات تھی؛	وَقَدْ كَانَ مِنْ أَبِي سُفْيَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ
9	اور وہ شیطانی وسوسوں میں سے شیطان کا ایک وسوسہ تھی؛	فَلْتَهُ مِنْ حَدِيثِ النَّفْسِ ؛
10	جس سے نہ تو نسب ہی ثابت ہو سکتا ہے؛	وَنَزْعَةً مِنْ نَزْعَاتِ الشَّيْطَانِ ؛
11	اور نہ اُس بات سے وارث ہی قرار پاتا ہے؛	لَا يَبْتُ بِهَا نَسَبٌ ؛
		وَلَا يُسْتَحَقُّ بِهَا ارْثٌ ؛

اور اُس بات سے متعلق شخص ایسا ہے جیسے شراب خواری کی محفل میں بن بلائے آنے والا کہ اُسے دھکے مار کر نکال دیا جاتا ہے؛	12	وَالْمُتَعَلِّقُ بِهَا كَالْوَاعِلِ ؛
یا گھوڑے کی زین پر لٹکنے والے پیالے کی طرح جو ادھر سے ادھر ٹکراتا رہتا ہے۔	13	الْمُدْفَعُ ؛ وَالنَّوْطُ الْمُدْبَدْبُ ؛

تشریح:۔ حضرت علی علیہ السلام نے ابوسفیان کی جس بات کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ تھی کہ زیاد نے عمر بن خطاب کے زمانہ میں ایک نہایت موثر تقریر کی تھی جس پر حضرت عمر نے اور دیگر لیڈروں نے بڑی تعریف کی تھی۔ اور ابوسفیان نے کہا تھا کہ زیاد میرے لطفے سے ہے۔ چنانچہ جب زیاد نے حضرت علی کا یہ خط (44) پڑھا تو کہا کہ ”یہ خط ابوسفیان کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔“ یعنی زیاد کو اس خط سے یقین ہو گیا کہ وہ ابوسفیان ہی کا نطفہ اور بیٹا ہے۔ وہ عورت جس سے زیاد پیدا ہوا تھا اُس کا نام سمیہ تھا جو حارث بن کلدہ کی بدچلن عورت تھی جو کھل کر پیشہ کرتی تھی اور دن رات لوگ اپنی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لئے اُس کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور یہ ایک حقیقت تھی کہ ابوسفیان نے بھی اُس سے اپنا منہ کالا کیا تھا۔ لیکن یہ پتہ چلانا ممکن نہ تھا کہ زیاد ابوسفیان ہی کا نطفہ تھا۔ بہر حال معاویہ نے اپنے چاروں طرف عرب کے دانشوروں کا حلقہ جمع کر لیا تھا اور اس حلقہ میں زیاد کی کمی تھی لہذا معاویہ نے اس پرانی گفتگو پر بنیاد رکھ کر زیاد کو اپنا بھائی بنانے کا منصوبہ بنایا اور رفتہ رفتہ زیاد کو بھی راضی کر لیا اور اعلان کر دیا کہ زیاد معاویہ کا حقیقی بھائی اور ابوسفیان کا بیٹا ہے۔ گو معاویہ کے بعد یہ بھائی چارہ غلط ثابت ہو گیا تھا۔

(نمبر 45) خط
إِلَى عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفِ الْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْبَصْرَةِ وَقَدْ بَلَغَهُ
أَنَّهُ دُعِيَ إِلَى وِلَايَةِ قَوْمٍ مِنْ أَهْلِهَا فَمَضَى إِلَيْهَا ”جب علی علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی کہ بصرہ کا گورنر جناب عثمان ابن حنیف کو بصرہ کی ایک قوم نے ولیمہ کی دعوت میں مدعو کیا تھا اور انہوں نے شرکت کی تو انہیں یہ خط لکھا تھا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول واضح ہو کہ اے ابن حنیف مجھے معلوم ہوا ہے کہ بصرے کے جوانوں میں سے ایک جوان نے تمہیں ایک تقریب میں کھانے پر دعوت دی تو تم بڑی عجلت سے لپکتے ہوئے پہنچے؛	1	أَمَّا بَعْدُ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا مِنْ قَبِيلَةِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَعَاكَ إِلَى مَادِيَةِ فَأَسْرَعْتَ إِلَيْهَا ؛
جہاں تمہارے سامنے ہر رنگ کے نفیس کھانے پیش کئے جا رہے تھے؛	2	تُسْتَطَابُ لَكَ الْأَلْوَانُ ؛
اور بڑی بڑی پلیٹیں طرح طرح کے کھانوں سے بھری ہوئی تمہاری طرف بڑھائی جا رہی تھیں؛	3	وَتُنْقَلُ إِلَيْكَ الْجِفَانُ ؛
مجھے یہ توقع نہ تھی کہ تم ایک ایسی قوم کی دعوت قبول کرو گے جو غرباء اور فقراء کو دھتکارتی ہو؛	4	وَمَا ظَنَنْتُ أَنَّكَ تُجِيبُ إِلَى طَعَامِ قَوْمٍ عَائِلُهُمْ مَجْفُوفٌ ؛
اور غنی و دولت مندوں کو دعوت میں مدعو کرتی ہو؛	5	وَعَيْتُهُمْ مَدْعُوفٌ ؛
چنانچہ تم جن نعمتوں کو چاہتے ہو ان پر غور کر لیا کرو؛	6	فَانظُرْ إِلَى مَا تَقْضِيهِ مِنْ هَذَا الْمَقْضَمِ ؛

7	اور جس لقمے پر تمہاری معلومات میں شبہ ہوا سے چھوڑ دیا کرو؛	فَمَا اسْتَبَبَ عَلَيْكَ عِلْمُهُ فَالْفِضَّةُ ؛
8	اور جس کھانے کے پاکیزہ اور حلال ہونے کا تمہیں یقین حاصل ہو کرے اُسے کھالیا کرو؛	وَمَا اَيَقْنَتَ بِطَيْبٍ وَجْهَهُ فَنَلُّ مِنْهُ ؛
9	آگاہ ہو جاؤ کہ ہر ماموم کا ایک امام ہوتا ہے جس کی وہ شخص پیروی کرتا ہے؛	اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَامُوْمٍ اِمَامًا يَفْتَدِي بِهٖ ؛
10	اور جس کے علم کی روشنی سے وہ نور حاصل کرتا ہے؛	وَيَسْتَضِيءُ بِنُوْرِ عِلْمِهٖ ؛
11	خبردار ہو کر نوٹ کرو کہ تمہارے امام نے دُنیا کے تمام سامان میں سے دو چادروں پر اکتفا کر لیا ہے؛	اَلَا وَاِنَّ اِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفَى مِنْ دُنْيَاهُ بِطَمْرِيْهِ ؛
12	اور کھانے والی نعمتوں میں سے صرف (جو کی) دو روٹیوں پر گزارا کرنا طے کر رکھا ہے؛	وَمِنْ طُعْمِهٖ بِطَمْرِيْهِ ؛
13	خبردار اگر تم اپنے امام کے اس طریقے پر مستقل عمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو لیکن تم اس سلسلے میں پاک دامنی اور کوشش کر کے تو میری مدد کر ہی سکتے ہو؛	اَلَا وَاِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلٰی ذٰلِكَ وَلٰكِنْ اَعِيْنُوْنِيْ بِوَرَعٍ وَّاجْتِهَادٍ ؛
14	اور نیک چلنی اور خوش کرداری میں تو پیروی کرتے رہو؛	وَعَفَّةٍ وَّسَدَادٍ ؛
15	چنانچہ میں نے تمہاری اس دنیا سے سونا چاندی سمیٹ کر ذخیرہ نہیں کیا ہے؛	فَوَاللّٰهِ مَا كَنْزْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ تَبْرًا ؛
16	اور نہ اس کی نعمتوں میں سے بہت سی دولت کا ذخیرہ کیا ہے؛	وَلَا اذْخَرْتُ مِنْ غَنَائِمِهَا وَفَرًا ؛
17	اور میں یہ جو پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہوں ان کے علاوہ میرے پاس نہ نئے کپڑے ہیں نہ پرانے؛	وَلَا اَعْدَدْتُ لِوَالِيْ ثُوْبِيْ طَمْرًا ؛
18	البتہ اس آسمان کے سایہ کے نیچے جتنی چیزیں آتی ہیں ان میں سے ہمارے قبضے میں ایک فدک ہی رہ گیا تھا،	بَلٰى كَانَتْ فِىْ اَيْدِيْنَا فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَا اَظْلَمَتْهُ السَّمَاۗءُ ؛
19	چنانچہ ایک قوم کو اس پر بھی بخل اور تنگدلی نے گھیر لیا تھا؛	فَشَحَّتْ عَلَيَّهَا نَفُوْسُ قَوْمٍ ؛
20	اور دوسری قوم نے اس کے چھین لئے جانے پر غصہ کے سوا اور کوئی پرواہ نہ کی تھی،	وَسَخَّتْ عَنْهَا نَفُوْسُ قَوْمٍ اٰخِرِيْنَ ؛
21	اور اس غصب و نہب کا بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔	وَنِعْمَ الْحَكْمُ اللّٰهُ ؛
22	اور میں فدک ہو یا فدک کے علاوہ کوئی اور جائیداد ہو اُسے لے کر کرتا ہی کیا؟ جب کہ انسان کی منزل کل کو قبر میں جانا طے شدہ بات ہے؛	وَمَا اَصْنَعُ بِفَدَكٍ وَعَبِيْرٍ فَدَكٍ وَالنَّفْسُ مَطْلَانُهَا فِىْ غَدِجَدَتٍ ؟
23	جہاں قبر کے اندھیرے میں آدمی کے سارے نشانات مٹ جائیں گے؛	تَنْقَطِعُ فِىْ ظُلْمَتِهٖ اَنْاْرُهَا ؛
24	اور اس کی خبریں بھی ختم ہو کر رہ جائیں گی؛	وَتَغِيْبُ اَخْبَارُهَا ؛
25	وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اسکو کشادہ بھی کر دیا جائے،	وَحُفْرَةٌ لَوْ زِيْدَ فِىْ فُسْحَتِهَا ؛
26	اور قبریں کھودنے والوں کے ہاتھ برابر اُسے کشادہ کرتے بھی رہیں تب بھی پتھر اور کنکر گر کر کراُسے تنگ کر دیں گے؛	وَاَوْ سَعَتْ يَدَا حَافِرِهَا لَا ضَغَطَهَا الْحَجْرُ وَالْمَدْرُ ؛

27	اور لگا تا گر تے رہنے والی مٹی قبر کی دراڑیں تک بند کر دے گی؛	وَسَدُّ فَرْجَهَا التُّرَابُ الْمُتَمَرِّكِمُ ؛
28	اور مجھے تو اس کے سوا اور کوئی لگن ہے ہی نہیں کہ تقوائے خداوندی کی مدد سے اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں تاکہ وہ خوف کے سب سے بڑے دن امن میں رہے۔ اور خوف و دہشت سے اُسے سابقہ نہ پڑے؛	وَأِنَّمَا هِيَ نَفْسِي أَرُوْضَهَا بِالتَّقْوَى لِتَأْتِيَ أَمِنَةً يَوْمَ الْخَوْفِ الْأَكْبَرِ ؛
29	اور اُن جگہوں پر ثابت قدم رہے جہاں پیر پھسل جاتے ہیں؛	تَثَبَّتْ عَلَى جَوَانِبِ الْمَزَلِقِ ؛
30	اور اگر میں نے چاہا ہوتا تو وہ راستہ نکال لیتا کہ مجھے صاف شہد ملتا رہتا،	وَلَوْ شِئْتُ لَأَهْتَدَيْتُ الطَّرِيقَ إِلَى مُصَفًى هَذَا الْعَسَلِ ؛
31	اور گندم کے نشاستہ کی روٹی فراہم ہوتی رہتی،	وَلُبَابِ هَذَا الْقَمْحِ ؛
32	اور ریشمین کپڑے موجود رہتے،	وَنَسَائِجِ هَذَا الْقَرِّ ؛
33	لیکن افسوس کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ میری خواہشیں مجھے مغلوب کر سکیں،	وَلَكِنْ هِيَ هَاتِ أَنْ يَغْلِبَنِي هَوَايَ ؛
34	اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ مجھ پر میری حرصِ عمدہ اور لذتِ کھانوں کی فراہمی کا دباؤ ڈال سکے جب کہ حجاز اور یمامہ میں شاید ایسے لوگ موجود ہوں جنہیں ایک روٹی ملنے کی اُمید بھی نہ ہو؛	وَيَقُوْدُنِي جَشْعِي إِلَى تَخْيِيرِ الْأَطْعَمَةِ وَلَعَلَّ بِالْحِجَازِ أَوْ الْيَمَامَةِ مَنْ لَا طَمَعَ لَهُ فِي الْقُرْصِ ؛
35	اور یہ مادی وعدہ ہی اُن کے لئے نہ ہو کہ پیٹ بھر کھانے کو ملے گا؛	وَلَا عَهْدَ لَهُ بِالشَّيْبِ ؛
36	یاد یہ کہ میں پیٹ بھر کر سوتا رہوں اور میرے چاروں طرف بھوکے پیاسے لوگ تڑپ تڑپ کر رات گزار رہے ہوں؛	أَوْ أَبَيْتَ مِبْطَانًا وَحَوْبِي بَطُونٌ غَرْتِي ؛
37	اور بھوک سے اُن کے جگر جل رہے ہوں؛	وَ أَكْبَادٌ حَرَّتِي ؛
38	یا میں ویسا ہی بن جاؤں جیسا کہ ایک کہنے والے نے نقشہ کھینچا ہے کہ:	أَوْ أَكُونُ كَمَا قَالَ قَائِلٌ :
39	”تجھے تیری یہ بیماری زیب دیتی ہے کہ تو پیٹ بھر کر بے غل و غش سوتا رہتا ہے اور تیرے گرد ایسے جگر بھوک سے تڑپ رہے ہوں جنہیں سوکھا چڑا اُبال کر پینے کو نہ ملتا ہو !	وَ حَسْبُكَ دَاءٌ أَنْ تَبَيْتَ بِبَطْنَةٍ ☆ وَ حَوْلَكَ أَكْبَادٌ تَحْنُ إِلَى الْقَدِّ !
40	کیا میں اس حالت پر قناعت کر لوں کہ لوگ مجھے امیر المؤمنین کہتے رہیں اور میں اُن کی تکلیفوں میں اور زمانہ کی ناگوار یوں میں شرکت سے باز رہوں؟	أَأَقْنَعُ مِنْ نَفْسِي بِأَنْ يَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ لَا أَشَارَ كَهُمْ فِي مَكَارِهِ الدَّهْرِ ؟
41	اور زندگی کی تلخیوں میں اُن کے لئے نمونہ نہ بنوں؟	أَوْ أَكُونُ أُسْوَةً لَهُمْ فِي جُشُوبَةِ الْعَيْشِ ؛
42	مجھے اس لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر و تلاش میں لگا رہوں اور اُس بندھے ہوئے چوپائے کی مانند ہو جاؤں جسے اپنے چارے ہی کی فکر رہتی ہے؛	فَمَا خِلَقْتُ لِيَشْغَلَنِي أَكْلُ الطَّيِّبَاتِ كَالْبَهِيمَةِ الْمَرْبُوطَةِ هُمَهَا عَلْفُهَا ؛
43	یا اُس آوارہ پھرنے والے چوپائے کی طرح ہو جاؤں جو چاروں طرف منہ مارتا پھرتا ہے؛	أَوِ الْمُرْسَلَةِ شُغْلَهَا تَقْمُمُهَا ؛
44	اور جو کچھ ملتا ہے اپنا پیٹ بھر لیتا ہے؛	تَكْتَرِسُ مِنْ أَغْلَا فِيهَا ؛

45	اور اُس مقصد سے غافل رہتا ہے جو اُس کے پالنے اور آزاد چھوڑنے کا تھا؛	وَتَلَهُوْ عَمَائِرُ اُدْبِهَا ؛
46	کیا میں بھی بلا مقصد آزاد چھوڑ دیا گیا ہوں؟	اَوْ اُتْرُكُ سُدًى ؛
47	یا بے معنی اور فضول پیدا کیا گیا ہوں؟	اَوْ اُهْمَلَّ عَابِنًا ؛
48	تا کہ میں گم کرنے والی رسیوں اور راہوں میں اُلجھتا رہوں؟	اَوْ اَجْرَحِبِلَ الصَّلَالَةِ ؛
49	اور بھٹکتے اور بیٹکتے رہنے کے مقامات میں منہ اٹھائے پھرتا رہوں؟	اَوْ اَعْتَسِفَ طَرِيقَ الْمَتَاهَةِ ؛
50	اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ:	وَكَانِيْ بِقَائِلِكُمْ يَقُوْلُ :
51	اگر کھانے پینے میں اسی گھٹیا درجہ کی کمزور کر دینے والی خوراک پر علیٰ ابن ابیطالب نے انحصار رکھا تو کمزوری اور ناتوانی انہیں اپنے بہادر حریفوں سے جنگ کرنے سے روک دے گی؛	اِذَا كَانَ هَذَا قُوْتِ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَدْ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ عَنْ قِتَالِ الْاَقْرَانِ وَمُنَازَلَةِ الشُّجْعَانِ ؟
52	مگر خبردار ہو کر غور کرو کہ جنگ کی لکڑی مضبوط ہوا کرتی ہے؛	اَلَا وَاِنَّ الشَّجْرَةَ الْبَرِيَّةَ اَصْلَبُ عُوْدًا ؛
53	اور تروتازہ درختوں کی چھال اور لکڑی کمزور اور نرم ہوا کرتی ہے؛	وَالرَّوَانِعَ الْخَضِرَةَ اَرَقُّ جُلُوْدًا ؛
54	اور صحرائی جھاڑیوں کا ایندھن زیادہ قوت سے دھکتا اور بھڑکتا ہے اور بہت دیر میں بجھتا اور ختم ہوتا ہے؛	وَالنَّبَاتَاتُ الْبَدْوِيَّةُ اَقْوًى وُقُوْدًا ؛ وَاَبْطَءُ حُمُوْدًا ؛
55	اور میں تو رسول اللہ سے وہی نسبت رکھتا ہوں جو ایک ہی جڑ سے نکلنے والی دو شاخوں کو ایک دوسری سے ہوتی ہے۔ اور جو تعلق کلائی کو بازو سے ہوا کرتا ہے؛	وَاَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَالصَّنُوِّ مِنَ الصَّنُوِّ وَالدِّرَاعُ مِنَ الْعَضْدِ ؛
56	اور خدا کی قسم اگر سارا عرب جمع ہو کر مجھ اکیلے سے جنگ کرے تب بھی میں انہیں ولایت قائم نہ کرنے دوں گا۔	وَاللّٰهُ لَوْتَظَّاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِيْ لَمَّا وَلِيْتُ عَنْهَا ؛
57	اور اگر مجھے فرصت نہ موقع دیا تو اُن کی گردنیں پکڑنے کے لئے بہت پھرتی سے آگے بڑھوں گا؛	وَلَوْ اَمَكَنْتِ الْفَرَسُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعَتْ اِلَيْهَا ؛
58	اور اپنی انتہائی کوشش کروں گا کہ اس زمین کو اُس الٹی کھوپڑی والے مکروہ المنظر شخص سے پاک کر دوں؛	وَسَاجْهَدُ فِيْ اَنْ اُطَهِّرَ الْاَرْضَ مِنْ هَذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوْسِ وَالْجِسْمِ الْمَرْكُوْسِ ؛
59	تا کہ فصل کے غلے میں سے کنکریاں اور پتھریاں نکل کر صاف اناج باقی رہ جائے؛	حَتّٰى تَخْرُجَ الْمَدْرَةُ مِنْ بَيْنِ حَبِّ الْحَصِيْدِ،
60	اے دُنیا تو مجھ سے مایوس ہو جا؛	اِلَيْكَ عَنِّيْ يَا دُنِيَا
61	میں نے تیرے جال کی باگ تیرے ہی کا ندھے پر ڈال دی ہے؛	فَحَبْلُكَ عَلٰى عَارِبِكَ ؛
62	میں یقیناً تیرے پنجوں سے باہر ہوں؛	قَدْ اَنْسَلْتُ مِنْ مَخَالِبِكَ ؛
63	اور میں نے تیرے پھسلانے والے اور ڈگمگادینے والے تمام مقامات سے اجتناب کر رکھا ہے؛	وَأَفْلُتُ مِنْ حَبَائِلِكَ ؛
		وَاجْتَنَبْتُ لِدَهَابِ فِيْ مَدَاحِصِكَ ؛

64	کہاں ہیں وہ صدیاں اور اُن صدیوں کے وہ لوگ جنہیں تو نے کھیلتے کھیلتے کھیلے تماشوں سے دھوکہ دیا تھا؟	64	أَيْنَ الْقُرُونِ الَّذِينَ عَزَرْتَهُمْ بِمَدَا عَيْبِكَ ؟
65	کہاں ہیں وہ امتیں جنہیں تو نے زور و جواہر و آرائشوں سے فتنوں میں مبتلا کئے رکھا؟	65	أَيْنَ الْأُمَمِ الَّذِينَ فَتَنْتَهُمْ بِزَخَارِفِكَ ؟
66	ہاں ہاں وہ سب قبروں کے ہاتھ میں رہن پڑے ہیں۔ اور قبر کی حدود کے مضمون بن کر رہ گئے ہیں؛	66	هَاهُمْ رَهَائِنُ الْقُبُورِ وَمَضَامِينُ اللَّحُودِ ؟
67	اگر اے دنیا تو ایک دکھائی دینے والا شخص ہوتی،	67	وَاللَّهِ لَوْ كُنْتَ شَخْصًا ؛
68	اور ایک محسوس و قابل گرفت بدن رکھتی؛	68	مَرِيئًا ؛ وَقَالِبًا حَسِيًّا ؛
69	تو میں تجھ پر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ تمام حدود و سزائیں نافذ کرتا اللہ کے اُن بندوں کی وجہ سے جنہیں تو نے تمنائیں بھڑکا کر دھوکہ دیا ہے؛	69	لَأَقْمُتُ عَلَيْكَ حُدُودَ اللَّهِ فِي عِبَادٍ عَزَرْتَهُمْ بِأَلْمَانِي ؛
70	اور اُن اُمتوں کا انتقام لیتا جن کو تو نے ہلاکت کے غاروں میں گرایا؛	70	وَأُمَمٍ الْفَيْتَهُمْ فِي الْمَهَاوِي ؛
71	اور اُن بادشاہوں کیلئے تجھے سزا دیتا جنہیں تو نے تباہیوں سے دوچار کیا؛	71	وَمُلُوكٍ أَسْلَمْتَهُمْ إِلَى التَّلْفِ ؛
72	اور اُنہیں بلاؤں کے ایسے گھاٹ پر لا کر اتار دیا کہ،	72	وَأَوْرَدْتَهُمْ مَوَارِدَ الْبَلَاءِ ؛
73	جہاں نہ کوئی اور آ کر اترے گا اور نہ کوئی وہاں سے نکل کر جاسکے گا۔	73	إِذْ لَا وَرْدَ وَلَا صَدْرَ ؛
74	افسوس ہے کہ جو کوئی بھی تیرے پھسلانے والی زمین پر پیر رکھے گا وہ ضرور پھسلے گا؛	74	هَيْهَاتَ مَنْ وَطِئَ دَخْضَكَ زَلَقَ ؛
75	اور جو کوئی تیری موجوں پر سوار ہوگا وہ ضرور غرق ہوگا؛	75	وَمَنْ رَكِبَ لُجَجَكَ غَرِقَ ؛
76	اور جو کوئی تیرے جال کی رسیوں سے بچ کر رہے گا وہ ہدایت کی توفیق پائیگا؛	76	وَمَنْ أُرْوَرَ عَنْ حَبَالِكِ وَفَقَ ؛
77	اور تجھ سے محفوظ رہ جانے والا اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اُس پر دنیا کی تمام وسعتیں تنگ اور بند ہو جائیں؛	77	وَالسَّالِمُ مِنْكَ لَا يُبَالِي إِنْ صَاقَ بِهِ مَنَاخُهُ ؛
78	اور اس کے نزدیک دنیا کا قیام ایک ایسے دن کے برابر ہے جو ختم ہونے والا ہو؛	78	وَالدُّنْيَا عِنْدَهُ كَيَوْمِ حَانَ انْسِلَاخُهُ ؛
79	تو مجھ سے دور اور غائب ہو جا بخدا میں تیرے ہاتھ آنے والا نہیں ہوں کہ تو مجھے ذلتوں میں اتار سکے؛	79	أَعَزُّبِي عَنِّي فَوَاللَّهِ لَا أَذِلُّ لَكَ فَتَسْتَدْلِيْنِي ؛
80	اور نہ ہی میں تیرے لئے اپنی لگام ڈھیلی چھوڑوں گا کہ تو مجھے جدھر چاہے ہانک لے جائے؛	80	وَلَا أَسْلَسُ لَكَ فَتَقُوْ دِيْنِي ؛
81	اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں ایسی قسم جس میں اللہ کی مشیت کے سوا اور کوئی چیز مستثنیٰ نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو ایسا سدھاؤں گا کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے ملنے پر خوش ہو جایا کرے،	81	وَأَيْمُ اللَّهِ - يَمِيْنًا أَسْتَنْبِي فِيْهَا بِمَشِيْتَةِ اللَّهِ - لَا رُوْضَنَّ نَفْسِي رِيَاضَةً تَهْتَشُّ مَعَهَا إِلَى الْقُرْصِ إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهِ مَطْعُوْمًا ؛

اور اس کے ساتھ ہی سالن کی جگہ نمک پر قناعت کر لیا کرے؛	82	وَتَقْنَعُ بِالْمِلْحِ مَا دُوْمًا ؛
اور اپنی آنکھوں کے پانی کا ذخیرہ اس طرح خالی کر دوں گا جس طرح وہ	83	وَلَا دَعَنَّ مُقْلَبِي كَعَيْنِ مَاءٍ نَصَبَ مَعِينَهَا ؛
چشمہ سوکھا رہتا ہے جس کا پانی تہہ نشین ہو چکا ہو؛		
اور آنکھیں آنسوؤں سے فارغ ہو چکی ہوں؛	84	مُسْتَفْرَغَةً دُمُوْعَهَا ؛
چرنے والے مولیشی پیٹ بھرنے کے بعد پہلو کے بل بیٹھ جاتے ہیں؛	85	اَتَمْتَلِي السَّائِمَةَ مِنْ رَعِيْهَا فَتَبْرُكْ ؛
اور بھڑبھڑیاں اپنا پیٹ بھر کر اپنی آرام گاہ کی طرف روانہ ہو جاتی ہیں؛	86	وَتَشْعُرُ الرَّبِیْضَةَ مِنْ غَشْبِهَا فَتَرْبِضْ ؛
کیا علی بھی اُن ہی جانوروں کی طرح اپنا کھانا کھا کر سو جایا کرے؟	87	وَيَا كُلُّ عَلِيٍّ مِنْ زَادِهِ فَيَهْجَعْ ؟
ایسی صورت میں کیا اُس کی آنکھیں ٹھنڈی (اندھی) ہو جائیں گی کہ برسوں	88	قَرَّتْ اِذَا عَيْنُهُ اِذَا اِقْتَدَى بَعْدَ السِّنِّيْنَ اَلْمُتَطَاوِلَةَ
برس دینداری کی طویل مدت گزار کر بھی وہ چوپایوں اور چرندہ جانوروں		بِالْبَهِيْمَةِ اَلْهَامِلَةِ ؛ وَالسَّائِمَةِ الْمَرْعِيَّةِ ؛
کی پیروی کرنے میں مصروف ہو گیا ہے؛		
قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو اپنے پروردگار کے فرائض ادا کرتا رہتا ہے؛	89	طُوْبِي لِنَفْسِ اَدَّتْ اِلَى رَبِّهَا فَرَضَهَا ؛
سختی اور مصیبت پر صبر سے دن گزارتا ہے؛	90	وَعَرَكَتْ بِحَنْبِهَا بُوسَهَا ؛
اور رات کو نیند اور آرام سے ہجرت کر لی ہے اور آنکھوں کو بیدار رکھتا ہے؛	91	وَهَجَرَتْ فِي اللَّيْلِ غَمَضَهَا ؛
یہاں تک کہ جب نیند اس پر غلبہ کرتی ہے تو زمین کو بچھونا،	92	حَتَّى اِذَا غَلَبَ الْكَرَى عَلَيْهَا اِفْتَرَشَتْ اَرْضَهَا ؛
اور ہاتھ کو سر کا تکیہ بنا لیتا ہے۔	93	وَتَوَسَّدَتْ كَفَّهَا ؛
وہ ایسے گروہ میں رہتا ہے کہ جسے قیامت میں حاضری کا خوف بیدار رکھتا	94	فِي مَعْشَرٍ اَسْهَرَ عْيُوْنَهُمْ خَوْفَ مَعَادِهِمْ ؛
ہے اور آنکھیں جاگتی رہتی ہیں۔		
اور اُن کے پہلوؤں کو اُن کی خوابگا ہوں سے دور کر رکھا ہے۔	95	وَتَجَافَتْ عَنْ مَضَاجِعِهِمْ جُوْبُهُمْ ؛
اور اپنے پروردگار کے ذکر میں اُن کے ہونٹ مصروف رہا کرتے ہیں۔	96	وَهَمَّهَمَّتْ بِذِكْرِ رَبِّهِمْ شِفَاهُهُمْ ؛
اور مغفرت کی دعاؤں کی کثرت سے اُن کے گناہ گرتے چلے گئے ہیں	97	وَتَقَشَّعَتْ بِطَوْلِ اِسْتِغْفَارِهِمْ دُنُوْبُهُمْ
(وہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور ہوشیار ہو جاؤ کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح یافتہ		(اُولَئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
ہے۔ مجادلہ 58/22)		مجادلہ 58/22)
اے ابن حنیف اللہ کا تقویٰ اختیار کر اور اپنے پاس کی روٹیوں پر قناعت	98	فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا اَبْنَ حَنِیْفٍ وَتَتَكْفِكَ اَفْرَاصِكَ لِيَكُوْنَ مِنَ
کرتا کہ تو جہنم کی آگ سے چھٹکارا پاسکے۔“		النَّارِ خَلَاصِكَ -

تشریح:- یہ خط جہاں بہت سے مسائل کا جواب ہے وہیں حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کا پورا نقشہ پیش کرتا ہے اور اپنی حقیقی اور مکمل تشریح کے لئے ایک ہزار صفحات چاہتا ہے ہم مختصر تشریح کر کے دل کو یوں بہلائیں گے کہ ہم تو حضور علیہ السلام ہی کی زندگی پیش کرتے چلے آتے ہیں اور اسی میں اپنی

زندگی گزار دیں گے اور جب کہ اللہ نے یہ فرما دیا ہے کہ: ”اگر زمینوں کے تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی اور دوات بن جائیں جنہیں مزید سات سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات کی تشریح لکھنے سے ختم نہ ہوگی۔ بلاشبہ اللہ ہی غلبہ والا حکیم ہے۔ (سورۃ لقمان 31/27)

لہذا ہماری زندگی بھی کافی نہیں۔ بہر حال خط کی وضاحت تک لکھنا تو کم از کم ہے اور ہم اسی قدر کے لئے ذمہ دار ہیں۔

رؤسا اور اغنیایا مالدار اور سرمایہ داروں کی وجہ سے دعوت میں شرکت منع ہوگئی

لہذا سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ جناب عثمان بن حنیف کو ایسی دعوتوں میں شرکت سے منع فرما دیا ہے جو صرف دولت مندوں اور خوش حالوں کے لئے مخصوص ہوں۔ اور جن میں غربا و فقرا اور ضرورتمندوں کو آنے سے روکا جائے۔ لہذا ہماری وہ نذر و نیاز جن میں غربا کو شامل نہیں کیا جاتا وہ ناپسندیدہ ہیں۔ اگر ہمیں نذر و نیاز میں نذر کے سامان کی توقیر و طہارت منظور ہے تو تھوڑے سے سامان پر نذر دلائیں اور شرائط کے مطابق خوش عقیدہ اور پاک لوگوں کو الگ سے کھلا دیں لیکن باقی سامان کو عام رکھیں اور غربا کو خصوصاً مدعو کریں۔ شادی بیاہ کی رسومات میں بھی غربا اور مساکین کا خیال رہنا چاہئے اور دھکے دے کر نکال دینا بند ہو جانا چاہئے اور کسی کی دعوت بھی اسی صورت میں قبول کرنا چاہئے جب یہ یقین ہو کہ وہاں سے غربا کو نہ نکالا جائے گا۔

عثمان بن حنیف کی یہ دعوت یقیناً اُن سے اُن کے عہدے سے ناجائز استفادہ کے لئے تھی

آج تو رشوت دینے کا بہترین طریقہ دعوت ہی ہے۔ و فود اور عہدہ داران حکومت کہیں جاتے ہیں یا بلائے جاتے ہیں تو دعوتوں کا سلسلہ عام ہے اور اس کا منشا صرف آؤ بھگت کرنا اور اخلاقی سلوک ہی نہیں ہوتا بلکہ سیاسی استفادہ پہلے نمبر پر ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ہم نوائی اور ہم خیالی حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے اور یہ کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں ہوتی بلکہ اخلاقی رسم بن گئی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا یہ خط اس قسم کی تمام دعوتوں سے روکتا ہے۔ پھر حضور کی باقی گفتگو سے یہ بات بھی واضح ہے کہ دعوت کا کھانا ہو یا کچھ اور صورت ہو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ دعوت کرنے والا حرام خور تو نہیں ہے یا اُس کے دسترخوان پر حرام چیزیں تو فراہم نہیں کی جا رہی ہیں اور یہ کہ کھانا فراہم کرنے کا طریقہ یا پیہہ تو حرام نہیں ہے۔ ہم دیکھتے چلے آ رہے ہیں کہ آج کی دعوتوں میں جو چیز قطعاً نظر انداز کر دی گئی ہے وہ یہی حرام و حلال کی بات ہے۔ ہم نے کبھی نہیں سنا کہ مسلمان و فود نے یا عہدہ داران نے کمیونسٹ ممالک میں حلال و حرام کا سوال اٹھایا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ حرام و حلال کی بات کرنا دنیا نویسی اور گئی گزری بات اور رجعت پسندی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یکے مسلمان ممالک میں ڈبوں میں بند کھانے کا سامان غیر مسلم ممالک سے منگایا جاتا ہے اور بلا تکلف گھروں میں اور ہوٹلوں میں کھایا جاتا ہے اور ہم نے دکھایا ہے کہ بعض ڈبوں پر Hame اور Pork بھی لکھا ہوا ہوتا ہے اور خالی ڈبے کوڑے کے ڈرم میں پڑے ہوئے آپ کو ہوٹل کے باہر مل جاتے ہیں۔ یہ حال آپ کو اُن مسلمان ممالک میں ملے گا جو مقطوع داڑھیاں رکھے ہوئے تسبیح بدست عبا قبا بردوش اور عمامہ برس ملیں گے جو وہاں کا فیشن ہے۔ یعنی رفتہ رفتہ اسلام بھی فیشن میں داخل ہو گیا ہے اور وہ لوگ تم پاکستانیوں یا ہندوستانیوں کو بڑی حقارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے ملیں گے۔ ویسے وہاں یا علیٰ اور یا رسول کہنا بدعت ہے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ ان دونوں نے اُن پر بڑی سختیاں کی تھیں۔ یہ ہر وقت حلال و حرام اور طیب و خبیث کی روک ٹوک جاری رکھتے تھے۔ اُن کی ساری آزادیاں چھین کر اللہ کے حوالے کر دی تھیں۔ اور رسول کی زندگی تک یہ لوگ آزادی کو ترستے رہے۔ اور انتقال رسول کے بعد خوشیاں منائیں اور آج تک عید میلاد النبی کے نام سے اُن کے انتقال کے سوگ میں خوشیاں مناتے ہیں۔ یہاں حرام و حلال سے متعلق ڈاکٹر طہ حسین کے چند جملے لیں تو عنوان بدل دیں۔ لکھا ہے کہ:-

”مختصر یہ کہ ولید ایک عام قریشی فرد تھا۔ بظاہر مسلمان تھا۔ ساتھ ہی اپنے جملہ جاہلی خصائل کا بھی پابند تھا۔ اُس (عثمانی) دور میں وہی پہلا

شخص نہ تھا جو شراب نوشی کر رہا تھا۔ بلکہ اُس جیسے اور بہت سے تھے جن کی زبانیں مسلمان ہو چکی تھیں مگر دل پر خلوص ایمان نہ لائے تھے بلکہ کفر و ایمان کے مابین مذہب تھے۔ اکیلا ولید ہی نہ تھا جو پوشیدہ طور عشرت کوشی تماشا پسندی اور ہنسی مذاق کا دلدادہ تھا بلکہ اُس جیسے اور بہت تھے۔“ (فتنۃ الکبریٰ صفحہ 213)۔ بہر حال قریش اور عربوں نے اپنی آزادی ہی کے لئے اپنی حکومت بنائی تھی اور سمجھ بوجھ کر حضرت علی علیہ السلام کو حکومت سے دُور تر کر دیا تھا ورنہ انہیں یہ اپیل بہت شرمندہ کرتی۔

سب کے لئے عموماً اور شیعوں کے لئے خصوصاً شرمندہ کرنے والی علی کی اپیل

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خوراک اور پوشاک کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: ”اگر تم دو چادروں اور دو روٹیوں پر گزارہ نہیں کر سکتے ہو تو کم سے کم پاک دامن رہ کر اور نیک چلنی اور خوش کرداری کی کوشش کر کے تو میری مدد کر سکتے ہو۔“ (جملہ نمبر 11 تا 14)

یہ اپیل اُس زمانے میں کی گئی تھی جس زمانہ کے پیروان مرتضوی آپ کی نظروں میں بڑے متقی اور پرہیزگار ہوں گے۔ مگر اُن لوگ وہ اس اپیل کی رُو سے کیسے لوگ ہو سکتے تھے؟ بہر حال قارئین یہ جملہ (9 تا 17) دل پر ہاتھ اور اپنے حالات اور رویے پر نظر رکھ کر پڑھیں اور بتائیں کہ اگر وہ عہد مرتضوی میں ہوتے تو اُن کے کہاں تک مددگار ہوتے؟ اور جس نظام کو حضرت علی علیہ السلام پہلی ہجرت سے قائم کئے ہوئے تھے اس میں کہاں تک ہاتھ بٹاتے؟ بھوکے اور نیم برھنے لوگوں کو دونوں وقت کا کھانا فراہم کرنا تن ڈھکنے کے لئے کپڑے فراہم کرنا کیسے ممکن ہوتا اگر حضرت علی علیہ السلام نے آپ والی زندگی اختیار کر لی ہوتی؟ ہم یہ ماننے کو فوراً تیار ہو جاتے اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہوتا کہ تمہیں دونوں وقت شاندار ولذیترین غذا کھانا چاہئے اور ریشم و زربفت کی پوشاک پہننا چاہئے۔ واقعی ایسا کرنا تمہاری مقدرت سے باہر ہوتا۔ مگر وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ پُرانے کپڑوں کا جوڑا پہننا کرو اور دو روٹیاں نمک سے کھالیا کرو۔ اگر مسلمان ہو تو خدا کو موجود مانتے ہوئے یہ بتاؤ کہ اس میں تمہیں کیا وقت ہوگی؟ یہ تو آسان ترین زندگی ہے۔ جس پر میں اور آپ دونوں عمل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور آج اور اسی وقت سے اس پر عمل کر سکتے ہیں البتہ موڈرن دور کا آدمی ہوتے ہوئے یہ خیال آسکتا ہے کہ ایسی غذا سے کمزوری پیدا ہو جائے گی وٹامن کی عدم موجودگی جسم و جان کو ضرر پہنچائے گی۔ اس کا جواب بھی حضور نے دے دیا ہے۔ (51 تا 54)

کمزوروں کو طاقتور اور مساکین کو دولت مند بنانے کے لئے فقر و فاقہ ملک عرب کو مغلوب کر سکتا ہے

آپ منبر کی بلندی سے پکار کر چیلنج فرماتے ہیں کہ میں تمہا سارے عرب کو مغلوب کر سکتا ہوں۔ اُن سب کی گردنیں دبوچ سکتا ہوں۔ کمزور کرنے والی خوراک سے سارے عرب کی اجتماعی طاقت حاصل کرنا دینی نسخوں میں سے ایک نسخہ ہے اور اسی پر کہا گیا ہے کہ:-

سنا ہے نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

تورمہ اور تینجن کھانے والے سے ہر گدھا طاقت ور ہوتا ہے قوت اور طاقت کا مدار مرغن اور لذیذ غذاؤں پر نہیں ہے چنانچہ ترقی یافتہ اقوام نے مرغن اور لذیذ غذاؤں کو ترک کر کے ایسی خوراک تجویز کی ہے جو فطرت اور سادگی سے زیادہ قریب ہیں۔ اور اس پر مزید تحقیقات کی جا رہی ہیں۔ اور مرغن کھانے صرف پس ماندہ اقوام کیلئے رہ گئے ہیں۔

فدک کے متعلق چند کھتے ہوئے جملے، دو الگ قومیں، مستقل استغنا، حضرت ابو بکر عمر کے مخالف خلفاء

حضرت علی علیہ السلام اپنی مالی حالت کا بیان کرتے ہوئے اس خط میں ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم سے سب کچھ چھین لینے کے بعد بھی ایک قوم نے ہم سے فدک بھی چھین لیا۔ اور دوسری قوم نے فدک کے چھین لینے پر صرف غم و غصہ کا اظہار تو کیا مگر پہلی قوم سے فدک کی واپسی کے لئے کچھ نہ کیا۔

(18 تا 20) یہاں رک کر قارئین صرف اتنا نوٹ کر لیں کہ جن دو قوموں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک قوم علیؑ کی دشمن اور محروم کرنے والی ہے اور دوسری قوم پہلی قوم کے اقدامات کو صرف ناپسند کرتی ہے اور یہ قومیں قریش اور انصار ہیں اور حضرت علیؑ علیہ السلام آپ سے اُن دونوں اقوام کی شکایت کر رہے ہیں اور شکایت کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ آپ بھی اُن دونوں قوموں سے اپنا کوئی تعلق نہ رکھیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ خط آپ نے اپنی حکومت کے زمانے میں اپنے گورنر کو لکھا ہے۔ یعنی آپ نے چھینے ہوئے فدک کو واپس نہیں لیا ہے اور نہ واپس لینے کا ارادہ ہے اس لئے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ فدک کو لے کر میں کیا کرتا؟ مجھے فدک کی یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کے لینے کی کیا احتیاج ہے جب کہ کل مجھے قبر میں دفن ہونا ہے (جملہ نمبر 22)۔ اس کے بعد حضورؐ نے قبر کے حلات بیان کرنا شروع کر دئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ فدک وغیرہ کا معاملہ اب خدا کے بہترین فیصلے پر ٹھہرا ہوا ہے (جملہ نمبر 21)۔ لہذا واضح ہوا کہ نہ فدک واپس اپنی تحویل میں لیا ہے اور نہ لینے کا ارادہ ہے۔ یعنی آپ کو فدک اور کسی دوسری چیز کی احتیاج نہیں ہے اور اگر احتیاج ہو بھی تو واپس نہیں لینا ہے۔ قریش کی اپنی تیار کی ہوئی تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر کی قائم کردہ حکومت کے خلفائے حضرت ابوبکر و عمر کی پالیسی کی مخالفت کرتے ہوئے کئی بار فدک کو خاندان مرتضوی کو واپس کیا اور حضرت ابوبکر و عمر کی اسکیم بار بار پٹی رہی۔ یہ بھی نوٹ کر لیں کہ علمائے حضرت ابوبکر و عمر کے اس ظلم کو حل کرنے کے لئے فدک کو ایک باغ یعنی باغ فدک بھی لکھا ہے حالانکہ اتنی بڑی جائیداد کا نام ہے جو مدینہ سے لے کر خیبر تک پھیلی ہوئی تھی اور اس میں بہت سے باغات اور زرخیز کاشت ہوتے رہنے والی زمین تھی اور جس سے حکومت کے تمام اخراجات برسہا برس تک عہد عمر تک برداشت کئے گئے تھے اور حضرت عمر نے یہی کہہ کر ابوبکر کو سمجھایا تھا کہ اگر تو نے فدک فاطمہؑ کو دے دیا تو جنگی اور فوجی اور دیگر اخراجات کہاں سے پورے کرو گے۔ عثمان نے اپنی حکومت کے زمانے میں فدک اپنے خاندان کو دے دیا تھا۔ الغرض حضرت علیؑ علیہ السلام کے سوا تمام قریشی خلفائے فدک کو اپنی تحویل میں رکھا۔

(مزید تفصیلات بیان الامامت کے دیگر خطبات کی تشریح میں دیکھیں)

معاویہ کو اٹلی کھوپڑی رکھنے والا فرمایا ہے بارز مین قراردیا ہے

چونکہ معاویہ کی تمام پالیسی اور سارے منصوبے حق کے بھی مخالف تھے اور تاریخی حیثیت سے قریشی حکومت کے بھی خلاف تھے۔ یعنی وہ حق کی طرفداری کے خلاف اُلٹا باطل کی طرفداری کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ اس لئے اُسے حق کو شکست دینے کے لئے ہر کام اُلٹا کرنا تھا۔ لہذا اس کے دماغ میں جو بات بھی آتی تھی وہ اٹلی آتی تھی یا اُلٹ کی جاتی تھی اور ماشاء اللہ خاندانی اور نسلی اعتبار سے نہایت بد شکل تھا۔ اس لئے اُسے اٹلی کھوپڑی والا اور بد منظر بھی فرمایا ہے۔ اور یہ ارادہ ظاہر کیا ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کو موقع اور فرصت ملی تو زمین کو معاویہ اور معاویہ کے منصوبے سے پاک کر دوں گا تاکہ لوگوں کو کنکر یوں اور پتھر یوں سے پاک و صاف اناج ملتا رہے (جملہ نمبر 57 تا 59)۔ چونکہ حضرت علیؑ علیہ السلام کا یہ ارادہ مشہور و معروف تھا اس لئے سازش کرنا اور انہیں دھوکے سے قتل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

مستقل اور ازلی امیر المؤمنین ہونے کے لئے تمام مصائب و آلام سے محبت لازم ہے

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا مسلمانوں کے حکمران بن گئے خلیفۃ المسلمین بھی کہلائے اور صدیوں تک امیر المؤمنین بھی پکارے جاتے رہے۔ مگر اُن سب کا مسلمانوں کے حکمران اور خلیفہ اور امیر المؤمنین نہ ہونا حضرت علیؑ علیہ السلام کے مُسلمہ بیانات و عمل نے ثابت کر دیا ہے۔ اس طرح کہ حضرات ابوبکر و عمر سے لے کر کسی نے بھی اپنی زندگی کا وہ معیار نہ بنایا جو حضرت علیؑ علیہ السلام حکمران و خلیفہ اور امیر المؤمنین کے لئے خود روز اول سے اختیار کرتے ہیں اور اُسے چھوڑنے کو کسی طرح اور کسی صورت میں تیار نہیں تھے (جملہ نمبر 33 تا 60) اور آپ کا یہ رویہ اور عمل در آمد بعینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ہونا چاہئے اس لئے کہ آپ ایک جڑ سے نکلنے والی دو شاخیں ہیں اور بازو و کلائی والا تعلق ہے۔ لہذا سربراہِ اُمتِ محمدؐ یہ کیلئے لازم ہے کہ وہ معیار مرتضوی اختیار کرے اور یہ معیار وہی اختیار کر سکتا ہے جسے یہ یقین و اطمینان حاصل ہو کہ اُسے وہ تمام نعمتیں، سہولتیں اور آسائشیں بلاشبہ ملنے والی ہیں جن کو میں دنیا میں چھوڑ رہا ہوں۔ جس کو قیامت پر اور اللہ کے تمام وعدوں پر یقین و اطمینان اور تجربہ حاصل ہو۔

(نمبر 46) خط الی بعض عمالہ: اپنے گورنر کے نام

1۔ رعایا کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہئے؟ 2۔ مدارات و خوش روئی لوازمات میں سے ہیں۔

3۔ بڑے اور چھوٹے لوگ بے انصافی اور جانبداری سے مایوس رہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول معلوم کرو کہ تم ان لوگوں میں سے ایک ہو جن سے میں	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ مِمَّنْ اسْتَظْهَرُ بِهِ عَلٰى اِقَامَةِ
2	دین کو قائم کرنے میں مدد لیتا ہوں؛	الدِّیْنِ ؛
3	اور نخرے دار گناہ گاروں کا غرور توڑتا ہوں؛	وَأَقْمَعُ بِهِ نَحْوَةَ الْاَیْمِیْمِ ؛
4	اور جن سے خطرہ والی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں؛	وَأَسُدُّ بِهٖ لِهٖاَةَ النَّعْرِ الْمَخُوْفِ ؛
5	چنانچہ تم پیش آنے والی مہمات میں اللہ سے مدد مانگتے رہو؛	فَاسْتَعِیْنِ بِاللّٰهِ عَلٰى مَا هَمَّكَ ؛
6	رعایا سے سختی کے ساتھ مناسب مقدار میں نرمی ملا کر سلوک کیا کرو؛	وَاحْبِلِطِ الشَّدَّةَ بِضَعْفِ مِنَ الْیِّیْنِ ؛
7	اور جہاں خالص نرم سلوک اچھا نتیجہ پیدا کرے وہاں نرمی ضروری ہے؛	وَارْفُقْ مَا كَانَ الرَّفْقُ اَرْفَقَ ؛
8	سخت رویاں اس حالت میں اختیار کرو جب سختی کئے بغیر کام ہی نہ چلے؛	وَاعْتَرِمْ بِالشَّدَّةِ حِیْنَ لَا یُعْنٰی عَنكَ اِلَّا الشَّدَّةُ ؛
9	ویسے رعیت کے لئے اپنے بازو پھیلائے رہو؛	وَاحْفِضِ لِلرَّعِیَّةِ جَنَاحَكَ ؛
10	اور اپنے چہرہ کو کھلا اور مسکراتا ہوا رکھو؛	وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ ؛
11	اور اپنے پہلوؤں کو ان کے لئے نرم اور کھلا رکھو؛	وَالِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ ؛
12	نظر بھر کر دیکھنے اور کنکھیوں سے دیکھنے میں اور اشارہ کرنے اور سلام قبول کرنے میں	وَاسِ بَیْنَهُمْ فِی اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ وَالْاِیْشَارَةِ
13	سب کو برابر رکھو؛	وَالْتَّحِیَّةِ ؛
14	یہاں تک کہ بڑے لوگ تمہیں بے راہ کرنے اور ظلم کرانے کی طمع نہ کرنے لگیں؛	حَتٰى لَا یَطْمَعُ الْعُظْمَآءُ فِی حَیْفِكَ
15	اور کمزور اور چھوٹے لوگ تم سے انصاف اور عدل کرنے سے مایوس نہ ہو جائیں۔	وَلَا یَبِیْئَسَ الضُّعْفَآءُ مِنْ عَدْلِكَ وَالسَّلَامُ۔

والسلام۔

تشریح: خط کا مضمون بتاتا ہے کہ یہ گورنر نہایت ہی پسندیدہ اور حضور علیہ السلام کا مددگار دوست و بازو ہے مگر جناب رضی رضی اللہ عنہ اس کا نام نہیں لکھتے اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ تلاش کے بعد بھی مجھے اس کا نام نہ مل سکا۔ رضی ہی نہیں بلکہ کسی اور نے بھی اس گورنر کا نام نہیں لکھا ہے۔ یہ شعر ہمارے جذبات کی

ترجمانی کرتا ہے کہ:۔ اب کیا رہا جو رقیبوں کا ڈر کریں ہم تو بڑوں کی جان کو پہلے ہی روچکے
یہ تو ماننے کی بات نہیں ہے کہ اُس نیک نہاد اور پسندیدہ گورنر کا نام ظاہر کرنے سے رضی صاحب کو کوئی خطرہ پیش آسکتا تھا اور یہ بھی ماننے کی
بات نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے خطبات اور خطوط جمع کرنے والے علما میں سے کسی کو بھی اُس کا نام معلوم نہ ہو سکا ہو۔ البتہ یہ ماننا جاسکتا ہے کہ یہ
گورنر مخالف محاذ کا انتہائی دشمن رہا ہو اور اس لئے اس کا نام چھپایا گیا ہو مگر اُس کے کام لکھنا اور نام چھپانا قابل تعجب بات ضرور ہے۔ لیکن رضی کا اس سلسلے
میں کچھ نہ لکھنا اور بلا کسی تکلیف کے خاموشی سے گزر جانا اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے۔

(نمبر 47) وصیت

وَصِيَّةٌ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ
جب ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے تو امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو وصیت فرمائی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ جاری رکھنا؛	أَوْ صِيَّتِكُمَا بِتَقْوَى اللَّهِ؛
2	اور یہ کہ دنیا کو پسند نہ کرنا خواہ دنیا تمہیں پسند ہی کیوں نہ کرے؛	وَأَنْ لَا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ بَغْتُمَا؛
3	اور اس دنیا کی کسی ایسی چیز پر افسوس نہ کرنا جو تم سے روک لی جائے؛	وَلَا تَأْسَفَا عَلَى شَيْءٍ مِّنْهَا زُوِيَ عَنْكُمَا؛
4	اور جب کہو حق بات کہا کرو؛	وَقُولَا بِالْحَقِّ؛
5	اور ہمیشہ ثواب ملنے والا عمل کیا کرنا؛	وَأَعْمَلَا لِلْآجِرِ؛
6	اور تم ظالموں کے دشمن اور مد مقابل رہنا؛	وَكُونَا لِلظَّالِمِ حَصْمًا؛
7	اور تم مظلوموں کے مددگار رہنا؛	وَلِلْمَظْلُومِ عَوْنًا؛
8	میں تمہیں بھی وصیت کرتا ہوں اور اپنے تمام بیٹوں اور اہل و عیال کو اور جسے میری یہ تحریری وصیت پہنچے وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور اپنے دینی نظام کو برقرار رکھیں؛	أَوْ صِيَّتِكُمَا وَجَمِيعِ وَلَدِي وَأَهْلِي وَمَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي بِتَقْوَى اللَّهِ وَنَظْمِ أَمْرِكُمْ؛
9	اور آپس میں صلاح اور اصلاح جاری رکھیں؛	وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ؛
10	یقیناً میں نے تمہارے دادا صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ: ”آپس کی اصلاح کرنا روزمرہ کی عام نمازوں اور روزوں سے افضل مقام رکھتی ہے۔“ (از کلیہ نماز و روزہ بہتر است)	فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكُمَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ : صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ؛

11	اللَّهُ فِي الْإِيْتَامِ فَلَا تُعْبُوا أَفْوََاهَهُ ؛	اللہ، اللہ یتیموں کی دیکھ بھال اور پرورش کا مقام، چنانچہ تم اُن کے ہونٹوں کو ناناغہ کرنے کا موقع نہ دینا (بھوک، پیاس اور باتوں سے)
12	وَلَا يَضِيْعُوْا بِحَضْرَتِكُمْ ؛	اور اپنی موجودگی میں انہیں ضائع نہ ہونے دینا؛
13	وَاللّٰهُ فِي جِيْرَانِكُمْ فَانَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ ؛	اللہ اللہ پڑوسیوں کا مقام، وہ تو خود تمہارے نبی کی وصیت ہیں،
14	مَا زَالَ يُوصِيْ بِهِمْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُوْرَثُهُمْ ؛	پڑوسیوں کی دیکھ بھال اور خوشحالی پر آپ نے اس قدر مسلسل بلاناغہ وصیتیں کیں کہ ہمیں یہ یقین ہونے لگا تھا کہ انہیں وراثت میں شامل کیا جائیگا ہے؛
15	وَاللّٰهُ فِي الْقُرْآنِ لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ ؛	واللہ اللہ قرآن کا مقام، اس پر عمل کرنے میں تم سے کوئی سبقت نہ لے جائے؛
16	وَاللّٰهُ فِي الصَّلَاةِ فَانَّهَا عَمُوْدُ دِيْنِكُمْ ؛	اور اللہ اللہ نماز کا مقام، وہ تو تمہارے دین کا ستون ہے۔
17	وَاللّٰهُ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ ؛	اور اللہ اللہ تمہارے پروردگار کے گھر کا مقام، لہذا
18	لَا تَحْلُوْهُ مَا بَقِيْتُمْ ؛	اُسے تاحیات خالی نہ چھوڑنا؛
19	فَاِنَّهُ اِنْ تَرَكَ لَمْ تُنَظَرُوْا ؛	چنانچہ اگر اُسے خالی چھوڑا گیا تو تم اس کے بعد اللہ کی مہلت نہ پاؤ گے؛
		(یعنی ایک دم عذاب آجائے گا)
20	وَاللّٰهُ فِي الْجِهَادِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنَةِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ؛	اور اللہ اللہ جہاد کا مقام، تم اپنے مال و دولت سے بھی اور جان سے بھی اور زبانوں سے بھی اللہ کی راہ میں جہاد جاری رکھنا؛
21	وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَّاصِلِ وَالتَّبَادُلِ ؛	اور تم پر واجب ہے کہ تم ایک دوسرے سے وابستہ رہو اور ایک دوسرے کی ہر مدد کرنے میں تخی رہو؛
22	وَإِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرِ وَالتَّقَاطِعِ ؛	اور خبردار کہ تم ایک دوسرے کی طرف سے نہ تو پیٹھ پھیرنا نہ تعلقات منقطع کرنا؛
23	لَا تَتْرُكُوْا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوْلَى عَلَيْكُمْ أَشْرَارُكُمْ ؛	عالمی اچھائیوں کو نافذ کرنا اور عالمی برائیوں سے روکنا بند نہ کر دینا۔ ورنہ بدکردار لوگ تم پر اپنی ولایت قائم کر لیں گے۔
24	ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ ؛ ثُمَّ قَالَ :	پھر تم ان کو ہٹانے کے لئے دعائیں مانگو گے جو قبول نہ ہوں گی پھر فرمایا کہ:-
25	يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا الْفَيْنِكُمْ تَخْوَضُونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِيْنَ خَوْضًا تَقْوَلُونَ ؛	اے عبدالمطلب کے بیٹو میں یہ نہیں چاہتا کہ تم میری موت کے بعد لگو مسلمانوں کا خون بہانے اور چاروں طرف،
26	” قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ، قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ؛	امیر المؤمنین قتل کر دئے گئے، امیر المؤمنین قتل کر دئے گئے کے نعرے مارتے پھرنے لگو۔
27	أَلَا لَا يَفْتُلُنُ بِيْ إِلَّا قَاتِلِيْ ؛	خبردار میرے بدلے میں میرے قاتل کے علاوہ اور کسی شخص کو قتل نہ کیا جائے؛
28	أَنْظَرُوا إِذَا أَنَامْتُ مِنْ ضَرْبَتِهِ هَذِهِ فَاصْرِبُوْهُ ضَرْبَةً	اور سمجھ لو کہ اگر اس ضرب سے میں مرجاؤں تو میرے قاتل کو بھی صرف ایک ہی

بَصْرِيَّةٍ وَلَا يُمَثَّلُ بِالرَّجُلِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ: إِيَّاكُمْ وَالْمُثَلَّةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعُقُورِ -	29	ضرب لگائی جائے اور اس کی صورت نہ بگاڑی جائے۔ بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ: خبردار کسی مردہ کی صورت نہ بگاڑنا خواہ وہ مردہ کسی کاٹنے والے کتے کا ہو۔“
--	----	--

تشریح:۔ یہاں پھر یاد دلاتے ہیں کہ تمام انبیاء اور آئمہ علیہم السلام دین کے معاملے میں اللہ کی طرف سے چند اصولوں کے پابند رہے ہیں۔ اول یہ کہ وہ حضرات علیہم السلام اپنے مخاطب یا مخاطبین کی عقلی سطح سے بات کرتے تھے۔ تاکہ لوگ دل چسپی سے سُنیں، سمجھیں اور یاد رکھ سکیں۔ مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے وہ حضرات مجمع کے کم عقلموں کی عقلی سطح سے خطاب فرماتے تھے تاکہ کوئی سمجھنے سے قاصر نہ رہے۔ تنہا تنہا خطاب میں ہر مخاطب کی عقل اور دل چسپی کا خیال رکھتے تھے۔ فلسفیوں اور دانشوروں سے جہلا کے مجمع کی طرح خطاب نہ کرتے تھے۔ اس طرز کلام سے اُن کے کلام میں لفظی اختلاف پیدا ہونا فطری اور قدرتی تھا۔ جس سے مجتہدین اپنا اُلُو سیدھا کرتے تھے۔ دوم یہ کہ وہ حضرات بشری حیثیت کے ماتحت بات کرتے تھے اپنی خداداد قابلیت و قدرت و استعداد کو عموماً نظر انداز کر دیتے تھے۔ تاکہ بات مخاطبین کے دائرہ فہم و فراست اور استعداد کے اندر رہے اور اُن سے باز پرس میں سہولت رہے۔ اس سے مجتہدین نے انبیاء و آئمہ علیہم السلام کو اپنے ایسا بشر بنانے کا فریب دیا۔ سوم یہ کہ بلا ضرورت خود کو عام انسانی حالت و استعداد سے بلند تر ہستیاں قرار نہ دیا۔ مگر جہاں ضرورت ہوئی حقیقی حالت کو بر ملا ظاہر کر دیا اور ثبوت و دلائل پیش کر دئے۔ چہاں یہ کہ درجہ بندی کے سلسلے کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ پنجم یہ کہ سیاسی لیڈروں کے حربوں کو بے اثر رکھنے میں احتیاطی تدابیر جاری رکھیں اور بہت ساختا کلام عمل کرتے رہے۔

یہ وہ پانچ اصول ہیں جن کی وجہ سے دین کی تعلیم و تبلیغ کثرت تک پہنچی اور سیاسی لیڈرنا کام کرنے میں ناکام رہے مگر ان اصولوں کو اُلٹ پلٹ کر کے چند شکوک و شبہات پیدا کرنے میں کامیاب ہوتے رہے۔

2۔ ہمارے حقیقی عقائد اب سب کو معلوم ہیں اور اُن کے ماتحت ہر بات کو بیان کرنا لازم ہے

اسلامی تعلیمات کے بیان میں اب کسی احتیاط اور مصلحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ بلا جھجک اپنے عقائد کے ماتحت بات کرے اور دوسروں کے عقائد کو سُننے اور سمجھنے اور بلا تکلف تنقید کرے۔ اور جو صحیح ہو اُسے ماننا چلا جائے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آئمہ اہلبیت کو اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخلیق کائنات سے پہلے ہی اُن کی ہمہ گیر ضرورتوں کے لئے ضروری علم دے دیا تھا اور تخلیق کائنات کے دوران اُس علم میں عملی اضافہ کرتا رہا اور اُن کی جدید ضرورتوں کے لئے اُن پر اپنے علوم کے دروازے کھلے رکھے اور ہر گھڑی اُن کے علوم میں اضافہ کرتا چلا آیا ہے اور برابر اضافہ کرتا رہے گا۔ لہذا حسینین علیہم السلام کو علمی حیثیت سے اس وصیت و تعلیم کی ضرورت نہ تھی لیکن عوام الناس کے علمی استفادہ کے لئے اور طریقہ زندگی کے تسلسل و ترتیب کے لئے ضروری تھی۔ تاکہ علمی ریکارڈ مرتب ہوتا اور پھیلتا چلا جائے۔ اُن دونوں حضرات علیہم السلام کو حدیث رسول بھی سنانے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ رسول کا علم اور تمام آئمہ علیہم السلام کا علم برابر رہا ہے کسی سے کسی کی کوئی بات پوشیدہ نہ رہی ہے اور نہ قدرتی انتظام کے ماتحت چھپی رہ سکتی تھی۔ یہ سب حضرات محمد بھی ہیں اور علی بھی ہیں۔ لوگوں کی علمی و عملی ترقی اور درجہ بندی کے لئے یہ نظام جاری رہا ہے اور جاری رکھا جانا چاہئے۔ لوگ اس ترتیب سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ نے وحی کے ذریعہ رسول کو بتایا۔ رسول نے دوسروں کو بتایا۔ یہ تسلسل ترتیب اور ریکارڈ کے لئے ہے۔ بیان حقیقت کے لئے نہیں ہے۔ لہذا قانونی کارروائی پوری کرنے اور نمونہ دینے کے لئے وصیت کی گئی ہے۔ ورنہ حسینین علیہم السلام مجسم علم ہیں مجسم تقویٰ ہیں۔ دُنیا ہی نہیں بلکہ ساری کائنات اُنہیں پسند کرتی ہے۔ وہ کسی غلط چیز کو پسند کر ہی نہیں سکتے۔ اُنہیں صرف اللہ اور اللہ کی خوشنودیاں پسند اور مطلوب ہیں۔ وہ کسی

ناپسندیدہ بات یا چیز پر افسوس نہیں کرتے اور جو کچھ کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ محض حق ہوتا ہے۔ ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے معین و مددگار رہتے ہیں۔ وہ خود سے پیر تک دین ہیں اور دین کے نظام کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ وہ مجسم صلاح و تقویٰ ہیں اور خود غرضاً نہ روزہ و نماز کو ناپسند کرتے ہیں اور روز ازل سے جانتے ہیں نوع انسان کی اصلاح حال کرنا سب سے بڑی عبادت اور حقیقی دین ہے۔ وہ خود کعبہ کی عزت ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ کا نہ کوئی گھر ہے نہ مکان ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جہاد کے لئے حج کو عین حج میں ترک کرنا درست ہے۔ اُن کی جان و مال اور زبان جہاد میں قربان ہونے والے ہیں۔ اور وہ لوگوں کو اس طرح وابستہ کر لیتے ہیں کہ لوگ کسی قیمت پر جدا ہونا یا منقطع ہونا پسند نہیں کرتے۔ نہ روشنی میں جدا ہوتے ہیں نہ اندھیرے میں جاتے ہیں۔ وہ بچپن میں محمدؐ اور فاطمہؑ ایسی ہستیوں کو اللہ کی رضامندیوں کے لئے صبر سے رخصت کرتے ہیں۔ وہ ہرگز نہ کسی غلط شخص کو قتل کریں گے نہ اللہ، رسولؐ، فاطمہؑ اور علیؑ کو ناخوش کریں گے۔ اور اس وصیت پر بڑھ چڑھ کر عمل کریں گے۔ مثلاً کہ نامردہ کی صورت بگاڑنا تو قریش کا کام ہے۔ یہ حضرات قریش کی تمام بد کرداریوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

الی معاویة: معاویہ کے نام

(نمبر 48) خط

1- معاویہ کو قرآن کی طرف دعوت دینے والوں سے خارج کر دیا ہے

2- علی علیہ السلام نے قرآن کریم کی دعوت پر لبیک فرمائی تھی نہ کہ معاویہ یا اور لوگوں کی دعوت پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

1	فَإِنَّ الْبُعْیَ وَالزُّورَ يُؤْبَغَانِ بِالْمَرْءِ فِی دِیْنِهِ وَدُنْیَاهُ ؛	یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سرکشی اور دروغ گوئی انسان کی دین و دنیا دونوں کو بدنام اور رسوا کر دیتی ہے؛
2	وَيُبْدِيَانِ خَلَلَهُ عِنْدَ مَنْ يَّعْبِيهِ ؛	اور عیب جوئی کرنے والے کے روبرو اس کی پوشیدہ خامیاں بھی کھول دیا کرتی ہے۔
3	وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّكَ غَيْرُ مُدْرِكٍ مَا قَضَىٰ فَوَاتِهِ ؛	اور اس قدر علم تو تجھے حاصل ہے کہ جس چیز کا ہاتھ سے نکل جانا طے شدہ ہو اُسے تم پا نہیں سکتے؛
4	وَقَدْ رَامَ أَقْوَامٌ أَمْرًا بِغَيْرِ الْحَقِّ فِتْنَاءً وَلَوْ أَعْلَى اللّٰهِ فَآكَدَ بِهِمْ ؛	اور کچھ اقوام نے ایک خاص صورت حال پیدا کرنے کیلئے باطل طریقے پر قرآن کی تاویلیں کر کے اللہ کے ذمہ لگانا چاہا تو اللہ نے انہیں جھوٹا ثابت کر دیا۔ (6/66)
5	فَاحْذَرْ يَوْمًا يَّغْتَبِطُ فِيهِ مِنْ أَحْمَدَ عَاقِبَةَ عَمَلِهِ ؛	چنانچہ اے معاویہ تو اُس دن سے بچنے کی فکر کر جس دن وہی آدمی خوش ہو سکے گا جس نے اپنے اعمال کو عاقبت کے لئے قابل تعریف بنا لیا تھا؛
6	وَيَنْدُمُ مَنْ أَمَكَنَّ الشَّيْطَانُ مِنْ قِيَادِهِ فَلَمْ يُجَادِبْهُ ؛	اور وہ لوگ نادم و پریشان ہوں گے جنہوں نے شیطان کی تقلید اختیار کر کے برابر اُسے اپنا قائد بنائے رکھا تھا۔
7	وَقَدْ دَعَوْتَنَا إِلَىٰ حُكْمِ الْقُرْآنِ وَلَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ ؛	اور یقیناً تو نے ہمیں قرآن کے حکم کی طرف دعوت دی تھی حالانکہ تو قرآنی حکم کی طرف دعوت دینے والوں میں سے نہیں ہے؛

8	اور ہم نے ہرگز تیری دعوت قبول نہیں کی تھی؛	وَلَسْنَا بِآيَاكَ أَجْبَنًا؛
9	ولیکن ہم نے تو خود قرآن کے حکم کو قبول کیا تھا؛ والسلام۔	وَلَكِنَّا أَجْبَنَّا الْقُرْآنَ فِي حُكْمِهِ؛ وَالسَّلَامُ۔

تشریح:- اس خط میں حضور علیہ السلام نے جہاں معاویہ کو سرکش اور دروغ باف اور عیب جو ثابت کیا ہے وہیں قریش اور ان کے معاون اقوام کو غلط تاویلات کرنے اور اللہ کے خلاف جھوٹے عقائد و احکامات بنانے کا مجرم بھی فرما دیا ہے اور اللہ نے ان سب اقوام کے لئے فرما دیا ہے کہ:-

وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۝ (6/66)

”اے رسول تیری مخاطب قوم نے اس قرآن کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ سراسر حق ہے ان سے کہہ دو کہ میں تمہاری وکالت کرنے والا نہیں ہوں۔“

بہر حال حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق صرف ایک قریشی قوم نے قرآن میں تحریف اور معنوی رد و بدل نہ کی تھی بلکہ ان کے ساتھ قرآن کی غلط تاویلات اور تنفیذ میں کئی ایک اقوام شریک تھیں۔ مختصراً یہ کہنا چاہئے کہ خاندان رسول کے علاوہ سارا عرب قریش کا ہمنوا تھا۔ اور اسی لئے فاروقی شریعت و قوانین جلدی جلدی اختیار کر لئے گئے تھے اور خاندان رسول کو بجائے قریشی لیڈروں کا مخالف قرار دینے کے خود اسلام کا مخالف کہا گیا تھا۔ یعنی اسلام کا بھی مخالف اور اسلامی حکومت کا بھی مخالف۔ یہی صورت تو تھی جو معاویہ نے خاندان رسول پر لعنت و تبرا شروع کر دیا تھا اور اس پر نہ کوئی احتجاج ہوا نہ بغاوت ہوئی۔ بلکہ سب اقوام خاموش ہو گئیں۔ لہذا خاموش ہو جانے والی اقوام ہی وہ تو ہیں جنہوں نے قرآن کی غلط تاویلات کی تھیں اور اُس ملعون رسم کو سو سال تک جاری رکھ کر سب لوگ ان اقوام کے ساتھ قرآن کو جھٹلانے میں شریک ہو گئے تھے۔

إِلَى مُعَاوِيَةَ: الْبِضَاءُ مُعَاوِيَةَ كَاسْمِ

(نمبر 49) خط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

1	حمد و ثنائے خدا و رسول کے بعد سنو کہ یہ دنیا یقیناً اپنے سوا باقی تمام چیزوں سے بے فکر و لاپراہ کر دیتی ہے؛	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَشْغَلَةٌ عَنْ غَيْرِهَا؛
2	اور جب دنیا کا ساتھی دنیا سے کچھ سامان پالیتا ہے تو پھر یہ دنیا اس کے دل میں اپنی حرص کے دروازے کھول دیتی ہے؛	وَلَمْ يَصِيبْ صَاحِبُهَا مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ حِرْصًا عَلَيْهَا؛
3	اور اُسے اپنا شیفہ و فریفتہ بنا لیتی ہے؛	وَأَلْهَجًا بِهَا؛
4	اور دنیا کا ساتھی جو کچھ مل جائے اُس پر قناعت نہیں کرتا اور جو کچھ ملا نہیں اس کی فکر سے باز نہیں آتا ہے؛	وَلَنْ يَسْتَعْنِيَ صَاحِبُهَا بِمَا نَالَ فِيهَا عَمَّالٌ يَبْلُغُهُ مِنْهَا؛
5	حالانکہ جو کچھ سامان دنیا جمع کر لیا ہے اُس سے اُسے جدا ہونا ہے؛	وَمِنْ وَرَاءِ ذَلِكَ فِرَاقٌ مَا جَمَعَ؛
6	اور جو کچھ بند و بست کر رکھا ہے اُس کا ٹوٹنا لازم ہے اور اگر تو نے گذشتہ حالات سے سبق لے لیا ہوتا تو باقی ماندہ اور آئندہ حالات کی حفاظت کر سکتا تھا۔ والسلام	وَنَقْضُ مَا أَبْرَمَ؛ وَلَوْ اغْتَبَرْتَ بِمَا مَضَى حَفِظْتَ مَا بَقِيَ. وَالسَّلَامُ۔

تشریح:- خط سے کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ خط ایک دشمن خدا و رسول کو لکھا گیا ہے یا یہ کہ اس خط کا مخاطب کوئی نہایت چالاک و مکار و فریب ساز شخص

ہے۔ حد ہوگی کہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ خط کسی حکمران کو لکھا گیا ہے۔ یہ ہے وہ طریقہ جس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہمیں ہر شخص سے اُس کے آخری سانس تک اصلاح کی اُمید رکھنی چاہئے اور نصیحت و ہدایت کرنے میں تھک نہیں جانا چاہئے۔ ہمیں چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی اُن لوگوں پر غصہ آتا ہے اور دل کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو بار بار ایسے ناعاقبت اندیشوں کو نہ خط لکھنا چاہئے نہ جواب دینا چاہئے۔ جب معاویہ کے پیدا کردہ حالات خود علیؑ کے سر پر سے گزر رہے ہیں اور دن رات تکلیفوں کا سامنا ہے۔ خط میں کہیں غصہ اور انتقام کا تصور نہیں ہے۔ اس رویہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ علی علیہ السلام کو لوگوں کا نجات پا جانا مطلوب و مقصود تھا اور وہ نوع انسان کے حقیقی ہمدرد تھے، ہادی تھے، راہنما تھے اور کچھ نہ تھے۔ نہ انہیں اپنی صحت پیاری تھی اور نہ وقت عزیز تھا صرف نجات انسانی عزیز تھی۔

(نمبر 50) خط الی اُمراءہ علی الجبوش: ”ابن افواج کے حکمرانوں کے نام لکھا ہے“

حقوق اور ذمہ داریوں کو یاد دلا کر تنبیہ فرمائی ہے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا سے ڈرایا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَصْحَابِ الْمَسَاحِ : أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ حَقًّا عَلَيَّ وَالِي أَنْ لَا يُغَيَّرَهُ عَلَيَّ رَعِيَّتِهِ فَضْلٌ نَأَلَهُ ؛	اللہ کے بندے علی بن ابی طالب امیر المؤمنین کی طرف سے چھاونیوں کے سرداروں کے نام
2	وَلَا طَوْلَ خُصِّ بِهِ ؛ وَأَنْ يَزِيدَهُ مَا قَسَمَ اللَّهُ لَهُ مِنْ نِعْمِهِ دُنُوًّا مِنْ عِبَادِهِ ؛ وَعَطْفًا عَلَيَّ إِخْوَانِهِ ؛	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول معلوم ہو کہ رعایا کا اپنے حکمران پر یہ حق ہے کہ اللہ نے اسے اپنے جس فضل و کرم سے نوازا ہے اس کی بنا پر اپنی رعایا سے اچھے سلوک میں تبدیلی نہ کرے؛
3	أَلَا وَإِنَّ لَكُمْ عِنْدِي أَنْ لَا أُحْتَجِرَ دُونَكُمْ سِرًّا إِلَّا فِي حَرْبٍ ؛	اور نہ ہی اس فارغ البالی کی وجہ سے تبدیلی کرے جس سے اللہ نے اسے مخصوص کیا ہے؛
4	وَلَا أَطْوَى دُونَكُمْ أَمْرًا إِلَّا فِي حُكْمٍ ؛ وَلَا أُؤَخِّرْ لَكُمْ حَقًّا عَنْ مَحَلِّهِ ؛	اور اسے چاہئے کہ جو نعمتیں اللہ نے اسے عطا کی ہیں ان کی وجہ سے وہ اللہ کے بندوں سے قربت اور اپنے دینی بھائیوں سے زیادہ سے زیادہ لطف اور مہربانی سے پیش آئے؛
5	وَلَا أَقْفَ بِهِ دُونَ مَقْطَعِهِ ؛ وَأَنْ تَكُونُوا عِنْدِي فِي الْحَقِّ سَوَاءً ؛	آگاہ ہو جاؤ کہ مجھ پر تمہارا یہ حق بھی ہے کہ میں حالت جنگ کے علاوہ اور کسی صورت حال میں رازداری نہ برتوں؛ اور
6	فَإِذَا قَعَلْتُ ذَلِكَ وَجَبَتْ لِي عَلَيْكُمْ الطَّاعَةُ ؛ وَأَنْ لَا تَنْكُصُوا عَنْ دَعْوَةٍ ؛	احکام خداوندی کے علاوہ باقی معاملات میں تمہاری سوجھ بوجھ و مشورے کو نظر انداز نہ کروں؛
7		اور تمہارے حق کو بروقت ادا کرنے میں تاخیر نہ کروں؛
8		اور اسے انجام تک پہنچائے اور مکمل کئے بغیر توقف نہ کروں؛
9		اور یہ کہ حقوق کے معاملے میں تم سب کو برابر سمجھوں؛
10		چنانچہ جب میں ان مذکورہ بالا حقوق کو ادا کرتا رہوں تو تم پر اللہ کی طرف سے واجب ہے کہ تم ادھر اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اور ادھر تم میری اطاعت کرتے رہو؛
11		اور یہ کہ بلائے جانے پر کئی نہ کاٹ جایا کرو؛

12	اور نیک کاموں میں کوتاہی نہ کیا کرو؛	وَلَا تَفَرِّطُوا فِي صَلَاحٍ ؛
13	اور حق تک پہنچنے کے بعد سختیوں کی پرواہ نہ کیا کرو؛	وَأَنْ تَخَوْضُوا الْغَمْرَاتِ إِلَى الْحَقِّ ؛
14	اور اگر تم اس رویہ پر ثابت قدم نہ رہ سکو تو پھر تم میں سے بے راہ ہو جانے والوں سے زیادہ میری نظر میں اور کوئی بھی ذلیل نہ ہوگا؛	فَإِنْ أَنْتُمْ لَمْ تَسْتَقِيمُوا إِلَى عَلَيٍّ ذَلِكُمْ لَمْ يَكُنْ أَحَدًا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِمَّنْ أَعْوَجَّ مِنْكُمْ ؛
15	پھر اسے سزا بھی سب سے بڑی ملے گی؛	ثُمَّ أُعْظِمُ لَهُ الْعُقُوبَةَ ؛
16	اور وہ اس معاملہ میں میرے پاس کوئی رعایت نہ پائے گا؛	وَلَا يَجِدُ عِنْدِي فِيهَا رُخْصَةً ؛
17	تم بھی عہد و پیمانہ اپنے ماتحت سرداروں سے لے لو؛	فَخُذُوا هَذَا مِنْ أَمْرَائِكُمْ ؛
18	اور خود بھی ان کو اسی قسم کے حقوق دینے کا وعدہ کرو۔ جس سے اللہ تمہارے دینی مقاصد میں اصلاح جاری رکھے۔ والسلام	وَأَعْطُوهُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ مَا يُصْلِحُ اللَّهُ بِهِ أَمْرَكُمْ . والسلام

تشریح:- جن حقوق کا علی علیہ السلام نے تذکرہ فرمایا ہے وہ قرآن کریم کی تعلیمات کا اور انسانی ضروریات کا نچوڑ ہے اگر یہ حقوق دونوں فریق یعنی رعایا اور حکمران ادا کرتے رہیں تو آخری جملے کے مطابق نظم حکومت اور کامیابی دارین کا حاصل ہوتے رہنا یقینی ہے۔ لیکن عموماً ہوتا یہ ہے کہ یہ دونوں فریق اپنی اپنی خود ساختہ مصلحتوں کی بنا پر اپنے سامنے کچھ خود ساختہ حقوق رکھ لیتے ہیں۔ یوں رعایا اور حکمران میں تصادم پیدا ہوتا ہے اور برداشت سے باہر ہو جانے پر اس کا تذکرہ بھی خود ساختہ طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ دونوں فریق خود کو حق پر سمجھتے رہتے ہیں اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ وہ اپنے خود ساختہ راستوں پر چلے جا رہے ہیں۔ اگر وہ رک کر اپنے اپنے حقوق، مصلحتوں اور طریق کار کو قرآن کے سامنے رکھ دیں تو چند منٹ میں حق و باطل واضح اور الگ الگ ہو جائے۔ مگر رکنے کا وقت نہیں ملتا لہذا فساد میں اتنی دور نکل جاتے ہیں کہ حق کی طرف واپس آنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ لہذا خرابی کی اصل جڑ ذاتی اجتہاد ہوتا ہے۔ قدم بقدم قرآن کے الفاظ کے ساتھ چلنے سے کبھی باطل پر قدم نہیں پڑتے لیکن سوچا یہ گیا ہے کہ حکومت میں قومی و ملکی مصلحتوں کے ساتھ ساتھ چلنے سے حکومت و رعایا اور حکمران کے لئے بھلائیاں ہوتی ہیں۔ اسی اصول پر قریش نے حکومت بنائی تھی اور نظام مشاورت کو اپنا خدا بنا لیا تھا اور اُس کے احکامات کی تعمیل کو اسلام سمجھا تھا لہذا برباد ہو گئے۔

(نمبر 51) خط

الی عُمَالِهِ عَلَيَّ الْخِرَاجُ: خراج وصول کرنے والے گورنروں کے نام

1۔ حکومت کے ٹیکسوں کی وصولی میں رعایا کی ضروریات اور موسمی حالات کا خیال رکھنا لازم ہے

2۔ خطرناک چیزوں کے علاوہ اور کسی کی کسی چیز کو بلا اجازت ہاتھ تک نہ لگایا جائے گا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کے بندے اور مومنوں کے حاکم علی کی طرف سے خراج وصول کرنے والے صحابہ کے نام:-	مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيَّ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ اِلَى اصْحَابِ الْخِرَاجِ :
بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول تم کو معلوم ہو کہ جو شخص اپنے انجام سے نہیں ڈرتا وہ اپنے بچاؤ کا کوئی سامان بھی فراہم نہیں کر سکتا ہے؛	اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مَنْ لَمْ يَحْذَرْ مَا هُوَ صَائِرٌ اِلَيْهِ لَمْ يَقْدِمْ لِنَفْسِهِ مَا يُحْرِزُهَا ؛
یہ جان رکھو کہ جو فرض تم پر لازم کئے گئے ہیں وہ تھوڑے سے ہیں مگر ان کا ثواب بہت زیادہ ہے۔	وَاَعْلَمُوا اَنْ مَا كَلَّفْتُمْ يَسِيرٌ ؛ وَاَنَّ ثَوَابَهُ كَثِيرٌ ؛
اور اللہ نے جو ظلم اور سرکشی سے منع فرمایا ہے اگر اُس پر مواخذہ اور عذاب کا خوف نہ بھی ہوتا جب بھی اُن سے بچ کر رہنے کا ثواب اتنا ہے کہ اُن سے نہ بچنے کا کوئی عذر قابل قبول رہتا ہی نہیں ہے۔	وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيمَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُخَافُ لَكَانَ فِي ثَوَابِ اجْتِنَابِهِ مَا لَا عُذْرَ فِي تَرْكِ طَلَبِهِ ؛
چنانچہ تم لوگوں سے عدل اور انصاف کا رویہ اختیار کرو؛	فَاَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ اَنْفُسِكُمْ ؛
اور اُن کی خواہشوں اور ضرورتوں پر صبر سے کام لو؛	وَاَصْبِرُوا وَالحَوَائِجِهِمْ ؛
اس لئے کہ تم رعیت کے خزانچی ہو،	فَاِنَّكُمْ خَزَانُ الرِّعِيَةِ ؛
اور اُمت پر وکیل ہو اور آئمہ کے سفارت کار ہو،	وَالْوَكَلَاءُ الْاُئِمَّةِ وَسَفَرَاءُ الْاِئِمَّةِ ؛
کسی کی حاجت اور ضرورت کو نہ ٹھکراؤ۔	وَلَا تُحْسِمُوا اَحَدًا عَنْ حَاجَتِهِ ؛
اور اُس کی مانگ میں رکاوٹ نہ ڈالو؛	وَلَا تَحْبِسُوهُ عَنْ طَلَبَتِهِ ؛
اور خراج کی وصولی کے لئے اُن کے جاڑے یا گرمی میں کام آنے والے کپڑے اور مویشی جن سے وہ کام لیتے ہیں اور اُن کے غلاموں کو فروخت نہ کرو۔؛	وَلَا تَبِيعَنَّ لِلنَّاسِ فِي الْخِرَاجِ كِسْوَةَ شَتَاءٍ وَلا صَيْفٍ وَلا دَابَّةً يَّعْتَمِلُونَ عَلَيْهَا وَلا عَبْدًا ؛
اور کسی کو پیسوں کی خاطر کوڑے نہ مارو؛	وَلَا تَضْرِبَنَّ اَحَدًا سَوْطًا لِمَكَانِ دِرْهَمٍ ؛
اور کسی مسلمان یا غیر مسلم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ البتہ اگر تم گھوڑے اور اسلحہ پاؤ جو اہل اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے لئے رکھا ہوا ہو تو وہ لے لو؛	وَلَا تَمْسَسَنَّ مَالَ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مُصَلٍّ وَلا مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ تَجِدُوهُ فَرَسًا اَوْ سِلَاحًا يُعَدُّ بِهٖ عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ ؛

13	کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ دشمنان اسلام کے پاس اسلحہ اور گھوڑے رہنے دے اور وہ اسلام پر غلبہ اور دباؤ کا سبب بن جائے۔	فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَدَعَ ذَلِكَ فِي أَيْدِي أَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ فَيَكُونُ شَوْكَةً عَلَيْهِ ؛
14	اور اپنیوں کو نصیحت کرنے میں تکلف نہ کرنا یعنی نصیحت اور تنبیہ کو کل پر نہ ٹالنا؛	وَلَا تَدَّخِرُوا أَنْفُسَكُمْ نَصِيحَةً ؛
15	اور نہ ہی افواج سے اچھے سلوک کو پس انداز کرنا؛	وَلَا الْجُنْدَ حُسْنَ سِيرَةٍ ؛
16	اور رعایا کی مدد کو بلاتا خیر عمل میں لانا؛	وَلَا الرِّعِيَّةَ مَعُونَةً ؛
17	اور نہ ہی اللہ کی قوت کے اضافہ میں دیر لگانا؛	وَلَا دِينَ اللَّهِ قُوَّةً ؛
18	اور اللہ کی راہ میں جو فرائض تمہارے ذمہ ہیں اُن کو پورا کرنے میں کسی آزمائش سے نہ ڈرنا۔	وَأَبْلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا اسْتَوْجَبَ عَلَيْكُمْ ؛
19	یقیناً اللہ پاک نے اپنے احسانات کے بدلے میں ہمیں بھی اور تمہیں بھی ذمہ دار بنایا ہے کہ ہم پوری کوشش سے اُس کا شکر بجالاتے رہیں؛	فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَدْ اصْطَنَعَ عِنْدَنَا وَعِنْدَكُمْ أَنْ نَشْكُرَهُ بِحُجْدَانَا ؛
20	اور یہ کہ اپنی قوت و استطاعت بھرا اُس کے دین کی نصرت کرتے رہیں۔	وَأَنْ نَنْصُرَهُ بِمَا بَلَغَتْ قُوَّتُنَا ؛
21	اور صاحب بزرگی اور عظمت اللہ کی ہی طاقت ہر جگہ موجود ہے۔	وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ .

تشریح:- زکوٰۃ و صدقات وصول کرنے والوں کو بھی رعایا سے حد بھر رعایت کرنے کے احکام پہلے گزر چکے ہیں اور اس خط کی مذکورہ آیات سے واضح ہوتا ہے کہ پبلک کی اُن تمام خواہشات اور ضروریات کو پورا ہو جانا چاہئے جن سے پیداواری استعداد و قوت بڑھتی ہو۔ پیداواری حیثیت بڑھے تو پبلک سہولت سے گورنمنٹ کے واجبات ادا کر سکے گی۔ ہل نہ ہوں۔ بیل، گھوڑے، گدھے اور اونٹ بھی نہ ہوں۔ پہننے کے کپڑے نہ ہوں۔ بونے کے لئے بیج نہ ہو، کام کرنے والے کم ہو جائیں تو پیداوار کیسے ہوگی؟ حکومت کے پاس ٹیکس نہ آئے گا تو حکومت رعایا کے لئے مزید سہولتیں فراہم کرنے سے قاصر رہے گی اور حکومت کے اخراجات میں کمی کرنا لازم ہوگی۔ کچھ دنوں مزید سہولتوں سے محروم رہنا پبلک برداشت کر سکتی ہے۔ حکومت کم اخراجات کو سہہ سکتی ہے۔ لیکن پیداوار کا ختم ہو جانا تو رعایا اور حکومت دونوں کو ختم کر سکتا ہے۔ لہذا سب سے ضروری یہ ہے کہ پیداواری طاقت پبلک میں موجود رہے۔ خلفائے ثلاثہ خراج کی رقم بڑھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ چنانچہ کتاب الفاروق کا یہ جملہ سنئے:-

”عثمان کے زمانہ میں عبداللہ بن مسعود گورنر مصر نے ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار وصول کئے تھے۔ لیکن جب عثمان نے فخریہ عمرو بن العاص سے کہا کہ

اب تو اونٹنی نے زیادہ دودھ دیا ہے تو عمرو بن العاص نے آزادانہ کہا کہ لیکن اونٹنی کا بچہ بھوکا رہا۔“ (الفاروق حصہ دوم صفحہ 22)

یعنی یہ لوگ رعایا کو اونٹنی سمجھ کر نچوڑ لیتے تھے اور بچوں کے بھوکا مرنے کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور مولانا شبلی اور دیگر مورخین زیادہ سے زیادہ خراج وصول کرنے پر فخر کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے ان سے آخر حکومت چھین کر انہیں بھکاری بنا دیا۔

(نمبر 52) خط

الی امرء البلاد: شہروں کے حکمرانوں کے نام

1- انتظامی نماز کے اوقات کا سادہ اور عام فہم بیان

2- طویل نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول سنو کہ تم لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز اُس وقت پڑھا کرو جب سورج اتنا جھک جائے کہ بکریوں کے باڑے کی دیوار کا سایہ دیوار کے برابر ہو جائے؛	أَمَّا بَعْدُ فَصَلُّوا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتَّى تَفِئَ الشَّمْسُ مِثْلَ مَرْبُوضِ الْعَنْزِ؛
2	اور عصر کی نماز اُن ہی لوگوں کے ساتھ اُس وقت پڑھاؤ جب کہ ابھی سورج سفید اور چمک دار ہو اور دن اتنا باقی ہو کہ چھ میل کی مسافت طے کی جاسکے؛	وَصَلُّوا بِهِمُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيضاء حَيَّةٌ فِي عَضْوِمِنَ النَّهَارِ حِينَ يُسَارِفِيهَا فَرَسَخَانِ؛
3	اور ان ہی لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز اُس وقت پڑھاؤ جب روزہ دار روزہ کھولا کرتا ہے۔ اور حاجی لوگ عرفات سے واپس منیٰ کو جاتے ہیں؛	وَصَلُّوا بِهِمُ الْمَغْرِبَ حِينَ يُفْطِرُ الصَّائِمِ وَيَدْفَعُ الْحَاجَّ إِلَى مَنِيٍّ؛
4	اور اُن ہی تمام لوگوں کے ساتھ نماز عشاء اس وقت سے پڑھو جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے اور ابھی رات کی ایک تہائی گزری ہو۔	وَصَلُّوا بِهِمُ الْعِشَاءَ حِينَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ؛
5	اور اُن ہی لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز اس وقت پڑھ لیا کرو جب آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ پہچان سکتا ہو؛	وَصَلُّوا بِهِمُ الْعِدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ؛
6	اور نماز اتنی مختصر پڑھایا کرو جو اُن میں سب سے کمزور آدمی پر بھی بار نہ گزرے اور تم لوگوں کے لئے نماز کو فتنہ نہ بنا دینا۔	وَصَلُّوا بِهِمُ الصَّلَاةَ أضعفهم وَلَا تَكُونُوا فِتْنَانِينَ -

تشریح:- آپ نے شروع میں ہمارا جملہ ”انتظامی نماز“ پڑھا ہے۔ یہ جملہ بہت وسیع الاطراف معنی رکھتا ہے۔ اس کے فوری اور سادہ معنی یہ ہیں۔ کہ وہ نماز جو انتظام کی غرض سے پڑھی یا پڑھائی جائے۔ یعنی یہاں اُس نماز کی بات نہیں ہوگی جو اللہ نے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ حکمرانوں کے انتظام اور پبلک کی سہولت والی نماز زیر بحث ہے۔ اور اسی لئے اس نماز کو مختصر اور سہولت سے پڑھی جاسکنے والی نماز فرمایا ہے۔ یعنی یہ نماز بہر حال ہر شخص پر کھڑے ہو کر باقاعدہ جھک کر اور سجدے کر کے پڑھنا لازم ہے جب کہ اللہ والی نماز تو بیٹھ کر لیٹ کر اور اشاروں سے بھی پڑھی جاسکتی ہے جس میں جس چیز کی طاقت نہ ہو وہ چیز ساقط ہو جاتی ہے یا سہولت سے بدل جاتی ہے۔ لہذا نہایت بے تکلفی سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ والی نماز نہیں ہے بلکہ اللہ والی نماز کو انتظامی اور پبلک مصلحت میں بدل کر حکمران کی یا پبلک کی بادوں کی نماز بنا لیا گیا ہے۔ تاکہ:- - رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ابتدائی نکات میں ہمارا ایک جملہ یہ ہے کہ ”قریشی طریقہ پر“ اس کا مطلب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے دین کے تمام طریقوں کو ازراہ انتظام بدل دیا اور چونکہ اس رد و بدل میں قومی سہولت اور مصلحت کو ملحوظ رکھا تھا لہذا قوم نے خوشی خوشی تبدیل شدہ روزہ نماز وغیرہ وغیرہ کو اختیار کر لیا تھا اور تین

حکومتوں کے طویل ادوار میں اُن کی عادی ہو گئی تھیں۔ لہذا کسی تبدیل شدہ طریقہ کو پھر اصل کی طرف بدلنے سے دین کا بدلنا سمجھا جاتا اور لیڈر حضرات حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ایک دینی محاذ بھی قائم کر لیتے اس لئے حضورؐ نے کھل کر تبدیلی کا مشن قائم نہیں کیا بلکہ ایسا انتظار برسر کار رکھ کر دیا جس نے قریشی لیڈروں کی تمام بدعتیں اور اصلاحات منظر عام پر رکھ دیں اور ثابت ہو گیا کہ اُنہوں نے سارا دین بدل دیا تھا۔ آپ نے بغاوت کو روکنے کے لئے بعض چیزوں کو بحال رکھا اور خامیاں بیان کر دیں۔ لہذا مندرجہ بالا نماز اُن ہی لیڈروں کی اختیار کردہ تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے صحیح نماز کو اپنے خطبات اور دیگر خطوط میں بیان فرما دیا ہے۔ اور دین کی جن تبدیلیوں پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا اُن کو عوام میں باقی رہنے دیا ہے لیکن اپنے مخصوصین میں صحیح صحیح نماز اور نماز کی صحیح اسپرٹ جاری فرمادی تھی اور بہت سے لوگ اُسی طریقے سے نماز پڑھنے لگے تھے۔ چنانچہ حدیث کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے حضرت علی علیہ السلام کے پیچھے نماز جماعت پڑھی تو ہمیں رسول کی بھولی ہوئی نماز یاد آگئی (بخاری کتاب الاذان باب اتمام تکبیر فی الرکوع صفحہ 114) بہر حال آج جو نماز شیعوں میں پڑھی جاتی ہے وہ تشہد و سلام کے علاوہ وہی ہے جو اللہ نے بتائی ہے۔

قریش کے مقرر کردہ اوقات نماز کو قرآن کے ساتھ مطابق کرنے میں علامہ مودودی بہت تنگ ہوئے ہیں

بہر حال ہم مختصر آدھ کوشش دکھاتے ہیں جو علامہ مودودی نے قرآن سے سند لینے کے لئے کی ہے سنئے:-

(1) قرآن کی آیت نماز کے متعلق۔ وَاقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ (سود 114/111)

(2) مودودی کا ترجمہ: ”نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔“

(3) مودودی کی تشریح: ”۱۱۳ دن کے دونوں سروں پر“ سے مراد ہے صبح اور مغرب اور ”کچھ رات گزرنے پر“ سے مراد عشا کا وقت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ارشاد اس زمانے کا ہے جب نماز کے لئے ابھی پانچ وقت مقرر نہیں کئے گئے تھے۔ معراج کا واقعہ اس کے بعد پیش آیا جس میں بیچ وقت نماز فرض ہوئی (تشریح کے لئے ملاحظہ ہو بنی اسرائیل حاشیہ نمبر 95 ط حاشیہ نمبر 111)

(4) مودودی کے بنی اسرائیل کے حاشیہ نمبر 95 کا ماحول دیکھیں۔ حاشیہ نمبر 91 تا 95 کے لئے آیت دیکھیں:-

اقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ اِلَى عَسَقِ الْاَيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ الْقُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۵

(5) مودودی ترجمہ: ”نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو کیوں کہ قرآن فجر مشہود ہوتا ہے۔“ (بنی اسرائیل 17/78)

(6) اس آیت پر علامہ مودودی کے ضروری ضروری حاشیے

1- ”۹۲ زوال آفتاب“ ہم نے دلوک الشمس کا ترجمہ کیا ہے اگرچہ بعض صحابہ و تابعین نے دلوک سے غروف آفتاب بھی لیا ہے، لیکن اکثریت کی رائے یہی ہے (معنی بھی رائے سے کئے جاتے ہیں) کہ اس سے مراد آفتاب کا نصف النہار سے ڈھل جانا ہے۔ حضرت عمر ابن عمر انس بن مالک ابو برة اسلمی حسن بصری شعی عطاء مجاہد اور ایک روایت کی رو سے ابن عباس بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے بھی یہی قول مروی ہے۔ بلکہ بعض احادیث میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دلوک شمس سے یہی تشریح منقول ہے اگرچہ ان احادیث کی سند کچھ زیادہ قوی نہیں ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 634)

- 2- ”۹۳ غسق الیل۔ بعض کے نزدیک ”رات کو پوری طرح تاریک ہو جانا“ ہے اور بعض اس سے ”نصف شب“ مراد لیتے ہیں۔ اگر پہلا قول تسلیم کیا جائے تو اس سے عشا کا اول وقت مراد ہوگا اور اگر دوسرا قول صحیح مانا جائے تو پھر یہ اشارہ عشا کے آخر وقت کی طرف ہے۔“
- 3- ”۹۴ فجر کے لغوی معنی ہیں ”پوچھنا“، یعنی وہ وقت جب اول اول سپیدہ صبح رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتا ہے۔“
- ”فجر کے قرآن“ سے مراد فجر کی نماز ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں تو صلوة کا لفظ آیا ہے اور کہیں اس کے مختلف اجزا میں سے کسی جز کا نام لے کر پوری نماز مراد لی گئی ہے۔ مثلاً تسبیح، حمد، ذکر، قیام، رکوع، سجود وغیرہ۔ اسی طرح یہاں فجر کے وقت قرآن پڑھنے کا مطلب محض قرآن پڑھنا نہیں بلکہ نماز میں قرآن پڑھنا ہے۔ اس طریقہ سے قرآن مجید نے ضمناً یہ اشارہ کر دیا ہے کہ نماز کن اجزا سے مرکب ہونی چاہئے۔ اور ان ہی اشارات کی راہنمائی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی وہ ہیئت مقرر فرمائی جو مسلمانوں میں رائج ہے۔“
- 4- ”۹۵ قرآن فجر کے مشہور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے فرشتے اس کے گواہ بننے ہیں۔“

7- اس آیت پر سابقہ تمام تشریحات کو عبث بنا دینے والا معراج کا بیان

”اس آیت میں مجملاً یہ بتایا گیا ہے کہ بیوقوفہ نماز جو معراج کے موقع پر فرض کی گئی تھی۔ اس کے اوقات کی تنظیم کس طرح کی جائے؟ حکم ہوا کہ ایک نماز تو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لی جائے اور باقی چار نمازیں زوال آفتاب کے بعد سے ظلمت شب تک پڑھی جائیں۔ پھر اس حکم کی تشریح کے لئے جبرئیل علیہ السلام بھیجے گئے جنہوں نے نماز کے ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی میں ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”جبرئیل نے دو مرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے قریب نماز پڑھائی پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا اور سایہ ایک جوتی کے تسمے سے زیادہ دراز نہ تھا۔ پھر عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے اپنے قد کے برابر تھا۔ پھر مغرب کی نماز ٹھیک اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ پھر عشا کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھا دی اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن انہوں نے ظہر کی نماز مجھے اُس وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اُس کے قد کے برابر تھا۔ اور عصر کی نماز اُس وقت جب کہ ہر چیز کا سایہ اُس کے قد سے دو گنا ہو گیا۔ اور مغرب کی نماز جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ اور عشا کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے پر۔ اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر۔ پھر جبرئیل نے پلٹ کر مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ یہی اوقات انبیاء کے نماز پڑھنے کے ہیں۔ اور نمازوں کے صحیح اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔“ (یعنی پہلے دن ہر وقت کی ابتدا اور دوسرے دن ہر وقت کی انتہا بتائی گئی ہے ہر وقت کی نماز ان دونوں کے درمیان ادا ہونی چاہئے) (تفہیم القرآن۔ جلد 2 صفحہ 635)

8- قرآن مجید کو تیر کا ساتھ رکھا گیا ہے ورنہ قرآن نماز کے اوقات پر صرف اشارے کرتا ہے

یہاں علامہ مودودی کا آخری بیان سنئے اور نماز اور نماز کے اوقات پر قرآن کی آیات اور ترجمے دیکھئے مودودی فرماتے ہیں کہ:-

”قرآن مجید میں خود بھی نماز کے ان پانچوں اوقات کی طرف مختلف مواقع پر اشارے کئے گئے ہیں چنانچہ سورہ ہود میں فرمایا:-

1- اَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ (11/114)

”نماز قائم کر دوں کے دونوں کناروں پر (یعنی فجر اور مغرب) اور رات گزرنے پر (یعنی عشا)۔“

2- وَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبَّحْ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ (20/130)

اور سورہ طٰ میں ارشاد ہوا ہے کہ ”اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر طلوع آفتاب سے پہلے (فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے (عصر) اور رات کے اوقات میں پھر تسبیح کر (عشا) اور دن کے سروں پر (یعنی صبح، ظہر اور مغرب)

3- پھر سورہ روم میں ارشاد ہوا:-

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ۝ (30/17-18)

”پس اللہ کی تسبیح کرو جب کہ تم شام کرتے ہو (مغرب) اور جب صبح کرتے ہو (فجر) اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اس کی تسبیح کردن کے آخری حصہ میں (عصر) اور جب کہ تم دوپہر کرتے ہو (ظہر)“ یہ تمام آیات و بیانات تفہیم جلد 2 کے صفحہ 634 تا 636 سے لئے گئے ہیں۔

9- نماز کے اوقات کی تک بندوں اور جوڑ توڑ پر ہمارے ساتھ علامہ مودودی کو پھر دیکھیں

ہم نے قارئین کو مودودی کے ان بیانات اور آیات کو پڑھنے کی زحمت اس لئے دی ہے تاکہ آپ اُن کے دلائل میں کچھ جان ہو تو نوٹ کر لیں۔ رہ گیا صرف کوشش کرنا اور ضرورت مندوں کو سہارا دینا تو اُس کو مخالف گروہ کیوں تسلیم کرے گا۔ لہذا یہ سب مودودی کی کوشش تھی انہوں نے خود کو بھی اور اپنے مذاہب کو بھی طویل بیانات سے سہارا دیا ہے۔ نماز کے اوقات پر دلیل کوئی نہیں دی ہے انہوں نے خود لکھ دیا کہ:-

”نماز کے ان پانچوں اوقات کی طرف قرآن مجید میں مختلف مواقع پر اشارے کئے گئے ہیں۔“

یعنی قرآن میں صرف اشارے ہیں اوقات نماز نہیں ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اشارے بھی مودودی نے سمجھے ہیں اسی لئے جگہ جگہ بریکٹ میں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء خود لکھنا پڑا ہے تاکہ قاری آیات میں اشاروں کا ہونا سمجھ لے۔ قرآن میں نہ نماز کے قریش والے اوقات ہیں نہ اشارے ہیں یہ خالص مودودی کی تک بندی اور فریب ہے۔

دوسرا پہلو:- مودودی نے ایک حدیث بھی لکھی ہے۔ اس نام نہاد حدیث پر ہمیں تین موٹے موٹے اعتراضات ہیں۔ اول یہ کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی سند نہیں رکھتی لہذا ناقابل قبول ہے۔ دوم یہ کہ پانچوں وقتوں کا الگ الگ تعین معراج کے واقعہ میں بتایا گیا تھا۔ مگر حدیث میں نماز کعبہ میں پڑھائی گئی جس کا معراج سے کوئی تعلق نہیں ہے لہذا یہ تعین یوں بھی فرضی ہے۔ سوم یہ کہ حدیث لکھنے کے بعد یعنی یعنی کہہ کر جو تشریح مودودی نے اپنے بریکٹ میں کی ہے وہ حدیث میں نہیں ہے۔ لہذا اس خود ساختہ حدیث سے بھی نماز کے اوقات کا تعین نہیں ہوتا۔ اور معاملہ مشکوک ہو جاتا ہے کہ آیا شروع کے اوقات میں پڑھانا صحیح تھا یا آخری اوقات صحیح تھے۔ پھر دونوں کا بیچ نکالنا پڑیگا تو تعین کہاں ہوا؟ پھر یہ کہ عربی زبان کے الفاظ کا ترجمہ اور معنی کرنے سے کسی کی رائے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں تو قوانین موجود ہیں تو انہیں کو توڑ کر کثرت رائے سے معنی کرنا ہی تحریف قرآن ہے جو حرام ہے مگر قریش اور قریشی علماء نے جائز رکھا ہے لہذا فجر وغیرہ کے الفاظ کے معنی غلط کئے گئے ہیں اور اُن معنی میں بھی بعض نے کچھ کہا اور بعض نے کچھ اور کہہ دیا لہذا یہ بکواس مبین ہے۔ زبردستی گھسیٹ کر قریش کے خود ساختہ اوقات کو فٹ یا انفت کیا گیا ہے۔ پھر اوقات نماز سے متعلق لائی ہوئی آیات میں اِقِم لفظ ایک شخص کو یعنی نبیؐ کو نماز قائم کرنے کا حکم دیتا ہے اس سے ساری امت کیوں مراد لی جائے؟ جب تمام انبیاء کا یہ نماز پڑھنا مان لیا جائے تو اوقات نماز کا قرآن میں ذکر کیوں نہ ہو؟

(نمبر 53) عہد نامہ

عَهْدُ كَتَبَهُ لِلْأَشْتَرِ النَّخَعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَمَّا وَلَّاهُ عَلَى مِصْرَ وَأَعْمَالَهَا حِينَ اضْطَرَبَ أَمْرُ أَمِيرِهَا مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ

اس دستاویز کو (مالک) اشتر نخعی رحمہ اللہ کے لئے تحریر فرمایا جبکہ محمد ابن ابی بکر کے حالات بگڑ جانے پر انہیں مصر اور اس کے اطراف کی

حکومت سپرد کی۔ (ترجمہ نہج البلاغہ جلد 3 صفحہ 113 مفتی جعفر حسین)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

یہ ہے وہ دستوری فرمان جو اللہ کے بندے علی امیر المؤمنین نے مالک ابن حارث الاشتر کو لکھ کر دیا ہے اور اُس سے عہد کیا ہے جبکہ اُسے ملک مصر کا حاکم بنایا تھا۔	1	هَذَا مَا أَمَرَهُ عَبْدُ اللَّهِ عَلِيُّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَالِكَ ابْنِ الْحَارِثِ الْأَشْتَرِ فِي عَهْدِهِ إِلَيْهِ حِينَ وَلَّاهُ مِصْرَ :
تا کہ اُس ملک سے خراج وصول کرتا رہے۔	2	جَبَايَةَ خَرَاجِهَا ؛
اور اُس ملک کے دشمنوں سے جہاد کرتا رہے۔	3	وَجِهَادِ عَدُوِّهَا ؛
اور وہاں کے باشندوں کی اصلاح و فلاح کا نظام جاری کرے۔	4	وَأَسْتِصْلَاحِ أَهْلِهَا ؛
اور وہاں کی بستیوں اور شہروں کی تعمیر اور آباد کاری کی مہم چلائے۔	5	وَعِمَارَةِ بِلَادِهَا ؛
اُسے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔	6	أَمْرَهُ بِتَقْوَى اللَّهِ ؛
اور اطاعت خداوندی کو ہر چیز پر ترجیح دیتا رہے۔	7	وَأَيْتَارِ طَاعَتِهِ ؛
اور اللہ نے جن فرائض اور سنتوں کا قرآن میں حکم دیا ہے انکی پیروی کرے۔	8,9	وَأَتْبَاعِ مَا أَمَرَهُ فِي كِتَابِهِ : مِنْ فَرَائِضِهِ وَسُنَنِهِ ؛
اس لئے کہ ان کی پیروی کے بغیر انسان کو دائمی سعادت نہیں ملتی۔	10	الَّتِي لَا يَسْعَدُ أَحَدًا إِلَّا بِاتِّبَاعِهَا ؛
اور دائمی بد نصیبی ان ہی فرائض اور سنتوں کے ٹھکرانے سے اور انہیں ضائع کرنے سے ملتی ہے۔	11	وَلَا يَشْقَى إِلَّا مَعَ جُحُودِهَا وَإِضَاعِهَا ؛
اور یہ کہ دل سے اور ہاتھوں سے اور زبان سے اللہ پاک کے دین کی نصرت جاری رکھنا	12	وَأَنْ يَنْصُرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِقَلْبِهِ وَيَدِهِ وَلِسَانِهِ ؛
اس لئے کہ اللہ بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو کوئی اُس کی نصرت کرے گا وہ اُس کی مدد و تائید ضرور کرے گا۔	13	فَإِنَّهُ - جَلَّ اسْمُهُ - قَدْ تَكْفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَصَرَهُ ؛
اور اُس کو غالب رکھے گا جو اُس کے دین کو غالب رکھنے میں کوشاں ہوگا۔	14	وَإِعْزَازٍ مِنْ أَعَزَّهُ ؛
اور اُسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کی حالت میں اپنے نفس کو کچل دے	15	وَأَمْرَهُ أَنْ يَكْسِرَ نَفْسَهُ عِنْدَ الشَّهَوَاتِ ؛
اور نفس کی منہ زوری اور سرکشی کے وقت اسے روک کر رکھے۔	16	وَيَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمْعَاتِ ؛
کیونکہ نفس امارہ تو برائی ہی کی رغبت دلاتا ہے۔ سوائے اُس شخص کے جس پر اللہ کی رحمت ہو۔	17	فَإِنَّ النَّفْسَ أَمَّارَةً بِالسُّوءِ إِلَّا مَرَحِمَ اللَّهُ ؛

18	پھر اے مالک یہ سمجھ لو میں تمہیں ایسے شہروں پر روانہ کر رہا ہوں جہاں تم سے پہلے ایسی حکومتیں گذر چکی ہیں جن میں عدل پرور اور جور و ظلم کرنے والی حکومتیں بھی رہ چکی ہیں اور یقینی بات ہے کہ تمہاری رعایا کے لوگ تمہارے احکام اور طرز عمل کو اسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تم اپنے سے پہلے حکمرانوں کے طور پر یقوں کو دیکھتے رہے ہو اور تمہارے متعلق بھی وہ کچھ کہیں گے جو تم سابقہ حکمرانوں کے لئے کہتے رہے ہو۔	18	ثُمَّ أَعْلَمَ يَا مَالِكُ أَنِّي قَدَّوَجَّهْتُكَ إِلَى بِلَادٍ قَدَّ جَرَتْ عَلَيْهَا ذُؤُلٌ قَبْلَكَ مِنْ عَدْلِ وَجُورٍ ؛
19	اور یقینی بات ہے کہ تمہاری رعایا کے لوگ تمہارے احکام اور طرز عمل کو اسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تم اپنے سے پہلے حکمرانوں کے طور پر یقوں کو دیکھتے رہے ہو اور تمہارے متعلق بھی وہ کچھ کہیں گے جو تم سابقہ حکمرانوں کے لئے کہتے رہے ہو۔	19	وَأَنَّ النَّاسَ يَنْظُرُونَ مِنْ أُمُورِكَ فِي مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِيهِ مِنْ أُمُورِ الْوَلَاةِ قَبْلَكَ ؛
20	اور تمہارے متعلق بھی وہ کچھ کہیں گے جو تم سابقہ حکمرانوں کے لئے کہتے رہے ہو۔	20	وَيَقُولُونَ فِيكَ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِيهِمْ ؛
21	اور حقیقت اسی قدر ہے کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ اسی نیک نامی سے چلتا ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کی زبان پر جاری کر رکھی ہے۔	21	وَأِنَّمَا يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحِينَ بِمَا يُجْرِي اللَّهُ لَهُمْ عَلَى أَلْسِنِ عِبَادِهِ ؛
22	لہذا ضروری ہے کہ تمہیں تمام ذخیروں میں سے اپنے نیک اعمال کا ذخیرہ سب سے زیادہ محبوب ہو۔	22	فَأَيُّكُنْ أَحَبُّ الذَّخَائِرِ إِلَيْكَ ذَخِيرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ ؛
23	چنانچہ اپنی ذاتی خواہشوں پر قابو رکھنا۔	23	فَأَمْلِكْ هَوَاكَ ؛
24	اور جو مشغلے تمہارے لئے حلال نہیں ہیں۔ اُن میں مشغول ہونے کی اجازت دینے میں اپنے نفس سے کنجوسی اور مخالفت کیا کرنا۔	24	وَشَحْ بِنَفْسِكَ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَكَ ؛
25	چنانچہ نفس کے ساتھ بخل اور کنجوسی کرنا ہی اُس کے ساتھ انصاف کرنا ہے۔ خواہ وہ خود اُسے پسند کرے یا ناپسند کرے۔	25	فَإِنَّ الشَّحَّ بِالنَّفْسِ الْإِنصَافُ مِنْهَا فِيمَا أَحَبَّتْ أَوْ كَرِهَتْ ؛
26	اور اپنے دل کے اندر رعیت کیلئے جذبہ رحم اور محبت اور لطف و کرم کو استقلال سے بٹھا دو اور تم اُن کو ضرر پہنچانے والا بھیڑ یا نہ بن جانا اور اُن کو کھا جانا غنیمت نہ سمجھنے لگانا۔	26	وَأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ ؛ وَالْمَحَبَّةَ لَهُمْ ؛ وَاللُّطْفَ بِهِمْ ؛
27	اور تم اُن کو ضرر پہنچانے والا بھیڑ یا نہ بن جانا اور اُن کو کھا جانا غنیمت نہ سمجھنے لگانا۔	27	وَلَا تَكُونَنَّ عَلَيْهِمْ سَبْعًا ضَارِيًا تَعْتَمُّ أَكْلَهُمْ ؛
28	رعیت کے لوگوں کی دو قسمیں ہوا کرتی ہیں۔ اُن میں سے کچھ تو تمہارے دینی بھائی ہوں گے اور کچھ خود تمہارے جیسی مخلوق ہوں گے۔	28	فَانْتَهُمْ صِنْفَانِ : إِمَّا أَخُ لَكَ فِي الدِّينِ وَإِمَّا نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ ؛
29	اُن میں سے بعض سے کبھی کبھی لغزشیں اور کوتاہیاں بھی سرزد ہوں گی۔	29	يَفْرُطُ مِنْهُمْ الزَّلُّ ؛
30	اور اُن کو وہ اسباب بھی پیش آئیں گے جو برائی کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں۔	30	وَتَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلُّ ؛
31	اور اُن کے ہاتھوں سے جان بوجھ کر یا بھول چوک سے خطائیں بھی ہوں گی۔	31	وَيُؤْتِي عَلَى أَيْدِيهِمْ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَاةِ ؛
32	لہذا تم اُن کی خطاؤں سے درگزر کرتے رہنا کیونکہ تم بھی اللہ سے اپنی خطاؤں سے درگزر اور بخش دئے جانے کی درخواست کرتے رہتے ہو۔	32	فَاعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَصَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِي تُحِبُّ أَنْ يُعْطِيَكَ اللَّهُ مِنْ عَفْوِهِ وَصَفْحِهِ ؛
33	یہ اس لئے کہ تم اُن پر حاکم اور باز پرس کرنے والے ہو اور تم پر تمہارا امام حاکم اور باز	33	فَأَنَّكَ فَوْقَهُمْ وَوَالِي الْأَمْرِ عَلَيْكَ فَوْقَكَ وَ

34	اور اُسی نے تم پر رعایا کے انتظام اور اصلاح کی ذمہ داری ڈال کر تمہیں اُن کے ذریعہ سے آزمانا چاہا ہے۔	وَاللّٰهُ فَوْقَ مَنْ وَّلَاكَ ؛ وَقَدْ اسْتَكْفَاكَ اَمْرُهُمْ وَاَبْتَلَاكَ بِهِمْ ؛
35	اور تمہیں چاہئے کہ اللہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو جنگ کیلئے آمادہ نہ کر لینا۔	وَلَا تَنْصِبَنَّ نَفْسَكَ لِحَرْبِ اللّٰهِ ؛
36	اس لئے کہ اُس کے غضب سے بچ نکلنے کے لئے نہ تمہارے پاس طاقت ہے اور نہ تم کبھی اُس کی بخشش اور رحمت سے بے نیاز ہو سکتے ہو۔	فَاِنَّهُ لَا يَدِيْكَ لَكَ بِنِقْمَتِهِ وَلَا غِنٰى بِكَ عَنْ عَفْوِهِ وَرَحْمَتِهِ ؛
37	تمہیں کسی کو معاف کر کے بچھڑانا نہیں چاہئے۔	وَلَا تَنْدُ مِنْ عَلٰى عَفْوٍ ؛
38	اور نہ ہی کسی کو سزا دے کر فخر کرنا چاہئے۔	وَلَا تَبْجَحَنَّ بِعُقُوْبَةٍ ؛
39	اور غصہ میں عجلت سے کام نہ لیا کرنا جب کہ کسی معاملے کو ٹلا دینا مفید معلوم ہو رہا ہو	وَلَا تُسْرِ عَنْ اِلٰى بَادِرَةٍ وَجَدْتَ مِنْهَا مَنُودُوْحَةً ؛
40	کبھی یہ نہ کہنا کہ ”میں حاکم ہوں لہذا میرے حکم پر صرف اطاعت کرنا لازم ہے۔“	وَلَا تَقُوْلَنَّ اِنِّىْ مُوَمَّرٌ اَمْرٌ فَاَطَاعُ ؛
41	یقیناً اس قسم کا کلام اور تصور دل میں غرور و فساد پیدا کرے گا، اور دین میں کمزوری اور سستی داخل کرے گا، اور غیر خدا سے قربت کا سبب بنے گا۔	فَاِنَّ ذٰلِكَ اِدْغَالٌ فِى الْقَلْبِ ؛ وَمَنْهَكَةٌ لِلدِّيْنِ وَتَقَرُّبٌ مِنَ الْغَيْبِ ؛
42	اور جب کبھی حکمرانی کرتے کرتے تم میں اپنی بزرگی اور بڑائی کا خیال پیدا ہو تو اُسے دور کرنے کے لئے تم اپنی پوزیشن اور اللہ کی عظمت و اقتدار پر نظر ڈال لینا اور دیکھنا کہ وہ تم پر اور پوری کائنات پر ایسی قدرت و اختیار رکھتا ہے جو تم خود اپنی ذات پر بھی نہیں رکھتے ہو۔	وَاِذَا اَحَدْتَ لَكَ مَا اَنْتَ فِىْهِ مِنْ سُلْطٰنِكَ اُبْهَةً اَوْ مَخِيْلَةً فَاَنْظُرْ اِلٰى عَظَمِ مَلِكِ اللّٰهِ فَوْقَكَ وَقُدْرَتِهِ مِنْكَ عَلٰى مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ نَفْسِكَ ؛
43	یقیناً اسی غرور و تدبر سے تمہاری رعونت اور سرکشی دب جائے گی۔	فَاِنَّ ذٰلِكَ يُطٰمِنُ اِلَيْكَ مِنْ طَمٰحِكَ ؛
44	اور تجھ سے تیری فرضی سر بلندی کو دفع کر دے گی۔	وَيَكْفُ عَنْكَ مِنْ غَرْبِكَ ؛
45	اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو تمہیں واپس لا کر دے دے گی۔	وَيَفِيْ اِلَيْكَ بِمَا عَزَبَ عَنْكَ مِنْ عَقْلِكَ ؛
46	خبردار تم کبھی بھی اللہ کی عظمت میں شریک ہونے اور اس کی جبروت میں مشابہہ ہو جانے کی حرکت نہ کر بیٹھنا۔	اِيَّاكَ وَمَسٰمَاةَ اللّٰهِ فِى عَظَمَتِهِ وَالتَّشْبَهَ بِهٖ فِى جَبْرُوْتِهِ ؛
47	اس لئے کہ اللہ ہر سرکش و سر بلند شخص کو ذلت سے دوچار کر دیتا ہے اور مغرور کی توہین و رسوائی کر دیتا ہے۔	فَاِنَّ اللّٰهَ يُدِلُّ كُلَّ جَبّٰرٍ وَيُهِيْنُ كُلَّ مُخْتَالٍ ؛
48	اللہ کے معاملے میں انصاف سے کام لیتے رہنا اور تمام انسانوں کے ساتھ اور اپنے مخصوص اہل و عیال کے اور رعیت کے ان لوگوں کے ساتھ جن سے تیری توجہات زیادہ رغبت رکھتی ہوں ہر حال میں انصاف کو مد نظر رکھنا۔	اَنْصِفِ اللّٰهَ وَاَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ وَمِنْ خَاصَّةِ اَهْلِكَ وَمَنْ لَكَ فِىْهِ هَوٰى مِنْ رَعِيَّتِكَ

49	چنانچہ اگر تم ایسا انصاف نہ کرو گے تو تم یقیناً ظلم کرو گے۔ اور جو کوئی بھی اسکے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو اللہ بھی باقی بندوں کے علاوہ اُس کا حریف اور دشمن بن جاتا ہے؛	فَإِنَّكَ الْآتِفَعَلُ تَظْلِمُ ! وَمَنْ ظَلَمَ عِبَادَ اللَّهِ كَانَ اللَّهُ حَصْمَهُ دُونَ عِبَادِهِ ؛
50	اور جس کسی کا حریف اور دشمن اللہ ہوگا تو اس کی ہر دلیل وجہ کو کچل دے گا؛	وَمَنْ خَاصَمَهُ اللَّهُ أَذْحَضَ حُجَّتَهُ ؛
51	اور وہ اللہ سے برسرِ جنگ اور برسرِ مقابلہ رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ باز آجائے اور توبہ کر لے؛	وَكَانَ لِلَّهِ حَرْبًا حَتَّى يَنْزِعَ وَيَتُوبَ ؛
52	اور اللہ کی نعمتوں کو چھین لینے والی اور اس کی سزاؤں کو جلدی سے بلانے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی اور برقرار رہا جائے؛	وَلَيْسَ شَيْءٌ أَدْعَى إِلَى تَغْيِيرِ نِعْمَةِ اللَّهِ وَتَعْجِيلِ نِقْمَتِهِ مِنْ إِقَامَةِ عَلَيِّ ظُلْمٍ ؛
53	لہذا اللہ مظلوموں کی دعا سنتا ہے؛	فَإِنَّ اللَّهَ يَسْمَعُ دَعْوَةَ الْمُضْطَّهِدِينَ ؛
54	اور ظالموں کو سزا دینے کے لئے اُن کی گھات میں لگا رہتا ہے؛	وَهُوَ لِلظَّالِمِينَ بِالْمُرْصَادِ ؛
55	اور اسی لئے تمہیں تو تمام کاموں میں جو کام سب سے زیادہ پسند ہونا چاہئے وہ حق کے اعتبار سے میانہ روی ہے، اور عدل کے اعتبار سے عمومی ہے، اور جو رعیت کی مجموعی و عام خوشنودی کا باعث ہو؛	وَلْيَكُنْ أَحَبُّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَوْسَطُهَا فِي الْحَقِّ وَاعْمَمَهَا فِي الْعَدْلِ ؛ وَاجْمَعَهَا لِرِضَى الرَّعِيَّةِ ؛
56	کیونکہ عوام کی ناراضگی مخصوص لوگوں کی خوشنودی کو بے اثر و بے کار کر دیا کرتی ہے؛	فَإِنَّ سُخْطَ الْعَامَّةِ يُحْجِفُ بَرِيضَى الْخَاصَّةِ ؛
57	اور مخصوص لوگوں کی ناراضگی عوام کی خوشنودی کے سامنے نظر انداز کی جاسکتی ہے؛	وَأَنَّ سُخْطَ الْخَاصَّةِ يُغْتَفَرُ مَعَ رِضَى الْعَامَّةِ ؛
58	اور یہ سمجھ لو کہ ساری رعیت میں سے،	وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الرَّعِيَّةِ ؛
	الف۔ جو لوگ خوشحالی اور سہولت کے زمانہ میں حکمران پر سب سے زیادہ تکلیف دینے والے ہوتے ہیں وہ یہی مخصوصین اور بڑے لوگ ہوتے ہیں، (ب) اور جو تکلیف اور بلاؤں کے زمانے میں کم سے کم مددگار بنتے ہیں یہی مخصوصین اور بڑے لوگ ہوتے ہیں، (ج) اور یہی لوگ عوام سے انصاف کرنے کو ناپسند کرتے ہیں (د) اپنی غرض اور مطلب پورا کرانے کے لئے لپٹ جاتے ہیں۔ (ہ) بخشش اور احسان پر مشکور نہیں ہوتے (و) مال و دولت دینے سے منع کر دو تو وہ جائز عذر بھی نہیں سنتے (ز) اور اگر سختیوں اور تنگی کا زمانہ آجائے تو یہی مخصوصین اور بڑے لوگ صبر و برداشت کرنے میں سب سے کمزور اور بے صبر ثابت ہوتے ہیں؛	الف۔ أَثْقَلَ عَلَى الْوَالِي مَوْؤَنَةٌ فِي الرَّحَاءِ، ب۔ وَ أَقْلَ مَعُونَةٌ لَهُ فِي الْبَلَاءِ ؛ ج۔ وَ أَكْرَهَ لِلْإِنصَافِ ؛ د۔ وَ أَسَالَ بِالْإِلْحَافِ ؛ ه۔ وَ أَقْلَ شُكْرًا عِنْدَ الْإِعْطَاءِ ؛ و۔ وَ أَبْطَأَ عُدْرًا عِنْدَ الْمَنْعِ ؛ ز۔ وَ أَضْعَفَ صَبْرًا عِنْدَ مُلِمَاتِ الدَّهْرِ مِنْ أَهْلِ الْخَاصَّةِ ؛
59	اور ساتھ یہ بھی سمجھ لو کہ عوام یا غریباہی وہ لوگ ہیں جو دین کا ستون و سہارا ہوتے ہیں، جو مسلمانوں کی حقیقی قوت اور عزت ہوتے ہیں اور جو دشمنوں کے مقابلے میں سامانِ دفاع و غلبہ ہوتے ہیں۔	وَإِنَّمَا عُمُودُ الدِّينِ وَجَمَاعُ الْمُسْلِمِينَ وَالْعُدَّةُ لِلْأَعْدَاءِ الْعَامَّةِ مِنَ الْأُمَّةِ ؛

60	فَلْيَكُنْ صَعُوكَ لَهُمْ وَ مَيْلَكَ مَعَهُمْ ؛	لہذا تمہاری پوری توجہ اور تمہاری تمام مہربانیوں کا رخ عوام الناس ہی کی طرف رہنا چاہئے؛
61	وَلْيَكُنْ أَبَعْدَ رَعِيَّتِكَ مِنْكَ وَأَشْنُوهُمْ عِنْدَكَ أَطْلَبُهُمْ لِمَعَائِبِ النَّاسِ ؛	اور تمہاری رعیت میں سب سے دُور اور تمہارے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور بُرا شخص وہ ہونا چاہئے جو لوگوں کی عیب جوئی میں مصروف رہتا ہو؛
62	فَإِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوبًا أَلْوَالِي أَحَقُّ مِنْ سَتَرِهَا ؛	حقیقت یہ ہے کہ لوگوں میں کچھ نہ کچھ عیب تو ہوتے ہی ہیں، حکمران کو تمام عیب پوشوں سے بڑھ کر ستاری و عیب پوشی زیب دیتی ہے؛
63	فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا ؛	لہذا جو عیب تمہارے نظر سے غائب ہوں انہیں نہ کھولنا؛
64	فَإِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيرُ مَا ظَهَرَ لَكَ ؛	اس لئے کہ تمہاری ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ:- تم ان عیبوں کی تطہیر کرو جو تم پر ظاہر ہیں؛
65	وَاللَّهُ يَحْكُمُ عَلَى مَا غَابَ عَنْكَ ؛	رہ گئے وہ عیب جو تمہاری نظر سے غائب ہیں ان کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے؛
66	فَاسْتُرِ الْعُورَةَ مَا اسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللَّهُ مِنْكَ مَا تَحِبُّ سِتْرَهُ مِنْ رَعِيَّتِكَ ؛	لہذا جہاں تک تم سے ہو سکے تم لوگوں کے ننگے پن پر پردہ ڈالو تاکہ اللہ بھی تمہارے اُن عیبوں کی پردہ پوشی کرے جن کو تم رعایا سے چھپانا پسند کرتے ہو؛
67	أَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ كُلِّ حِقْدٍ ؛	لوگوں کے دلوں میں لگی ہوئی کینے اور بغض کی ہر گرہ کو کھول دو۔
68	وَأَقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وَتْرٍ ؛	اور دشمنی پیدا کرنے والے ہر سبب اور وجہ کو کاٹ کر رکھ دو؛
69	وَتَغَابَ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَصِحُّ لَكَ ؛	اور جو طریقہ کار تمہارے نزدیک صحیح نہ ہو اس سے بے خبر بن جاؤ؛
70	وَلَا تَعْجَلَنَّ إِلَى تَصْدِيقِ سَاعٍ ؛	اور بدگویی اور نکتہ چینی میں کوشاں اشخاص کی تصدیق کرنے میں جلدی نہ کرنا؛
71	فَإِنَّ السَّاعِيَ غَاشٍ وَإِنْ تَشَبَّهَ بِالنَّاصِحِينَ ؛	یقیناً ایسی بُری کوشش کرنے والے عموماً دھوکے باز ہوتے ہیں اگرچہ وہ خیر خواہوں اور نصیحت کرنے والوں کے مشابہ ہوتے ہیں؛
72	وَلَا تُدْخِلَنَّ فِي مَشُورَتِكَ بَخِيلًا يَبْدُلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ ؛ وَيَعِدُكَ الْفَقْرُ ؛	اور اپنے مشوروں میں بخیل اور کنجوس کو کبھی داخل نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں فضل و کرم سے ہٹا دے گا اور فقر و فاقہ سے دوچار ہو جانے کا خطرہ پیش کر کے روکے گا؛
73	وَلَا جَبَانًا يُضْعِفُكَ عَنِ الْأُمُورِ ؛ وَلَا حَرِيصًا يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَّ بِالْجَوْرِ ؛	اور نہ بزدل کو مشورے میں داخل کرنا ورنہ وہ تمہیں قوت فیصلہ میں کمزور کر دے گا اور نہ ہی لالچی آدمی کو داخل کرنا ورنہ وہ ظلم کے ذریعے مال بٹورنے کے فوائد بتا کر تمہیں لالچی بنا دے گا؛
74	فَإِنَّ الْبُخْلَ وَالْجُبْنَ وَالْحِرْصَ غَرَائِزُ شَنِيءٌ يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ بِاللَّهِ ؛	حقیقت یہ ہے کہ بخیلی، بزدلی اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر یہ سب مل کر اللہ سے بدگمان کرنے میں مشترک رہتی ہیں؛
75	إِنَّ شَرَّ وُزَرَائِكَ مَنْ كَانَ لِلْأَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزَيْرًا ؛	یقیناً تمہارے لئے سب سے بدتر اور شرانگیز و زیر وہ ہوگا جو تم سے پہلے والے شر

پسندوں کا وزیر رہا ہوگا؛	
76 اور جو ان کے گناہوں میں شریک رہا ہو ایسا شخص تمہارے رازداروں میں نہ ہونا چاہئے؛	وَمَنْ شَرَّ كَهُمْ فِي الْأَثَامِ فَلَا يَكُونَنَّ لَكَ بَطَانَةً؛
77 کیونکہ ایسے لوگ گناہگاروں کے معاون اور ظالموں کے بھائی ہوا کرتے ہیں	فَانَّهُمْ أَعْوَانُ الْأَثَمَةِ وَأَخْوَانُ الظَّالِمَةِ؛
78 ایسے لوگوں کی جگہ تمہیں ایسے افراد مل سکتے ہیں جو سوجھ بوجھ اور بصیرت اور صحیح رائے میں ان کے ہی مانند ہوں گے؛	وَأَنْتَ وَاجِدٌ مِنْهُمْ خَيْرَ الْخَلْفِ مِمَّنْ لَهُ مِثْلُ أَرَائِهِمْ وَنَفَادِهِمْ؛
79 اور ان کی طرح گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوئے نہ ہوں گے اور انہوں نے نہ کسی گناہ گار کے گناہ میں ساتھ دیا ہوگا اور نہ کسی ظالم کے ظلم میں شریک رہے ہوں گے؛	وَلَيْسَ عَلَيْهِ مِثْلُ أَصَارِهِمْ وَأَوْزَارِهِمْ مِمَّنْ لَمْ يُعَاوِنِ ظَالِمًا عَلَى ظُلْمِهِ وَلَا إِثْمًا عَلَى إِثْمِهِ؛
80 ایسے لوگوں کی ذمہ داری لینا تمہارے لئے آسان تر ہوگا اور وہ تمہارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے؛	أُولَئِكَ أَخْفَى عَلَيْكَ مَوْثِقَةً؛ وَأَحْسَنُ لَكَ مَعُونَةً؛
81 اور ساتھ ہی یہ لوگ تمہاری طرف محبت سے توجہ رکھنے والے ہوں گے؛	وَأَخْبَى عَلَيْكَ عَطْفًا؛
82 اور تمہارے علاوہ اوروں سے کم از کم اُلفت اور تعلق رکھیں گے؛	وَأَقْلُ لغيرِكَ اَلْفًا؛
83 چنانچہ اس قسم کے لوگوں کو اپنی اعلانیہ اور پوشیدہ محفلوں میں اپنا مصاحب و مشیر رکھنا؛	فَاتَّخِذْ أُولَئِكَ خَاصَّةً لِحَلْوَاتِكَ وَحَفَلَاتِكَ؛
84 پھر ان میں سے بھی زیادہ ترجیح ان لوگوں کو دینا جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کہنے میں بے باک ہوں؛	ثُمَّ لِيَكُنْ أَوْلَاهُمْ عِنْدَكَ أَقْوَلَهُمْ بِمِرِّ الْحَقِّ لَكَ؛
85 اور اللہ کی ان ناپسندیدہ باتوں اور معاملات میں تمہارے کم سے کم مددگار ہوں جو وہ اپنے اولیاء سے سرزد ہونے دینا نہیں چاہتے؛ خواہ	وَأَقْلَهُمْ مُسَاعَدَةً فِيمَا يَكُونُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللَّهُ لِأَوْلِيَائِهِ؛
86 وہ ناپسندیدہ باتیں واقعات اور تمہاری خواہش سے کتنا ہی میل کھاتی ہوں؛	وَأَقْعًا ذَلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ؛
87 اور خود کو پارسا اور صادق القول لوگوں سے وابستہ رکھنا؛	وَالصَّقِّ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَالصَّدَقِ؛
88 پھر ان پارسا لوگوں کو اس کی عادت ڈالنا کہ وہ تمہاری تعریفیں نہ کیا کریں اور تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر ہی تمہاری باطل طریقہ پر مدح و ثنا کر کے تمہیں خوش نہ کیا کریں؛	ثُمَّ رُضُّهُمْ عَلَى أَنْ لَا يُطْرُقُوكَ، وَلَا يُبَجِّحُوكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ؛
89 اس لئے کہ بہت زیادہ ستائش اور مدح و ثنا آدمی کو خود پسند بنا کر سرکشی میں مبتلا کر دیتی ہے؛	فَإِنَّ كَثْرَةَ الْإِطْرَاءِ تُحَدِّثُ الرَّهْوَ؛

90	اور آدمی کو مصنوعی عزت کا دلدادہ بنا دیتی ہے؛	وَتُذْنِبِي مِنَ الْعُرَّةِ ؛
91	اور دیکھو تمہارے نزدیک احسان پیشہ شخص اور بدکار آدمی برابر کی منزلت میں نہ رکھ دئے جائیں؛	وَلَا يَكُونَنَّ الْمُحْسِنُ وَالْمُسِيءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةِ سَوَاءٍ ؛
92	اور یقیناً ایسا کرنے سے نیکیوں کو نیکی سے اور احسان سے بے رغبت کرنا ہے؛	وَأَنَّ فِي ذَلِكَ تَرْهِيْدًا لِأَهْلِ الْإِحْسَانِ فِي الْإِحْسَانِ ؛
93	اور بدکاروں کو بدکاری میں ترقی کرانا ہوگا؛	وَتَذْرِيْبًا لِأَهْلِ الْإِسَاءَةِ عَلَى الْإِسَاءَةِ ؛
94	اور لازم ہے کہ ہر شخص کو اُس کی اُس منزل میں رکھا جائے جو اس کے ذاتی کردار سے لازم ہوتی ہو؛	وَالزَّمْ كُلَّ مِنْهُمْ مَا أَلَزَمَ نَفْسَهُ ؛
95	اور یہ سمجھ لو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا بھروسہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ وہ اُن کے ساتھ احسان اور لطف و کرم کا سلوک کرے؛	وَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بَادَعَى إِلَى حُسْنِ ظَنِّ وَالٍ بِرِعِيَّتِهِ مِنْ إِحْسَانِهِ إِلَيْهِمْ ؛
96	اور اُن پر بوجھ لادنے میں کمی کو مدنظر رکھے؛	وَتَخْفِيْفِهِ الْمَمْرُؤَاتِ عَلَيْهِمْ ؛
97	اور اُن کو ایسی ناگوار صورت حال سے گذرانا چھوڑ دینا چاہئے جو اُن کے قابو کے نہ ہوں؛	وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ إِيَّاهُمْ عَلَى مَا لَيْسَ قَبْلَهُمْ ؛
98	تمہاری طرف سے اس سلسلے میں ایسے کام اور ایسا سلوک ہونا چاہئے کہ تمہاری رعایا کا سارا حسن ظن اور عمدہ خیالات تم پر مرکوز ہو کر رہ جائیں؛	فَأَيْكُنْ مِنْكَ فِي ذَلِكَ أَمْرٌ يَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرِعِيَّتِكَ ؛
99	اور یہ حقیقت ہے کہ رعیت کا حسن ظن رکھنا تمہارے اعتماد کا سبب و ثبوت بنے گا اور تمہاری بہت سی ذمتوں کو دور کر دے گا؛	فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَبًا طَوِيلًا ؛
100	اور سب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہوگا؛	وَأَنَّ أَحَقَّ مَنْ حُسْنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسَنَ بِلَاؤُكَ عِنْدَهُ ؛
101	اور سب سے زیادہ تمہاری بے اعتمادی کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ تم نے برا سلوک کیا ہوگا؛	وَأَنَّ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ سَاءَ بِلَاؤُكَ عِنْدَهُ ؛
102	اور اُس نیک سنت کو نہ توڑ دینا کہ جس پر اس اُمت کے بزرگ عمل کرتے رہے؛	وَلَا تَنْقُضْ سُنَّةَ صَالِحَةٍ عَمِلَ بِهَا صُدُورُ هَذِهِ الْأُمَّةِ ؛
103	اور جس سے اُمت میں اتحاد اور اُلْفَت پیدا ہوئی تھی؛	وَأَجْتَمَعَتْ بِهَا الْأُلْفَةُ ؛
104	اور جس سے رعیت کی صلاح اور فلاح وابستہ رہی؛	وَصَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ ؛
105	اور ایسی سنت ایجاد نہ کر بیٹھنا جو ماضی میں جاری رہنے والی سنت کی کسی چیز کو ضرر پہنچائے، چنانچہ سنت جاری کرنے والا ہی اُس کی پاداش اور نتیجہ کا ذمہ دار ہوتا ہے؛	وَلَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةَ تَضُرُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاضِي تِلْكَ السَّنَنِ فَيَكُونَ الْأَجْرُ لِمَنْ سَنَّهَا ؛

106	اور جو کچھ تو سابقہ سنت میں سے توڑیگا اسکی ذمہ داری خود تیرے اوپر ہوگی؛	وَالْوَزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا؛
107	اور اپنے ملک اور شہروں کے حالات اور اصلاحی امور کو مستحکم کرنے میں اور اُن نتائج کو پیدا کرنے کیلئے جن سے اُن لوگوں کے حالات سنورتے رہے جو تم سے پہلے تھے تم علما اور حکما سے مذاکرہ اور خفیہ بات چیت جاری رکھنا؛	وَأَكْثِرْ مَدَارِسَ الْعُلَمَاءِ وَمُنَا فَتَنَةَ الْحُكَمَاءِ فِي تَثْبِيتِ مَا صَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ بِلَادِكَ وَإِقَامَةَ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ؛
108	اور معلوم ہو کہ رعیت میں بہت سے طبقات ہوتے ہیں جن کی صلاح اور فلاح ایک دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہوتی؛	وَأَعْلَمْ أَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلُحُ بَعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ؛
109	اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اُن کے طبقات یوں ہیں کہ:-	وَلَا غِنَى بَعْضُهَا إِلَّا عَنِ بَعْضٍ فَمِنْهَا؛
110	ایک طبقہ اللہ کے لشکروں کا ہوتا ہے، ایک طبقہ عام اور خاص تحریری ریکارڈ تیار کرنے والوں کا، ایک طبقہ عدالت و انصاف قائم رکھنے والے قاضیوں کا اسٹاف، ایک طبقہ رعایا میں انتظام اور انصاف نافذ کرنے والے عملوں (گورنروں) کا، ایک طبقہ میں غیر مسلم اور جزیہ دینے والے ذمہ دار غیر مسلموں کا اور ایک طبقہ تجارت پیشہ اور اہل حرفہ کا ہوتا ہے، ایک طبقہ فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے جو سب سے پست ہے؛	جُنُودُ اللَّهِ؛ وَمِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ؛ وَمِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ؛ وَمِنْهَا عُمَّالُ الْإِنصَافِ وَالرِّفْقِ؛ وَمِنْهَا أَهْلُ الْحِزْبِيَّةِ وَالْخِرَاجِ مِنْ أَهْلِ الدِّمَّةِ وَمُسْلِمَةِ النَّاسِ؛ وَمِنْهَا التُّجَّارُ وَأَهْلُ الصِّنَاعَاتِ وَمِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْمَسْكِينَةِ؛
111	اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبوی میں اس کی حد بندی کر دی ہے اور وہ سب کچھ ہمارے پاس محفوظ ہے۔	وَكُلُّ قَدَسَمَى اللَّهُ لَهُ سَهْمُهُ وَوَضَعَ عَلَى حَدِّهِ وَفَرِيضَتِهِ فِي كِتَابِهِ أَوْ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَهْدًا مِنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوظًا .
112	چنانچہ افواج بحکم خدا رعیت کے لئے حفاظت کا قلعہ ہیں؛ فرمانرواؤں کی زینت و شان ہیں دین و مذہب کی قوت اور امن قائم رکھنے کا ذریعہ ہیں اور رعیت برقرار نہیں رہ سکتی سوائے افواج کے؛	فَالْجُنُودُ بِإِذْنِ اللَّهِ حُصُونُ الرَّعِيَّةِ؛ وَزَيْنُ الْوَلَاةِ وَعِزُّ الدِّيْنِ؛ وَسُبُلُ الْأَمْنِ وَكَيْسُ تَقْوَمِ الرَّعِيَّةِ إِلَّا بِهِمْ؛
113	پھر افواج کا دار و مدار، اُس کا وجود و بقا اُس خراج پر ہے جو اللہ نے اُن کے لئے معین و مقرر کر دیا ہے جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے کی قوت حاصل کرتے ہیں؛	ثُمَّ لَا قِيَامَ لِلْجُنُودِ إِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللَّهُ لَهُمْ مِنَ الْخِرَاجِ الَّذِي يَقْوُونَ بِهِ عَلَى جِهَادِ عَدُوِّهِمْ؛
114	اور اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، اپنی اصلاح کرتے ہیں اور ضروریات بہم پہنچاتے ہیں؛	وَيَعْتَمِدُونَ عَلَيْهِ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ وَيَكُونُونَ مِنْ وِرَائِهِمْ حَاجَتِهِمْ؛

115	پھر رعیت اور افواج کا دار و مدار اور انتظام کے لئے تیسرے گروہ کی احتیاج ہے جو قاضیوں، گورنروں اور کارکنوں کو بحال لانے والوں کا گروہ ہے؛	115	ثُمَّ لَا قِوَامَ لِهَٰذَيْنِ الصَّنَفَيْنِ إِلَّا بِالصَّنْفِ الثَّالِثِ مِنَ الْفُقَٰصَةِ وَالْعَمَالِ وَالْكِتَابِ ؛
116	جن کے ذریعہ سے معاہدوں کا برقرار رہنا اور پائیداری قائم رکھنا ہوتی ہے اور یہ لوگ خراج اور دیگر منافعوں کی جمع و خرچ انجام دیتے ہیں اور عام اور خاص معاملات اور انتظامات کے متعلق اُن ہی کے ذریعے سے اطلاعات اور اطمینان فراہم ہوتا ہے۔؛	116	لِمَا يُحْكَمُونَ مِنَ الْمَعَاقِدِ، وَيَجْمَعُونَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَيُؤْتَمَنُونَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ الْأُمُورِ وَعَوَامِهَا ؛
117	اور اُن سب کا دار و مدار و بقاء و ترقی تاجروں اور صنعتاء اور کارگروں پر ہے۔ وہ ان کی ضروریات فراہم کرتے ہیں؛	117	وَلَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيعًا إِلَّا بِالتَّجَارِ وَ زَوِي الصِّنَاعَاتِ فِيمَا يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ مِنْ مَرَافِقِهِمْ ؛
118	اور بازار لگاتے ہیں اور سجاتے ہیں؛	118	وَيَقِيمُونَهُ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ ؛
119	اور اپنی کوششوں اور محنت و بصیرت سے تمام ضرورت کی چیزوں کو لا کر انہیں خود تلاش کرنے سے بچا دیتے ہیں ورنہ اُن کے بغیر فراہمی مشکل تھی؛	119	وَيَكْفُونَهُمْ مِنَ الشَّرْفِيِّ بِأَيْدِيهِمْ مِمَّا لَا يَبْلُغُهُ رَفْقٌ غَيْرِهِمْ
120	پھر نچلا طبقہ محتاجوں اور مسکینوں کا ہے۔ جن کی مدد اور ضرورتوں کا فراہم کرنا لازم ہے؛	120	ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ وَالْمَسْكِنَةِ الَّذِينَ يَحِقُّ رَفْدُهُمْ وَمَعُونَتُهُمْ ؛
121	اللہ نے اُن سب کے لئے وسعتیں فراہم کر رکھی ہیں؛	121	وَفِي اللَّهِ لِكُلِّ سَعَةٌ ؛
122	اور اُن تمام طبقات کے حقوق کا ادا کرنا حکمران کے ذمہ عائد ہوتا ہے تاکہ اُن سب کی اصلاح اور بہبودی جاری رہے؛	122	وَلِكُلِّ عَلَى الْوَالِي حَقٌّ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهُ ؛
123	اور حکمران اپنے اوپر عائد ہونے والے اللہ کے اُن سب حقوق اور فرائض کو اسی صورت میں ادا کر سکتا ہے جب کہ وہ پوری پوری کوشش کرے اور اللہ سے مدد طلب کرتا رہے اور خود کو حق پر برقرار رکھے اور پیش آنے والے حالات پر صبر سے ثابت قدم رہے۔ خواہ وہ حالات اس کے لئے آسان و خفیف ہوں یا دشوار ہوں؛	123	وَلَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِي مِنْ حَقِيقَةِ مَا أَلَزَمَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا بِالْإِهْتِمَامِ وَالِاسْتِعَانَةِ بِاللَّهِ وَتَوَطُّيْنِ نَفْسِهِ عَلَى لُزُومِ الْحَقِّ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ فِيمَا خَفَّ عَلَيْهِ أَوْ ثَقَلَ ؛
124	بہر حال فوج پر والی یا حاکم ایسے شخص کو بنایا جائے گا جو کہ اپنے اللہ کا اور اللہ کے رسول کا اور تمہارے امام کا تمہارے نزدیک سب سے زیادہ خیر خواہ ہو؛	124	قَوْلٍ مِنْ جُنُودِكَ أَنْصَحَهُمْ فِي نَفْسِكَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَ لِأَمَامِكَ ؛
125	اور اُن سب سے زیادہ پاک دامن ہو؛	125	وَأَنْفَاهُمْ جَيِّبًا ؛
126	اور قوت برداشت میں سب سے افضل ہو؛	126	وَأَفْضَلَهُمْ حِلْمًا ؛
127	اُسے اُن لوگوں میں سے ہونا چاہئے جو غیظ و غضب کو دبا سکتے ہوں؛	127	مِمَّنْ يُبْطِئُ عَنِ الْغَضَبِ ؛

اور قصور واروں کے عذرات پر آرام سے توجہ دیتا ہو؛	128	وَيَسْتَرِيحُ إِلَى الْعُدْرِ ؛
ضعیفوں اور کمزوروں سے نرمی برتتا ہو؛	129	وَيُرَافُ بِالضُّعْفَاءِ ؛
اور طاقتوروں اور سر بلند لوگوں کے سامنے سنجیدہ اور بلند تر ہو جاتا ہو؛	130	وَيَنْبُو عَلَى الْأَفْوِيَاءِ ؛
اُسے اُن لوگوں میں سے ہونا چاہئے جنہیں نہ بد خوئی جوش دلاتی ہو،	131	وَمِمَّنْ لَا يُبَيِّرُهُ الْعُنْفُ ؛
اور نہ کمزوری کا اظہار انہیں کمزور کرتا ہو؛	132	وَلَا يَقْعُدُ بِهِ الضُّعْفُ ؛
پھر تم خود کو بزرگ خاندانوں سے،	133	ثُمَّ الصَّقِ بِذَوِي الْإِحْسَابِ ؛
اور شریف و نیک گھرانوں سے اور نیکیوں میں قدامت رکھنے والوں سے	134	وَأَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ وَسَوَاقِبِ الْحَسَنَةِ ؛
وابستگی اختیار کرو؛		
پھر عمدہ ماضی رکھنے والوں، ہمت و شجاعت اور سخاوت اور اہل حلم و برداشت	135	ثُمَّ أَهْلَ النَّجْدَةِ وَالشُّجَاعَةِ وَالسَّخَاءِ وَالسَّمَاخَةِ ؛
کے حامل لوگوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ اور واقفیت حاصل کرتے رہو؛		
اس لئے کہ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو بزرگی کا سرمایہ،	136	فَإِنَّهُمْ جَمَاعٌ مِنَ الْكِرْمِ ؛
اور نیکیوں کے شعبے اور سرچشمے ہوتے ہیں؛	137	وَشُعَبٌ مِنَ الْعُرْفِ ؛
پھر اُن کے حالات و معاملات اور ضروریات پر اسی طرح متوجہ رہنا جس طرح	138	ثُمَّ تَفَقَّدُ مِنْ أُمُورِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا ؛
والدین اپنے بچوں پر توجہ دیتے ہیں؛		
اور اُن کی تقویت کے سلسلے میں جو سلوک بھی کرو اُسے اپنے حساب میں بڑا	139	وَلَا يَنْفَا قَمَنَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهِ ؛
سلوک نہ سمجھنا؛		
اور ساتھ ہی اپنے کسی ایسے سلوک کو جس کا تم نے معاہدہ کیا ہے حقیر نہ سمجھنا	140	وَلَا تَحْفِرَنَّ لُطْفًا تَعَاهَدْتَهُمْ بِهِ وَإِنْ قَلَّ ؛
خواہ وہ تھوڑا ہی سا سلوک ہو؛		
کیونکہ اُس حُسن سلوک سے اُن کے اندر خیر خواہی کا جذبہ ابھرے گا اور وہ	141	فَإِنَّهُ دَاعِيَةٌ لَهُمْ إِلَى بَدْلِ النَّصِيحَةِ لَكَ ؛
تمہاری بھلائی پر متوجہ ہوں گے؛		
اور تمہارے متعلق اُن کے اندر حُسن ظن اور عمدہ تصورات پیدا ہوں گے؛	142	وَحُسْنِ الظَّنِّ بِكَ ؛
اور یہ سوچ کر کہ تم نے اُن کی تمام بڑی بڑی اور اہم ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے	143	وَلَا تَدَعْ تَفَقُّدَ لَطِيفِ أُمُورِهِمْ اتِّكَالًا عَلَى جَسِيمِهَا ؛
چھوٹی اور غیر اہم ضرورتوں کو نظر انداز نہ کر دینا؛		
اس لئے کہ آسان آسان اور چھوٹی چھوٹی مہربانیاں بھی ایک مقام رکھتی ہیں	144	فَإِنَّ لِلْيَسِيرِ مِنْ لُطْفِكَ مَوْضِعًا يَنْتَفِعُونَ ؛
جن سے وہ موزوں استفادہ کرتے ہیں؛		
اور بڑی بڑی اہم ضرورتوں کا پورا کرنا بھی احسان عظیم ہے جس سے وہ مستغنی	145	وَلِلْجَسِيمِ مَوْضِعًا لَا يَسْتَعْنُونَ عَنْهُ ؛
اور بے نیاز نہیں ہو سکتے؛		

146	اور فوج کے سرداروں میں تمہارے یہاں اس سردار کو بزرگ سمجھا جانا چاہئے جو خود کو فوجیوں کے مساوی رکھتا ہو؛	وَلْيَكُنْ أَتْرُؤُسِ جُنْدِكَ عِنْدَكَ مَنْ وَاَسَاهُمْ فِي مَعُونَتِهِ ؛
147	اور جو انہیں اپنے مال سے فضل و کرم فراہم کرتا ہو؛ اور	وَأَفْضَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ جِدَّتِهِ ؛
148	انکے بال بچوں اور پیچھے رہ جانے والے اہل و عیال کی گذر بسر میں کوشاں رہتا ہو	يَسْعُهُمْ وَيَسْمَعُ مَنْ وَرَاءَهُمْ مِنْ خُلُوفِ أَهْلِيهِمْ ؛
149	یہاں تک کہ سردار اور ماتحت سپاہیوں کی تکلیف و ضرورت ایک ہو کر رہ جائیں اور وہ یکسوئی کے ساتھ دشمنوں سے جہاد میں جان لڑائیں۔	حَتَّى يَكُونَ هَمُّهُمْ هَمًّا وَاحِدًا فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ ؛
150	حقیقت یہ ہے کہ تمہارا اُن پر لطف و کرم کرنا اور اُن سے وابستہ رہنا اُن کے قلوب کو تمہارا گرویدہ بنا دے گا	فَإِنَّ عَطْفَكَ عَلَيْهِمْ يَعْطِفُ قُلُوبَهُمْ عَلَيْكَ ؛
151	اور حکمرانوں کے لئے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اطمینان اس میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے؛	وَإِنَّ أَفْضَلَ قَرَّةٍ عَيْنِ الْوَلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ ؛
152	اور یہ کہ رعایا میں حکمران کی محبت و احترام ظہور میں آتا رہے؛	وَزَهْوُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ ؛
153	اور رعایا کی محبت اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتی جب تک اُنکے دل صاف نہ ہوں	وَأَنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ ؛
154	اور اُن کی خیر خواہی اُسی صورت میں ثابت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد اُس کے تحفظ کے لئے گھیرا ڈالے رہتے ہوں؛	وَلَا تَصْحُحُ نَصِيحَتُهُمْ إِلَّا بِحَيْطَنِيَّتِهِمْ عَلَى وِلَاةِ أُمُورِهِمْ ؛
155	اور اُس کی حکومت میں کم سے کم گرائی محسوس کریں؛	وَقَلَّةِ اسْتِثْقَالِ دَوْلِهِمْ ؛
156	اور اُس کے اقتدار کے خاتمہ کے منتظر نہ رہتے ہوں؛	وَتَرَكِ اسْتِطْوَءِ انْقِطَاعِ مَدَّتِهِمْ ؛
157	لہذا اُن کی اُمیدوں کے مطابق پورا اترنے میں کوشاں رہو؛	فَأَفْسَحْ فِي أَمَالِهِمْ ؛
158	اور اُن کی ہمت افزائی کے لئے اچھے الفاظ کہتے رہنا، اور عمدہ کارکردگی پیش کرنے والوں کے کارناموں کا تذکرہ جاری رکھنا؛	وَوَاصِلْ فِي حُسْنِ الشَّنَاءِ عَلَيْهِمْ وَتَعْدِيدِ مَا أَبْلَى دَوْرُ الْبَلَاءِ مِنْهُمْ ؛
159	چنانچہ اُن کے عمدہ کارناموں کا ذکر بہادروں میں جوش پیدا کرتا ہے؛	فَإِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ أَعْمَالِهِمْ تَهْزُ الشُّجَاعَ ؛
160	اور پست ہمتوں کو بھی ابھارتا ہے؛ اِنْشَاءَ اللَّهِ تَعَالَى۔	وَتَحَرِّضُ النَّاْكِلِ ؛ اِنْشَاءَ اللَّهِ تَعَالَى ؛
161	پھر جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اُسے پہچان لینا (یعنی ہر ایک کی عمدہ کارکردگی کا ریکارڈ تیار کرتے رہنا)؛	ثُمَّ اَعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اَبْلَى ؛
162	اور ایک شخص کے کارنامہ کو دوسرے شخص کی طرف منسوب کرنے کی گنجائش نہ رکھنا؛ اور	وَلَا تُصَيِّفَنَّ بِلَاءَ امْرِئٍ اِلَى غَيْرِهِ ؛
163	کارناموں کی جزا و صلہ دینے میں تقصیر نہ کرنا (یعنی انعامات کا ریکارڈ بھی رکھنا)؛	وَلَا تُقْصِرَنَّ بِهِ دُونَ غَايَةِ بِلَائِهِ ؛

164	یہ بھی نہ کرنا کہ کسی شخص کی نام آوری اور شہرت کی بنا پر اُس کے معمولی کام کو بڑا کارنامہ بنا ڈالو؛	وَلَا يَدْعُونَكَ شَرَفَ امْرِئٍ إِلَىٰ أَنْ تُعَظَّمَ مِنْ بَلَاءِهِ مَا كَانَ صَغِيرًا ؛
165	اور کسی کی شخصیت کے پست ہونے کی وجہ سے اُس کے بڑے کارنامہ کو پست نہ سمجھ لینا؛	وَلَا ضَعْفَ امْرِئٍ إِلَىٰ أَنْ تَسْضَعِرَ مِنْ بَلَاءِهِ مَا كَانَ عَظِيمًا ؛
166	ان تمام مشکلات اور پیچیدہ حالات اور شبہ میں ڈالنے والے کاموں کو اللہ اور اُس کے رسول کی مدد لے کر حل کیا کرو (یعنی ایسے معاملات و حالات و مشکلات کو اللہ و رسول کے سامنے پیش کر دیا کرو)؛	وَارْذُدْ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ مَا يُضِلُّكَ مِنَ الْخُطُوبِ وَيَشْتَبِهَ عَلَيْكَ مِنَ الْأُمُورِ؛
167	اس لئے کہ اللہ نے جس قوم کو ہدایت کرنا چاہی ہے اُنکے لئے فرمایا ہے کہ: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور اپنے میں سے صاحب الامر کی اطاعت کرو پھر اگر تم میں ایسا اختلاف پیدا ہو جائے جو تم کو تفرقہ پر مجبور کر دے تو اختلاف پیدا کرنے والی بات کو اللہ و رسول کے سامنے پیش کر دو اور انکے فیصلے پر عمل کرو“ (سورہ نساء 4/59)۔ چنانچہ اللہ کے سامنے پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب سے حکم لیا جائے اور رسول کے سامنے پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول کی اُس سنت سے حکم لیا جائے جس پر تمام مسلمان متفق ہوں“	فَقَدْ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِقَوْمٍ أَحَبَّ إِرْشَادَهُمْ ؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (سورہ نساء 4/59) فَالرُّدُّ إِلَى اللَّهِ : الْأَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهِ وَالرُّدُّ إِلَى الرَّسُولِ : الْإِخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَمَاعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ ؛
168	پھر تمہیں چاہئے کہ لوگوں کے مقدمات اور معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایسے دانشمند کو تعینات کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعیت میں سب سے افضل ہو اور پیچیدہ صورت حال جسے الجھن میں نہ ڈالتی ہو؛	ثُمَّ اخْتَرِ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ أَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِي نَفْسِكَ مِمَّنْ لَا تَضِيقُ بِهِ الْأُمُورُ ؛
169	اور جسے جھگڑنے والوں کی بے تکی باتوں پر غصہ نہ آتا ہو؛	وَلَا تَمَحَّكُهُ الْخُصُومُ ؛
170	اور اپنے کسی غلط خیال پر ضد نہ کرتا ہو؛	وَلَا يَتَمَادَى فِي الزَّلَّةِ ؛
171	اور صحیح بات سمجھ لینے کے بعد اُس کے اختیار کرنے میں اپنی توہین نہ سمجھتا ہو؛	وَلَا يَحْصُرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ ؛
172	اور وہ اپنی ذاتی خواہش و طبع کو کوئی مقام نہ دیتا ہو؛	وَلَا تُشْرِفَ نَفْسُهُ عَلَى طَمَعٍ ؛
173	اور پوری تحقیق و تفتیش کا عادی ہو سرسری طور پر فیصلے نہ کر لیتا ہو (یعنی تحقیقات کی دقتوں سے گھبرانہ جاتا ہو)؛	وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَىٰ فَهَمٍ دُونَ أَقْصَاهُ ؛
174	اور شبہ پیدا ہوتے ہی رک جانا اور مزید غور کرنا اس کی عادت ہو؛	وَأَوْفَقَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ ؛
175	اور اہل معاملہ کو دلیل و حجت سے قائل کر سکنے والا ہو؛	وَأَخَذَهُمُ بِالْحُجَجِ ؛

176	اور مدعی و مدعا علیہ کی بحثوں سے کم سے کم اکتانہ و گھبراتا ہو؛	وَأَقْلَهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ ؛
177	اور مقدمات و حالات کو کھول دینے میں سب سے زیادہ صبر پر عامل ہو؛	وَأَصْبَرَهُمْ عَلَى تَكْشُفِ الْأُمُورِ ؛
178	اور حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد سب سے زیادہ بے خوفی کے ساتھ حکم نافذ کر دیتا ہو؛	وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّصَاحِ الْحُكْمِ ؛
179	وہ ایسا شخص ہونا چاہے جسے داد دینا اور سراہنا خود پسند نہ بنا دے اور اُسے غرور کی طرف نہ جھکا دے؛	مِمَّنْ لَا يَزِدُّهُ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَمِيلُهُ اغْرَاءٌ ؛
180	اور اُن صفات کے لوگ بہت کم ہوا کرتے ہیں۔ پھر بھی تم خود اُن کے فیصلوں کا جائز لیتے رہنا؛	وَأُولَئِكَ قَلِيلٌ ثُمَّ أَكْثَرُ تَعَاهُدَ قَضَائِهِ ؛
181	اور اُن کیلئے اپنی بخششوں کو اتنی وسعت دینا کہ اُنکے پاس کوئی شکوہ نہ رہ جائے؛	وَأَفْسَحَ لَهُ فِي الْبَدْلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ ؛
182	اور اُن کی وہ حاجتیں پوری ہوتی اور کم ہوتی چلی جائیں جن کی وجہ سے وہ لوگوں کی طرف مائل ہوتے ہوں؛	وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ ؛
183	اور اُنہیں اپنی قربت میں ایسا مقام دیئے رکھنا کہ تم تک رسائی رکھنے والے خاص لوگوں کو بھی اُن کو نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے؛	وَأَعْطِهِ مِنَ الْمُنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَا لَا يَطْمَعُ فِيهِ غَيْرُهُ مِنْ حَاصِيتِكَ ؛
184	تاکہ تمہاری قربت میں ملا ہوا عزت کا مقام اُنہیں لوگوں کی سازشوں، شورشوں اور چغلیوں سے امن میں رکھے؛	لِيَأْمَنَ بِذَلِكَ اغْتِيَالِ الرِّجَالِ لَهُ عِنْدَكَ ؛
185	چنانچہ اُن کے تمام معاملات پر ایک دور رس نظر رکھنا ضروری ہے؛	فَانظُرْ فِي ذَلِكَ نَظْرًا بَلِيغًا ؛
186	حقیقت یہ ہے کہ یہ دین یقیناً بد معاشوں اور شر و فساد کے دلدادہ افراد کے ہاتھوں میں قیدی کی صورت میں رہتا رہا ہے؛	فَإِنَّ هَذَا الدِّينَ قَدْ كَانَ أَسِيرًا فِي أَيْدِي الْأَشْرَارِ ؛
187	جو اُس میں اپنی خواہشات اور مصلحتوں کے ماتحت کاروبار کرتے اور دین کے ذریعہ دنیا بٹرتے رہے؛	يُعْمَلُ فِيهِ بِالْهَوَىٰ وَتَطْلُبُ بِهِ الدُّنْيَا ؛
188	پھر اپنے گورنروں، حکام اور عہدیداروں کے معاملات اور حالات پر بھی نظر رکھنا اُن کو امتحانات کے بعد عہدہ دینا؛	ثُمَّ انظُرْ فِي أُمُورِ عُمَّالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمْ اخْتِبَارًا ؛
189	اور کبھی اُن کو رعایتاً اور اثر و رسوخ کی بنا پر حاکم نہ بنانا؛	وَلَا تُؤَلِّهِمْ مَحَابَّةً وَآثَرَةً ؛
190	اس معاملے میں رعایت اور جانبداری دونوں بے ایمانی اور خیانت کے شعبے ہوتے ہیں؛	فَإِنَّهُمَا جَمَاعٌ مِنْ شُعَبِ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ ؛

191	اور اُن کے انتخاب میں تجربہ رکھنے والوں، غیرت مندوں، نیک اور بلند مرتبہ گھرانے کے لوگوں کو ترجیح دینا؛ خصوصاً	وَتَوَخَّ مِنْهُمْ أَهْلَ التَّجْرِبَةِ وَالْحَيَاءِ مِنْ أَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ ؛
192	جن خاندانوں کی اسلامی خدمات ابتدا سے چلی آرہی ہوں؛	وَالْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ ؛
193	یقیناً ایسے خاندان اخلاق میں بزرگی رکھتے ہیں۔ بے داغ عزت والے ہوتے ہیں اور حرص و طمع کی طرف کم ہی مائل ہوتے ہیں تاکہ اُن کی شرافت برقرار رہے؛	فَانْتَهُمُ أَكْرَمُ أَخْلَاقًا ؛ وَأَصْحَ اعْرَاصًا ؛ وَأَقْلُ فِي الْمَطَامِعِ إِشْرَافًا ؛
194	اور حالات و معاملات کے نشیب و فراز اور ابتدا و انتہا اور اچھے اور برے نتائج پر پوری طرح نظر بھی رکھتے ہیں؛	وَأَبْلَغُ فِي عَوَاقِبِ الْأُمُورِ نَظْرًا ؛
195	پھر تم انہیں سامانِ حیات میں فراوانی عطا کرنا؛	ثُمَّ أَسْبِغْ عَلَيْهِمُ الْأَرْزَاقَ ؛
196	رزق کی فراوانی سے انہیں اپنی ذاتی اصلاح اور حالت سنوار کر رکھنے کی طاقت ملے گی؛	فَإِنَّ ذَلِكَ قُوَّةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِصْلَاحِ أَنْفُسِهِمْ ؛
197	اور اس طرح وہ مال و اسباب جو اُن کے پاس جمع ہوا کرے گا وہ اس میں سے لینے سے بے نیاز رہیں گے؛	وَعَسَى لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَا تَحْتِ أَيْدِيهِمْ ؛
198	اور یہ فراوانی تمہاری طرف سے اُن پر اُس وقت حجت ہوگی جب وہ تمہاری مخالفت کریں؛	وَحُجَّةٌ عَلَيْهِمْ إِنْ خَالَفُوا أَمْرَكَ ؛
199	یا کسی چیز میں خیانت کریں؛	أَوْ تَلَمَّسُوا أَمَانَتَكَ ؛
200	پھر تم اُن کے اعمال کی تحقیق کرتے رہنا؛	ثُمَّ تَفَقَّدْ أَعْمَالَهُمْ ؛
201	اور اُن پر صادق القول اور وفا پرست نظر رکھنے والے مبعوث کرتے رہنا،	وَابْعَثِ الْعُيُونََ مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ عَلَيْهِمْ ؛
202	یقیناً خفیہ طور پر اُن کے معاملات کی نگرانی اور جانچ پڑتال انہیں امانت کو برقرار رکھنے میں مددگار بنے گی؛	فَإِنَّ تَعَاهُدَكَ فِي السِّرِّ لِأُمُورِهِمْ حَدُودٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْأَمَانَةِ ؛
203	اور وہ رعایا کے ساتھ بھی نرم رویہ رکھیں گے؛	وَالرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ ؛
204	اور تم خود کو مصنوعی اور خیانت کار مددگاروں سے محفوظ رکھنا؛	وَتَحْفَظَ مِنَ الْأَعْوَانِ ؛
205	اگر اُن میں سے کوئی خیانت کیلئے ہاتھ پھیلائے گا تو تمہیں تمہارے مجرموں کے ذریعہ سے اطلاع ہو جائے گی اور جب سب طرف سے خیانت کی خبریں جمع ہو جائیں تو تمہارے لئے اس خیانت پر اسی قدر شہادت کافی ہونا چاہئے	فَإِنَّ أَحَدًا مِنْهُمْ بَسَطَ يَدَهُ إِلَى خِيَانَةٍ اجْتَمَعَتْ بِهَا عَلَيْهِ عِنْدَكَ أَحْبَارُ عُيُونِكَ اِكْتَفَيْتَ بِذَلِكَ شَاهِدًا ؛
206	لہذا تم اُسے جسمانی طور پر اس غلط عمل کی سزا دینا۔	فَبَسَطَتْ عَلَيْهِ الْعُقُوبَةَ فِي بَدَنِهِ ؛

207	اور جو کچھ اُس کے عمل سے ثابت ہوا ہے اُسے اُس سے واپس بھی لینا؛	وَأَخَذَتْهُ بِمَا أَصَابَ مِنْ عَمَلِهِ ؛
208	اور اُسے ذلت و رسوائی کے مقام پر رکھ دینا؛	ثُمَّ نَصَبْتَهُ بِمَقَامِ الْمَذَلَّةِ ؛
209	اور خیانت کاری کے لقب سے اُسے موسوم کر دینا؛	وَسَمَّيْتَهُ بِالْخِيَانَةِ ؛
210	اور رنگ و رسوائی اور تہمت کا پٹہ اُسے پہنا دینا؛	وَقَلَّدْتَهُ عَارَ التُّهْمَةِ ؛
211	اور خراج کی تحقیق و تفتیش میں خراج دینے والوں کا مفاد سامنے رکھنا؛	وَتَفَقَّدَ أَمْرَ الْخَرَاجِ بِمَا يُصْلِحُ أَهْلَهُ ؛
212	یقیناً خراج سے اور خراج دینے والوں ہی سے دوسروں کے حالات درست رکھے جاسکتے ہیں (یعنی انکا مفاد ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہے)؛	فَإِنَّ فِي صَلَاحِهِ وَصَلَاحِهِمْ صَلَاحًا لِمَنْ سِوَاهُمْ ؛
213	خراج سے فائدہ اٹھانے والوں کی صلاح و فلاح برقرار نہیں رہ سکتی اگر خراج دینے والے خوشحال نہ رہیں؛	وَلَا صَلَاحَ لِمَنْ سِوَاهُمْ إِلَّا بِهِمْ ؛
214	یہ اس لئے کہ تمام انسان خراج دینے والوں کے سہارے جیتے ہیں اور وہ سب مل کر ایک ہی کنبہ بنتے ہیں؛	لِأَنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَى الْخَرَاجِ وَ أَهْلِهِ ؛
215	اور تمہاری نظر صرف خراج کی وصولی اور مقدار پر نہ لگی رہے بلکہ زمین کی کاشت پر تمہاری پوری توجہ رہنا چاہئے؛	وَلَيْكُنْ نَظْرُكَ فِي عِمَارَةِ الْأَرْضِ أَبْلَغَ مِنْ نَظْرِكَ فِي اسْتِجْلَابِ الْخَرَاجِ ؛
216	یہ اس لئے کہ خراج حاصل ہو ہی نہیں سکتا اگر کھیتی نہ اُگے اور کاشت ہی نہ کی جائے؛	لِأَنَّ ذَلِكَ لَا يَذْرُكُ إِلَّا بِالْعِمَارَةِ ؛
217	اور جو کوئی بلا زمین میں فصل پیدا ہوئے خراج حاصل کرتا ہے وہ نہ صرف شہروں کو ویران کر دیگا۔ بلکہ وہاں کے باشندوں کو بھی ہلاک و تباہ کر دے گا؛	وَمَنْ طَلَبَ الْخَرَاجَ بِغَيْرِ عِمَارَةِ أَحْرَبَ الْبِلَادِ وَ أَهْلَكَ الْعِبَادِ ؛
218	اور اُس کی حکومت اور اُس کا کاروبار چند ہی روز قائم رہ سکتے ہیں؛	وَ لَمْ يَسْتَقِمَّ أَمْرُهُ إِلَّا قَلِيلًا ؛
219	چنانچہ اگر کاشتکار یہ شکوہ کریں کہ خراج حد سے زیادہ ہے یا آفت ناگہانی کا عذر کریں یا سیرابی نہ ہو سکتا بتائیں یا زمین پر سیلاب آجانے یا آبپاشی کی کمی سے نقصان ہو جانے کی بات کریں تو تم خراج میں اتنی کمی کر دو جس سے تمہیں اُن کے مالی حالات سنور جانے کا یقین ہو جائے اور وہ باقی خراج ادا کر سکیں؛	فَإِنْ شَكُوا نِقْلًا أَوْ عِلَّةً أَوْ انْقِطَاعَ شَرْبٍ أَوْ بَالَةً أَوْ أَحَالَهَ أَرْضٍ اغْتَمَرَهَا غَرَقٌ أَوْ أَحْجَفَتْ بِهَا عَطَشٌ خَفَّفَتْ عَنْهُمْ بِمَا تَرَجَّوْا أَنْ يُصْلِحَ بِهِ أَمْرُهُمْ ؛
220	اور اُن کی اصلاح حال کے لئے جو کمی تم نے کی ہے وہ کمی ہرگز تمہارے اوپر گراں نہ گذرنا چاہئے؛ اس لئے کہ،	وَلَا يُثْقَلَنَّ عَلَيْكَ شَيْءٌ خَفَّفَتْ بِهِ الْمُؤُونَةُ عَنْهُمْ ؛
221	کاشتکاروں اور خراج دینے والوں کو زیر باری سے بچا لینا تو ایک ایسا ذخیرہ چھوڑ دینا ہے جسے وہ تمہیں لوٹائیں گے۔ تمہارے ملک کو آباد رکھ کر،	فَإِنَّهُ ذُخْرٌ يُعُودُونَ بِهِ عَلَيْكَ فِي عِمَارَةِ بِلَادِكَ ؛

222	اور تمہاری مملکت کی زیب و زینت برقرار رکھنے کی صورت میں؛ ساتھ ہی وہ اچھے سلوک پر خراج تحسین دھرو ثنا بھی ادا کریں گے؛	وَتَزَيِّنِ وَلَا يَتِيكَ ؛ مَعَ اسْتِجْلَابِكَ حُسْنِ تَنَائِهِمْ ؛
223	اور جو ذخیرہ تم نے اپنے حسن سلوک کی صورت میں اُن کے اندر جمع کر کے اپنے عدل سے اُنہیں فیض پہنچایا ہے اُس سے مسرت بھی حاصل کرو گے؛	وَتَبْجُحِكَ بِاسْتِغْفَاةِ الْعَدْلِ فِيهِمْ ؛
224	اپنے ذخیرے کے نتیجے میں تمہیں اُن کی قوت کا ذخیرہ بھی ملے گا جس پر تم آڑے وقت میں بھروسہ کر سکو گے؛	مُعْتَمِدًا أَفْضَلَ قُوَّتِهِمْ بِمَا ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ اِجْمَامِكَ لَهُمْ ؛
225	اور اپنے عادلانہ سلوک اور رحم پروری کے صلے میں تمہیں اُن پر پختہ یقین بھی فراہم ہو جائے گا؛	وَالثِّقَةَ مِنْهُمْ بِمَا عَوَّدْتَهُمْ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ رَفِقِكَ بِهِمْ ؛
226	پھر تمہیں ایسے حالات بھی پیش آ سکتے ہیں جن کو برداشت کرانے کے لئے تمہیں اُن کی ضرورت پڑے تو ایسے موقع پر وہ خوشی سے مشکل سے مشکل حالات کو برداشت کر جائیں گے؛	فَرَبِّمَا حَدَّتْ مِنَ الْأُمُورِ مَا إِذَا عَوَّلْتَ فِيهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدِ احْتِمَالُوهُ طَيِّبَةَ أَنْفُسِهِمْ بِهِ ؛
227	اگر ملک آباد و خوشحال ہے تو اُس پر جتنا وزن ڈالو گے وہ برداشت کر لے گا؛	فَإِنَّ الْعُمَرََانَ مُحْتَمِلٌ مَا حَمَلْتَهُ ؛
228	اور بلاشبہ زمین اور فصلوں کے تباہ ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں؛	وَأِنَّمَا يُوتِي خَرَابُ الْأَرْضِ مِنْ إِعْوَاذِ أَهْلِهَا ؛
229	اور کاشتکاروں کو تنگ دست وہ حکمران کرتے ہیں جو مال و دولت کو خراج کے ذریعے جمع کرنے میں لگ جاتے ہیں؛	وَأِنَّمَا يُعْوِزُ أَهْلَهَا لِإِشْرَافِ أَنْفُسِ الْوَلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ ؛
230	اور اُنہیں اپنی حکومت کے برقرار رکھنے میں شک و شبہ ہو جاتا ہے اور وہ نصیحتوں سے استفادہ کرنے میں قاصر رہ جاتے ہیں؛	وَسُوءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَاءِ وَقَلَّةِ انْتِفَاعِهِمْ بِالْعَبْرِ ؛
231	پھر تم اپنے کارِ تحریر و ریکارڈ انجام دینے والوں پر توجہ دینا چنانچہ اس سلسلے کے کاموں پر اُسے حکمران بنانا جو اُن میں سب سے بہتر ہو؛	ثُمَّ انظُرْ فِي حَالِ كِتَابِكَ فَوَلِّ عَلَى أُمُورِكَ خَيْرَهُمْ
232	اور خاص طور پر اُن فرمانات کے لکھنے پر جن میں تمہاری مخفی تدابیر اہل مکر کے ساتھ مکارانہ پالیسیاں اور راز و رموز درج ہوتے ہیں اُن کو مقرر کرنا جو اچھے خاندانوں سے ہوں۔ اور عمدہ اخلاق رکھتے ہوں جنہیں عزت اور بزرگی کا ملنا سرکش اور خود پسند نہ بنا دے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کوئی ایسی بات کہہ دیں جو قوم کے ملاؤں کے لئے مفید ہو؛	وَإِخْصُصْ رَسَائِلَكَ الَّتِي تُدْخِلُ فِيهَا مَكَائِدَكَ وَأَسْرَارَكَ بِاجْمَعِهِمْ لَوْجُوهِ صَالِحِ الْأَخْلَافِ مِمَّنْ تُبْطِرُهُ الْكِرَامَةُ فَيَجْتَرِي بِهَا عَلَيْكَ فِي خِلَافٍ لَكَ بِحَضْرَةِ مَلَءٍ ؛

233	اور جنہیں غفلت و لاپرواہی ایسا نہ بنا دے کہ وہ تمہارے گورنروں کے خطوط پیش کرنے میں یا تمہارے خطوط اُن کو روانہ کرنے میں سستی کرنے لگیں؛	وَلَا تَقْصُرْ بِهِ الْعَقْلَةُ عَنْ اِيْرَادِ مُكَاتِبَاتِ عُمَّالِكَ عَلَيْكَ ؛
234	اور اُن کے نام تمہاری طرف سے صحیح اور موزوں ترین جواب دینے میں کوتاہی کرنے لگیں؛	وَاصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصَّوَابِ عَنْكَ ؛
235	اور تم تک آنے والے ریکارڈ میں یا تمہاری طرف سے جانے والے ریکارڈ میں رخنہ ڈالیں؛	وَ فِيمَا يَأْخُذُكَ وَ يُعْطِي مِنْكَ ؛
236	اور وہ تمہاری طرف سے جو معاہدہ کریں اس میں خامی نہ رکھیں؛	وَلَا يَضْعِفُ عَقْدًا اَعْتَقَدَهُ لَكَ ؛
237	اور نہ ہی وہ تمہارے خلاف ہونے والی کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری و لاپرواہی برتیں؛	وَ لَا يَعْجِزُ عَنْ اِطْلَاقِ مَا عَقَدَ عَلَيْكَ ؛
238	اور ساتھ ہی وہ محمّر اپنے مرتبہ اور مقام سے جاہل نہ ہوں تاکہ اپنی خدمات کو ٹھیک ٹھیک انجام دے سکیں؛	وَ لَا يَجْهَلُ مَبْلَغَ قَدْرِ نَفْسِهِ فِي الْاُمُورِ ؛
239	اس لئے کہ جو شخص خود اپنے مرتبہ اور مقام سے جاہل ہوگا تو وہ دوسروں کے مرتبہ اور مقام سے جاہل تر ہوگا؛	فَإِنَّ الْجَاهِلَ بِقَدْرِ نَفْسِهِ يَكُونُ بِقَدْرِ غَيْرِهِ اَجْهَلَ ؛
240	پھر یہ کہ اُن محمروں یا ریکارڈ کیپروں کو انتخاب کرنے میں تم اپنی فراست (تفکندی) اور خوش اعتمادی اور حسن ظن پر بھروسہ نہ کر لینا؛	ثُمَّ لَا يَكُنْ اِخْتِيَارَكَ اِبَاهُمْ عَلَى فِرَاسَتِكَ وَ اِسْتِيْنَامَتِكَ وَ حُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ ؛
241	کیونکہ چالاک لوگ بناوٹی حالات اور خوشامداندہ خدمات کے ذریعہ سے حکمرانوں کی نظروں میں سا کر راہ ہموار کر لیا کرتے ہیں۔ اور حقیقت بعد میں کھلا کرتی ہے؛	فَإِنَّ الرَّجَالَ يَتَعَرَّفُونَ لِفِرَاسَاتِ الْوُلَاةِ بِتَصْنَعِهِمْ وَ حُسْنِ حِدْمَتِهِمْ ؛
242	اور ثابت ہو جاتا ہے کہ اُن میں خیر خواہی اور امانت داری کا کہیں ذرہ برابر بھی نام و نشان نہیں ہوتا؛	وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ النَّصِيْحَةِ وَ الْاَمَانَةِ شَيْءٌ ؛
243	لیکن تم انہیں اُن کی اُس حکمرانی سے آزماؤ جو تم سے پہلے انہوں نے نیک لوگوں کی خدمات پر کی ہے؛	وَ لَكِنْ اِخْتَبِرْهُمْ بِمَا وُلُوا لِلصَّالِحِيْنَ قَبْلَكَ ؛
244	چنانچہ جو لوگ عوام میں نیک نامی پیدا کر چکے ہوں؛	فَاعْمِدْ لِاحْسِنِهِمْ كَانَ فِي الْعَامَّةِ اَثْرًا ؛
245	اور عوام میں امانت داری کے لئے شہرت رکھتے ہوں ان پر توجہ دو۔	وَ اَعْرِفِهِمْ بِالْاَمَانَةِ وَ جَهًّا .
246	لہذا اس طریقہ کا انتخاب کرنا تمہارے لئے اس بات پر دلیل بنے گا کہ تم اللہ کے اور اپنے حکمراں بنانے والے امام کے صحیح معنی میں خیر خواہ ہو۔	فَإِنَّ ذَلِكَ دَلِيْلٌ عَلَى نَصِيْحَتِكَ لِلّٰهِ وَ لِمَنْ وُلِّيَتْ اَمْرُهُ ؛

247	اور تمہیں محکمہ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک ایسا افسر مقرر کرنا چاہئے جو اس شعبے کے بڑے بڑے اور مشکل کاموں پر قابو رکھتا ہو کسی کام سے عاجز نہ ہو اور جسے کام کی کثرت پریشان خاطر نہ کر دیتی ہو؛	وَأَجْعَلْ لِرَاسِ كُلِّ أَمْرٍ مِنْ أُمُورِكَ رَأْسًا مِنْهُمْ لَا يَفْهَرُهُ كَبِيرُهَا ؛
248	اور یہ سمجھ لو کہ تمہارے محرموں میں سے اگر کسی محرر کے اندر کوئی عیب ہو اور تم نے اس عیب سے نظریں ہٹائے رکھیں تو اُس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔	وَلَا يَتَشَتُّ عَلَيْهِ كَثِيرُهَا ؛
249	پھر تمہیں اپنے ملک کے تاجروں اور صنعت و حرفت والے لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کی اور اُن پر توجہ رکھنے کی تاکید کرتا ہوں؛	وَمَهْمَا كَانَ فِي كِتَابِكَ مِنْ عَيْبٍ فَتَغَابَيْتَ عَنْهُ الزَّمَنَةُ .
250	خواہ وہ لوگ ایک مقام پر قائم رہ کر تجارت کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیوپار کرنے والے ہوں؛	ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتَّجَارِ وَذَوِي الصَّنَاعَاتِ وَأَوْصِ بِهِمْ حَيْرًا ؛
251	اور یا جسمانی محنت و مزدوری اور یا دستکاری سے کمانے والے ہوں؛	الْمُقِيمِ مِنْهُمْ وَالْمُضْطَرِّبِ بِمَالِهِ ؛
252	حقیقتاً یہی لوگ منافع کا سرچشمہ،	وَالْمُتَرَفِّقِ بَدَنِهِ ؛
253	اور ضروریات کی چیزیں فراہم کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں؛	فَانَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ ؛
254	اور وہی لوگ ہیں جو در دراز علاقوں سے خشکیوں سے اور سمندری راستوں سے گذر کر،	وَأَسْبَابُ الْمَرَافِقِ ؛
255	اور تمہارے میدانوں اور پہاڑوں کو عبور کر کے،	وَجُلَابُهَا مِنَ الْمَبَاعِدِ وَالْمَطَارِحِ فِي بَرِّكَ وَبَحْرِكَ ؛
256	اور ایسے ایسے مقامات سے سامانِ ضرورت لاتے ہیں جہاں عام انسانوں کا پہنچنا ممکن نہیں ہوتا ہے؛	وَسَهْلِكَ وَجَبَلِكَ ؛
257	اور نہ عام لوگ وہاں پہنچنے کی جرات کر سکتے ہیں؛	وَحَيْثُ لَا يَلْتَمِئُ النَّاسُ لِمَوَاضِعِهَا ؛
258	بہر حال تاجر اور صنایع آئین پسند ہوتے ہیں اُن سے کسی آفت اور بلا سے بچنے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے؛	وَلَا يَجْتَرُونَ عَلَيْهَا ؛
259	اور صلح پسند ہوتے ہیں اُن سے کسی شر اور فساد کی توقع نہیں ہوتی ہے؛	فَانَّهُمْ سَلَمٌ لَا تَخَافُ بَائِقَتَهُ ؛
260	تم اُن کے حالات و معاملات کی جانچ پڑتال کرتے رہنا خواہ وہ تمہارے سامنے ہوں یا تمہارے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں؛	وَصُلْحٌ لَا تَخْشَى غَائِلَتَهُ ؛
261	اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لو کہ اُن میں کثرت کھلی کھلی تنگ نظر ہوتی ہے؛	وَتَفَقَّدُ أُمُورَهُمْ بِحَضْرَتِكَ وَفِي حَوَاشِي بِلَادِكَ ؛
262	اور کچھ سخت بخیل اور کنجوس بھی ہوتے ہیں؛	وَأَعْلَمُ مَعَ ذَلِكَ أَنَّ فِي كَثِيرٍ مِنْهُمْ ضَيْفًا فَاحِشًا ؛
263	اور زیادہ منافع خوری کے لئے مال و اسباب کو روک لیتے ہیں؛	وَشُحًّا قَبِيحًا ؛
264		وَأَحْتِكَارًا لِلْمَنَافِعِ ؛

265	اور خود ہی زبردستی فروخت کے لئے مہنگے بھاؤ طے کر لیتے ہیں؛	وَتَحَكُّمًا فِي الْبَيَاعَاتِ ؛
266	اور عوام الناس کے لئے مہنگے بھاؤ نقصان کا دروازہ ہوتا ہے؛	وَذَلِكَ بَابٌ مَضْرُوبٌ لِلْعَامَّةِ ؛
267	اور حکمرانوں کی بدنامی کا ایک سبب بنتا ہے؛	وَعَيْبٌ عَلَى الْوُلَاةِ ؛
268	لہذا تم ذخیرہ اندوزی اور مہنگے بھاؤ کو منع کر دینا؛	فَأَمْنَعُ مِنَ الْإِحْتِكَارِ ؛
269	یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس سے منع فرمایا ہے لہذا خرید و فروخت کے لئے آسان اور سنجھا ہوا طریقہ ہونا چاہئے؛	فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ . مَنَعَ مِنْهُ وَلَيْكُنِ الْبَيْعُ بَيْعًا سَمَحًا ؛
270	انصاف کے ساتھ ناپ تول اختیار کیا جانا چاہئے؛	بِمَوَازِينٍ عَدْلٍ ؛
271	اور بھاؤ (نرخ) ایسے ہونے چاہئیں کہ دونوں میں سے نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدار گھٹے میں رہے؛	وَأَسْعَارٍ لَا تَجْحِفُ بِالْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعِ ؛
272	اگر تمہاری ممانعت کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کرے تو اُسے رسوا کن مناسب حد تک سزا دینا؛	فَمَنْ قَارَفَ حُكْرَةً بَعْدَ نَهْيِكَ إِيَّاهُ فَتَكَلِّ بِهِ ؛
273	اور سزا دینے میں حد سے نہ بڑھ جانا؛	وَعَاقِبُهُ فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ ؛
274	پھر سب سے نچلے طبقہ کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہنا یہ پس ماندہ اور ایسا طبقہ ہے جن کا نہ کوئی سہارا ہوتا ہے نہ ان کے پاس کمائی کرنے کا کوئی حیلہ بہانہ یا ذریعہ ہوتا ہے اور وہ ہیں مساکین اور محتاج لوگ، اور مشکلات ورنج و الم میں مبتلا لوگ ہوتے ہیں؛	ثُمَّ اللَّهُ اللَّهُ فِي الطَّبَقَةِ السُّفْلَى مِنَ الَّذِينَ لَا حِيلَةَ لَهُمْ مِنَ الْمَسَاكِينِ وَالْمُحْتَاجِينَ وَأَهْلِ الْبُؤْسَى وَالزَّمْنَى ؛
275	اس طبقہ میں کچھ تو قناعت پسند لوگ ہوتے ہیں اور کچھ بے دھڑک ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے لوگ ہوتے ہیں؛	فَإِنَّ فِي هَذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعًا وَمُعْتَرًّا ؛
276	اُن بے کسوں کے سلسلے میں تم اللہ کے اُس حق کی ادائیگی کا خیال رکھنا جس کا اُس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے؛	وَأَحْفَظُ لِلَّهِ مَا اسْتَحْفَظَكَ مِنْ حَقِّهِ فِيهِمْ ؛
277	اُن لوگوں کو دینے کیلئے ایک حصہ تو اپنے بیت المال میں سے مقرر کر دینا؛	وَأَجْعَلْ لَهُمْ قِسْمًا مِنْ بَيْتِ مَالِكَ ؛
278	اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت میں آئی ہو یا زمینوں سے وصول ہو کر تمہارے پاس آنا چاہئے؛	وَقِسْمًا مِنَ غَلَّتِ صَوَافِي الْإِسْلَامِ فِي كُلِّ بَلَدٍ ؛
279	اس لئے کہ اُس غلے میں دور رہنے والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک رہنے والوں کا حصہ ہے؛	فَإِنَّ لِلْأَقْصَى مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِي لِلْأَدْنَى ؛
280	اور تم اُن سب کے حقوق کے ذمہ دار بنائے گئے ہو؛	وَكُلٌّ قَدِ اسْتُرِعِيَتْ حَقُّهُ ؛

281	لہذا تمہیں فارغ البالی اُن کی طرف سے غافل نہ کرنے پائے؛	فَلَا يَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ بَطْرٌ؛
282	کیونکہ اُن کے سلسلے میں کسی معمولی سے معمولی بات میں بھی یہ عذر قبول نہ ہوگا کہ تم نے بہت سے اہم احکامات اور مہمات کو پورا کرنے پر توجہ رکھی تھی؛	فَإِنَّكَ لَا تُعَذِّرُ بِنَصِيحِكَ النَّافَةَ لِأَحْكَامِكَ الْكَبِيرِ الْمُهِمِّ؛
283	چنانچہ اُن کی طرف سے کسی مہم کی وجہ سے تمہاری توجہ نہ ہٹے،	فَلَا تُشْخِصْ هَمَّكَ عَنْهُمْ؛
284	اور اُن سے کبھی اپنے گال پھلا کر نہ رکھنا؛	وَلَا تُصْعِرْ خَدَّكَ لَهُمْ؛
285	اور جو لوگ آسانی سے تم تک نہیں پہنچ سکتے اُن کے صحیح حالات جاننے کا انتظام کرو جن کو پھٹے حال کی بنا پر لوگوں کی آنکھیں دیکھنا پسند نہ کرتی ہوں؛	وَتَفْشَقُدْ أُمُورَ مَنْ لَا يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْهُمْ مِمَّنْ تَفْتَحُمُهُ الْعِيُونَ؛
286	اور لوگ جن کو حقارت سے دیکھتے ہوں؛	وَتَحْقِرُهُ الرِّجَالُ؛
287	تم اُن کے لئے اپنے معتبر آدمیوں کی ڈیوٹی لگائے رکھو جو خوف خدا رکھتے ہوں اور عاجزی اور تواضع سے پیش آتے ہوں؛	فَفَرِّغْ لِأَوْلِيَاكَ تَفْتِكَ مِنْ أَهْلِ الْحَشِيَّةِ وَالْتَوَاضِعِ؛
288	ایسے لوگوں کی ڈیوٹی لگاؤ جو تمہیں انکے حالات اور معاملات پر پورا مطلع رکھیں؛	فَأَيِّرْ فِعَّ إِلَيْكَ أُمُورَهُمْ؛
289	پھر اُن کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا جسے اللہ سے ملاقات کے دن اپنی نجات کیلئے بطور دلیل و عذر و حجت پیش کر سکو؛	ثُمَّ أَعْمَلْ فِيهِمْ بِالْإِغْذَارِ إِلَى اللَّهِ يَوْمَ تَلْقَاهُ؛
290	کیونکہ وہ لوگ باقی رعیت میں سب سے زیادہ انصاف کے محتاج اور حق دار ہیں؛	فَإِنَّ هَؤُلَاءِ مِنْ بَيْنِ الرِّعِيَّةِ أَحْوَجُ إِلَى الْإِنصَافِ مِنْ غَيْرِهِمْ؛
291	اور ویسے تو تمہیں ساری رعایا کے حقوق ادا کر کے اللہ کے روبرو سرخرو ہونا پڑیگا	وَكُلٌّ فَأَعْذِرْ إِلَى اللَّهِ فِي تَادِيَةِ حَقِّهِ إِلَيْهِ؛
292	اور تمہیں چاہئے کہ تم یتیم بچوں اور نہایت بوڑھے اور ناطقت لوگوں کا زیادہ خیال رکھو اسلئے کہ انکے پاس روزی کمانے کا کوئی حیلہ اور ذریعہ بھی نہیں ہے؛	وَتَعَهَّدْ أَهْلَ الْيَتِيمِ وَذَوِي الرِّقَّةِ فِي السِّنِّ مِمَّنْ لَا حِيلَةَ لَهُ؛
293	اور نہ مانگتے پھرنے ہی کی طاقت و فرصت اور سوجھ بوجھ رکھتے ہیں؛	وَلَا يَنْصُبُ لِلْمَسْأَلَةِ نَفْسَهُ؛
294	اور اُنہی کے حالات ہوتے ہیں جو حکمرانوں پر گراں گزرتے ہیں اور حق تو سارا ہی گراں گزرتا ہے؛	وَذَلِكَ عَلَى الْوَلَاةِ ثَقِيلٌ وَالْحَقُّ كُلُّهُ ثَقِيلٌ؛
295	مگر جو اقوام عاقبت اور انجام کی کامیابی چاہتی ہیں اور صبر و ہمت پر کار بند رہتی ہیں اللہ اُن کے لئے حق کی گرائی کو کم کرتا چلا جاتا ہے؛	وَقَدْ يُخَفِّفُهُ اللَّهُ عَلَى أَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ فَصَبَرُوا أَنْفُسَهُمْ؛
296	اور وہی اقوام ہوتی ہیں جو اپنے لئے کئے ہوئے اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کرتی ہیں اور اللہ کے وعدوں کی توثیق کرتی ہیں؛	وَوَقَفُوا بِصِدْقِ مَوْعُودِ اللَّهِ لَهُمْ؛
297	اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ جاہتمندوں کے لئے مقرر کر کے اور باقی	وَأَجْعَلْ لِدَوَى الْحَاجَاتِ مِنْكَ قِسْمًا تَفَرِّغْ لَهُمْ

تمام کاموں سے فارغ ہو کر تیار رہا کرنا؛	فِيهِ شَخَصَكَ ؛
298 اور صرف حاجت مندوں کے لئے قائم کی ہوئی مجلس میں اُن کے لئے بیٹھنا اور اپنے خالق کی خاطر اُن کی نہایت آؤ بھگت اور خاطر مدارت کیا کرنا؛	وَتَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِسًا عَامًا فَتَوَاضَعُ فِيهِ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَكَ ؛
299 اور اپنے فوجیوں، پہرہ داروں، پولیس والوں اور اپنے مشیروں کو بھی اُس مجلس میں نہ آنے دینا تا کہ ہر محتاج و مسکین و یتیم اور ضعیف شخص تم سے بے دھڑک بات کر سکے اور جو کچھ کہنا چاہتا ہو اور جس طرح کہنا چاہتا ہو بلا تکلف کہہ سکے؛	وَتُقْعَدُ عَنْهُمْ جُنْدَكَ وَأَعْوَانَكَ مِنْ أَحْرَاسِكَ وَشُرَطِكَ حَتَّى يُكَلِّمَكَ مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعِعٍ ؛
300 یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو مختلف مواقع پر فرمایا کرتے تھے کہ: ”اُس اُمت میں پاکیزگی نہیں آسکتی جس میں کمزور لوگوں کا حق طاقتور لوگوں سے چھین کر نہیں دلا جاتا ہے۔“	فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ فِي غَيْرِ مَوْطِنٍ: ”لَنْ تَقْدَسَ أُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيفِ فِيهَا حَقُّهُ مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَتَعِعٍ“
301 پھر یہ بھی سمجھ لو کہ اگر ضرورت مندوں کی طرف سے تنزی اور سختی کا رویہ پیش آئے اور وہ بات کہنے میں اُلجھیں تو اُسے برداشت کر لینا؛	ثُمَّ احْتَمِلِ الْخُرْقَ مِنْهُمْ وَالْعِيَّ ؛
302 اور اُن کے جواب میں تنگدلی، غصہ اور ناک چڑھانے سے باز رہنا؛	وَنَحِّ عَنْهُمْ الضِّيْقَ وَالْأَنْفَ ؛
303 اس برداشت اور بردباری کے صلے میں اللہ تم پر اپنی رحمتوں کا دامن پھیلا دیگا	يَبْسُطُ اللَّهُ عَلَيْكَ بِذَلِكَ أَكْنَافَ رَحْمَتِهِ ؛
304 اور تمہیں اطاعت شعاری کا ثواب ضرور دے گا؛	وَيُوجِبُ لَكَ ثَوَابَ طَاعَتِهِ ؛
305 اور ضرورت مندوں کو جو کچھ عطا کرو خوشی خوشی اور بڑے پیار سے دیا کرنا؛	وَأَعْطِ مَا أَعْطَيْتَ هَنِيئًا ؛
306 اور جو کچھ نہ دے سکو اُس کے لئے بھی بڑے حسین طریقے پر عذرات اور وجوہات بیان کرنا؛	وَأَمْنَعُ فِي إِجْمَالٍ وَإِعْذَارٍ ؛
307 پھر کچھ کام ایسے بھی ہیں جن کو تمہیں ذاتی طور پر انجام دینا لازم ہے؛	ثُمَّ أُمُورٌ مِنْ أُمُورِكَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ مُبَاشَرَتِهَا ؛
308 مثلاً یہ کہ: حکام یا گورنروں کے اُن خطوط و مراسلات کا جواب دینا ہے جو محرروں کے قابو کے نہ ہوں (یا خفیہ ہوں)؛	مِنْهَا إِجَابَةُ عَمَالِكَ بِمَا يَعْيَا عَنْهُ كِتَابُكَ ؛
309 اور یہ کہ جب تمہارے سامنے لوگوں کی حاجتیں پیش کی جائیں اور تمہارے متعلقہ عملہ کے لوگ اُن کو پوری کرنے میں حرج محسوس کریں؛	وَمِنْهَا إِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ عِنْدُورُودِهَا عَلَيْكَ بِمَا تَحْرَجُ بِهِ صُدُورُ أَعْوَانِكَ ؛
310 اور چاہئے کہ ہر روز کا کام روزانہ مکمل کیا جاتا رہے؛	وَأَمْضِ لِكُلِّ يَوْمٍ عَمَلَهُ ؛
311 اس لئے کہ ہر دن اپنے ہی کام کے لئے مخصوص ہوتا ہے؛	فَإِنَّ لِكُلِّ يَوْمٍ مَا فِيهِ ؛
312 اور اپنی ذات کے لئے اپنے اور اللہ کے درمیان تمام اوقات میں سے کچھ	وَأَجْعَلْ لِنَفْسِكَ فِي مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ أَفْضَلَ تِلْكَ

313	اور جو باقی اوقات میں پاکیزہ اور اطمینان کا وقت ہو، حالانکہ باقی تمام اوقات بھی اللہ ہی کے لئے اور اسی کی عبادت میں شمار ہوں گے بشرطیکہ نیت اصلاح کی رہے،	313	وَأَجْزَلَ تِلْكَ الْأَقْسَامِ وَإِنْ كَانَتْ كُلُّهَا لِلَّهِ إِذَا صَلَّحَتْ فِيهَا النَّيَّةُ ؛
314	اور رعیت کی سلامتی کے لئے صرف کئے جائیں؛	314	وَسَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِيَّةُ ؛
315	اُس مشغولیت کے دوران جس میں تم خلوص کے ساتھ اللہ کے لئے اپنے دینی فرائض ادا کرتے ہو اللہ کے اُن فرائض کے لئے بھی وقت نکالنا چاہئے جو خصوصیت سے اللہ کی ذات سے متعلق ہیں؛	315	وَلْيَكُنْ فِي خَاصَّةِ مَا تُخْلِصُ لِلَّهِ بِهِ دِينَكَ إِقَامَةً فَرَايِضِهِ الَّتِي هِيَ لَهُ خَاصَّةٌ ؛
316	لہذا تم اپنی راتوں اور اپنے دنوں میں سے اپنے بدن کی طاقت کا کچھ حصہ اللہ کے لئے سپرد کر دو؛	316	فَاعْطِ اللَّهَ مِنْ بَدَنِكَ فِي لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ ؛
317	اور تقرب خداوندی کے لئے تم جو بھی عبادت کرو وہ ایسی ہو کہ نہ تو اُس میں کوئی خلل اندازی ہو اور نہ ہی اس میں کوئی نقص ہو؛	317	وَوَفِّ مَا تَقَرَّبْتَ بِهِ إِلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ كَامِلًا غَيْرَ مَثْلُومٍ وَلَا مَنْقُوصٍ ؛
318	خواہ ایسی عبادت کے لئے تمہارے بدن کو کتنی ہی زحمت اٹھانا پڑے؛	318	بِالْعَا مَنِ بَدَنِكَ مَا بَلَغَ ؛
319	اور جب تم لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہونا تو ایسی طویل نماز نہ پڑھانا کہ لوگوں کو نماز سے بیزار کر دو اور نہ ہی اتنی مختصر کہ نماز ہی ضائع ہو جائے	319	وَإِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ لِلنَّاسِ فَلَا تَكُونَنَّ مُنْفَرًّا وَلَا مُضَيِّعًا ؛
320	یقیناً نمازیوں میں بیمار لوگ بھی ہوں گے اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت درپیش ہوگی؛	320	فَإِنَّ فِي النَّاسِ مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَلَهُ الْحَاجَّةُ ؛
321	اور جب مجھے یمن بھیجا گیا تو تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے دریافت کیا تھا کہ لوگوں کو کیسی نماز پڑھاؤں؟ فرمایا تھا کہ:	321	وَقَدْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حِينَ رَجَّهْنِي إِلَى الْيَمَنِ كَيْفَ أَصَلِّي بِهِمْ؟ فَقَالَ :
322	لوگوں کیساتھ ایسی نماز پڑھنا جو اُن میں سے سب سے ضعیف آدمی پڑھ سکتا ہو اور مومنین کے ساتھ ہمیشہ رحم و کرم برقرار رکھنا؛	322	صَلِّ بِهِمْ كَصَلَاةِ أضعفهم ؛ وَكُنْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا .
323	اس کے بعد معلوم ہو کہ رعایا سے زیادہ عرصہ تک پردہ حجاب میں نہ رہنا؛	323	أَمَا بَعْدُ هَذَا فَلَا تُطَوَّلَنَّ احْتِجَابَكَ عَنْ رَعِيَّتِكَ ؛
324	حقیقت یہ ہے کہ حکمران کا رعیت کی نظروں سے زیادہ عرصہ تک اوجھل رہنا دلوں میں تنگی اور الجھن پیدا کرنے والا ایک پہلو ہے؛	324	فَإِنَّ احْتِجَابَ الْوَلَاةِ عَنْ رَعِيَّةِ شُعْبَةٌ مِنَ الصِّيقِ ؛
325	اور حالات و معاملات کے علم میں کمی کا سبب بنتا ہے؛	325	وَقِلَّةُ عِلْمٍ بِالْأُمُورِ ؛
326	اور اس روپوشی سے رعایا کو بھی اُن چیزوں کا اور معاملات کا علم نہیں ہونے	326	وَإِلْحْتِجَابُ مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَا احْتَجَبُوا دُونَهُ ؛

پاتا جو اُن کو معلوم ہونا چاہئیں؛		
327 چنانچہ رعایا کو بڑے بڑے معاملات چھوٹے معلوم ہونے لگتے ہیں؛	فَيَصْغُرُ عِنْدَهُمُ الْكَبِيرُ؛	
328 اور چھوٹی اور غیر اہم چیزیں بڑی اور اہم لگنے لگتی ہیں؛	وَيَعْظُمُ الصَّغِيرُ؛	
329 اور اُن کی نگاہ میں اچھی چیزیں بُری،	وَيَقْبُحُ الْحَسَنُ؛	
330 اور بُری چیزیں اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں؛	وَيَحْسُنُ الْقَبِيحُ؛	
331 اور حق باطل سے مل جایا کرتا ہے؛	وَيُشَابُ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ؛	
332 اور اسکے سوا اور کہا ہے کہ ایک حکمران بھی تو بشر ہی ہوتا ہے۔ وہ ان باتوں اور	وَإِنَّمَا الْوَالِيُّ بَشَرٌ لَا يَعْرِفُ مَا تَوَارَى عَنْهُ النَّاسُ بِهِ مِنَ	
معاملات کا علم نہیں رکھتا جو باتیں اور کام رعیت کے لوگ اُس سے چھپالیں؛	الْأُمُورِ؛	
333 اور حق کے ماتھے پر کوئی نشانات نہیں ہوتے کہ جن کو دیکھ کر آدمی جھوٹ کے	وَلَيْسَتْ عَلَى الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعْرَفُ بِهَا ضُرُوبُ	
انبار میں سے حق کی قسموں کو الگ الگ کر کے پہچان لیا کرتا؛	الصِّدْقِ مِنْ لَكْذِبٍ؛	
334 اور یقیناً تم بھی دو (۲) ہی طرح کے بشر ہو سکتے ہو لہذا یا تو تم ایک ایسے شخص	وَإِنَّمَا أَنْتَ أَحَدُ رَجُلَيْنِ : إِمَّا امْرُؤٌ سَخَتْ نَفْسُكَ	
ہو کہ جو حق کو ادا کرنے میں کوشاں رہتا ہے ایسی صورت میں واجب حقوق کو	بِالْبَدْلِ فِي الْحَقِّ فَيَمِيمٌ اِحْتِجَابُكَ مِنْ وَاجِبِ حَقِّ	
ادا کرنے اور اچھے اچھے اور نیک کام کرنے والے کو رعیت سے چھپ کر	تُعْطِيهِ أَوْ فَعَلَ كَرِيمٌ تُسَدِّيهِ؟	
رہنے کی کیا ضرورت ہے (یعنی پبلک کی نظر سے تمہیں غائب نہ رہنا چاہئے)		
335 یا تم دوسری قسم کے وہ شخص ہو سکتے ہو جس سے رعیت کو صاف صاف انکار	أَوْ مُبْتَلَى بِالْمَنْعِ فَمَا أَسْرَعَ كَفَّ النَّاسِ عَن	
کے سوا اور کچھ نہ ملتا ہو لہذا جب رعیت کے لوگ تم سے مایوس ہو جائیں گے تو	مَسْأَلَتِكَ إِذَا أَيْسُوا مِنْ بَدْلِكَ؛	
خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے؛		
336 ساتھ ہی رعیت کے لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں کچھ لینا	مَعَ أَنَّ أَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ إِلَيْكَ مِمَّا لَا مَوْؤَنَةَ فِيهِ	
دینا نہیں ہوا کرتا لہذا تم پر کوئی بار نہیں پڑتا ہے؛	عَلَيْكَ :	
337 جیسے کسی کی زیادتی یا ظلم کرنے کی شکایت یا کسی معاملے میں انصاف طلب	مِنْ شَكَاةٍ مَظْلَمَةٍ أَوْ طَلَبِ انْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ؛	
کرنا (یعنی ایسا کنجوس حکمران بھی پبلک کی نظروں سے کیوں غائب رہے؟)		
338 پھر یہ کہ حکام کے ساتھ کچھ لوگ مخصوص اور سرچڑھے بھی لگ جایا کرتے ہیں	ثُمَّ إِنَّ لِلْوَالِيَّ خَاصَّةً وَبِطَانَةً فِيهِمْ اسْتِثْنَاءٌ وَتَطَاوُلٌ؛	
اُن میں خود غرضی اور دست درازی کی عادت ہوا کرتی ہے؛		
339 اور اُن میں بے انصافی اور بد معاملگی کرانیوالے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں؛	وَقِلَّةٌ انْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ؛	
340 چنانچہ تمہیں اُن حالات کے پیدا کرنے والے اسباب کو ختم کر دینا چاہئے	فَاحْسِمِ مَادَّةَ أَوْلِيكَ بِقَطْعِ اسْبَابِ تِلْكَ	
تا کہ یہ ناپسندیدہ ماحول قائم ہی نہ ہو؛	الْأَحْوَالِ؛	

341	اور ساتھ ہی اپنے مشیروں، مصاحبوں اور قرابت داروں کو کوئی جاگیر نہ دینا؛	وَلَا تُقْطَعَنَّ لِأَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِكَ وَحَامَتِكَ قَطِيعَةً؛
342	اور انہیں تم سے کسی ایسی زمین پر قبضہ کر لینے کی توقع ہی نہ ہونا چاہئے جو آپاشی یا کسی اور مشترکہ معاملے میں اُس کے آس پاس کے کاشت کاروں کے لئے نقصان کا سبب بن سکے اور یوں وہ اس کا بار دوسروں پر ڈال دیں، لہذا زمین سے فائدہ تو تجھے نہ پہنچے گا اور تیری وجہ سے عیاشی تیرے حاشیہ نشین اور قرابت دار کریں گے؛	وَلَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِي اِعْتِقَادِ عُقْدَةٍ تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيهَا مِنْ النَّاسِ فِي شَرِبٍ اَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَكٍ يَحْمِلُونَ مَوَؤَنَتَهُ عَلٰى غَيْرِهِمْ؛ فَيَكُونُ مَهْنًا ذَلِكَ لَهُمْ دُونَكَ؛
343	اور اُس تمام برے عمل درآمد کی ذمہ داری اور برائی دنیا میں بھی تجھ پر ہوگی اور آخرت میں بھی (یعنی عیاشی انہوں نے کی اور باز پرس تم سے ہوگی)؛	وَ عَيْبُهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؛
344	اور جس پر جو ذمہ داری عائد کرنا لازم ہو اُس کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرنا خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ ہو؛	وَالزُّمِ الْحَقِّ مَنْ لَزِمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ؛
345	اور اپنی عادلانہ جدوجہد پر صابر رہنا اور جانچ پڑتال جاری رکھنا؛	وَ كُنْ فِي ذَلِكِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا؛
346	اور اس کی پرواہ نہ کرنا کہ اس جانچ پڑتال کی زد تمہارے مخصوصین پر پڑتی ہے یا کسی قرابت دار پر؛	وَ اِقْعَا ذَلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ وَ خَاصَّتِكَ حَيْثُ وَقَعَ؛
347	اور اس سخت عمل درآمد سے جو گرانی تمہیں محسوس ہو اس کو اپنی اچھی عاقبت کے خیال سے ہلکی کرتے رہنا؛	وَ اَبْتِغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَنْتُقِلُ عَلَيْكَ مِنْهُ؛
348	اس لئے کہ اُس کا انجام اور نتیجہ تمہارے حق میں قابل حمد و ثنا ہوگا؛	فَاِنَّ مَعْبَةَ ذَلِكِ مَحْمُودَةٌ؛
349	اور اگر کبھی تمہاری رعیت کو تم پر ظلم و زیادتی کرنے کا گمان ہو جائے تو تم اپنے عذرات کو واضح طور پر اُن کے سامنے پیش کر دینا؛	وَ اِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِكَ حَيْفًا فَاصْحِرْ لَهُمْ بِعُدْرِكَ؛
350	اور اپنی وضاحتوں اور معقول عذرات سے اُن کے پیدا شدہ وہم و گمان کو تبدیل کرتے رہو؛	وَ اَعْدِلْ عَنْكَ ظُنُونَهُمْ بِاصْحَارِكَ؛
351	یقیناً ایسے طرز عمل میں تمہاری ذاتی محنت ہوگی اور تمہیں تربیت کا موقع ملے گا؛	فَاِنَّ فِي ذَلِكِ رِيَاضَةً مِنْكَ لِنَفْسِكَ؛
352	اور رعیت کے لئے یہ طریقہ نرمی اور محبت کو ثابت کرے گا؛	وَ رَفَقًا بِرَعِيَّتِكَ؛
353	اور اعتراضات کا جواب عذرات کے ساتھ پیش کرتے رہنے سے رعیت کو حق پر قائم کرنے کی تمہاری ضرورت بھی پوری ہو جائے گی؛	وَ اَعْدَارًا تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَكَ مِنْ تَقْوِيْمِهِمْ عَلٰى الْحَقِّ؛
354	اور صلح کی اُس پیش کش کو ہرگز نہ ٹھکرانا جو تمہارا دشمن پیش کرے اور جس میں اللہ کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہو؛	وَ لَا تَدْفَعَنَّ صَلْحًا دَعَاكَ اِلَيْهِ عَدُوْكَ لَلَّهِ فِيهِ رِضٰى؛

355	فَإِنَّ فِي الصُّلْحِ دَعَاَ الْجُنُودِكَ ؛	اس لئے صلح کرنے میں تمہاری فوجوں کے لئے آرام و راحت پوشیدہ ہے؛
356	وَرَاحَةً مِنْ هُمُومِكَ ؛	اور خود تیرے لئے تیرے بہت سے فکروں و اندیشوں اور غموں سے راحت ملے گی؛
357	وَأَمْنَا لِبِلَادِكَ ؛	اور تیرے شہروں کیلئے امن ملے گا؛
358	وَلَكِنَّ الْحَذَرَ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ عَدُوِّكَ بَعْدَ صُلْحِهِ ؛	لیکن صلح کے بعد دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھو، اور پوری پوری احتیاط کرتے رہو
359	فَإِنَّ الْعَدُوَّ رُبَّمَا قَارَبَ لِيَتَغَفَّلَ ؛	کیونکہ کبھی کبھی دشمن اس لئے تم سے قربت و اعتماد چاہتا ہے تاکہ وہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھائے؛
360	فَخُذْ بِالْحَزْمِ وَاتَّهَمِ فِي ذَلِكَ حُسْنَ الظَّنِّ ؛	لہذا ہر وقت محتاط اور چوکنا رہو اور اس سلسلے میں حسن ظن پر عمل نہ کرو؛
361	وَإِنَّ عَقْدَتَ بَيْنِكَ وَبَيْنَ عَدُوِّكَ عُقْدَةٌ أَوْ الْبَسْتَهُ مِنْكَ ذِمَّةٌ فَحُطَّ عَهْدُكَ بِالْوَفَاءِ ؛	اور اگر تم اپنے اور دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کر دیا اسے اپنی تحویل و ذمہ داری میں لے لو تو اپنے معاہدہ کو وفاداری سے بجالاؤ؛
362	وَأَرَعَ ذِمَّتَكَ بِالْأَمَانَةِ ؛	اور اپنی ذمہ داری کی امانت کے ساتھ پوری پوری رعایت کرو؛
363	وَأَجْعَلْ نَفْسَكَ جُنَّةً دُونَ مَا أُعْطِيَتْ ؛	اور جو کچھ اس سلسلے میں دے چکے ہو اس کے علاوہ اپنی جان کو بھی معاہدوں اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے سپر بنا دو؛
364	فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَرَائِضِ اللَّهِ شَيْءٌ النَّاسُ أَشَدُّ عَلَيْهِ اجْتِمَاعًا مَعَ تَفَرُّقِ أَهْوَائِهِمْ وَتَشْتِتِ آرَائِهِمْ مِنْ تَعْظِيمِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ ؛	اس لئے کہ ایفائے عہد اللہ کے فرائض میں سے ہے اور اللہ کے فرائض میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی اہمیت پر سارے انسان مختلف رائے اور متفرق نظریات اور مصلحتوں کے باوجود، ہم زبان اور متفق رہے ہوں جیسا کہ معاہدوں کی تعظیم اور وفا کرنے پر متفق چلے آ رہے ہیں؛
365	وَقَدْ لَزِمَ ذَلِكَ الْمُشْرِكُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ دُونَ الْمُسْلِمِينَ لِمَا اسْتَوْبَلُوا مِنْ عَوَاقِبِ الْعَدْرِ فَلَا تَعْدِرَنَّ بِذِمَّتِكَ ؛	مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے اسلئے کہ عہد شکنی کے نتیجے میں انہوں نے تباہیوں کا اندازہ اور تجربہ کر رکھا تھا؛
366	وَلَا تَخَيِّسَنَّ بَعْدُكَ ؛	لہذا اپنے فیصلوں اور ذمہ داریوں میں غداری نہ کرنا؛
367	وَلَا تَخْتَلِنَنَّ عَدُوَّكَ ؛	اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا؛
368	فَإِنَّهُ لَا يَجْتَرِئُ عَلَى اللَّهِ الْإِجَاهِلِ شَقِيٌّ ؛	کیونکہ کسی جاہل اور بد بخت کے سوا اور کوئی شخص اللہ کے خلاف جرأت نہیں کر سکتا ہے؛
369	وَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ عَهْدَهُ وَذِمَّتَهُ أَمْنًا أَفْضَاهُ بَيْنَ الْعِبَادِ بِرَحْمَتِهِ ؛	اور اللہ نے عہد و پیمان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے اور جسے اپنی رحمت سے اپنے بندوں میں عام کر دیا ہے؛
370		

371	اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے جس کی حفاظت میں وہ سکونت اختیار کرتے ہیں؛	وَحَرِيمًا يَسْكُنُونَ إِلَىٰ مَنَعَتِهِ ؛
372	اور جس کے پڑوس میں فیض یاب ہونے کے لئے رہتے ہیں؛	وَيَسْتَفِيضُونَ إِلَىٰ جَوَارِهِ ؛
373	لہذا اس میں کوئی فریب کاری اور مکاری اور ہاتھ کی صفائی نہ ہونا چاہئے؛	فَلَا إِذْغَالَ وَلَا مُدَالَسَةَ وَلَا حِدَاعَ فِيهِ ؛
374	اور ایسا کوئی معاہدہ کرنا ہی نہیں چاہئے جس میں بات بدلنے کا امکان ہو؛	وَلَا تَعْقُدْ عَقْدًا تُجَوِّزُ فِيهِ الْعِلْلَ ؛
375	اور جب کوئی معاہدہ پختہ ہو کر توثیق کرا لے تو تا کید اور توثیق کے بعد اُس کے الفاظ کے معنی کا رخ بدل کر استفادہ نہ کرو؛	وَلَا تَعُولَنَّ عَلَىٰ لَحْنِ قَوْلٍ بَعْدَ التَّكْيِيدِ وَالتَّوْتِيقَةِ ؛
376	اور اللہ کے عہد و پیمان میں کسی دشواری یا گرانی کے محسوس ہونے پر تمہیں یہ نہ چاہئے کہ تم باطل طریقوں سے اُسے منسوخ کرانے کی کوشش میں لگ جاؤ تا کہ اس سے جان چھڑاسکو؛	وَلَا يَدْعُونَكَ ضَيْقُ أَمْرٍ لَزِمَكَ فِيهِ عَهْدُ اللَّهِ إِلَىٰ طَلَبِ انْفِسَاحِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؛
377	اس لئے کہ اُس گرانی یا دشواری کو صبر و ہمت سے برداشت کر جانا جس سے انجام بخیر ہونے اور سہولت ملنے کی امید ہو اُس بدعہدی اور غداری سے بہتر ہے جس میں تمہیں اللہ کے سامنے ماخوذ ہونے کا خوف ہو؛	فَإِنَّ صَبْرَكَ عَلَىٰ ضَيْقِ أَمْرٍ تَرَجُّوْا نَفْرَاجَهُ وَفَضَلَ عَاقِبَتِهِ خَيْرٌ مِّنْ غَدْرٍ تَخَافُ تَبِعَتَهُ ؛
378	اور یہ کہ تجھے یہ اندیشہ ہو کہ اللہ اس بدعہدی پر تجھے اس طرح گھیر لے گا کہ تیری دنیا بھی تباہ ہو جائے گی اور آخرت میں بھی بخشش نہ ہو سکے گی؛	وَأَنْ تُحِيطَ بِكَ مِنَ اللَّهِ فِيهِ طَلِبَةٌ لَا تَسْتَقِيلُ فِيهَا دُنْيَاكَ وَلَا آخِرَتَكَ ؛
379	خبردار ناحتق کی خون ریزی سے بچتے رہنا؛	إِيَّاكَ وَالدِّمَاءَ وَسَفْكَهَا بِغَيْرِ حِلِّهَا ؛
380	خون ریزی عذاب الہی کیلئے سب چیزوں سے زیادہ قریب کر نیوالی ہے؛	فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَدْعَىٰ لِنَقْمَةٍ ؛
381	اور باز پرس میں سب سے بڑی ہے؛	وَلَا أَعْظَمَ لِتَبِعَةٍ ؛
382	اور نعمتوں کے زوال میں کارگر ہے؛	وَلَا أَحْرَىٰ بِزَوَالِ نِعْمَةٍ ؛
383	اور زندگی اور عمر کے خاتمے کا سبب ناحتق کی خون ریزی سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے؛	وَأَنْقِطَاعِ مُدَّةٍ مِّنْ سَفْكِ الدِّمَاءِ بِغَيْرِ حَقِّهَا ؛
384	اور یہ سمجھ لو کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جو فیصلے سب سے پہلے شروع کرے گا وہ بندوں کے درمیان ناحتق خون ریزی کے ہوں گے؛	وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ مُبْتَدِئُ بِالْحُكْمِ بَيْنَ الْعِبَادِ فِيمَا تَسَافَكُوا مِنَ الدِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؛
385	لہذا ناحتق خون ریزیوں سے اپنے اقتدار کو مضبوط کر نیکی کوشش کبھی نہ کرنا؛	فَلَا تَقْوِينَ سُلْطَانَكَ بِسَفْكِ دَمٍ حَرَامٍ ؛
386	کیونکہ خون ریزی اقتدار کو کمزور اور ہلکا کر دیتی ہے، بلکہ اس کو زائل کر کے دوسروں کو منتقل کر دینے والی ہے؛	فَإِنَّ ذَلِكَ مِمَّا يُضَعِّفُهُ وَيُوهِنُهُ بَلْ يَزِيلُهُ وَيَنْقُلُهُ ؛
387	جان بوجھ کر ناحتق قتل کا عذر نہ اللہ کو قبول ہے اور نہ میرے نزدیک قابل قبول ہے۔	وَلَا عُذْرَ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ وَلَا عِنْدِي فِي قَتْلِ الْعَمْدِ ؛

388	یہ اس لئے قتل عمد میں قصاص لینا لازم ہے،	لَاِنَّ فِيْهِ قُوْدَ الْبَدَنِ ؛
389	اور اگر تم غلطی سے قتل کر بیٹھو اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے،	وَ اِنَّ اَبْلِيَّتَ بِخَطَاٍ وَاَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوُطَكَ اَوْ سَيْفَكَ اَوْ يَدَكَ بِالْعُقُوْبَةِ ؛
390	اس لئے کہ کبھی کبھی گھونسا مارنا یا اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ تب:	فَاِنَّ فِي الْوَكْزَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةٌ ؛
391	ایسی صورت میں تمہیں مقتول کا خوں بہا اُس کے وارثوں کو پہنچانے میں تمہاری حکمرانی کا نخرہ روکنے نہ پائے؛	فَلَا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَخْوَةَ سُلْطَانِكَ عَنْ اَنْ تُوَدِّيَ اِلَى اَوْلِيَاءِ الْمَقْتُوْلِ حَقَّهُمْ ؛
392	اور خبردار خود پسندی اور غرور سے بچتے رہنا؛	وَ اِيَّاكَ وَ الْاِعْجَابَ بِنَفْسِكَ ؛
393	اور اپنی جو باتیں اچھی لگتی ہوں اُن پر پھول نہ جانا اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سرائے کو پسند کرنا؛	وَ الْثِقَّةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا وَ حُبَّ الْاِطْرَاءِ ؛
394	اس لئے کہ شیطان جن مواقع کی تلاش میں رہا کرتا ہے اُن مواقع میں سے یہ سب سے زیادہ بھروسے کا موقع ہے کہ وہ انسان کو گمراہ کرے اور نیوکاروں کی تمام نیکیوں کو برباد کر کے رکھ دے؛	فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ اَوْثَقِ فُرْصِ الشَّيْطَانِ فِيْ نَفْسِهِ لِيَمْحَقَ مَا يَكُوْنُ مِنْ اِحْسَانِ الْمُحْسِنِيْنَ .
395	اور خبردار رعیت کے ساتھ احسان کر کے کبھی نہ جتلا نا؛	وَ اِيَّاكَ وَ اَلْمَنَّ عَلٰى رَعِيَّتِكَ بِاِحْسَانِكَ ؛
396	یا اپنے حسن سلوک کو کبھی زیادہ نہ سمجھ بیٹھنا؛	اَوْ التَّزْيِيْدَ فَيَمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ ؛
397	یا جب رعیت سے وعدہ کر لو تو وعدہ کرنے کے بعد اُن سے وعدہ خلافی نہ کرنا؛	اَوْ اَنْ تَعْدَهُمْ فَتُسَبِّحَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ ؛
398	لہذا احسان جتلا نا احسان اور نیکی کو ضائع کر دیا کرتا ہے؛	فَاِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْاِحْسَانَ ؛
399	اور اپنی بھلائی کو زیادہ سمجھ لینا حق کی روشنی سے محروم کر دیا کرتا ہے؛	وَ التَّزْيِيْدُ يَذْهَبُ بِنُورِ الْحَقِّ ؛
400	اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی خفا ہوتا ہے اور بندے بھی ناراض ہوتے ہیں؛	وَ الْخُلْفُ يُوجِبُ الْمَقْتَّ عِنْدَ اللّٰهِ وَ النَّاسِ ؛
401	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ”خدا کے نزدیک زیادہ ناراضگی کی بات یہ ہے کہ تم جو کہو اُسے کرو نہیں“ (61/3)	قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ”كَبِّرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف 61/3)
402	اور خبردار وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کیا کرو؛	وَ اِيَّاكَ وَ الْعَجَلَةَ بِالْاُمُوْر قَبْلَ اَوَانِهَا ؛
403	یا یہ کہ جس کام کے کر سکنے کا امکان ہو اُسے خواہ مخواہ ساقط نہ کر دیا کرو؛	اَوْ التَّسَاقُطَ فِيْهَا عِنْدَ اِمْكَانِهَا ؛
404	یا یہ کہ جب کام مشکل و ناپسندیدہ ہو تو عاجزی نہ کیا کرو؛	اَوْ اللّٰجَاةَ فِيْهَا اِذَا تَنَكَّرَتْ ؛
405	اور جب بات واضح ہو تو سستی نہ کیا کرو؛	اَوْ الْوُهْنَ عَنْهَا اِذَا اسْتَوْضَحَتْ ؛

406	مطلب یہ ہے کہ ہر بات اور کام کو اُس کے ٹھیک مقام پر کیا کرو؛	فَضَّعْ كُلَّ أَمْرٍ مَوْضِعَهُ ؛
407	اور ہر عمل کو اس کے صحیح موقع پر انجام دو؛	وَأَوْقِعْ كُلَّ عَمَلٍ مَوْقِعَهُ ؛
408	اور خبردار جن چیزوں میں سب کا حق برابر ہوا کرے اُن کو اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا؛	وَأَيَّاكَ وَالْإِسْتِنَارَ بِمَا النَّاسُ فِيهِ أَسْوَةٌ ؛
409	وہ حقوق جو نظروں کے سامنے واضح طور پر موجود ہیں اُن کے ادا کرنے میں غفلت نہ برتنا؛	وَالْتَّعَابِيَّ عَمَّا يُعْنَى بِهِ مِمَّا قَدَّوْضَحَ لِلْعُيُونِ ؛
410	کیونکہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے نہ کہ اوروں پر؛	فَإِنَّهُ مَا حُوذُ مِنْكَ لِغَيْرِكَ ؛
411	اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جانے والا ہے؛	وَعَمَّا قَلِيلٍ تَنْكَشِفُ ؛ عَنْكَ أَعْطِيَةُ الْأُمُورِ ؛
412	اور تم سے مظلوم کے لئے باز پرس اور دادخواہی کی جائے گی؛	وَيُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُومِ ؛
413	غیظ و غضب پر قابو حاصل کرو،	أَمْلِكْ حَمِيَّتَ أَنْفِكَ ؛
414	اور سرکشی کے جوش کو دبا کر رکھو؛	وَسُورَةَ حَدِّكَ .
415	ہاتھ کے اٹھنے اور زیادتی کرنے کو روکو؛	وَسَطْوَةَ يَدِكَ ؛
416	اور زبان کی تیزی کو سنبھالو؛	وَعَرَبَ لِسَانِكَ ؛
417	اور اُن تمام چیزوں پر تسلط کیلئے ضروری ہے کہ جلد بازی کے اقدام سے بچو؛	وَاحْتِرْسْ مِنْ كُلِّ ذَلِكَ بِكَفِّ الْبَادِرَةِ ؛
418	سزا دینے کے لئے قوت کے استعمال کو اس وقت تک تاخیر دو جب تک تمہارا غصہ ٹھنڈا نہ ہو جائے اور تم اپنے اوپر اختیار حاصل نہ کر لو؛	وَالتَّأخِيرِ السَّطْوَةِ حَتَّى يَسْكُنَ غَضَبُكَ فَتَمْلِكِ الْإِخْتِيَارَ ؛
419	اور تم اپنی ذات پر اُس وقت تک حکمرانی نہیں کر سکتے جب تک تم کثرت سے اپنے پروردگار کا ذکر اور قیامت میں باز پرس کے خوف کا تصور نہ کرتے رہو؛	وَلَنْ تَحْكُمَ ذَلِكَ مِنْ نَفْسِكَ حَتَّى تُكْثِرَ هُمُومَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ إِلَى رَبِّكَ ؛
420	اور تم پر واجب ہے کہ تم گذشتہ چیزوں کو یاد رکھو جو تم سے پہلے عادل حکومت کی صورت میں گزر چکی ہیں؛	وَالْوَاجِبُ عَلَيْكَ أَنْ تَتَذَكَّرَ مَا مَضَى لِمَنْ تَقَدَّمَكَ مِنْ حُكُومَةٍ عَادِلَةٍ ؛
421	یا کوئی فاضل سنت اور طریقہ جاری رہا ہے؛	أَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ ؛
422	یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے آثار سامنے رکھو؛	أَوْ أَثَرٍ عَنِ نَبِيِّنَا . صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ؛
423	یا کتاب اللہ میں لکھا ہوا کوئی فریضہ پیش نظر رکھو؛	أَوْ فَرِيضَةٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ؛
424	چنانچہ تم اُن چیزوں کی پیروی کرتے رہو جن پر عمل کرتے ہوئے تم نے ہمیں دیکھا ہے؛	فَتَقْتَدِيَ بِمَا شَاهَدْتَ مِمَّا عَمَلْنَا بِهِ فِيهَا ؛

425	وَتَجْتَهِدُ لِنَفْسِكَ فِي اتِّبَاعِ مَا عَاهَدْتُ إِلَيْكَ فِي عَهْدِي هَذَا؛	اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اپنے اس عہد نامے میں تمہارے لئے لکھ دی ہیں؛
426	وَاسْتَوْتَقْتُ بِهِ مِنَ الْحُجَّةِ لِنَفْسِي عَلَيْكَ لِكَيْلَا تَكُونَنَّ لَكَ عِلَّةٌ عِنْدَ تَسْرُعِ نَفْسِكَ إِلَيَّ هَوَاهَا؛	اور جن ہدایات کے ذریعہ سے میں نے تم پر اپنی حجت قائم کر دی ہے تاکہ جب تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر اور روک موجود ہو؛
427	فَلَنْ يَعْصِمَ مِنَ السُّوءِ وَلَا يُوقِفُ لِلْخَيْرِ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى؛	اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کوئی شخص برائی سے معصوم ہو سکتا ہے اور نہ اسے عمل خیر کی توفیق مل سکتی ہے؛
428	وَقَدْ كَانَ فِيمَا عَاهَدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ . فِي وَصَايَاهُ تَحْضِيضُ عَلَى الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَمَا مَلَكَتْهُ أَيْمَانُكُمْ؛	اور یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی وصیتوں میں جو عہد مجھ سے لیا تھا اُس میں مجھے نماز اور زکوٰۃ اور دوا دھنے ہاتھوں کے معاہدہ والوں سے مہربانی کرتے رہنے کی ترغیب اور سفارش فرمائی تھی؛
429	فَبِذَلِكَ أَخْتِمُ لَكُمْ بِمَا عَاهَدْتُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ؛	چنانچہ میں بھی اپنے عہد نامہ کو حضور کی اُن ہی ہدایات اور تاکیدات پر ختم کرتا ہوں۔ بڑے بزرگ علی اللہ کے سوانہ کسی اور کو قابو میں رکھنے کی قدرت حاصل ہے نہ قوت حاصل ہے؛ (یعنی پوری کائنات پر احاطہ رکھنے کی اور کائنات کی ہر مخلوق کو قوت و قدرت دینے کی اللہ کے سوا کسی میں گنجائش نہیں ہے)
430	وَأَنَا أَسْأَلُ اللَّهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهِ وَعَظِيمِ قُدْرَتِهِ عَلَيَّ إِعْطَاءِ كُلِّ رَغْبَةٍ أَنْ يُؤَفِّقَنِي وَإِيَّاكَ لِمَافِيهِ رِضَاهُ مِنَ الْإِقَامَةِ عَلَى الْعُدْرِ الْوَاضِحِ إِلَيْهِ وَإِلَى خَلْقِهِ؛	اور میں اللہ سے اس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اُس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اُس کی رضامندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اُس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں؛ اور
431	مَعَ حُسْنِ الشَّأْنِ فِي الْعِبَادِ؛	ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی حاصل کر سکیں؛
432	وَجَمِيلِ الْأَثَرِ فِي الْبِلَادِ؛ وَتَمَامِ النِّعْمَةِ وَتَضْعِيفِ الْكِرَامَةِ؛	اور ملک کے شہروں میں اچھے تاثرات قائم کر سکیں۔ اور اللہ کی نعمتوں میں فراوانی ملتی رہے اور روز افزوں عزت کو قائم کر سکیں؛
433	وَأَنْ يُخْتِمَ لِي وَلِكَ بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ؛	اور یہ کہ میرے اور تمہارے لئے اللہ کی طرف سے سعادت اور شہادت پر خاتمہ فراہم ہو جائے؛
434	إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ .	یقیناً ہم اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔
435	وَالسَّلَامُ عَلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ -	اور سلام پیش کرتا ہوں رسول اللہ پر، اللہ اُن پر اور اُن کی پاک و پاکیزہ آل پر درود بھیجتا رہے۔ (والسلام)

انقلابی تشریح:- ”شان نزول“ کا مطلب یہ بتایا گیا ہے اور یہی آج تک سمجھا جاتا رہا ہے کہ ”وہ حالات کیا تھے جن میں قرآن کریم

کی کوئی آیت نازل ہوتی تھی؟ شان نزول سے اُس ماحول کا پتہ لگانا مقصود تھا جن کی وجہ سے قرآن نازل ہوتا رہا تھا اگر یہ کام دیانت کے ساتھ کیا جاتا تو پورے قرآن کا ماحول سامنے آسکتا تھا اور ہر آیت کے نازل ہونے کی وجہ یا اسباب معلوم ہو سکتے تھے۔ لیکن کئی سرداروں نے شان نزول کی آڑ میں قرآن کریم کو مجبور کرنے (25/30) کی پالیسی اور قرآن کے جھٹلانے (6/66) کے منصوبے کو چھپا دیا۔ یعنی قرآن کے غلط استعمال کو مکمل کر لیا۔ اور قرآنی تعلیمات کو اپنی حکومت کی پالیسیوں اور بدکرداریوں پر فٹ کر کے ایک نیا اسلام جاری کر دیا جو آج تک جاری چلا آ رہا ہے۔

شان نزول کی ذیل میں غلط بیانی اور افسانوں سے تعلیمات قرآن کو بدلا گیا پرویز کی ایک مثال

ہو یا یہ کہ ایک واقعہ یا افسانہ تیار کیا گیا اور آیت یا آیات کو اس پر چسپاں یا فٹ کر دیا گیا۔ لہذا وہ واقعہ یا افسانہ اُس آیت یا اُن آیات کا ”شان نزول“ بن گیا۔ پھر اس واقعہ یا افسانے کو کتابوں میں جگہ جگہ لکھ دیا گیا یوں قرآن کا مفہوم وہی ماننا پڑا جو مذکورہ واقعہ یا افسانے میں گھڑا گیا تھا۔

علامہ پرویز سے شان نزول کی شکایت سن لینا چاہئے

بہر حال جب تک قریش اور قریشی حکومتوں کے تیار کردہ شان نزول کو غلط ثابت نہ کر دیا جائے قرآن کی صحیح اور فطری پوزیشن سامنے نہیں آسکتی۔ بہر حال اس شان نزول کی کرامات کو سمجھنے کے لئے علامہ پرویز کی کتاب مقام حدیث جلد دوم سے اُن کا بیان سننے فرماتے ہیں کہ:-

ابوبکر علی شان نزول کا سبب بنے

” (۴) بد قسمتی سے مسلمانوں میں عہد صحابہ ہی سے ابوبکر علی کے جھگڑے پیدا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اشخاص کے مناقب قرآنی آیات سے بھی نکالنے کی کوشش ہونے لگی تھی۔ چنانچہ بہت سی آیتوں کی تفسیر ایسی روایتوں کے ذریعہ سے کی گئی ہے جن سے معتقد علیہ شخصیتوں کے فضائل ثابت ہوں۔ سورہ حج میں ہے:- اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقًّا عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ - هٰذَا نِ حِصْمِنِ اَخْتَصَمُوْا فِي رِبِّهِمْ (22/18-19)

علامہ پرویز کا ترجمہ:-

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جاندار اور بہت سے آدمی (بھی سجدہ کرتے ہیں مگر اس کے باوجود) اور بہت سے لوگوں پر عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور جس کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ دو فریق ہیں (سجدہ کرنے والے اور نہ کرنیوالے) جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے۔“ (صفحہ 17-18)

”آیت میں ”هٰذَا“ کا مشاڑ الیہ (جن کی طرف اشارہ ہوا ہے) موجود ہے کہ بنی نوع انسان میں بہت سے ایسے ہیں جو اپنے رب کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے نہیں کرتے۔ یہ دو فریق ہیں کہ اُن میں باہمی نزاع رب کے بارے میں ہے مگر (تفسیری) روایت یہ کہتی ہے کہ:-

”یہ آیت جنگ بدر میں حضرت علیؑ اور حمزہؓ اور عبیدہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو شیبہ اور عتبہ اور ولید کے مقابلے کے لئے گئے تھے۔“
مشکل یہ ہے کہ سورہ حج مکی ہے اور جنگ بدر مدینہ میں ہوئی تھی۔ اس لئے (روایت میں مذکور) یہ شان نزول کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن چونکہ یہ (مذکورہ بالا) روایت بخاری میں ہے اس وجہ سے علامہ جلال الدین سیوطی کو ”هَذَا“ سے تین آیتوں کو اور کتاب جامع البیان میں چھ آیتوں کو مدنی قرار دینا پڑا۔ اور متاخرین نے پورے سورہ حج کو مدنی کہہ دیا چنانچہ سورہ حج کو مدنی ہی لکھا جاتا ہے۔ بالفرض اگر یہ آیات مدنی بھی ہوں تو قرآن سے عدول کرنا (مخالفت کرنا) کس طرح جائز ہو سکتا ہے جب کہ وہاں هَذَا کا مشاڑا ایہ خود مذکور ہے۔“ (مقام حدیث جلد 2 صفحہ 17 تا 19)
ہم پرویز سے متفق ہیں کہ مذکورہ شان نزول غلط اور گھڑا ہوا ہے۔ ہم یہ نہیں مانتے کہ سورہ حج مکی ہے مدنی نہیں ہے اس لئے کہ یہ کہنا خود شان نزول ہی میں داخل ہوتا ہے اور ہم قرآن کریم کا 23 سال میں نازل ہونا قرآنی دلائل سے بھی نہیں مانتے بلکہ پوری کتاب کا ہر وقت موجود ہونا مانتے ہیں۔ تلاوت کرنا، سنانا اور بات ہے اور نازل ہونا دوسری بات ہے۔ بہر حال یہاں شان نزول واضح ہو گیا۔ اسی طرح افسانے اور قصے لکھ کر اور معتبر کتابوں میں درج کر کے قرآن کا رخ موڑا گیا ہے۔ ہم قرآن کی اسی تفسیر کو صحیح مانتے ہیں جو قرآن کے الفاظ میں یا معصومین علیہم السلام کے الفاظ میں ہو۔

علامہ پرویز کے قلم سے ایک اور شان نزول

ضرورت تو نہیں ہے مگر پرویز کے قلم سے ایک اور شان نزول دیکھ لیں۔ جس سے ایک حق واضح ہوگا۔ گو ہم نہ نزول کو اور نہ شان نزول کو مانتے ہیں۔ بہر حال مسلسل نمبر دے کر لکھتے ہیں کہ:-

” (۵) كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ كَتَحْتِ فِي صَحِيحِ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے جن کو فرشتے بائیں جانب لے جائیں گے (یعنی جہنم میں) میں کہوں گا کہ اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ جواب ملے گا تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا، تب میں وہی وہی کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰ) نے کہا تھا کہ میں جب تک ان میں رہا ان کا نگران تھا۔ جواب ملے گا کہ جب سے تم نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد رہے۔“ (صفحہ 19)

چونکہ بخاری شریف کی اس روایت سے ان کے تمام مسلمہ بزرگ مرتد اور جہنمی ثابت ہوتے ہیں اس لئے کوئی ثبوت ہو یا نہ ہو پرویز اس روایت اور شان نزول کو نہیں مانتے حالانکہ اہل سنت کی مقدس ترین اور معتبر ترین کتاب میں لکھا ہوا ہے جو قرآن کے برابر کی کتاب مانی جاتی ہے۔ بہر حال یہ تھا شان نزول اور اس کا اثر جس سے جنتی اور جہنمی بنادے جاتے ہیں۔

شان نزول گھڑ گھڑ کر قرآن ہی کو تباہ نہیں کیا گیا بلکہ یہ حربہ اور ہتھیار نبی البلاغہ پر بھی استعمال ہوا ہے

یہی طریقہ نبی البلاغہ پر بھی استعمال کیا گیا ہے اور ہم نے نبی البلاغہ کے ترجمے سے پہلے اس کے ابتدائیہ میں قارئین کو شان نزول سے متعارف کرایا ہے اور اس کی مثالیں دی ہیں اور شان نزول ماننے کی بھرپور مذمت کی اور دکھایا کہ خطبات کے ساتھ ایک جملہ لکھ دینے سے حضرت علی علیہ السلام کی پانچ سالہ حکومت میں سے ایک دم دو سال کم ہو جاتے ہیں جسے کوئی بھی نہ مانے گا۔ شان نزول والا وہ جملہ یہ تھا کہ ”یہ خطبہ جنگ صفین سے واپسی کے بعد دیا گیا“ اور خطبہ میں فرمایا گیا ہے کہ: ”ابھی ابھی اسی وقت (الآن) خطبہ نمبر 2 جملہ نمبر 76 حق اپنے حقیقی حقدار کے پاس پلٹا ہے۔“ یعنی 37ھ میں حضرت علی علیہ السلام کو خلافت ملی تھی۔ جو واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ بہر حال اس زیر قلم خط یا معاہدے کے ساتھ بھی چند جملے بطور شان نزول لکھے

ہوئے ملتے ہیں جن سے مندرجہ ذیل باتیں اس معاہدے کے ساتھ ماننا پڑتی ہیں اول یہ کہ:-

- 1- یہ معاہدہ اُس زمانے میں لکھا گیا تھا جب محمد بن ابی بکر مصر کے گورنر تھے اور مصر کے سیاسی حالات محمد بن ابی بکر کے لئے قابو سے باہر ہو گئے تھے۔ اور
- 2- مصر کے سیاسی حالات کو قابو میں لانے کے لئے مالک اشتر کو محمد بن ابی بکر کی جگہ گورنر بنا کر مصر بھیجا جا رہا تھا۔ جس کا مطلب خود بخود یہ ہو جاتا ہے کہ:-
- 3- یہ معاہدہ مصر کے سیاسی حالات کو قابو میں لانے کی ہدایات پر مشتمل ہے اور
- 4- یہ کہ معاہدہ میں مذکورہ ہدایات صرف ایک صوبے کے لئے ہیں اور یہ کہ:-
- 5- مذکورہ ہدایات ایک ماتحت گورنر کو دی گئی ہیں جو مملکت کے سربراہ کی عام پالیسی اور قوانین کی بجا آوری کا بھی پابند ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ:-

- 1- مالک اشتر مصر پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دئے گئے تھے۔
 - 2- اور یہ معاہدہ بے کار اور فضول ثابت ہو گیا تھا۔
 - 3- معاہدہ کی تمام ہدایات محض ذہنی اور خیالی حیثیت رکھتی ہیں جن پر نہ لکھے جانے سے پہلے کبھی عمل ہوا نہ بعد میں ان سے مملکت کو کوئی فائدہ پہنچا۔ یعنی پورا معاہدہ بیکار ہو کر کاغذ پر لکھا رہ گیا ہے۔
- یہ نتیجہ نکلتا ہے قریش کے شان نزول کو مان لینے کے بعد۔ لیکن اگر اس مکارانہ شان نزول کو ساقط کر دیا جائے تو یہ معاہدہ پوری مملکت کا عملی قانون ثابت ہوتا ہے۔ یہ کسی ایک صوبے یا کسی ایک گورنر سے تعلق نہیں رکھتا نہ کسی ایک گورنر کے لئے لکھا ہے۔ یہ تو ایک مملکت کے سربراہ یا حکمران کو مخاطب کرتا ہے جس کے ماتحت بہت سے گورنریا عمال حکومت ہیں۔ جو معاہدہ میں مذکورہ ہدایات کو ساری مملکت میں نافذ کرنے کا ذمہ دار ہے اور پورے ملک کی ہر خرابی کا ذمہ دار ہے جو ملک کے ہر شخص اور ہر گورنر کو جسمانی سزا دینے کا مختار ہے اور جو معاہدہ میں مذکور ہدایات اور ذمہ داریوں اور اختیارات میں کسی سے مشورہ لینے یا اجازت حاصل کرنے کا پابند نہیں ہے۔ سو فیصد مالک و مختار ہے۔ یعنی ایسا کہ اگر مالک اشتر کی جگہ خود حضرت علی علیہ السلام کا نام لکھ دیا جائے تو بھی صحیح ہے۔ اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اللہ و رسول نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ معاہدہ لکھ کر دیا تھا تا کہ وہ خلافت الہیہ کو ان ہدایات کے ماتحت قائم کر کے چلائیں تو بھی صحیح ہے۔ مترجمین اور مولف نے اپنی طرف سے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:-

”وَهُوَ أَطْوَلُ عَهْدٍ وَ أَجْمَعُ كُتُبِهِ لِلْمُحَاسِنِ“ (بقول مفتی جعفر)

”یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المؤمنین کے توقعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے۔“ (جلد نمبر 3 صفحہ 113)

اور بقول علی نقی طہرانی ”یہ سب سے طویل معاہدہ ہے جس میں انصاف بہم پہنچانے کا دستور ہے۔ رعیت کی پرورش کے تمام رموز ہیں مملکت کو چلانے

کے تمام آداب ہیں۔ فوج کشی کے تمام طریقے ہیں۔ نصح اور تنبیہات ہیں جو یہاں جمع کر دئے گئے ہیں۔“ (جلد 2 صفحہ 979)

ان ریمارکس کو ہم نے اس لئے فاضل کہا کہ انہوں نے اس معاہدے کو ایک گورنر اور ایک صوبے تک محدود کر کے ہوا میں اڑا دینے والے شان نزول کو بھی مانا اور لکھا ہے۔ اور ریمارکس میں دستور مملکت بھی مانا ہے اور آداب مملکت داری بھی لکھا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ علما کونسا معجون کھاتے تھے کہ ان کے سروں میں اتنی متضاد باتیں سہولت سے سما جاتی تھیں۔ اور ہر جھل مرکب ہضم ہو جاتا تھا؟ اور یہ ہیں بد قسمتی سے شیعوں کے مفتی اور فیض الاسلام

وغیرہ سرکردہ علما۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اس معاہدہ کے لکھنے والی ہستی ایک معصوم امام ہے۔ علوم خداوندی کا خزینہ دار ہے۔ علم ماکان و ما یکون اور ماہو کائن کا ماسٹر ہے اور وہ اتنا طویل و بیش قیمت دستور لکھ کر ایک ایسے شخص کو دے رہا ہے جو مصر بچنے سے پہلے ہی موت کی نیند سو جانے والا ہے جو اس ہمہ گیر دستور کو ایک دفعہ کھول کر پڑھ بھی نہ سکے گا۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ایسا ایک شخص بلا تکلف مان لیتے ہیں جسے کل تک کی خبر نہیں ہے جو یہ ہمہ گیر دستور اس وقت لکھتا ہے جب حکومت ختم ہونے والی ہے جب کسی دستور کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اگر شیعوں کے علما ایسے نہ ہوتے تو ان پر وہ حالات نہ گذرے ہوتے جس سے وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہے اور آج شیعہ ان بھکاریوں کے سامنے بھکاری نہ بنے ہوتے جو ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں اور کمیونسٹوں اور بے دینوں سے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم پڑھ کر بھیک مانگتے ہوئے ریڈیو اور ٹی وی پر دکھائے جاتے ہیں اور ذرہ برابر نہیں شرماتے۔** اور ہمیں کل ہی (13-6-1985 کو) عزیز الرحمن خان صاحب نے قومی اسمبلی کا حال سناتے ہوئے بتایا ہے کہ ان کے سامنے عمامہ پوش شیعہ علماء سب کے ساتھ روزہ افطار کرتے رہے یعنی وہ شیعہ علما اپنے ہاتھوں اپنے منہ اور پیٹ کے لئے قومی تشخص کو پاکستان کے سارے نمائندگان قومی اسمبلی کے سامنے پامال کرتے رہے۔ ہم کیا کہیں ان علمائے شیعہ کے لئے جو دنیاوی مال و دولت اور اقتدار کے لئے اپنا دین اور اپنے مستقل اور معلوم عقائد کو فروخت کر رہے ہیں جو محض لفظ امن کے لئے **خلیفہ بلا فصل** کے اعلان کو چھوڑ دیں اور دوسروں کو بھی تاکید کریں کہ باطل حکمرانوں کو مان لو تا کہ ان کی باطل و مغضوب حکومت برقرار رہے۔ خدا ان سب پر دن رات لعنت کرتا رہے۔ آمین

وہ ہستی کیا مقام رکھتی ہے جسے معاہدہ میں مذکور ہدایات کا ذمہ دار بنایا ہے

قارئین کرام کو سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ معاہدے کا مخاطب معاہدے کے الفاظ میں کس درجے کا شخص ہے لہذا عہدے کے تعین کے لئے معاہدے کا جملہ نمبر 33 سامنے لائے فرمایا گیا ہے کہ: **”فَانْکَ فَوْقَهُمْ وَاِلٰی الْاَمْرِ عَلَیْکَ فَوَکَّکَ وَاللّٰهُ فَوْقَ مَنْ وَّلَاکَ (33)**“ **یقیناً تم ان سب سے بلند مرتبہ ہو۔ اور والی امر تم سے بھی بلند مرتبہ ہے اور اللہ اس سے بھی بلند مرتبہ ہے جس نے تمہیں حکمران بنایا ہے۔**“
معلوم ہوا کہ مرتبہ میں سب سے بڑا اللہ ہے۔ اس سے چھوٹا والی امر ہے۔ اور پھر باقی حکمرانوں کا مقام ہے جنہیں والی امر نے حکومت کے اختیارات دئے ہیں۔ یہیں اسی جملے میں یہ بات نوٹ کر لیں کہ اللہ کے بعد کے درجے والے کو والی فرمایا گیا ہے۔

والی کا مقام اور ذمہ داریاں دیکھ کر معاہدہ کے مخاطب کو سمجھیں

ایک اور جملہ پڑھیں جس میں معاہدے کے مخاطب کا مقام اور ذمہ داریاں بیان فرمائی ہیں یعنی فرمایا کہ: **”وَلِکُلِّ عَلٰی الْوَالِیِّ حَقٌّ یَّقْدِرُ مَا یُضِلُّهُ (جملہ نمبر 122)“** اور ان تمام طبقات کے حقوق کا ادا کرنا والی کی ذمہ داری ہے تاکہ ان سب کی اصلاح اور بہبودی جاری رہے۔“
پہلی بات یہ واضح ہوگئی کہ اس معاہدہ کا مخاطب کوئی گورنر نہیں ہے بلکہ **پوری مملکت کا سربراہ۔ حکمران یا علی کی طرح کا والی ہے** اور یہ کہ اس والی یا حکمران یا سربراہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ پوری مملکت کے تمام طبقات کے تمام حقوق ادا کرتا رہے۔ اور اگلے جملے (123) میں فرمایا ہے کہ: **”اور مملکت کا یہ سربراہ یا والی یا حکمران اپنے اوپر عائد ہونے والے اللہ کے ان سب حقوق اور فرائض کو اسی صورت میں ادا کر سکتا ہے جب کہ وہ والی پوری پوری کوشش کرے اور اللہ سے مدد طلب کرتا رہے اور خود کو حق پر برقرار رکھے اور پیش آنے والے حالات پر صبر سے ثابت قدم رہے خواہ پیش آنے والے حالات اس کے لئے خفیف ہوں یا مشکل و دشوار ہوں۔“** (جملہ نمبر 123)

قارئین کرام یہاں رک جائیں اور ان جملوں (122-123) کو بار بار پڑھیں اور جملہ نمبر 33 سے مقابلہ کر کے سمجھیں کہ یہ عہد نامہ جس کو لکھ کر دیا جا رہا ہے اور جس کو اس عہد نامہ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے وہ شخص کسی ایک صوبے کا گورنر یا عامل نہیں ہے بلکہ وہ والی الامر ہے۔ پوری مملکت کا حکمران یا سربراہ ہے اور ساری رعیت کے ہر طبقہ کا ذمہ دار ہے اور یہی وہ فرق ہے جو قریشی شان نزول نے پیدا کر کے اس عہد نامہ کو ہوا میں اُتر دیا ہے اور یہ سمجھ لینے کے بعد جملہ نمبر 124 اور اس کے آگے معاہدہ کو مسلسل پڑھیں اور تصدیق کرتے چلیں کہ معاہدہ کا مخاطب پوری مملکت کا سربراہ ہے نہ کہ کسی ایک صوبے کا صوبیدار یا گورنر۔

کسی ایک گورنر کی بات ہے ہی نہیں بلکہ ایسی شاندار ہستی مخاطب ہے جس کے ماتحت سینکڑوں گورنروں

پھر چلتے چلتے اور پڑھتے پڑھتے یہ جملہ پڑھو گے کہ: **فَلَمَّا انظُرْ فِيْ اُمُوْرِ عُمَالِكَ فَاَسْتَعْمَلُوْهُمُ اَخْتِيَارًا** (جملہ نمبر 188)

پھر تم اپنے گورنروں، حکام اور عہدیداروں کے معاملات اور حالات پر نظر رکھنا اُن کو امتحانات کے بعد عہدہ دینا۔ (188)

یہ امتحان لینا اور گورنروں کا تعینات کرنا سربراہ مملکت کا کام ہے نہ کہ کسی گورنر کا۔ اسکے بعد مسلسل جملہ نمبر 199 تک پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا اس معاہدے کا مخاطب کوئی کسی صوبے کا گورنر ہو سکتا ہے؟ پھر آپ جملہ نمبر 200 ملاحظہ فرمائیں جہاں اس عہد نامے کے مخاطب کو یہ اختیارات دئے گئے کہ وہ تمام گورنروں کی جانچ پڑتال کیسا تھ ہی اُن پر اپنے جاسوس تعینات کر دے جو ساری مملکت میں سربراہ مملکت کی آنکھیں بن کر تمام حالات و اخراجات و نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ کیا یہ اختیارات کسی صوبے کے گورنر کو دئے جاسکتے ہیں یا کبھی کسی سربراہ مملکت نے ایسے اختیارات کسی گورنر کو دئے ہیں؟

سابقہ قریشی حکمرانوں کو شریک اور اسلام کو قید میں رکھنے والا فرمایا ہے

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اسلام کو اپنا قیدی بنا کر رکھنے والی حکومتیں کسی ایک صوبے میں نہ گزری تھیں بلکہ جس مملکت پر حضرت علی علیہ السلام حکومت کر رہے ہیں یہ پوری مملکت اُن شریک اور اسلام کو قید میں رکھنے والی حکومتوں کے دست تصرف میں تھی اور پوری مملکت میں اسلام اُن شریک اور حکمرانوں کا قیدی تھا۔ معاہدے میں اس کا ذکر کرنے کی ہرگز ضرورت نہ ہوتی اگر معاہدہ کسی ایک صوبے کے گورنر سے ہوتا۔ (جملہ نمبر 186)

خیانت کا گورنروں کو جسمانی و روحانی سزا دینے کے اختیارات کسی گورنر کو نہیں ہوتے

خیانت کرنے والوں کو ہر قسم کی سزا کن سزا دینے کے اختیارات کسی گورنر کو نہیں ہوتے (206-211)۔ الغرض اس معاہدہ کو غور سے پڑھنے والے ہرگز معاہدے کے مخاطب کو ایک صوبے کا گورنر نہ مانیں گے۔ بلکہ اُسے ایک عظیم الشان مملکت کا خود مختار حکمران ماننا پڑے گا۔ جسے پورے معاہدے میں اس کا پابند نہیں کیا گیا ہے کہ فلاں کام ہم سے اجازت لینے کے بعد کرنا۔ یا فلاں فلاں کاموں کی ہمیں اطلاع دینا۔ یا فلاں فلاں کام تمہارے اختیارات سے باہر ہیں۔ بلکہ معاہدے کے مخاطب کو پالیسی کے معاملات میں بالکل آزاد رکھا ہے اور مکاروں کے مقابلے میں مکارانہ چال چلنے میں مختار رکھا ہے (232-233)۔ سینکڑوں گورنروں کا اس کے ماتحت ہونا پھر دکھایا ہے (جملہ نمبر 233)۔ محکمہ سرانصرسانی اور ریکارڈ تیار کرنے والوں کو جو ہدایات دی ہیں وہ سب سربراہ مملکت کے لئے ہیں۔ اُسے اختیار ہے کہ وہ اپنے بعض گورنروں کو معاہدے کرنے کا اختیار دے دے (جملہ نمبر 236)۔ بہر حال اس معاہدہ کو پڑھنے والے سو فیصد اسی نتیجے پر پہنچیں گے جو ہم نے لکھ دیا ہے اور یہ نتیجہ معاہدے میں مذکور الفاظ سے برآمد ہوتا ہے۔ قیاسات یا حسن ظن سے نہیں اور ہم ظنی اور قیاسی نتائج کو سر اسر حرام اور اپنی دینی بصیرت کا مخالف سمجھتے ہیں۔

دینی ضرورت اور علوی بصیرت اور حکومت کا تقاضہ یہ ہے

کہ اس معاہدہ میں مذکور تمام ہدایات و قوانین حکومت علویہ میں روز اول سے نافذ ہوں اور تمام مملکت میں ہر شخص تک پہنچائے جائیں۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ اس مقصد کے لئے جناب مالک اشتر رضی اللہ عنہ کو حکومت کے اولین زمانہ میں اپنا نائب اور مختار مقرر کر کے اپنی ساری مملکت میں دورے پر بھیجا تھا۔ اور صرف خونِ ناحق پر ماخوذ کرنے کا اختیار اپنے پاس رکھا تھا اور خونریزی پر بہت سی ہدایات لکھنے کے بعد فرمایا تھا کہ:-

”وَلَا عُدْرَ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ وَلَا عِنْدِي فِي قَتْلِ الْعَمَدِ (جملہ نمبر 387)۔ لَآنَ فِيهِ قَوْدَ الْبَدَنِ. (جملہ نمبر 388)۔“

جان بوجھ کر ناحق قتل کا عذر نہ اللہ قبول کرے گا اور نہ میرے نزدیک قابل قبول ہوگا اس لئے کہ قتلِ عمد پر قصاص لیا جانا لازم ہے (387-388)۔

”لہذا ناحق کی خونریزی سے اپنے اقتدار اور سلطانی کو مضبوط کرنے کی کوشش کبھی نہ کرنا کیونکہ ناحق خونریزی اقتدار کو کمزور اور ہلکا کر دیتی ہے

بلکہ اقتدار کو زائل کر کے دوسروں کی طرف منتقل کر دیتی ہے۔“ (جملہ نمبر 385-386)

اس معاہدے کی دیگر خصوصیات کی تشریح کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم تمام عنوانات کو سامنے لائیں اور ان میں سے وہ پہلو واضح کریں جو ہمارے قارئین کے لئے کہیں اُلجھن پیدا کرتے ہوں۔

پہلی اُلجھن جو پہلے پانچ جملوں میں ہے

اس معاہدے کو بے اثر کر دینے کے لئے اس کے ساتھ **شانِ نزول** لگانے والوں نے پہلے پانچ جملوں کے الفاظ میں رد و بدل کی ہے۔ چنانچہ پہلے جملے کے آخر میں حضرت مالک اشترؓ کے نام کے بعد یہ جملہ فٹ کیا گیا ہے کہ **حِينَ وَلَاهُ مِصْرَ** ”جب مصر کا گورنر بنایا“ اور پھر مصر کو بچتے کرنے کے لئے چار جملوں کے آخر میں ضمیر **ہا** بڑھایا یعنی:-

خَوَّاجِهَا اور عَدُوِّهَا اور أَهْلِهَا اور بِلَادِهَا یہ چاروں ”ہا“ مصر کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

یہ چوری اس طرح پکڑی گئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے اٹھارویں جملے میں فرماتے ہیں کہ:-

”فَمَ أَعْلَمُ يَا مَالِكُ أَنِّي قَدْ وَجَّهْتُكَ إِلَى بِلَادِ قَدْ جَرَتْ عَلَيْهَا ذُولُ قَبْلِكَ مِنْ عَدْلٍ وَجُودٍ (جملہ نمبر 18)“ پھر اے مالک یہ سمجھ لو میں

تجھے ایسے شہروں پر روانہ کر رہا ہوں جہاں تم سے پہلے ایسی حکومتیں گذر چکی ہیں جن میں عدل پرور اور جو رو ظلم کرنے والی حکومتیں بھی رہ چکی ہیں۔“ (18)

قارئین سوچیں اگر واقعی پہلے پانچ جملوں میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ حضور علیہ السلام ہی نے فرمایا تھا تو اس اٹھارویں جملے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

پھر پہلے جملوں میں مصر کو مخصوص اور محدود کر دیا تھا لیکن اس اٹھارویں جملے نے نہ مصر کا نام لیا نہ اُس تک مالک اشتر کی حکومت کو مصر تک محدود کیا بلکہ انہیں

اُن سابقہ حکومتوں تک وسیع کر دیا جو ماضی میں گذری تھیں اور اُن میں ظالم حکومتیں بھی رہی تھیں اور عادل حکومتیں بھی گزری ہیں۔ اور اس جملے کو قریش سے

متعلق نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اُن کے زمانہ میں تو مصر ایک صوبہ تھا اور وہ مدینہ والی حکومت کے ماتحت تھا۔ لہذا مصر کو حکومت نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ

حکومت وہ کہلائے گی جس کا دار الخلافہ خود مصر ہوتا۔

بہر حال علی علیہ السلام نے لفظ ”ذُولُ“ فرمایا ہے اور اس کے معنی ہیں ”حکومتیں“ اس لفظ میں صوبوں کی حکومتوں کو داخل نہیں کیا جاسکتا۔ حکومت

تمام صوبوں کی مرکزی حکومت کو کہا جائیگا جیسے **دولت عثمانی** یا **دولت عثمانیہ سلطنت ترکی**۔ لہذا فیروز اللغات (صفحہ 479) پر یہ بیان واضح کرتا ہے کہ:-

”شاہانِ ٹرکی سلطان عثمان اول کی اولاد سے ہوا کرتے تھے جن کا خاندان کم و بیش چھ سو سال تک حکمران رہا۔ ان کے وقت ٹرکی کا دار الخلافہ قسطنطنیہ رہا۔ 1914ء والی جنگِ عظیم کے کچھ عرصہ بعد جمہوریت ہو گئی اور شہنشاہیت ختم کر دی گئی اور آخری دو سلاطین وحید الدین خان اور سلطان عبدالمجید خان یکے بعد دیگرے ملک بدر کئے گئے۔ اس جمہوریت کا پہلا صدر بطل اعظم مصطفیٰ کمال پاشا قرار پایا اور دار السلطنت قسطنطنیہ کی بجائے انگورہ مقرر کیا۔“ (صفحہ 479 فیروز اللغات فارسی) چند الفاظ کے بعد لکھا ہے کہ:- ”دَوْلَ خَاجِه = غیر سلطنتیں“

عربی اردو لغت۔ الْمُعْجَمُ الْأَعْظَمُ۔ مرتبہ جناب علامہ محمد حسن اعظم گڑھ کے باشندے اور کراچی کے عربی کالج کے موسس اور مصر کے علما میں سے ہیں۔ جلد دوم صفحہ 990 پر لکھتے ہیں:-

ریاست کے بڑے آدمی۔ اراکینِ سلطنت۔	:	وَجُوهُ الدَّوْلَةِ
ٹرکی سلطنت جس کا بانی عثمان غازی تھا۔	:	الدَّوْلَةُ العِثْمَانِيَّةُ
چین کی سلطنت	:	الدَّوْلَةُ السَّمَاوِيَّةُ
دولت عثمانیہ کا شیعہ نام	:	الدَّوْلَةُ العَلِيَّةُ
بین الاقوامی پالیٹکس۔ (جلد 2 صفحہ 990 پہلا اور دوسرا کالم)	:	السِّيَاسَةُ الدَّوْلِيَّةُ

مسٹر پرویز نے قرآن میں لفظ دَوْلَة کے معنی بیان کرتے ہوئے اپنی لغات القرآن کی جلد دوم میں لکھا ہے کہ:-

”جس کے معنی یہ ہیں کہ حکومت کے روپے کو بھی اوپر کے طبقہ (یعنی اربابِ حلّ و عقد) کے اندر صرف نہیں ہوتے رہنا چاہئے۔“ (صفحہ 678)

ان لغات اور علی علیہ السلام کے لفظ دَوْلَة سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مالک اشتر گوان تمام شہروں اور متعلقات پر والی بنایا گیا تھا جن پر دولت ایران، دولت یونان، دولت روم، دولت فرعون اور دولت نمازید وغیرہ حکومتیں حکمرانی کرتی رہی تھیں۔ لہذا یہ بات اور شانِ نزول پھر غلط ثابت ہو گیا کہ مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا اور یہ حقیقت خود معاہدے کے الفاظ سے سامنے آگئی کہ مالک اشتر ایک ہمہ گیر مملکت میں سربراہ مملکت بنا کر روانہ کئے گئے تھے۔ اور انہوں نے دورے میں رہتے ہوئے معاہدہ میں مذکور قوانین و ہدایات کو اس وقت تک نافذ کیا جب تک شہید نہ ہو گئے۔

جسے بجائے عالم اُسے بجا سمجھو زبانِ خلق کو تقارہ خدا سمجھو

یہ ایک آزمودہ اور مسلمہ حقیقت ہے جسے کسی شاعر نے اس شعر میں سمودیا ہے اور اس کے وہی معنی ہیں جو دین کے ایک قانون میں واجب کر دیا گیا ہے اور وہ واجب مستقل قانون یہ ہے:-

”أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ۔“ یعنی ”عالمی اچھائیوں کا حکم دینا اور عالمی برائیوں سے روکنا“

حضرت علی علیہ السلام نے جناب مالک اشتر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنا بلکہ یہ بتایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا صحیح صحیح پتہ کیسے لگانا؟ اور یہ ترکیب بتائی ہے کہ تم یہ دیکھنا کہ پہلے اچھے یا برے حکمرانوں کا اور اچھائیوں اور برائیوں کا پتہ ان باتوں سے لگالینا جو پبلک کی زبانوں پر جاری ہوتی ہوں۔ یہ نصیحت حضور علیہ السلام نے اپنے جملے 19, 20, 21 میں اپنے انداز میں بیان فرمائی ہے۔ اور ہماری زبان میں بات یوں ہے کہ:-

”اے مالک تمہارے اعمال و اقوال اور نقل و حرکت پبلک کی زبانوں پر جاری ہو جائیں گے۔ اچھے ہوں گے تو تمہاری اچھائیاں چاروں

طرف گھر گھر پھیل جائیں گی جس طرح سابقہ حکمرانوں کی اچھائیاں اور برائیاں تمہیں لوگوں کی زبانوں سے سننے کو ملیں گی۔ لہذا تمہیں پبلک سے ملتے رہنے اور رابطہ رکھنے سے یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ پبلک کن اعمال و اقوال و اقدامات کو مفید اور اچھا سمجھتی ہے اور کن بنیادوں پر سابقہ حکمرانوں کی اچھائیاں یا برائیاں بیان کرتی ہے۔ لہذا تمہارے لئے پبلک کی زبان راہنما بن جائے گی اور تم عملی اور فوری نتیجہ خیز اچھائیوں کو نمبر وار نافذ کر سکو گے اور پبلک سے گہرا رابطہ رکھو گے اور یہ رابطہ تمہارے لئے اور پبلک کے واسطے طرح طرح مفید ہوگا اور تمہیں بہت مدد دے گا اور یہیں رابطہ عامہ کے لئے اپنے وزیر اعظم محمد خان جو نجو (جون 1985) کی کل کی کچھری کا ذکر کر دیں جو ساٹھ ٹھہر میں کھلی کچھری کے نام سے قائم کی گئی تھی یعنی چودہ سو سال بعد بھی اُس رابطہ عامہ پر عمل کیا جا رہا ہے جس کی ضرورت پر ان تین جملوں (19,20,21) میں زور دیا گیا ہے۔ قریش نے اس رابطہ عامہ کے قانون کو الٹ کر مسلمانوں تک محدود کر دیا تھا اور یہ قانون جاری کیا تھا کہ: ”مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنًا.“

یعنی: ”جو بات مسلمانوں کے نزدیک اچھی ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔“

”جو بھی بات مسلمانوں کے نزدیک بُری ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی بُری ہے“ (فلسفۃ التشریح فی الاسلام کا ترجمہ فلسفہ شریعت اسلام صفحہ 301)

یعنی ساری نوع انسان اور مختلف المذہب کے لوگوں کی پسندیدہ عالمی شہرت کو قریش نے سمیٹ کر مسلمانوں کی پسند اور ناپسند میں محدود کر دیا اور اس طرح مسلمانوں کی ہر پسند کو جائز کا اور ناپسند کو ناجائز کا معیار بنا دیا اور اللہ کو ان کی پسند و ناپسند کا پابند کر دیا۔ لہذا اگر بلا میں جو کچھ مسلمانوں نے پسند کیا وہ اللہ کو بھی پسند کرنا پڑے گا اور یزید و ابن زیاد و شمر ایسے ملائین کو شاہاش و ثواب دینا پڑے گا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُونَ۔

شاندار و باوقار و طرح دار و وضع دار و عزت مآب و غیر گھرانوں اور بہادر و شجاع اور دیانت دار خاندانوں کا علم

یہ رابطہ عامہ حضرت مالک پر فرض کر دیا گیا تھا۔ یہی تو وہ ذریعہ تھا جس سے اُن لوگوں کو انتخاب کیا جاسکتا تھا جو اچھے گورنر، دیانت دار سرداران فوج، امانت و احتیاط کے پابند تحریری ریکارڈ مرتب کرنے والے موقع جنگ پر جان لڑا دینے والے سپاہی ثابت ہوتے۔ جن کی تفصیلات معاہدہ میں بھری پڑی ہیں اور یہی وہ طریقہ تھا جس سے دنیا پرست، کمینہ خصلت، بددیانت و بدکار لوگوں کو کلیدی مقامات سے الگ رکھا جاسکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اصول ثابت ہو جاتا ہے کہ جن خاندانوں میں بدکاری و بددیانتی اور بے غیرتی نسلی طور پر پشت در پشت چلی آئی ہو اُن خاندانوں میں پیدا ہو کر پلنے والی نسل سے نیک عملی اور عمدہ کردار کی اُمید رکھنا غلط ہے۔ اتنا ہی غلط ہے جتنا غلط بیچ سے اچھا درخت پیدا ہونے اور عمدہ پھل دینے کی اُمید کرنا غلط ہے۔

بخل اور کنجوسی بھی انصاف بن جاتی ہے

نفس سے کنجوسی اور بخل کرنے کا مطلب ہے نفس امارہ سے بخل اور کنجوسی کرنا ہے۔ اس لئے کہ اگر نفس کو برے کاموں کی اجازت دی دے جائے تو گناہوں کی سزائیں اور عذاب سارے جسم اور نفس کو سہنا اور برداشت کرنا لازم ہوگا۔ لیکن کنجوسی اور بخل کرنے سے نفس کو عذاب سے محفوظ کرنا ہوگا جو درحقیقت نفس کے ساتھ انصاف و عدل کا سلوک ہوگا۔ اس پر قرآن کریم سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بات سنئے اور برائی سے بچنے کی تفصیل دیکھئے۔ قرآن کریم حضرت یوسف علیہ السلام کی قید والے حادثہ کے ختم ہونے کی بات یوں سناتا ہے کہ:-

وَقَالَ الْمَلِكُ اَنْتُنِيْ بِهٖ فَلَمَّا جَاءَ هٗ الرَّسُوْلُ قَالَ اَرْجِعْ اِلَيَّ رَبِّكَ فَسَلِّطْ لِيْ النَّسُوَةَ الَّتِي قَطَعْنَ اَيْدِيْهِنَّ ۗ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكَ ۙ اِذْ رَاوَدْتَنِيْ يُوْسُفُ عَنْ نَفْسِيْ ۗ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۗ قَالَتْ اِمْرَاَتُ الْعَزِيْزِ النَّنْ حَصْحَصَ

الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اُخْنِئْ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخٰتِنِيْنَ ۝ وَمَا اُبْرِيْ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَا مَارَاةَ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورہ یوسف 53-50/12)

”بادشاہ مصر نے کہا کہ یہ بات ہے تو یوسفؑ کو میرے پاس لے کر آؤ چنانچہ حضرت یوسفؑ کو جیل سے لانے کے لئے جب بادشاہ کا بھیجا ہوا شخص حضرت یوسفؑ کے پاس آیا اور بتایا کہ آپ کو بادشاہ نے ملاقات کے لئے یاد فرمایا ہے تو یوسفؑ نہ خوش ہوئے نہ جلدی سے جیل خانے سے نکلے بلکہ قاصد کو تمام حجت کے لئے واپس کر دیا کہ تم جا کر اپنے رب یا بادشاہ سے کہو کہ وہ اُن عورتوں سے وہ قصہ معلوم کرے جب اُنہوں نے مجھے دیکھا اور اپنے ہوش و حواس گم کر دیئے اور پھلوں کو کاٹنے میں اپنے ہاتھوں کو بھی کاٹ لیا تھا؟ یقیناً میرا پالنے والا اُن کی چال پر اُس وقت بھی مطلع تھا اب تم بھی حقیقی پوزیشن معلوم کر کے یقین اور اقرار کر لو کہ مجھے بے قصور جیل میں قید کیا گیا تھا اس اعلان کے بعد امید کرو کہ میں ملاقات کو آسکوں گا۔ اُن عورتوں نے تفتیش پر کہا کہ بخدا ہم نے تو یوسفؑ میں برائی کا کوئی پہلو نہیں دیکھا تھا۔ اور ملکہ نے کہا کہ جب حقیقت کھل ہی گئی ہے تو میں بتاتی ہوں کہ میں نے ہی یوسفؑ کو پھانسنے کے لئے ساری چالیں چلی تھیں وہ اپنے قول و عمل میں سچا ہے۔ یوسفؑ نے بتایا کہ تفتیش کرانے سے میرا مطلب یہ تھا بادشاہ کو بھی معلوم ہو جائے کہ یوسفؑ نے بادشاہ کی غیبت میں اس کی خیانت نہیں کی تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حق پرستوں کے مقابلے میں اللہ خیانت کاروں کی چالاکیوں کو ناکام کر دیا کرتا ہے۔ مجھے اس تفتیش سے بڑائی مارنا اور اپنی ذاتی پاکبازی کا ڈھنڈورا پیٹنا مقصود نہ تھا۔ اور نفس امارہ تو جس میں بھی ہو وہ برائی ہی کا حکم دیتا ہے۔ اور برائی سے وہ محفوظ رہتا ہے جس پر اللہ نے اپنا رحم مسلط کر رکھا ہو۔ اور یہ کہ میں نے اس تمام حجت میں بھی ملکہ کا ذکر نہیں کیا ہے چونکہ وہ میرے محسن کا ناموس ہے۔“ لہذا جن خواہشات اور تمناؤں کو پورا کرنے کا تقاضہ اندر سے ابھرتا ہے اُن سب کو فطری اور زندگی کے لئے ضروری نہ سمجھ لینا چاہئے۔ بلکہ حلال و حرام مفید و مضر کا خیال بھی رکھنا چاہئے۔

ساری نوع انسان لطف و محبت اور رحم و کرم کی حقدار ہے کیونکہ؟

علی علیہ السلام نے پوری نوع انسان کو دو حصوں میں تقسیم فرما دیا ایک **دینی بھائی** اور دوسرے **تمہارے جیسے لوگ** (جملہ نمبر 28)۔ بتائیے کہ نوع انسان میں ان دو کے علاوہ کوئی تیسری قسم ہے ہی نہیں تو لطف و محبت اور رحم و کرم تمام انسانوں پر لازم ہو گیا۔ تمہیں یہ غمزدو بہانہ کرنے سے بھی روک دیا کہ فلاں شخص نے عدا یا سہواً غلط کام کیا ہے لہذا لطف و محبت اور رحم و کرم کا حقدار نہیں ہے (29,30,31)۔ بلکہ تمہاری اپنی ضرورت کو تمہارے سامنے روک بنا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح تمہیں اللہ کی معافی اور نظر اندازی کے ذخیرہ میں سے حصہ درکار ہے اسی طرح تمہاری رعایا کو تمہاری معافی اور نظر اندازی کے ذخیرہ میں سے ملنے کی امید ہے (32)۔ مطلب یہ ہے کہ تم بھی معافی اور نظر اندازی کے محتاج ہو اور وہ تمہاری ہی مشل و مانند محتاج ہیں۔ تمہیں اللہ نے معاف کر دینے اور نظر اندازی کے اختیارات دیئے ہیں انہیں استعمال کرو تا کہ اللہ تمہارے اوپر اپنے اختیارات استعمال کرے۔ یہاں رعیت اور نوع انسان کا مقام نظر آتا ہے کہ اگر تم رعایا کی خطائیں اور گناہ معاف کر دو تو تمہیں خود اللہ کے یہاں معافی ملنے کا استحقاق ملتا ہے۔ کیسے ملعون و مردود ہیں ایسے حکمران جنہوں نے ہزاروں رعیت کے انسانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا صرف اس لئے کہ انہوں نے خمینی کے لئے توہین آمیز الفاظ کہے تھے۔ اور خمینی نے اپنے خلاف بغاوت کو اللہ کے خلاف بغاوت قرار دیا۔ حضور علیہ السلام نے رعایا کو معافی دینے پر اتنی جرات دلائی ہے کہ فرمایا کہ تمہیں کسی کو معاف کر کے پچھتانا نہیں چاہئے اور سزا دے کر فخر نہیں کرنا چاہئے (جملہ 37-38)۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سزا دے کر پچھتاؤ تو بہتر بات ہے۔

عوام الناس کے حقوق اور اونچے طبقہ کے حقوق

معاهدے میں بڑے غور و خوش سے پڑھنے کا مقام وہ ہے (60-55) جہاں عوام اور غریب اور مخصوصین اور امرا کے حالات و عادات اور سلوک کا ذکر فرمایا ہے وہاں عوام کو دین کا ستون، دین کا سہارا اور مسلمانوں کی حقیقی قوت اور سامان دفاع فرمایا ہے (جملہ نمبر 59) اور یہ کہ اُن کو رضامند اور خوش رکھنا لازم قرار دیا ہے اور اُن کی رضامندی کے سامنے امرا کی نارضامندی کو بے اثر فرمایا ہے۔ (جملہ نمبر 56, 57)

عیب جوئی کو قطعاً منع فرمایا ہے اور عیب پوشی کو لازم قرار دیا ہے

سب سے بدترین اور خطرناک آدمی عیب جو اور چغلخو کو قرار دیا ہے (جملہ 61) اور بتایا ہے کہ لوگوں میں طرح طرح کے عیب تو ہوتے ہی ہیں مگر والی پر عیب پوشی واجب ہے (جملہ 62) اور جو عیوب پوشیدہ ہوں اُن کو کھولنا منع فرمایا ہے اور ظاہر اور معلوم عیوب کی تطہیر کو لازم کیا ہے (63-64) یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عیوب کسی نہ کسی مجبوری سے پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا لازم ہے کہ رعایا کی مجبوریوں کا پتہ لگا کر انہیں دور کر دیا جائے تو عیوب کی تطہیر شروع ہو جائے گی۔ تنگی اور تنگ دستی چوری اور خیانت کے عیوب پیدا کرتی ہے۔ نکاح اور جنسی تعلق پر مولویانہ اور متکبرانہ پابندیاں لگانے سے لوگ مجبور ہو جاتے ہیں کہ کوئی سہل طریقہ اختیار کر لیں۔ لہذا مجبوروں کا حرام کام کرنا مولویوں اور مغرور لوگوں کے ذمہ عائد کیا جائے گا (نور 24/33) مگر چوری خیانت اور حرام سے براہ راست حکومت پر بڑا اثر پڑے گا۔ لہذا تنگی و تنگ دستی اور جبر کرنے والی قوتوں کے خلاف اقدام کرو عیوب کی تطہیر خود بخود ہو جائے گی۔ یہاں یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ علی علیہ السلام نے جس قدر زور خطاؤں کی معافی پر دیا ہے اتنا ہی عیب پوشی اور ستاری پر دیا ہے اور یہاں بھی یہ فرمایا ہے کہ ستاری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ بھی تمہارے عیوب کو چھپا دے گا۔

رعایا کے تمام طبقات اور تمام طبقات کے حقوق اور متعلقات کتاب اللہ اور سنت میں مقرر شدہ موجود ہیں

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معاہدے میں جس شان اور تفصیل سے اُمور مملکت اور قوانین کو بیان فرمایا ہے وہ تو معاہدے میں موجود ہیں۔ مگر آپ کا یہ فرمانا کہ معاہدے میں مذکور اور مزید تمام متعلقہ تفصیلات قرآن میں اور سنت رسول میں موجود ہیں اور وہ سارا ریکارڈ اہل بیت کے پاس موجود ہے۔ ہر قاری کو یہ سوچنے اور دیکھنے پر متوجہ کرتا ہے کہ اس قرآن میں مملکت کا مکمل قانون کہاں ہے اور احادیث کی کتابیں اس سے کیوں خالی پڑی ہیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ قریش نے بقول قرآن روز اول ہی سے قرآنی تعلیمات میں ہیرا پھیری، معنوی تحریف اور غلط شان نزول کے ذریعہ اُلٹ پلٹ کر دی تھی (30/30-31) اور اللہ نے قریش کو دشمن رسول ہونے کا لقب دے دیا تھا (25/31)۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام نے معاہدہ میں (جملہ 111) قریش کو جبراً اور باطل طریقہ پر حکومت اسلام پر قبضہ کر لینے والا اور اپنے غلط اور اجتہادی احکامات سے حکومت کا کاروبار چلانے والا ثابت کیا ہے اور اسی لئے اُن کو لفظ **اشرار** (جملہ 75) سے ظاہر کیا ہے اور اشرار کے ساتھ ہی انہیں دین کو قید رکھنے کا مجرم بھی فرمایا ہے (جملہ 186)۔ لہذا نہ اُن اشرار کے پاس دینی قوانین و دستور ہو سکتا تھا نہ وہ دینی قوانین اور دستور کو محفوظ رکھنے والے ہو سکتے تھے۔ اس لئے کہ قریشی حکومتوں نے تو دنیا کمانے کے لئے رسول کی حکومت ہڑپ کی تھی۔ تاکہ دین کو قیدی بنا کر دنیا کمائیں (جملہ 187)۔ حضور علیہ السلام نے اُن وزیروں کو وزیر بنانے اور رازداری سوچنے سے بھی روکا ہے اور انہیں حراخو اور خطرناک بتایا ہے (جملہ نمبر 75, 76, 77)۔ اسی لئے گورنروں اور عہدیداروں وغیرہ کے انتخاب پر تفصیلی ہدایات دی ہیں۔

(نمبر 54) خط

إلى طلحة والزبير مع عمران ابن الحصين الخزاعي

یہ خط عمران ابن حصین کے ہاتھ طلحہ اور زبیر کو بھیجا گیا تھا

(1) سارے قریش نے اجتماعی طور پر بڑھ چڑھ کر علی علیہ السلام کی بیعت کی تھی

(2) طلحہ وزبیر نے بیعت کے بعد عہد شکنی کی تھی (3) اُن کو دنیا میں ذلت و خواری اور آخرت میں جہنم کی اطلاع دی گئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	حمروثنائے خدا و رسول کے بعد حقیقت یہ ہے کہ تمہارے چھپاتے رہنے کے باوجود بھی تمہیں علم ہے کہ میں لوگوں کی طرف نہیں بڑھا تھا بلکہ لوگ بڑھ کر میرے پاس آئے تھے اور نہ میں نے اپنا ہاتھ بیعت کے لئے بڑھایا تھا بلکہ لوگوں نے میری بیعت خود کی تھی؛ اور تم دونوں بھی اُن ہی بڑھ کر آنے اور بیعت کرنے والوں میں سے ہو؛	أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتُمَا وَانْكُتُمْتُمَا أَنِّي لَمْ أُرِدِ النَّاسَ حَتَّىٰ أَرَادُونِي ؛ وَلَمْ أَبَايِعْهُمْ حَتَّىٰ بَايَعُونِي ؛ وَانْكُتُمَا مِنِّي أَرَادَنِي وَبَايَعُونِي ؛ وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تَبَايَعُونِي لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ وَلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ
2	اور عوام الناس نے میرے ہاتھ پر نہ تو تسلط اور اقتدار کے دباؤ سے بیعت کی تھی نہ کسی دنیاوی لالچ کے ماتحت بیعت کی تھی؛	فَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي طَائِعِينَ فَارْجِعَا وَتُوبَا إِلَى اللَّهِ مِنْ قَرِيبٍ ؛ وَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي كَارِهِينَ فَقَدْ جَعَلْتُمَا لِي عَلَيْكُمَا السَّبِيلَ بَاطِهَارِ كَمَا الطَّاعَةَ وَاسْرَارِ كَمَا الْمَعْصِيَةَ ؛
3	چنانچہ اگر تم دونوں نے اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی تو اس عہد شکنی سے پلٹو اور جلدی سے اللہ کے حضور میں توبہ کرو؛	وَلَعَمْرِي مَا كُنْتُمَا بِأَحَقَّ الْمُهَاجِرِينَ بِالتَّقِيَّةِ وَالْكُتْمَانِ
4	اور اگر تم دونوں نے ناگواری کے ماتحت بیعت کی تھی تو اطاعت کا اعلان کر کے اور نافرمانی کو چھپا کر تم نے اپنے خلاف میرے لئے حجت قائم کر دی ہے۔ (یعنی تمہیں سزا دینے کے لئے مجھے ہر جائز حق حاصل ہے)	وَإِنَّ دَفْعَكُمَا هَذَا الْأَمْرَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْخُلَا فِيهِ كَانَ أَوْسَعَ عَلَيْكُمَا مِنْ خُرُوجِكُمَا مِنْهُ بَعْدَ إِقْرَارِكُمَا بِهِ ؛
5	اور میں اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم اپنی قلبی کیفیت پر تفتیہ کرنے اور اپنے منصوبے کو چھپانے میں باقی مہاجرین سے زیادہ حقدار نہ تھے۔	وَقَدْ زَعَمْتُمَا أَنِّي فَتَلْتُ عُثْمَانَ ؛ فَبَيْنِي وَبَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّي وَعَنْكُمَا مَنْ أَهَلَ الْمَدِينَةَ ؛
6	اور میری بیعت کرنے سے پہلے پہلے تمہارے لئے میری بیعت کا انکار کر دینے کی اس سے زیادہ گنجائش تھی جتنی کہ اب تمہارے بیعت اور اقرار کے بعد اس سے نکلنے کی رہ گئی ہے۔	ثُمَّ يُلْزَمُ كُلُّ امْرِئٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ ؛
7	اور تمہارا یہ خیال کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے اس کے لئے مدینہ کے وہ لوگ گواہ کافی ہیں جو تم سے بھی اور مجھ سے بھی کنارہ کش اور مخالف ہیں۔	
8	اسکے بعد ہر شخص پر اسی قدر ذمہ داری ہے جتنا کسی نے قتل عثمان میں حصہ لیا ہو۔	

11	لہذا اے دونوں شیخو تم اپنی غلط رائے سے رجوع کر لو۔	فَارْجِعَا إِلَيْهَا الشَّيْخَانِ عَنِ رَأْيِكُمَا ؛
12	اس لئے کہ اس وقت تو تمہارے سامنے صرف رسوائی ہے اور قبل اس کے توبہ کر لو کہ تمہاری رسوائی کے ساتھ جہنم بھی شامل ہو جائے۔ والسلام	فَإِنَّ الْأَنْ أَعْظَمُ أَمْرِكُمَا الْعَارُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْتَمَعَ الْعَارُ وَالنَّارُ . وَالسَّلَامُ۔

تشریح:- یہ خط وہ بہانے سامنے لاتا ہے جو طلحہ اور زبیر بیعت کو توڑنے اور مخالفت کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ ان بہانوں سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں بیعت کر چکے تھے اور یہ دونوں باتیں یعنی بیعت کرنا اور مخالفت کرنا ثابت ہوتے ہی طلحہ اور زبیر کا جہنمی ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور حضرت علی علیہ السلام نے خود بھی اسی خط میں ان کے جہنمی ہونے پر مہر لگا دی ہے لہذا مزید کسی بھی بحث اور عذر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چونکہ طلحہ اور زبیر کے لئے اور ان کے علاوہ بہت سے جہنمیوں کے لئے قریش نے اپنی کہانیوں میں جنتی ہونے کی پیشینگوئیاں لکھ رکھی ہیں۔ اُس سے بھی ان سب کا جہنمی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی یہ لوگ قریش کے بڑے عظیم الشان لیڈر تھے اور ضروری تھا کہ قریشی حکومتیں ان کو جہنم سے بچانے کی روایات یا افسانے تیار کریں اور ان روایات اور افسانوں کو صحیح ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں۔ یہ زور لگانا بھی اسی کو ثابت کرتا ہے کہ وہ لوگ جہنمی تھے۔ مجرم کی وہ باتیں جو اُس نے اپنے جرم یا مجرم کو بچانے کے لئے تیار کی ہوں عدالت میں قابل قبول نہیں ہوا کرتیں۔ ان تمام لوگوں کا قریشی لیڈر ہونا اور چھ سات صدیوں تک قریش کی اپنی حکومت قائم رہنا اور تمام کتابیں قریشی حکومتوں کا تیار کرنا ایسی حقیقتیں ہیں جن کا اور تو اور خود قریش اور قریشی علماء بھی انکار نہیں کر سکتے۔ لہذا قریشی لیڈروں کے حق میں قریشی تاریخ کو قبول کر لینا خود مجرموں میں شامل ہو جانے کے مترادف ہے۔ لہذا قریش اپنی تیار کردہ تاریخ اور کتب احادیث و تفاسیر وغیرہ کی رو سے مجرم ثابت ہوتے ہیں۔

(نمبر 55) خط الی معاویۃ : معاویہ کے نام

(1) معاویہ کی لگام شیطان کے ہاتھ میں (2) دنیا کے وجود کا مقصد؟ (3) معاویہ کے اہل دانش نے نادانوں کو اُکسا کر جنگی تیاری کی (4) علی کا قسمیہ بیان میدان جنگ کو نہ چھوڑنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	حمد و صلوة کے بعد معلوم ہو کہ اللہ نے یقیناً اس دنیا کو بعد میں آئیو الے زمانہ کیلئے پیدا کیا ہے؛	أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَدْ جَعَلَ الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا؛
2	اور اس دنیا میں اہل دنیا کی آزمائش مقصود ہے؛	وَابْتَلَى فِيهَا أَهْلَهَا؛
3	تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اہل دنیا میں کس کس کے اعمال بہترین ہیں؛	لِيَعْلَمَ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا؛
4	اور ہمیں دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا ہے؛	وَلَسْنَا لِلدُّنْيَا خُلِقْنَا؛
5	اور نہ ہمیں دنیا کے لئے دنیا میں کوشاں رہنے کا حکم دیا ہے؛	وَلَا بِالسَّعْيِ فِيهَا أَمْرًا؛
6	اور حقیقت یہی ہے کہ ہمیں یہاں آزمائش کے لئے رکھا ہوا ہے؛	وَأِنَّمَا وُضِعْنَا فِيهَا لِنَبْتَلَى بِهَا؛

7	اور درست یہ ہے کہ اللہ نے تیرے ذریعے سے میری اور میرے ذریعے سے تیری آزمائش کی ہے؛	وَقَدْ ابْتَلَانِي اللَّهُ بِكَ وَابْتَلَاكَ بِي؛
8	چنانچہ ہم دونوں کو ایک دوسرے پر جنت قرار دیا ہے؛	فَجَعَلَ أَحَدَنَا حُجَّةً عَلَى الْآخَرِ؛
9	چنانچہ تو نے قرآن کی غلط تفہیم کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنا شروع کر دی؛	فَعَدَوْتَ عَلَيَّ عَلَى طَلَبِ الدُّنْيَا بِتَأْوِيلِ الْقُرْآنِ؛
10	اور مجھ سے وہ کچھ طلب کرنا شروع کر دیا جس میں میرے ہاتھ اور میری زبان دونوں ملوث نہیں ہوئے؛	وَطَلَبْتَنِي بِمَا لَمْ تَعَجِّنْ يَدِي وَلَا لِسَانِي؛
11	مگر تم نے اور اہل شام نے ملکر اُسے میرے ذمہ لگا دیا؛	وَعَصَبْتَهُ أَنْتَ وَاهْلُ الشَّامِ بِي؛
12	تمہارے علمائے لاطلم لوگوں کو اور لیڈروں نے بیٹھے ہوئے لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کر دیا ہے؛	وَالْبَّ عَالِمُكُمْ جَاهِلُكُمْ وَقَانِمُكُمْ قَاعِدُكُمْ؛
13	تم اے معاویہ اپنی جان کے متعلق خوف خدا سے کام لو؛	فَاتَّقِ اللَّهَ فِي نَفْسِكَ؛
14	اور شیطان سے اپنی لگام چھڑالو؛	وَنَارِعِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ؛
15	اور دنیا سے مڑ کر آخرت کی طرف اپنا منہ گھمالو؛	وَاصْرِفْ إِلَى الْآخِرَةِ وَجْهَكَ؛
16	کیونکہ آخرت ہی ہمارے اور تمہارے طریقوں کے مطابق ہے؛	فَهِيَ طَرِيقُنَا وَطَرِيقُكَ؛
17	اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں اللہ تمہیں کسی ناگہانی آفت میں نہ جکڑ لے جس سے تمہاری جڑ ہی اکھڑ جائے؛	وَاحْذَرُ أَنْ يُصِيبَكَ اللَّهُ مِنْهُ بِعَاجِلٍ قَارِعَةٍ تَمَسُّ الْأَصْلَ؛
18	اور تمہاری نسل ہی منقطع ہو کر رہ جائے؛	وَتَقْطَعِ الدَّابِرَ؛
19	لہذا میں تمہارے معاملے میں اللہ کے نام کا حلف اٹھاتا ہوں ایسا حلف جس کے ٹوٹنے کی گنجائش نہیں ہے کہ:	فَإِنِّي أُولَى لَكَ بِاللَّهِ أَلِيَّةٌ غَيْرَ فَاجِرَةٍ؛
20	اگر مجھے اور تمہیں تقدیر کے جمع کر نیوالے نے ایک جگہ اکٹھا کر دیا تو اس وقت تک تمہارے مقابلے میں میدان نہ چھوڑو ونگا جب تک اللہ ہمارے درمیان فیصلہ نہ کر دے اور وہ تمام فیصلہ کر نیوالوں سے اچھا فیصلہ کر نیوالا ہے۔	لَسُنَّ جَمَعْتَنِي وَإِيَّاكَ جَوَامِعُ الْأَقْدَارِ لَا أَزَالُ بِبَاحْتِكَ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (اعراف 7/87)

تشریح: خط کے آخری دونوں جملے بتاتے ہیں کہ یہ خط صفین کی جنگ کے بعد کسی زمانے میں لکھا گیا ہے اور یقیناً اس خط کے بعد ہی معاویہ نے سازشوں کے ذریعے سے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے سے دور دور رکھنے کے انتظامات کئے۔ تاکہ حضور کے اس حلف سے بچنے کا موقع ملے اور آخری سازش کے ذریعے سے بچ ہی گیا اور حضور شہید ہو گئے۔

(نمبر 56) خط

”وَصِي بِهِ شُرَيْحَ ابْنِ هَانِيٍّ لَمَّا جَعَلَهُ عَلَيَّ مُقَدَّمَتَهُ إِلَى الشَّامِ“

اس تحریر کے ذریعہ سے شریح ابن ہانی کو وصیت کے طور پر ہدایات دیں جب ملک شام کو

جانے والی فوج کے مقدمہ کا انہیں سردار بنایا تھا“

اپنی نگرانی کرنے اور خود پر قابو رکھنے کیلئے چند ہدایات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	اتَّقِ اللَّهَ فِي كُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ ؛	صبح ہو یا شام ہو ہر وقت اللہ کے سامنے ذمہ دار رہنا؛
2	وَحَفِ عَلَى نَفْسِكَ الدُّنْيَا الْعُرُورَ ؛	اور اپنی ذات کے لئے اس فریبی دنیا سے ڈرتے رہنا؛
3	وَلَا تَأْمَنْهَا عَلَى حَالٍ ؛	اور کسی حال میں بھی دنیا سے بے فکر نہ ہو جانا؛
4	وَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنْ لَمْ تَرُدَّ نَفْسَكَ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا تُحِبُّ فَخَافَةَ مَكْرُوهٍ سَمَّتْ بِكَ الْأَهْوَاءُ إِلَى كَثِيرٍ مِنَ الضَّرَرِ ؛	اور یہ سمجھ رکھو کہ اگر تم نے کسی ناگواری کے ڈر سے اپنے نفس کو اُن بہت سی باتوں سے نہ روکا جو تمہیں محبوب ہیں تو پھر تمہاری نفسانی خواہشیں تمہیں بہت سی نقصان والی باتوں پر رضامند کر لیں گی؛
5	فَكُنْ لِنَفْسِكَ مَانِعًا رَادِعًا ؛	لہذا تم اپنے نفس کو روکنے اور ٹوکنے کا عادی بنائے رکھو؛
6	وَلِنَزْوَتِكَ عِنْدَ الْحَفِظَةِ وَاقِمًا قَامِعًا ؛	اور غصہ کے عالم میں اپنی تگ و دو کو دبا تے اور کچلتے رہنا۔

تشریح:- یہاں یہ یاد دلانا ہے کہ گیارہویں خط کی تشریح میں تفصیلات آچکی ہیں۔ جو ایڈوانس گارڈ جنگ صفین کے لئے روانہ کیا گیا تھا اُس میں کل بارہ ہزار سوار تھے اور دوسرا مقرر کئے گئے تھے اُن میں سے ایک زیادہ ابن نضر حارثی تھا جو آٹھ ہزار جوانوں کا سردار تھا اور دوسرا یہی شریح ابن ہانی تھا۔ جسے چار ہزار جوان دئے گئے۔ اپنی پیاری چیزوں کو اختیار کر لینے اور دنیا کی فریب کاریوں سے بے خوف ہو جانے ہی کا نتیجہ تھا جو نہ صرف حضرت مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ کو بھگتنا پڑا بلکہ جناب محمد بن ابی بکر بھی دشمن کے ہتھے چڑھ گئے اور حکومت مصر اور ملک مصر ہاتھ سے جاتا رہا اور حضرت علی علیہ السلام کو بھی حد بھر صدمہ ہوا۔ لہذا دیکھنے میں یہ ہدایات سادہ اور معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر مسلسل اور ہر حال میں انہیں سامنے رکھا جائے اور اُن پر عمل کیا جائے تو ہر میدان میں کامیابی لازم ہوگی۔ ہمیں حلال چیزوں کے استعمال میں خوف و خطر محسوس کرتے رہنا چاہئے۔ زیادہ تر حلال چیزوں کی طرف سے بے فکر و لاپرواہ ہو جانا ہی آدمی کو نقصان پہنچاتا رہا ہے۔ حرام میں مضرت واضح ہوتی ہے اور حلال میں یہ تہہ در تہہ پوشیدہ ہوتی ہے۔

(نمبر 57) خط

إلى أهل الكوفة عند مصيرِه من المدينة إلى البصرة

اہل کوفہ کے نام مدینہ سے بصرہ جاتے ہوئے لکھا۔ جس کے بعد جنگ جمل واقع ہوئی تھی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	حمروثنائے خدا اور رسول کے بعد سنو کہ میں اس رٹھان (عارضی بستی) سے نکل کھڑا ہوا ہوں؛	أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي خَرَجْتُ مِنْ حَيِّ هَذَا؛
2	یا تو میں ظالم کی حیثیت میں نکلا ہوں یا مظلوم کی حیثیت سے؛	أَمَّا ظَالِمًا وَأَمَّا مَظْلُومًا ؛
3	اور یا میں باغی کی حیثیت میں نکلا ہوں یا مجھے باغیوں نے نکالا ہے؛	وَأَمَّا بَاغِيًا وَأَمَّا مَبْعُوثًا عَلَيْهِ ؛
4	بہر حال جن لوگوں تک میرا یہ خط پہنچے انہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ فوراً آئیں؛	وَأَنَا أَذْكَرُ اللَّهُ مِنْ بَلَّغَهُ كِتَابِي هَذَا لَمَّا نَفَرْتُ إِلَيْهِ ؛
5	اگر میں برسرِ حق ہوں تو میری مدد کریں اور اگر میں برسرِ ناحق ہوں تو،	فَإِنْ كُنْتُ مُحْسِنًا أَعَانِي وَإِنْ كُنْتُ مُسِيئًا
	مجھے حق کی طرف موڑیں۔	اسْتَعِينِي

تشریح:۔ اسی سلسلے کا ایک خط گذر چکا ہے یہاں خاص بات یہ ہے کہ آپ نے مدینہ کی وہ پوزیشن بیان فرمائی ہے جو محمد و علی اور ان کے خاندان علیہم السلام کی نظر میں رہتی رہی ہے اور جو ہم اس شہر کو دیتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو زہر سے قتل کرنے اور حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو میراث رسول سے محروم کرنے اور حکومت رسول پر مستقل قبضہ کرنے کے تمام واقعات اسی شہر میں ظہور پذیر ہوئے۔ اس خط میں حضور علیہ السلام نے بات یہاں سے شروع کی ہے کہ:-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي خَرَجْتُ مِنْ حَيِّ هَذَا۔ (نمبر 57 خط، جملہ نمبر 1)

”حمروثنائے خدا اور رسول کے بعد معلوم ہو کہ میں اس رٹھان سے نکل کھڑا ہوا ہوں۔“

علی نقی طہرانی کا ترجمہ:- ”من از جائے قبیلہ خود (از مدینہ) بیرون آمد“ (ترجمہ نہج البلاغہ جلد دوم صفحہ 1032)

مفتی کا ترجمہ:- ”دو ہی صورتیں ہیں یا تو میں ”اپنے قوم و قبیلے کے شہر سے“ باہر نکلا ہوں۔“ (جلد 3 صفحہ 146)

قارئین حضور علیہ السلام کے پہلے جملے کو دیکھیں وہاں نہ قوم کا لفظ ہے نہ قبیلہ کا لفظ ہے اور نہ شہر کی بات ہے لیکن ان دونوں مترجمین کے اپنے ترجمہ میں اپنے پاس سے وہ الفاظ خود لکھ دئے ہیں جن کو حضور نے ترک کر دیا تھا۔ حضور کو لفظ قوم بھی معلوم تھا وہ لفظ قبیلہ بھی کہنا جانتے تھے لفظ بلد و مدینہ سے بھی واقف تھے۔ مگر مدینہ کو یا اپنی ترک کی ہوئی چھوڑی ہوئی جگہ ان میں کسی لفظ سے یاد کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ مگر ان مترجمین نے اپنی جیب سے وہ تمام الفاظ لکھ دیئے جن کا مدینہ حق دار نہ تھا۔ یعنی یہ مترجمین درحقیقت ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حضرت علی علیہ السلام کی اصلاح کرتے ہیں اور انہیں تعلیم دیتے ہیں کہ یوں کہنا غلط ہے یوں کہا ہوتا۔

لفظ ”حی“ کا ترجمہ:-

جناب علامہ الشیخ محمد عبدہ اعلیٰ اللہ مقامہ مفتی دیار مصر نے لفظ ”حی“ کا ترجمہ کیا ہے:-

موطن القبیلہ أو منزلہا (نہج البلاغہ صفحہ 114)

ڈکشنریوں لغات کے تراجم: 1- کسی شہر کا محلہ 2- قوم و قبیلہ 3- کسی قبیلہ کا پڑاؤ 4- کھلا راستہ۔ (معجم اعظم جلد 2 صفحہ 717)

یہ تمام معنی یا ترجمے اُس وقت تک غلط رہیں گے جب تک ان میں سے الفاظ قوم۔ قبیلہ۔ وطن اور شہر نہ نکال دیئے جائیں۔ لہذا اس حیثیت سے لفظ ”پڑاؤ“ اور ”منزل“ کو صحیح ترجمہ کہا جاسکتا ہے۔ ہم نے لفظ ”حَسِي“ کا ترجمہ ”رِثَان“ کہا ہے جو ہندی کا لفظ ہے لیکن سو فیصد صحیح ترجمہ ہے۔ ”حَسِي“ یا ”رِثَان“ کو سمجھنے کیلئے یہ سنیں کہ شہر کے بسنے والے کاشتکار روزانہ اپنے گھروں سے ہل۔ بیل اور کاشت کے دیگر اوزار و آلات کھیتوں پر لے جانے کے بجائے کھیتوں ہی میں عارضی تعمیر کر لیتے ہیں جہاں کام سے فارغ ہو کر گھوڑوں، اونٹوں یا بیلوں کو باندھتے ہیں۔ وہیں انہیں چارہ اور گھاس دانہ کھلاتے ہیں اور خود بھی گھر، شہر سے آیا ہوا کھانا وہیں کھاتے ہیں اور آرام کرتے ہیں ضروری کاموں کیلئے شہر میں گھر پر بھی آتے جاتے رہتے ہیں اس کو رِثَان یا حَسِي کہا جاتا ہے۔ حَسِي اسلئے کہ وہاں زندگی اور ضروریات زندگی موجود ملتی ہیں۔ آنے جانے والے پاس سے گزرنے والے لوگ اور مسافر بھی وہاں آرام کر لیتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مدینے میں محمد و علی علیہم السلام کے قبیلہ کے لوگ اوس و خزرج نامی خاندان سے تھے۔ مگر قریشی لوگوں کی موجودگی سے ان قبائل کی نفی کی گئی ہے۔ کربلا میں شہید ہونیوالوں میں کوئی مدنی یا کئی شخص نہ تھا یعنی ان مقدس کہلانے والے شہروں میں کوئی بھی خاندان رسول کا حمایتی یا فدا کار نہ تھا۔ اور اسی کی سزا میں اللہ نے اُن پر مسلم کو مسلط کیا تھا جس نے تین دن اور راتیں وہاں بارہ ہزار فوجیوں کو قتل و غارت اور عصمت دری کی اجازت دی اور مدینہ میں لاتعداد حرامی بچے پیدا ہوئے۔ 12 ہزار کی تعداد غلط ہے بارہ ہزار فوجی تو عصمت دری کرنیوالوں کی تعداد ہے وہاں کسی عورت کا حرام سے بچ جانا ناممکن تھا اور اسی لئے خاندان رسول کو یزید نے باہر نیموں میں رکھا تھا۔ اور یہیں سے حرام نسلیں پھیلیں اور دشمنان محمد و علی کی تعداد میں اضافہ کرتی رہیں۔ اور انہی نسلوں کے افراد اہل بیت علیہم السلام کے خلاف جتنا زہرا اُگل سکتے تھے اُگلتے اور کتابوں میں جمع کرتے رہے جو آج ہمارے پاس موجود ہے۔ کہیں کہیں شاذ و نادر کسی حلالی کا بیان بھی ملتا ہے جس میں سچی باتیں اور مدح اہل بیت بھی مل جاتی ہے۔ یہ تھا ایک لفظ ”حَسِي“ میں سمو یا ہوا مطلب۔

کِتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صَفِينِ

(نمبر 58) خط

جنگ صفین کی تفصیل سے مطلع کرنے کیلئے مختلف شہروں اور بستوں کے لوگوں کو لکھ کر آگاہ کیا ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

1	وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَا التَّقِينَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ ؛	1	ابتدائی صورت حال یوں تھی کہ ہم اور ملک شام کی ایک خاص قوم آمنے سامنے آئے؛
2	وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ ؛	2	اور ظاہری حالت یہ تھی کہ ہمارا پروردگار ایک تھا؛
3	وَنَبِينَا وَاحِدٌ ؛	3	اور ہمارا نبی ایک تھا؛
4	وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ ؛	4	اور ہماری اسلامی دعوت بھی ایک ہی تھی؛
5	وَلَا نَسْتَزِيذُهُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ	5	اور نہ ہم نے اُن سے یہ چاہا کہ وہ ایمان باللہ میں یا تصدیق رسول میں کچھ اضافہ
	وَلَا يَسْتَزِيذُونَنَا ؛		کر لیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ چاہتے تھے؛
6	وَالْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ ؛	6	اور ہماری مملکتی ضروریات بھی ایک تھیں سوائے اس اختلاف کے جو ہم میں عثمان

7	وَنَحْنُ مِنْهُ بِرَاءٌ ؛	کے خون کے بارے میں ہو گیا تھا؛
8	فَقُلْنَا : تَعَالَوْا نُدَاوِي مَا لَا يَدْرُكُ الْيَوْمَ بِإِطْفَاءِ النَّائِرَةِ وَتَسْكِينِ الْعَامَّةِ ؛ حَتَّى يَشْتَدَّ الْأَمْرُ وَيَسْتَجْمِعَ ؛	اور حقیقت میں ہم خون عثمان سے بالکل بری الذمہ تھے؛ چنانچہ ہم نے اُن سے کہا تھا کہ آؤ فتنہ کی آگ بجھا کر اور عوام کا جوش ٹھنڈا کر کے اس کا مداوی کریں یہاں تک کہ صورت حال اطمینان بخش ہو جائے اور اتحاد پیدا ہو جائے؛
9	فَنَقُوْى عَلَى وَضْعِ الْحَقِّ فِي مَوَاضِعِهِ ؛	پھر ہمیں یہ قوت حاصل ہو جائیگی کہ ہم حق کو اُس کی صحیح جگہ پر قائم کر سکیں؛
10	فَقَالُوا : بَلْ نُدَاوِيهِ بِالْمُكَابَرَةِ ؛	لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا مداوی جنگ آزمانی سے کریں گے؛
11	فَأَبَوْا حَتَّى جَنَحَتْ الْحَرْبُ وَرَكَدَتْ ؛	اور جب انہوں نے ہماری تجویز کا انکار کر دیا تو جنگ نے پیر پھیلا دئے اور جم کر کھڑی ہو گئی؛
12	وَوَقَدَتْ نِيرَانَهَا وَحَمِسَتْ ؛	جنگ کے شعلے بلند ہو گئے اور شدت بڑھ گئی؛
13	فَلَمَّا ضَرَسَتْنا وَأَيَّاهُمْ ؛	اور جب جنگ نے ہم دونوں کو دانتوں سے کاٹا؛
14	وَوَضَعَتْ مَخَالِبَهَا فِينَا وَفِيهِمْ ؛	اور دونوں کو اپنے پنجوں میں دبوچ لیا؛
15	أَجَابُوا عِنْدَ ذَلِكَ إِلَى الَّذِي دَعَوْنَا هُمْ إِلَيْهِ ؛	تب وہ اُس بات پر رضامند ہو گئے جو ہم نے تجویز کی تھی؛
16	فَأَجَبْنَا هُمْ إِلَى مَا دَعَوْا ؛	چنانچہ ہم نے اپنی اس دعوت کو اُن کی زبانی قبول کر لیا؛
17	وَسَارَعْنَا هُمْ إِلَى مَا طَلَبُوا ؛	اور اُن کی مانگ کو جلدی سے مان لیا؛
18	حَتَّى اسْتَبَانَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ ؛	یوں اُن کے اوپر حجت قائم ہو گئی؛
19	وَأَنْقَطَعَتْ مِنْهُمْ الْمَعْذِرَةُ ؛	اور اب اُن کے لئے کسی بھی عذر کی گنجائش باقی نہ رہی؛
20	فَمَنْ تَمَّ عَلَى ذَلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِي أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنَ الْهَلَكَةِ ؛	اب اُن میں سے جو اپنے عہد کو پورا کرے گا وہ ہی ایسا شخص ہوگا جسے اللہ ہلاکت سے بچالے گا؛
21	وَمَنْ لَجَّ وَتَمَادَى فَهُوَ الرَّائِسُ الَّذِي رَانَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ ؛	اور جو شخص ہٹ دھرمی کرتے ہوئے گمراہی میں دھنستا جائے گا تو وہ عہد شکن ہوگا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہوگی؛
22	وَصَارَتْ دَائِرَةُ السُّوءِ عَلَى رَأْسِهِ .	اور حادثات زمانہ اس کے سر پر منڈلاتے رہیں گے۔

تشریح:- پہل بات تو یہ نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام ساری مملکت کو حالات و واقعات سے آگاہ کرنے کے لئے یہ خط یعنی ملک بھر میں گشت کرنے والا گشتی خط (Circular) ارسال فرماتے ہیں تو یہ کیسے اور کونسی عقل سے باور کیا جائے گا کہ آپ تو انین و قواعد اور ضوابط سے مملکت کو مطلع نہ رکھتے ہوں گے۔ بالکل اسی طرح قارئین سمجھ لیں کہ جناب مالک اشترؓ پوری مملکت میں دورہ یا گشت کرنے والے حکمران بنائے گئے تھے جن کو بعینہ وہ اختیارات دئے گئے تھے جو خود حضرت علی علیہ السلام کو حاصل اور معاہدہ میں مذکور تھے۔ دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ حضور علیہ السلام نے معاویہ کو شکست و ریخت کے مصحکہ خیز حالات یا قرآن کو نیزوں پر اٹھانا اور فریاد و فغاں کرنا اس سرکلر میں نہیں لکھے ہیں۔ یعنی اُن کی صحیح توہین بھی نہیں کی ہے اور قابل مذاق

لوگوں کا بھی مذاق نہیں اڑایا ہے۔ یہ بھی نہیں فرمایا کہ معاویہ نے ہم پر پانی بند کر دیا تھا اور ہم نے اُن پر پانی کو کھلا رکھا تھا۔ یعنی یہ گشتی خط نہ پبلک کی خوشامد کرتا ہے نہ معاویہ کی بے عزتی کرتا ہے۔ نہایت سنجیدگی سے معاویہ کو ہم پلہ اور برابر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور صرف اشد ضروری حالات اور واقعات نوٹ کرائے گئے ہیں اور غپ شپ کے جذبے کو پاس نہیں آنے دیا گیا۔ یہ کہنے میں بھی حضور کی کسر شان تھی کہ معاویہ نالکد کی انگلیوں اور حضرت عثمان کے گرتے سے اشتعال پھیلاتا رہا ہے۔

(نمبر 59) خط

الی الأسود ابن قطیبہ صاحب جند حلوان

اسود بن قطیبہ حلوان کی فوج کے سردار کے نام

انسانی حقوق کی برابری پر زور دیا ہے۔ اپنی ذات کی حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔ بیکار رہنے کی مذمت کی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْوَالِي إِذَا اخْتَلَفَ هَوَاهُ مَنَعَهُ ذَلِكَ كَثِيرًا مِنَ الْعَدْلِ ؛	1	حمد خدا و رسول کے بعد معلوم ہو کہ اگر حکمران کے ذاتی خیالات میں ہم آہنگی کے بجائے اختلاف و تضاد ہوگا تو وہ اُسے اکثر عدل کرنے سے مانع ہوگا؛
2	فَلْيَكُنْ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَكَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً ؛	2	لہذا حقوق کے سلسلے میں تمام انسان تیرے نزدیک برابر ہونا چاہئیں؛
3	فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْجَوْرِ عَوْضٌ مِنَ الْعَدْلِ ؛	3	یہ اس لئے کہ ظلم و زیادتی کبھی بھی عدل کے قائم مقام نہیں ہو سکتے؛
4	فَأَجْتَنِبْ مَا تُنْكِرُ أَمْثَالَهُ ؛	4	اس سلسلے کی مانند مثل جو جو کام تمہیں برے لگتے ہیں اُن سے خود بھی بچ کر رہا کرو؛
5	وَابْتَدِلْ نَفْسَكَ فِيمَا افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكَ رَاجِيًا ثَوَابَهُ وَمُتَخَوِّفًا عِقَابَهُ ؛	5	اور جو کچھ اللہ نے تم پر فرض کیا ہے اُسے پورا کرنے میں کشادہ دلی اور سخاوت سے کام لیا کرو اور اچھے اعمال پر ثواب کی امید اور برے اعمال پر عذاب کا خوف رکھا کرو؛
6	وَأَعْلَمْ أَنَّ الدُّنْيَا دَارُ بَلِيَّةٍ لَّمْ يَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِيهَا قَطُّ سَاعَةً إِلَّا كَانَتْ فَرَعْتُهُ عَلَيْهِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؛	6	اور یہ جان لو کہ یہ دنیا آزمائشوں کا گھر ہے یہاں جو شخص ایک گھڑی بھی بیکار رہ کر گزارے گا تو قیامت کے دن وہ بیکار گھڑی اسکے لئے حسرتوں کا سبب بن جائیگی؛ (یعنی انسان کو جب بھی فرصت ملے تو اُسے نئی متوقع آزمائشوں اور اعمال کے نتائج سے تحفظ کرنا چاہئے)؛
7	وَأَنَّهُ لَنْ يَغْنِيكَ عَنِ الْحَقِّ شَيْءٌ أَبَدًا ؛	7	اور یہ بھی سمجھ لو کہ کوئی چیز بھی تم کو حق سے بے نیاز نہیں کر سکتی ہے؛
8	وَمِنَ الْحَقِّ عَلَيْكَ حِفْظُ نَفْسِكَ ؛	8	اور تم پر حقوق خداوندی میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ تم اپنے نفس کی حفاظت کرتے رہو؛
9	وَالْإِحْتِسَابُ عَلَى الرَّعِيَّةِ بِجُهْدِكَ ؛	9	اور اپنی کوشش اور وسعتوں کے مطابق رعیت کی نگرانی کرتے رہو؛
10	فَإِنَّ الَّذِي يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِي يَصِلُ بِكَ . وَالسَّلَامُ -	10	اس طریقے سے جو فائدہ تمہیں ہوگا وہ اُس فائدہ سے زیادہ ہوگا جو تم سے رعیت کو پہنچے گا۔ والسلام۔

تشریح:- یہاں اس بات پر توجہ دیں کہ اکثر حضرت علی علیہ السلام یہ لکھتے رہے کہ:- ”جو خدا نے تم پر فرض کیا ہے“ یا جو کچھ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک حاکم پر فرض کیا ہے۔“ ایسے جملے لکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جسے لکھا جا رہا ہے وہ شخص فرائض خداوندی پر مطلع ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو

فرائض خداوندی کی تعلیم دے دی گئی ہے۔ یعنی یا خود فرائض کے قوانین کی فہرست انہیں بھیجی جا چکی ہے۔ یا فرائض وغیرہ سے متعلق اُن کا امتحان لیا جا چکا ہے اور اُن پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ فرائض خداوندی پر عمل کریں گے۔

یہ شہرِ خَلَوَانِ بَغْدَاد سے اُس زمانہ میں پانچ دن کی پانچ منزل کی مسافت پر تھا۔ ہم نے سردار فوج کا نام اسود بن قطیبہ لکھا ہے مگر اکثر علماء سے اسود بن قطیبہ لکھتے رہے ہیں۔ اس خط میں فراغت سے بیٹھنے کو منع فرمایا ہے (جملہ نمبر 6)۔ یعنی بیکاری قیامت میں تکلیف پہنچانے والی چیز ہے اور بے کاری پر نوٹس لیا جائے گا۔ اسی سے روکنے کے لئے حضور علیہ السلام نے اپنی اسلام کی تعریف (نظام ہدایت و تقلید صفحہ نمبر 3) میں فرمایا ہے:-

”**الْعَمَلُ وَالْعَمَلُ فَالْعَمَلُ**۔“ یعنی کام، کام اور کام ہی کام۔ اور کام اس حالت کو قرار دیا جاتا ہے جس حالت میں کوئی شہرہ یا قیمت یا منافع پیدا ہو یعنی پیداوار ہو۔ ورنہ بے کاری شمار ہوگی خواہ انسان محنت ہی کیوں نہ کرتا رہا ہو۔ ایسی حالت کو تصحیح اوقات قرار دیا جائے گا اسی لئے فرمایا ہے کہ:- ”بہر کام کے بدلے یا ثواب کی امید رکھو (جملہ نمبر 5)۔ جس کا بدلہ نہیں وہ بیکاری ہے۔“

إِلَى الْعَمَالِ الَّذِينَ يَطَأُ الْجَيْشُ عَمَلَهُمْ

(نمبر 60) خط

اُن گورنروں کے نام جن کا علاقہ گزرتی ہوئی فوجوں کے راستہ میں پڑتا ہو

گزرنے والی فوج اور علاقہ کے لوگوں میں تصادم کو روکنے کے لئے ہدایات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	خدا کے بندے علی امیر المؤمنین کی طرف سے اُن خراج جمع کرنے والوں اور شہروں کے گورنروں کے نام جن کے علاقے سے فوج گزرنے والی ہے۔	مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيِّ امِيرِ الْمُؤْمِنِينَ اِلَى مَنْ مَرَّ بِهِ الْجَيْشُ مِنْ جُبَاةِ الْخَرَاجِ وَعَمَالِ الْبِلَادِ .
2	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسول معلوم ہو کہ میں نے کچھ افواج روانہ کی ہیں جو اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب تمہارے علاقوں سے گزریں گی؛	اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّي قَدْ سَيَّرْتُ جُنُودًا هِيَ مَارَّةٌ بِكُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ؛
3	اور بلاشبہ میں نے انہیں ہدایت کردی ہے اُس طرز عمل کی جو اللہ کی طرف سے اُن پر لازم ہے کہ وہ کسی کو نہ ستائیں اور کسی کو تکلیف نہ دیں؛	وَقَدْ اَوْصَيْتُهُمْ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ عَلَيْهِمْ مِنْ كَفِّ الْاَذَى وَصَرْفِ الشَّدَايِ ؛
4	اور میں تمہیں اور تمہارے اہل ذمہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر فوج والے کوئی دست درازی کریں تو میں اُس دست درازی کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص بھوک کی وجہ سے بے قابو ہو جائے اور اُسے پیٹ بھرنے کی اور کوئی صورت نظر ہی نہ آئے۔	وَاَنَا اَبْرَاءُ اِلَيْكُمْ وَ اِلَى ذِمَّتِكُمْ مِنْ مَعْرَةِ الْجَيْشِ الْاِمْنِ جَوْعَةَ الْمُضْطَرِّ لَا يَجِدُ عَنْهَا مَذْهَبًا اِلَى شِبَعِهِ ؛
5	بھوک کی اس شدت کے بغیر اگر کوئی اُن میں سے کسی قسم کی زیادتی کرے یا کوئی ظلم کرے تو تم اُس سے سزا دینا؛	فَنَكَلُوا مَنْ تَنَاولَ مِنْهُمْ ظُلْمًا عَنْ ظُلْمِهِمْ ؛
6	اور ساتھ ہی تم جذبات سے عقل کھو بیٹھنے والے جوانوں کو روک کر رکھنا تاکہ	وَكَفُّوا اَيْدِيَ سَفَهَا ئِكُمْ عَنْ مُضَارَّتِهِمْ وَالتَّعَرُّضِ لَهُمْ فِيمَا

وہ فوجیوں سے نہ اُلجھیں اور جن چیزوں کے لئے فوجیوں کو مختار بنا دیا گیا ہے اُن میں فوجیوں سے جھگڑانہ کریں؛	اَسْتَشْنِيْنَاهُ مِنْهُمْ ؛
7 اور میں خود بھی فوج کیساتھ ساتھ اور نزدیک موجود ملوں گا۔ لہذا جو بھی گڑبڑ ہو یا کوئی ایسی زیادتی ہو جائے جس میں تم تدارک کرنے سے مغلوب ہو جاؤ؛	وَ اَنَا بَيْنَ اَظْهَرِ الْجَيْشِ فَاَرْفَعُوْا اِلَيّْ مَظَالِمَكُمْ وَ مَا عَزَاكُمْ مِمَّا يُغْلِبُكُمْ مِنْ اَمْرِهِمْ ؛
8 اور اُسکے دفعیہ کی تم میں طاقت ہی نہ ہو اور تمہیں میری اور اللہ کی قوت درکار ہو تو مجھے مطلع کرنا	وَ لَا تُطِيْقُوْنَ دَفْعَهُ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ بِيْ ؛
9 چنانچہ میں اللہ کی مدد سے انشاء اللہ اس کا تدارک کروں گا۔	فَاَنَا اَعِيْرُهُ بِمَعُوْنَةِ اللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ۔

تشریح:- آپ نے کم از کم ہماری لکھی ہوئی تمام تفصیلات پڑھی ہیں اُن میں اور باقی قریش ساخنہ تواریخ میں کہیں بھی یہ نہ ملے گا کہ حضرات ابو بکر و عمر و عثمان نے کہیں پہلک اور گورنروں کو ایسی ہدایات گشتی حکم نامہ میں بھیجی ہوں جیسی اس گشتی مراسلے میں بھیجی گئی ہیں جن سے فوج اور پہلک میں تصادم اور زیادتی رک جائے۔ اس سرکلر میں فصلوں اور فوجی سوار یوں کا کہیں ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے چارے اور دانے کا اطمینان بخش انتظام موجود ہوتا تھا اور فصلوں کے اُجڑنے کا کوئی خطرہ پیش نہ آیا تھا۔ اس کے برعکس لیڈران قریش کا قتل و غارت کرنا اور فصلوں کو تباہ کرنے کا قرآن میں تذکرہ فرما دیا گیا ہے (البقرہ - 2/205)۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں تنخواہ دار مستقل فوج کی طرح سے راشن سپلائی کا انتظام نہ ہوتا تھا۔ مجاہدین اپنا اپنا بندوبست کرتے تھے ورنہ بھوک سے مضطرب ہو جانے کا سوال ہی نہ ہوتا (جملہ نمبر 4)۔ اس مراسلہ میں جو شیلے جوانوں کا بھی خیال رکھا گیا اور فوجیوں کے ضبط نفس کا یقین ثابت ہوتا ہے ورنہ جنسیات پر بھی ہدایات ہوتیں۔

(نمبر 61) خط

” اِلَى كَمِيْلِ ابْنِ زِيَادِ النَّخَعِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلٰى هَيْبَتِ بُنْكُرٍ عَلَيْهِ تَرَكَهُ دَفْعَ مَنْ يَجْتَازُ بِهِ مِنَ الْعَدُوِّ طَالِبًا لِلْعَارَةِ“

کمیل ابن زیاد نخعی کے نام جو اُس وقت صوبہ ہیت کے گورنر تھے۔ اس خط میں کمیل پر اپنی ناراضگی اور ملامت واضح کی ہے

اس لئے کہ کمیل نے دشمن کی فوجوں کو اپنے صوبہ میں لوٹ مار و قتل و غارت سے نہیں روکا تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

1 حمد و ثنائے خدا و رسول کے بعد واضح ہو کہ کسی شخص کا اس مقصد کو ضائع کر دینا جس کے لئے اُسے حاکم بنایا گیا ہے؛	اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ تَصِيْبَ الْمَرْءِ مَا وُلِّيَ ؛
2 اور اُس کام میں گھس جانا جو اُس سے تعلق نہیں رکھتا ہے؛	وَ تَكْلُفُهُ مَا كَفِيْ ؛
3 اُس کے عقل و فہم کی واضح کمزوری اور ایک تباہ کن رائے اور فیصلہ ہے؛	لَعَجْزٌ حَاضِرٌ وَ رَأْيٌ مُّبْتَرٌ ؛
4 تمہارا اہل قریش پر لوٹ مار اور قتل و غارت کے لئے دھاوا بول دینا؛	وَ اِنْ تَعَاطَيْكَ الْعَارَةَ عَلٰى اَهْلِ قِرْقِسِيَا ؛
5 اور اُن سرحدوں اور آبادیوں کو غیر محفوظ چھوڑ دینا جن کے تحفظ کیلئے تمہیں حاکم بنایا گیا تھا؛	وَ تَعَطِيْلِكَ مَسَالِحِكَ الَّتِي وَ لَيْتَكَ ؛
6 جب کہ اُن بستیوں کو دشمن کی افواج سے محفوظ رکھنے والا اور قتل و غارت سے بچانے والا بھی کوئی نہ تھا؛	لَيْسَ بِهَا مَنْ يَّمْنَعُهَا وَ لَا يَرُدُّ الْجَيْشَ عَنْهَا ؛

7	تہہارایہ فیصلہ اور عملدرآمد تہہاری منتشر خیالی کا ثبوت ہے؛	لَرَأَى شَعَاعٌ ؛
8	یقیناً اے مکمل تو اپنے اُن دشمنوں کیلئے پل بن گیا جو تہہارے اولیا پر لوٹ مار اور قتل و غارت کیلئے حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ بھی ایسی حالت میں جب کہ نہ تہہارے بازوؤں میں طاقت ہے؛	فَقَدْ صِرَتْ جِسْرًا لِمَنْ أَرَادَ الْعَارَةَ مِنْ أَعْدَائِكَ عَلَى أَوْلِيَائِكَ غَيْرَ شَدِيدِ الْمُنْكَبِ ؛
9	اور نہ ہی تہہارا اُن پر کچھ دبدبہ اور ہیبت ہی ہے؛	وَلَا مَهَيْبِ الْجَانِبِ ؛
10	اور نہ تم دشمن کا راستہ روکنے کے قابل تھے؛	وَلَا سَادَةَ تُغْرَةً ؛
11	اور نہ ہی دشمن کا زور توڑ سکنے والے تھے؛	وَلَا كَاسِرٍ لِعَدُوِّ شَوْكَةً ؛
12	اور نہ ہی تم اپنے شہروں کو مستغنی و محفوظ کر سکنے والے تھے؛	وَلَا مُعْنٍ عَنِ أَهْلِ مِصْرِهِ ؛
13	اور نہ ہی اپنے حاکم اعلیٰ کا کوئی کام انجام دے سکنے والے تھے۔	وَلَا مُجْزِئًا عَنِ أَمِيرِهِ ؛

تشریح:۔ اس کا کردار خط میں واضح ہے کہ یہ شخص نہتے لوگوں کو لوٹنے اور قتل و غارت کرنے کا عقیدہ رکھتا تھا۔ اور وہ بھی اُن حالات میں جن کو تفصیل سے حضور علیہ السلام نے بیان فرمادیا ہے۔ اور نوٹ کرو کہ دشمنانِ علیؑ اور خاندانِ علیؑ علیہم السلام نے اس کے بہت سے فضائل خود حضرت علیؑ کی زبانی بیان کئے ہیں اور وہ آج تک مکمل کی دعائیں پڑھ رہے ہیں اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ عبداللہ ابن عباس کو بھی اپنا بزرگ مانتے چلے آ رہے ہیں۔

(نمبر 62) خط الی اهل مصر مع مالک الاشر لَمَا وَلَاه امارتها

”اہل مصر کو مالک اشر کے ہاتھ جب اُن کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تھا“

- (1) قریش کا خلافت پر قبضہ کرنا سارے عرب کے خلاف تھا (2)۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کی خاموشی اور پھر احتجاج دونوں اسلام کے تحفظ کے لئے تھے
(3)۔ قریشی منصوبے پر کھل کر عمل کرنے والے (4)۔ اسلام کو مارشلزم میں تبدیل کرنے کی قائم شدہ بنیادوں کو بلند کرنے کا کام ہو رہا تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	بعد از حمد خدا و رسول واضح ہو کہ اللہ پاک نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو تمام عالمین کے لئے برے نتائج سے ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا تھا؛	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ؛ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ ؛
2	اور تمام رسولوں پر ”محافظ، نگران، شاہد، امین، حامی اور تائید کرنے والا“ (تفہیم جلد اول صفحہ 477 حاشیہ نمبر 79) بنایا تھا؛	وَمُهَيِّمًا عَلَى الْمُرْسَلِينَ ؛
3	پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ چلے گئے۔ تو اُن کے بعد حکومت کے لئے مسلمان اسلام سے الگ ہو گئے؛	فَلَمَّا مَضَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُونَ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ ؛
4	قسم بخدا میرے دل میں کبھی اسکی نہ گنجائش پیدا ہوئی تھی نہ مجھے یہ خیال آیا تھا کہ سارا عرب میرے حاکم ہونے میں خلافت کو اہل بیت سے نکال لے گا؛	فَوَاللَّهِ مَا كَانَ يُلْقَى فِي رُوعِي وَلَا يَخْطُرُ بِيَالِي أَنَّ الْعَرَبَ تُرْعَى هَذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ؛ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ

5	اور نہ مجھے یہ تصور ہوا تھا کہ آنحضرت کے بعد ملک عرب حکومت کو مجھ سے لے لینے پر متفق ہو سکیں گے؛	وَلَا أَنَّهُمْ مُنْحَوُّهُ عَنِّي مِنْ بَعْدِهِ ؛
6	مگر میں نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے جو لائیاں دکھا رہے ہیں؛	فَمَا رَاعِنِي الْإِنِّيَالُ النَّاسِ عَلَى فَلَانٍ تَبَايَعُونَهُ ؛
7	چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ کو تلوار کے قبضہ پر جانے سے اُس وقت تک روک رکھا جب تک میں نے یہ نہ دیکھ لیا کہ لوگ اسلام کو چھوڑ کر اپنے سابقہ مذہب کی طرف پلٹ رہے ہیں اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو مٹانے کی دعوت دینے لگے ہیں؛	فَأَمْسَكْتُ يَدِي حَتَّى رَأَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدَرَجَعَتْ عَنِ الْإِسْلَامِ يَدْعُونَ إِلَى مَحَقِّ دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ؛
8	یہ صورت حال دیکھ کر مجھے اللہ کی باز پرس سے خوف معلوم ہوا کہ اسلام میں ٹوٹ پھوٹ اور زخند دیکھتے رہنے اور اسلام اور اہل اسلام کی نصرت نہ کرنے سے تو مجھ پر اُس سے بڑی مصیبت آئیگی جو تمہاری حکومت میرے ہاتھ سے نکل جانے میں آنا ہے جو کہ تھوڑی سی مدت کا اثاثہ و سرمایہ ہوگی۔ دُنیا کی ہر چیز تو اسی طرح زائل ہو جائیگی جیسے کہ دیکھتے دیکھتے سراب غائب ہو جایا کرتا ہے؛	فَحَشِيتُ إِنْ لَمْ أَنْصُرِ الْإِسْلَامَ وَآهْلَهُ أَنْ أَرَى فِيهِ تَلْمَازًا أَوْ هَدْمًا تَكُونُ الْمُصِيبَةُ بِهِ عَلَيَّ أَكْثَرَ مِنْ قُوَّتِ وَلَا يَتِيكُمُ الْإِنَّمَا هِيَ مَتَاعُ أَيَّامٍ قَلِيلٍ يَزُولُ مِنْهَا مَا كَانَ كَمَا يَزُولُ السَّرَابُ
9	یا جیسے کہ ایک بادل چھٹ جاتا ہے؛	أَوْ كَمَا يَتَفَقَّعُ السَّحَابُ ؛
10	چنانچہ میں نے دینی ایجادات کا ہجوم دیکھا تو روکا ہوا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھ دیا یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہو گیا؛	فَنَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاخَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ ؛
11	اور دین نے اطمینان حاصل کیا اور تباہی سے محفوظ ہو گیا؛	وَاطْمَأَنَّ الدِّينُ وَتَنَهَّنَهُ ؛
12	قسم بخدا یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر میں تن تنہا اُن سے جنگ کرنے کو نکلوں اور اس زمین کی ساری وسعتیں اُنکی تعداد سے چھلک رہی ہوں تب بھی میں پریشان نہ ہوں گا اور نہ مجھے وحشت ہوگی؛	إِنِّي وَاللَّهِ لَوْلَقَيْتُهُمْ وَاحِدًا وَهُمْ طَلَاعُ الْأَرْضِ كُلُّهَا مَا بَالِيَتْ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ ؛
13	اور جس گمراہی میں وہ مبتلا ہیں اور جس ہدایت پر میں فائز ہوں میں اسکے متعلق پوری بصیرت رکھتا ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف سے ملا ہوا پورا یقین رکھتا ہوں؛	وَإِنِّي مِنْ ضَالِّهِمْ الَّذِي هُمْ فِيهِ وَالْهُدَى الَّذِي أَنَا عَلَيْهِ لَعَلِّي بَصِيرَةٌ مِنْ نَفْسِي وَيَقِينٌ مِنْ رَبِّي ؛
14	<u>اور میں یقیناً اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے مشتاق ہوں؛</u>	وَإِنِّي إِلَى لِقَاءِ اللَّهِ لَمُشْتَاقٌ ؛
15	<u>اور اللہ سے عہدہ قسم کے ثواب ملنے کا منتظر اور امیدوار ہوں؛</u>	وَلِحُسْنِ ثَوَابِهِ لَمُنْتَظِرٌ رَاحٍ ؛
16	اور اصل حقیقت یہ ہے کہ مجھے جس کا مال ہے وہ یہ ہے کہ اس امت کی حکمرانی اور کارفرمائی امت کے بے عقلوں اور بدکاروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی اور وہ اللہ کے اموال کو اپنی ملکیت بنا لیں گے؛	وَلَكِنِّي آصِي أَنْ يَلِيَ أَمْرَهُدِهِ الْأُمَّةِ سَفَهَاؤُهَا وَفُجَارُهَا فَيَتَّخِذُوا مَالَ اللَّهِ ذُولًا ؛

17	اور اللہ کے بندوں کو غلام بنا لیں گے؛	وَعِبَادَهُ حَوْلًا ؛
18	اور نیکیوں کو جنگ کا نشانہ بنائے رکھیں گے؛	وَالصَّالِحِينَ حَرْبًا ؛
19	اور بدکاروں کو اپنے گروہ میں شامل کر لیں گے؛	وَالْفَاسِقِينَ حِزْبًا ؛
20	چنانچہ اُن ہی لوگوں میں سے یقیناً وہ بھی ہے جس نے حرام شراب پی تھی اور اُسے اسلام میں کوڑوں کی سزا دی گئی تھی؛	فَإِنَّ مِنْهُمْ لِدَيْ شَرِبَ فِيكُمْ الْحَرَامَ وَجِلِدَ حَدَّافِي الْإِسْلَامِ ؛
21	اور اُن ہی میں سے وہ شخص بھی موجود ہے جو اُس وقت تک مسلمان نہ ہوا جب تک اُسے اسلام لانے پر رشوت ملنا اور آمدنی شروع نہ ہوگئی؛	وَأَنَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُسَلِّمْ حَتَّى رُضِخَتْ لَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ الرِّضَاخُ ؛
22	چنانچہ اگر مجھے اِس کی فکر نہ ہوتی تو میں نے تمہیں نہ یہ تاکیدیں کی ہوتیں نہ ملامت کی ہوتی؛	فَلَوْلَا ذَلِكَ مَا كَثُرَتْ تَالِيْبِكُمْ وَتَانِيْبِكُمْ ؛
23	اور نہ جہاد کے لئے جمع کیا ہوتا اور نہ تمہیں شوق دلایا ہوتا؛	وَجَمْعُكُمْ وَتَحْرِيضُكُمْ ؛
24	اور تمہیں تمہاری سرتابیوں کی بنا پر تمہارے حال پر چھوڑ دیا ہوتا؛	وَلَتَرَكْتُكُمْ إِذَا بَيْتُكُمْ وَوَيْتُكُمْ ؛
25	کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا کہ تمہاری حدود اور سرحدیں گھٹی جارہی ہیں؟	أَلَا تَرَوْنَ إِلَى اطْرَافِكُمْ قَدْ انْتَقَصَتْ ؛
26	اور نہ تمہیں یہ نظر آ رہا ہے کہ تمہارے شہروں کو فتح کیا جا رہا ہے؟	وَالِي اَمْصَارِكُمْ قَدْ انْفِثَحَتْ ؛
27	اور تم یہ بھی نہیں دیکھتے ہو کہ تمہارے ممالک اور مملکتیں چھینی جارہی ہیں؟	وَالِي مُمَالِكِكُمْ تُزَوَّى ؛
28	اور یہ کہ تمہاری بستیوں پر حملے کئے جا رہے ہیں؟	وَالِي بِلَادِكُمْ تُغْزَى ؟
29	خدا تم پر رحم کرے دشمن سے جنگ اور دفاع کے لئے نکل پڑو؛	انْفِرُوا . رَحِمَكُمُ اللّٰهُ . اِلَى قِتَالِ عَدُوِّكُمْ ؛
30	اور اپنے قدموں کو بھاری کر کے زمین سے چمٹے نہ رہو ورنہ تمہیں مستقل طور پر زمین میں دھنستے چلے جانا پڑے گا؛	وَلَا تَتَأَقَّلُوا اِلَى الْاَرْضِ فَتَقْرُوا بِالْخَسْفِ ؛
31	اور تم کو برابر ذلت و رسوائی میں آباد رہنا ہوگا؛	وَتَبَوُّوا بِالذُّلِّ ؛
32	اور تمہارا نصیب سب سے گھٹیا ہو کر رہ جائے گا؛	وَيَكُوْنُ نَصِيْبِكُمْ الْاَخْسَ ؛
33	اور جنگ و جہاد کا بھائی تو بالکل بیدار و آمادہ ہے؛	وَأَنَّ اَخَا الْحَرْبِ الْاَرِقِ ؛
34	اور جو کوئی سوتا رہتا ہے دشمن اس سے غافل ہو کر سوتا نہیں ہے۔ والسلام	وَمَنْ نَامَ لَمْ يَنْمِ عَنْهُ . وَالسَّلَامُ -

تشریح:- یہاں پہلی بات تو یہ واضح ہو جانا چاہئے کہ اہل مصر کے نام اس خط کو وہ خط نہیں سمجھ لینا چاہئے جو محمد بن ابی بکر کو معزول کرنے کے وقت لکھا گیا تھا۔ اور نہ مالک اشتر کی اس تقرری کو وہ تقرری سمجھنا چاہئے جس کے بعد وہ مصر کے راستے ہی میں قتل ہو گئے تھے۔ (خط 38)

حضرت علیؑ کے صبر و ضبط کو قریش نے وحدت اسلامی پر قربان کر دیا ہے

دوسری اہم ترین بات حضرت علیؑ علیہ السلام کا خلافت کے معاملہ پر تلوار نہ اٹھانا اور قریشی خلافت سے تعاون کرنا ہے (62/7)۔ قریش نے جو

کہانی تلوار نہ اٹھانے اور حضرات ابوبکر و عمر و عثمان سے تعاون پر گھڑی ہے وہ شیعوں کے علما نے بھی پسند کی اور اپنی کتابوں میں انہوں نے اُسے حضرت علی علیہ السلام کا ایک کارنامہ لکھا اور اُس پر فخر کیا ہے۔ یہاں ہم مفتی و مجتہد جعفر حسین کا وہ بیان لکھتے ہیں جو اُس نے اس زیر تشریح خط کے آخر میں بطور تشریح لکھ مارا ہے لکھتا ہے کہ:-

”آپ نے جنگ پر وقتی سکوت کو ترجیح دی اور وحدت اسلامی کو برقرار رکھنے کے لئے تلوار کا سہارا لینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ احتجاج کافی سمجھا کیونکہ آپ کو طاہری اقتدار اتنا عزیز نہ تھا جتنی ملت کی فلاح و بہبود عزیز تھی اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کے سدباب اور فتنہ پردازوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپ اپنے حق سے دستبردار ہو کر جنگ کو ہوانہ دیں اور یہ بقائے ملت و اسلام کے سلسلے میں اتنا بڑا کارنامہ ہے جس کا تمام فرق اسلامیہ کو اعتراف ہے۔“ (ترجمہ نہج البلاغہ جلد 3 صفحہ 153)

یہ ہے وہ کہانی جو قریشی دانشوروں نے گھڑی اور تمام قریشی کتابوں میں لکھی اور ساری اُمت میں پھیلانی اور شیعوں کے نام نہاد علما مفتیوں مجتہدوں اور دانشوروں نے بطور فخر اختیار کر لی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ کہانی ایک فریب ہے جس کے پیچھے بہت سے حقائق کو مستقل طور پر چھپا دینے کا مستحکم انتظام کیا گیا ہے۔ لیکن ہم قریش کو فریب ساز اور علمائے شیعہ کو فریب خوردہ یا فریب سازی میں مدد و مددگار سمجھتے رہے ہیں۔

ہمارے قارئین نے نہج البلاغہ اور بیان الامامة کے دس ہزار صفحات میں ہمارے وہ بیانات پڑھے ہیں جن میں خطبہ نمبر 3 سے لیکر آخر تک بار بار تفصیل سے یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے قوت و طاقت و انفرادی جمیعت اور افواج اور حکومت موجود ہوتے ہوئے کیوں بالجبر خلافت حاصل نہ کی؟ کیوں اس مکرٹی کے جالے سے بھی کمزور تانے بانے کو قائم رہنے دیا اور کیوں اُن سے تعاون کیا؟ ہم علمائے شیعہ کی طرح نکوں کا سہارا نہیں لیتے ہم ٹھوس دلائل و براہین اور آنکھوں سے نظر آئیوالے پہاڑوں سے زیادہ بلند و مستحکم ثبوت پیش کرتے چلے آ رہے ہیں اور خطبات نہج البلاغہ کے ترجمہ اور تشریح میں یعنی منہاج المسالمة اور بیان الامامة کے دس ہزار صفحات میں وہ کچھ لکھ دیا ہے کہ جس کا ایک شوشہ بھی مخالفین محمد و آل محمد اور قریشی مولفین غلط ثابت نہیں کر سکتے۔ کسی دلیل میں نقص یا کسی ثبوت میں کمزوری نہیں دکھا سکتے۔ رہ گئے شیعہ بن کر مال و دولت کمانے اور پبلک کولوٹنے والے یہ علمائے شیعہ جن کی مذمت سے نہج البلاغہ بھری پڑی ہے یہ حضرت علی علیہ السلام کے مصنوعی کارناموں کے سوا حقیقی کارنامہ ایک بھی نہیں جانتے۔ یہ تو دین فروش لوگ ہیں۔ یہ خبیث لوگ تو یہ کہتے اور لکھتے رہے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت علی علیہ السلام بے یار و مددگار یکہ و تنہا تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کو گدھے پر بٹھا کر گھر گھر مدد مانگتے پھرتے تھے۔ اور یہ کہ عمر نے اُنکے گلے میں رسی باندھ کر حضرت ابوبکر کے سامنے گھسیٹ کر پیش کیا تھا۔ یہ ملاعین تو یہ مان گئے ہیں کہ حضرت علی نے اُن لوگوں کی بیعت کر لی تھی۔ اور یہ بھی کہ حضرت امام حسن علیہ السلام معاویہ کے اور حضرت علی علیہ السلام قریشی لیڈروں کے وظیفہ خوار تھے۔ ان ملاعین کی کتابوں میں رسول کی چار بیٹیاں مانا گیا ہے یہ خبیث لوگ حضرت عمر کو حضرت علی علیہ السلام کا داماد لکھتے اور مانتے رہے ہیں۔ اُنکے عقائد میں آئمہ علیہم السلام اور خود رسول اللہ بھی (معاذ اللہ) مجتہد تھے۔ خدا اُن پر دشمنان محمد و آل محمد سے زیادہ اور بڑھ کر لعنت کرے آمین۔ یہی ملاعین ہیں جو خود امام اُمت بنتے اور رہتے چلے آئے ہیں اور امن امان کی آڑ میں **خليفة بلا فصل کے منکر اور قریشی حکومت کو بالواسطہ جائز حکومتیں مانتے رہے ہیں وغیرہ وغیرہ** اور شیعوں کی کثرت انکی پجاری ہونیکی وجہ سے جہنمی ہو چکی ہے۔ اور ایک ہزار سال سے حضرت حجۃ امام زمانہ قائم قیامت علیہ السلام کی طرف سے مردود قرار پانچکی ہے اور اپنے تمام رشتے امام زمانہ سے توڑ چکی ہے۔ یہ اور اُنکے نام نہاد علما اپنے شیعہ ہونے پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ ہمارے اعلانات اور تحریروں میں تمام شیعہ مجتہدین اور اُن کے مقلدین اہلسنت والجماعت ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر اور دشمن تر ہیں۔ البتہ ہم

عزاداران حسین علیہم السلام کو عزاداری کی وجہ سے عزت و احترام دیتے ہیں مگر عنقریب خمینی وغیرہ ان سے ماتم و عزاداری چھڑادیں گے پھر وہ خمینی کے ساتھی شمار ہوں گے۔ ہم بہاء اللہ، علی محمد باب، خالصی، ڈھکوا اور کرمانی شیخوں اور تمام مثبت اور منفی مجتہدین سے تبرا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی مقدار میں محمد و آل محمد کے دشمن ہیں۔ دشمنان محمد و آل محمد پر لعنت۔

حضرت علی علیہ السلام ہی نہیں بلکہ تمام آئمہ اور محمد و فاطمہ قریش کے سارے کردار پر مطلع تھے

ہمارے قارئین اپنی سادگی کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کے جملہ نمبر 4-5 کو پڑھ کر گھبرا جائیں گے اس لئے یہ بھی عرض کر دیں کہ یہ جملے اپنے الفاظ اور معانی میں سو فیصد صحیح ہیں۔ اور وہ یوں کہ خیالات و گمان و ظن و خطرات اور تخمین و قیاسات ان لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں جو محمد و عقیل و حواس رکھتے ہیں جن کا علم غیب اور وحی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یعنی یہ خالصی انسانوں کا سامان ہے جو اس سامان کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے اور نہ اس سامان سے بلند ہو سکتے ہیں یعنی ان جملوں میں حضرت علی علیہ السلام نے عام انسان ہونے کی واضح نفی کی ہے اور بس۔

یعنی مجھے عام انسانوں کی طرح قریش اور عربوں کے غضب و نہب اور سازش کرنے کے متعلق خیالات اور وہم و گمان نہیں ہوا تھا بلکہ علم خداوندی کے مطابق ان کی تمام حرکات اور سازش کا علم تھا اور اسی طرح علم تھا جس طرح یہ معلوم تھا کہ قریشی حکومت:-

- (1) بدکاروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ (جملہ نمبر 16)
- (2) مال خدا کو ذاتی مال بنالیں گے۔ (جملہ نمبر 16)
- (3) اللہ کے بندوں کو غلام بنالیں گے۔ (جملہ نمبر 17)
- (4) نیکو کاروں کے خلاف جنگ کریں گے۔ (جملہ نمبر 18)
- (5) فاسقوں کو اپنی پارٹی میں داخل کریں گے۔ (جملہ نمبر 19)

حضرت علیؑ اول سے آخر تک قریشی حکومت کی اور قریش کی نقل و حرکت اور سازش کا علم رکھتے تھے

مودودی کی کتاب سے سنئے لکھا ہے کہ:- ”حضرت علیؑ نے کو فہ پہنچ کر شام پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس زمانہ میں انہوں نے جو تقریریں کیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اُمت پر ملوکیت کے مسلط ہو جانے کا خطرہ کس شدت کے ساتھ محسوس کر رہے تھے۔ اور خلافت راشدہ کے نظام کو بچانے کیلئے کس طرح ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ ایک تقریر میں وہ فرماتے ہیں۔ ”خدا کی قسم اگر یہ لوگ تمہارے حاکم بن گئے تو تمہارے درمیان کسری اور عقل کی طرح کام کریں گے۔“ ایک دوسری تقریر میں انہوں نے فرمایا: ”چلو ان لوگوں کے مقابلے میں جو تم سے اس لئے لڑ رہے ہیں کہ ملوک جابرہ بن جائیں اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں۔“ اس کے بعد جو حالات پیش آئے انہیں دیکھ کر بہت سے وہ لوگ بھی جو پہلے حضرت علیؑ اور ان کے مخالفین کی لڑائیوں کو محض فتنہ سمجھ کر غیر جانبدار رہے تھے یہ اچھی طرح جان گئے تھے کہ حضرت علیؑ کس چیز کو قائم رکھنے اور امت کو کس انجام سے بچنے کے لئے اپنی جان کھپا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے آخری زمانہ میں کہا ”مجھے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہے جتنا اس بات پر ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیوں نہ دیا۔“ مسروق بن اجدع حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دینے پر توبہ و استغفار کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر و بن العاص کو عمر بھر اس بات پر سخت ندامت رہی کہ وہ حضرت علیؑ کے خلاف جنگ میں معاویہ کے ساتھ کیوں شریک ہوئے تھے؟“ (خلافت و ملوکیت صفحہ 144-145)

لہذا حضرت علی علیہ السلام کے چوتھے اور پانچویں جملے میں ان کے اس علم حقیقی کا اظہار ہوتا ہے جو اللہ اور رسول سے انہیں حاصل تھا۔ وہ قیامت تک کے ان تمام حالات کا بھی علم رکھتے تھے جو قریش سے سرزد ہونے والے تھے یا انہیں پیش آنے والے تھے۔ یہ منصبی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے علم غیب پر عام طور سے وضاحت نہ کرتے تھے۔ ایسے یقین سے دشمنان علیؑ اپنے مظالم میں احتیاط برتنے لگتے۔

(نمبر 63) خط

”الِىٰ اَبِيْ مُوَسٰى الْاَشْعَرِيْ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلٰى الْكُوْفَةِ، وَقَدْ بَلَغَهُ عَنْهُ تَسْبِيْطُهُ“

النَّاسَ عَنِ الْخُرُوْجِ اِلَيْهِ لَمَّا نَدَبْتَهُمْ لِحَرْبِ اَصْحَابِ الْحَمَلِ“

ابوموسیٰ اشعری کے نام جب کہ وہ حضرت علیؑ کی طرف سے کوفہ کا گورنر (عثمان کا بنایا ہوا) چلا آ رہا تھا۔ علیؑ کو معلوم ہوا کہ وہ طلحہ اور زبیر سے جنگ کو ناجائز کہہ کر لوگوں کو حضرت علیؑ علیہ السلام کی مدد کو جانے سے روک رہا ہے حالانکہ علیؑ نے اُن کو مدد کے لئے دعوت دی تھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

1	مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ قَيْسٍ	اللہ کے بندے علیؑ امیر المؤمنین کی طرف سے عبداللہ ابن قیس کے نام۔
2	اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَوْلٌ هُوَ لَكَ وَعَلَيْكَ ؛	حمروثنائے خدا اور سؤل کے بعد معلوم ہو کہ مجھے تمہارے متعلق تمہاری ایک ایسی بات معلوم ہوئی ہے جس کا نفع اور نقصان جو بھی ہو تم ہی کو پہنچنا ہے؛
3	فَاِذَا قَدِمَ عَلَيْكَ رَسُوْلِيْ فَاَرْفَعْ ذِيْلَكَ ؛	چنانچہ جیسے ہی تمہارے پاس میرا قاصد پہنچے تو تم جہاد کے لئے دامن لپیٹ لو؛
4	وَاَشْدُدْ مِئْزَرَكَ ؛	اور اپنی کمر کس کر باندھ لو؛
5	وَاخْرُجْ مِنْ حُجْرِكَ ؛	اور اپنے سوراخ میں سے باہر نکل آؤ؛
6	وَاَنْدُبْ مِنْ مَّعَكَ ؛	اور جو تمہارے ہم خیال ساتھی ہوں اُن کو بھی آمادہ کر لو؛
7	فَاِنْ حَقَّقْتَ فَاَنْفُدْ ؛	اور اگر تو نے حق کو حق مان لیا ہے تو فوراً حق کی حمایت کے لئے اُٹھو؛
8	وَإِنْ تَفَشَلْتَ فَاَبْعُدْ ؛	اور اگر تم نے بزدلی دکھانی ہے تو کہیں بہت دور چلے جاؤ؛
9	وَإِيْمَ اللّٰهِ لَتُؤْتِيَنَّ حَيْثُ اَنْتَ ؛	اور اللہ کی قسم ہے کہ تم کہیں بھی ہو گے وہیں سے گھیر کر لائے جاؤ گے؛
10	وَلَا تَتْرَكَ حَتّٰى يُخْلَطَ زُبْدُكَ بِحَاثِرِكَ ؛	تمہیں چھوڑا نہیں جائیگا یہاں تک کہ تم اپنے دوہرے عقیدہ سے گھبرا اُٹھو گے
11	وَذَانِبِكَ بِجَامِدِكَ ؛	اور تمہارا سارا خود ساختہ تانا بانا بکھر جائے گا؛
12	وَحَتّٰى تُعْجَلَ عَنْ قِعْدَتِكَ ؛	یہاں تک کہ تمہیں چین سے بیٹھنا بھی نہ ملے گا؛
13	وَتَحْذَرَ مِنْ اَمَامِكَ كَحْذَرِكَ مِنْ خَلْفِكَ ؛	اور تم اپنے سامنے سے بھی اُسی طرح محتاط رہو گے جس طرح اپنے پیچھے سے خوفزدہ رہتے ہو؛
14	وَمَا هِيَ بِالْهُوَيَا الَّتِي تَرْجُو ؛	اور یہ صورت حال آسان سی نہیں ہے جیسا کہ تمہاری توقعات ہیں؛
15	وَلَكِنَّهَا الدَّاهِيَةُ الْكُبْرٰى يُرْكَبُ جَمَلُهَا ؛ وَيُذَلُّ صَعْبُهَا ؛	لیکن اصحابِ حمل والا فتنہ تو ایک بہت بڑی مصیبت ہے جسکے اونٹ پر چڑھنا ہی پڑے گا؛ اور اس کی دشواریوں کو ذلیل کرنا ہی ہوگا؛ اور اسکی دشواریوں کو ذلیل کرنا اور اسکے بنائے ہوئے پہاڑوں کو میدان بنانا ہوگا؛
16	فَاعْقِلْ عَقْلَكَ وَاْمْلِكْ اَمْرَكَ ؛	چنانچہ تم اپنی عقل کو اسکے صحیح ٹھکانے پر لاؤ اور اپنی حالت پر قابو حاصل کرو؛

اور اپنا لطف و نصیب حاصل کرنے میں لگ جاؤ؛	17	وَ خُذْ نَصِيْبَكَ وَ حَظَّكَ ؛
اور اگر تمہیں ایسا کرنا نا پسند ہو تو تم وہاں دفع ہو جاؤ جہاں تمہارے لئے نہ خاطر و تواضع ہوگی اور نہ تمہیں نجات میسر آئے گی؛	18	فَاِنْ كَرِهَتْ فَتَسَّحْ اِلَى غَيْرِ رُحْبٍ وَلَا فِى نَجَاةٍ ؛
اب مناسب یہی ہے کہ تمہیں ایک فضول و بیکار آدمی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے لہذا غفلت کی نیند سوتے رہو کوئی یہ بھی معلوم نہ کرے گا کہ ابو موسیٰ کہاں ہے؟ قسم بخدا کہ تمہیں نظر انداز کر دینا بھی ایک حق پرست کا صحیح فیصلہ ہے اور جو دین کی مخالفت کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔ والسلام	19	فَبِالْحَرَبِ لَشُكْفَيْنَ وَ اَنْتَ نَائِمٌ حَتَّى لَا يُقَالَ اَيْنَ فُلَانٌ وَ اللّٰهُ اِنَّهُ لَحَقٌّ مَّعَ مُحِقٍّ وَ لَا يُبَالِى مَا صَنَعَ الْمُلْحِدُوْنَ . وَ السَّلَامُ .

تشریح:- اس خط کے شروع میں رضی صاحب اور دیگر مترجمین نے ابو موسیٰ اشعری کو حضرت علیؑ کی طرف سے کوفہ کا گورنر لکھا ہے حالانکہ وہ عثمان کی طرف سے گورنر چلا آ رہا تھا۔ اسی قسم کی لاپرواہیوں سے مطالب کو الٹتے رہے ہیں۔ ہم نے خطبات کی تشریح میں ابو موسیٰ اشعری کا حال تفصیل سے لکھ دیا ہے یہاں یہ یاد دلائیں کہ حضرت علیؑ کے اس مندرجہ بالا خط کے بعد بھی ابو موسیٰ نے اپنا مخالفانہ رویہ تبدیل نہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت امام حسنؑ ایک وفد کیساتھ کوفہ پہنچے اور اپنے بیان میں اُن تمام پہلوؤں کو واضح کر دیا جن کی آڑ میں ابو موسیٰ لوگوں کو جنگ سے روکتا تھا۔ خطبہ سن کر لوگوں کی رائے بدل گئی اور ابو موسیٰ سے بحث اور جھگڑا شروع ہو گیا۔ اسی عالم میں ابو موسیٰ کے نوکر چا کر پہنچے اور بتایا کہ ایک ایسا ایسا گھر پر شخص آیا اور اُسکی بڑی تعظیم کی جا رہی ہے اُس نے ہمیں مار کر بھگا دیا اور مکان کا سارا سامان سڑک پر پھینکوانا شروع کر دیا جلد چلے ایسا نہ ہو کہ آپ کا مکان لوٹ لیا جائے۔ ابو موسیٰ پہنچا تو وہ جناب مالک اشتر تھے انہوں نے ابو موسیٰ کو بھی آڑے ہاتھوں لیا اور فوراً دفع ہو جائیکا حکم دیا۔ منت ساجت اور سفارش کے بعد ایک دن کی اجازت ملی اور ابو موسیٰ کسی اور گھر میں منتقل ہو گیا اور اگلے روز کوفہ سے چلا گیا۔ اسکے بعد جناب مالک اشترؑ، امام حسن علیہ السلام اور کوفہ سے فوجیں تیار ہو کر روانہ ہونا شروع ہو گئیں اور حضرت علیؑ علیہ السلام کے پاس انواج کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ طلحہ وزیر پر تمام حجت کیا گیا مگر وہ اور حضرت عائشہ جنگ پر مُصر رہے اور یوں جنگ جمل وقوع میں آئی اور طلحہ وزیر میدان جنگ میں کام آئے حضرت عائشہ کوشہر میں عارضی قیام کی اجازت دی گئی اور پھر مدینہ بھیجا گیا۔

(نمبر 64) خط الی معاویة جَوَابًا لِکِتَابِهِ : معاویہ کے جواب میں

1) معاویہ کے سیاسی سوالات کا جواب دیتے ہوئے اس کا توڑ کیا گیا (2) اگر معاویہ علیؑ کے خط کو مجمع عام میں پڑھے تو پبلک معاویہ کو مجرم سمجھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	حمود ثنائے خدا و رسول کے بعد سنو کہ تمہارا یہ لکھنا کہ ”پہلے ہم میں اور تم میں الفت اور اتحاد تھا“ مطلب یہ کہ علیؑ نے تفرقہ اور دشمنی پیدا کر دی ہے۔ ایسا نہیں بلکہ یوں کہوں کہ: اسلام سے پہلے تم میں اور ہم میں اتحاد و الفت تھی تفرقہ اور دشمنی یوں پیدا ہوئی کہ ہم ایمان لے آئے اور تم نے کفر اختیار کر لیا؛	1	اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا كُنَّا نَحْنُ وَ اَنْتُمْ عَلٰى مَا ذَكَرْتْ مِنْ الْاُلْفَةِ وَ الْجَمَاعَةِ ؛
2	اور آج تفرقہ اور دشمنی اسلئے ہے کہ ہم ایمان پر قائم ہیں اور تم نے فتنہ پیدا کر دیا ہے؛	3	فَفَرَّقْ بَيْنَا وَ بَيْنَكُمْ اَمْسِ اَنَا اَمْنَا وَ كَفَرْتُمْ ؛ وَ الْيَوْمَ اَنَا اسْتَقَمْنَا وَ فُتِنْتُمْ ؛

4	اور تمہارے مسلمان کہلانے والے لوگ تو اسلام لائے ہی نہ تھے مگر مجبوراً؛	وَمَا أَسْلَمَ مُسْلِمُكُمْ إِلَّا كَرْهًا ؛
5	اور وہ یوں کہ جب تم نے دیکھا کہ سارا عرب مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے گروہ میں داخل ہو چکا ہے؛	وَبَعْدَ أَنْ كَانَ أَنْفَ الْإِسْلَامِ كُلَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حِزْبًا ؛
6	تم نے یہ تذکرہ بھی کیا ہے کہ میں نے طلحہ اور زبیر کو قتل کیا ہے؛	وَذَكَرْتُ أَنِّي قَتَلْتُ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ ؛
7	اور عائشہ کو اس کے گھر سے نکالا ہے؛	وَشَرَّدْتُ بَعَائِشَةَ ؛
8	اور مدینہ چھوڑ کر کوفہ اور بصرہ کے درمیان پڑاؤ ڈالا ہے؛	وَنَزَلْتُ بَيْنَ الْمَصْرَيْنِ ؛
9	مگر یہ تینوں باتیں ایسی ہیں جن کا نہ تجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ تجھے ان سے کوئی نقصان ہوا ہے اور نہ تجھے ان کی وجوہات بتانے کی ضرورت ہی ہے؛	وَذَلِكَ أَمْرٌ غَبَّتْ عَنْهُ فَلَا عَلَيْكَ وَلَا الْعُدْرُ فِيهِ إِلَيْكَ ؛
10	اور تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ تو مہاجرین اور انصار کے ساتھ مجھ سے جنگ کرنے کے لئے میری زیارت کو آ رہا ہے؛	وَذَكَرْتُ أَنَّكَ زَائِرِي فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ ؛
11	اور واقعہ یہ ہے کہ ہجرت کا درجہ ملنا تو اس روز سے بند ہے جس دن تیرا بھائی گرفتار ہوا تھا؛	وَقَدْ انْقَطَعَتِ الْهَجْرَةُ يَوْمَ أُسِرَ أَخُوكَ ؛
12	اور اگر تمہیں جنگ کرنے کی اتنی ہی جلدی ہے تو ذرا دم لے کہ:-	فَإِنْ كَانَ فِيكَ عَجَلٌ فَاسْتَرْفِهِ ؛
13	میں خود تمہاری زیارت کرنے کے لئے آ جاؤں اور یہ بہت مناسب ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں اللہ نے تمہیں سزا دینے کیلئے مجھے مبعوث کیا ہوگا۔	فَإِنِّي إِنْ أَرَزَكَ فَذَلِكَ جَدِيرٌ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ إِنَّمَا بَعَثَنِي إِلَيْكَ لِلْبَقْمَةِ مِنْكَ ؛
14	اور اگر تم مجھ سے ملاقات کے لئے پہلے پہنچ گئے تو اس کا مطلب وہی ہوگا جو بنی اسد کے شاعر نے کہا تھا کہ:	فَإِنْ تَزُرَّنِي فَكَمَا قَالَ أَخُو بَنِي أَسَدٍ : مُسْتَقْبِلِينَ رِيَّاحَ ؛
15	”وہ موسم گرما کی ایسی ہواؤں کا سامنا کر رہے ہیں جو انہیں چٹانوں اور نشیبوں میں سنگ ریزوں کی مار دے رہی ہیں۔“	الصَّيْفِ تَضْرِبُهُمْ ؛ بِحَاصِبٍ بَيْنَ أَغْوَارٍ وَجَلْمُودٍ ؛
16	اور میرے پاس وہی تلوار ہے جس سے میں تیرے نانا کو اور تیرے ماموں اور تیرے بھائی کو موت کے گھاٹ اتار کر ایک ہی جگہ پہنچا چکا ہوں؛	وَعِنْدِي السَّيْفُ الَّذِي أَعْصَضْتُهُ بِجِدِّكَ وَخَالِكَ وَآخِيكَ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ ؛
17	اور بخدا تجھے میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر راہ راست سے نیچنے کے لئے غلاف چڑھا ہوا ہے؛ اور	وَأَنَّكَ وَاللَّهِ . مَا عَلِمْتُ إِلَّا عَلْفَ الْقَلْبِ ؛
18	جس کی عقل بہت محدود ہے؛	الْمُقَارِبُ الْعَقْلِ ؛
19	اور تمہارے لئے تو یہ کہنا بہت ہی مناسب ہے؛	وَالْأَوْلَى أَنْ يُقَالَ لَكَ ؛
20	کہ تم ایک ایسی بیڑھی پر چڑھ گئے ہو جہاں سے تمہیں ایک ایسا منظر پیش آنا ہے جس	إِنَّكَ رَقِيتَ سُلْمًا أَطْلَعَكَ مَطْلَعِ سُوءِ

میں تیرے لئے برا ہی برا ہونا ہے اور اچھائی ہرگز نہیں ہے؛	عَلَيْكَ لَا لَكَ ؛
21 اس لئے کہ تم غیروں کی گمشدہ چیز کی تاک میں ہو؛	لَا تَنْكَ نَشَدْتَ غَيْرَ صَالَتِكَ ؛
22 اور دوسروں کے مولیٰ پرانا چاہتے ہو؛	وَرَعَيْتَ غَيْرَ سَائِمَتِكَ ؛
23 اور ایسی چیز کو حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہو جس کی نہ تم اہلیت رکھتے ہو اور نہ ہی تم اس کی بنیاد سے تعلق رکھتے ہو؛	وَطَلَبْتَ أَمْرًا لَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ وَلَا فِي مَعْدِنِهِ ؛
24 اور تمہارے قول و فعل میں کتنی بے ربطی اور تضاد ہے؛	فَمَا أَبْعَدَ قَوْلِكَ مِنْ فِعْلِكَ ؛
25 تمہیں اپنے چچاؤں اور ماموؤں سے کتنی مشابہت ہے جنہیں اُن کے بغض و حسد اور ازلی بدبختی نے؛	وَقَرِيبٌ مَّا اشْبَهَتْ مِنْ أَعْمَامٍ وَأَخْوَالٍ حَمَلْتَهُمُ الشَّقَاوَةَ ؛
26 اور باطل تمناؤں نے انہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے خلاف ہٹ دھرمی اور مخالفت پر کھڑا کر دیا تھا؛	وَتَمَنَّى الْبَاطِلِ عَلَى الْجُحُودِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ؛
27 چنانچہ وہ قتل ہو ہو کر اپنے کرنے کی جگہوں پر گرے تھے اور تمہیں خوب معلوم ہے کہ نہ وہ اس عظیم قوت سے دفاع کر سکے؛	فَصُرُّوا مَصَارِعَهُمْ حَيْثُ عَلِمْتَ لَمْ يَدْفَعُوا عَظِيمًا ؛
28 اور نہ ہی وہ اپنے حرم کو اُن تلواروں سے بچا سکے، جو کبھی میدان جنگ کو خالی نہیں چھوڑتی ہیں؛	وَلَمْ يَمْنَعُوا حَرِيمًا بَوَاقِ سَيْوفٍ مَّا خَلَا مِنْهَا الْوُغَى ؛
29 اور نہ باطل کو مٹانے میں سستی و کمی کرتی ہیں؛	وَلَمْ تُمَاشِهَا الْهُوَيْنَا ؛
30 اور تم نے عثمان کے قاتلوں کے متعلق بہت لکھا ہے اس کا جواب اتنا سا ہے کہ:	وَقَدْ أَكْثَرْتَ فِي قَتْلَةِ عُثْمَانَ ؛
31 تو بھی اطاعت کے اس زمرہ میں داخل ہو جا جس میں تمام لوگ داخل ہو چکے ہیں؛	فَادْخُلْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ ؛
32 پھر تم اور تمہاری قوم میرے سامنے مقدمہ لاؤ تو میں تمہیں اور تمہاری قوم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے سامنے رکھ دوں گا؛	ثُمَّ حَاكِمِ الْقَوْمَ إِلَيَّ أَحْمِلَكَ وَيَأْتَهُمْ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى ؛
33 اور رہ گیا تمہارا یہ منصوبہ اس کی حیثیت میرے نزدیک بچوں والا وہ فریب ہے جو بچوں کا دودھ چھڑاتے وقت دیا جاتا ہے؛	وَأَمَّا تِلْكَ اللَّيْثِي تُرِيدُ فَإِنَّهَا خُدْعَةُ الصَّبِيِّ عَنِ اللَّبَنِ فِي أَوَّلِ الْفِصَالِ ؛
اور سلام اس پر جو اس کا اہل ہے۔	وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ -

تشریح:- یہ خط معاویہ نے ضرور اپنے اہل دربار کو سنا کر بھیجا ہوگا اور انہیں یہ تاثر دیا ہوگا کہ مسلمانوں کی بیکجہتی اور محبت و اتحاد کو حضرت علی علیہ السلام نے خراب کیا ہے اور امت میں دو محارب گروہ بنائے ہیں جو ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب قابل غور ہے اور اُن لوگوں کو اس جواب پر غور کرنا ہے جو عہد رسول میں، عہد حضرت ابوبکر و عمر میں مسلمانوں کو متحد جماعت سمجھتے رہے ہیں جیسا کہ سنی و شیعہ علماء نے لکھا ہے کہ: حضرت علیؑ نے مسلمانوں کا اتحاد برقرار رکھنے کے لئے تلوار نہ اٹھائی تھی۔ وہ نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام معاویہ کو بتا رہے ہیں کہ اسلام کا اعلان

ہوتے ہی اتحاد پارہ پارہ ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ: **اَنَا اِمْنَا وَ كَفَرْتُمْ**۔ ”ہم ایمان لے آئے اور تم نے کفر اختیار کیا۔“ مطلب صاف ہے کہ اعلان اسلام سے پہلے اتحاد اور الفت موجود تھی۔ اسلام نے اتحاد و الفت کو خراب کیا اور پھوٹ ڈال دی۔ یعنی اسلام کا اعلان نہ ہوتا تو لوگوں میں اتحاد و الفت برقرار رہتی۔ یہاں معاویہ اگر یہ مانتا کہ واقعی حضرت علیؑ نے تفرقہ نہیں ڈالا بلکہ اسلام نے اتحاد و الفت کو تباہ کیا تو معاویہ اسلام کا دشمن ثابت ہو جاتا ہے۔ اب پہلے جملے کو غور سے دیکھئے جس میں فرمایا گیا کہ ہم ایمان لے آئے۔ یعنی پہلے کافر تھے۔ پھر دوسرے جملے کو دیکھئے فرمایا گیا کہ ”تم نے کفر کیا۔ یعنی تم پہلے مومن تھے۔ اب کافر ہو گئے۔ یہ قریشی معانی کرنے کا طریقہ تھا جس سے ایمان لانے والے ایمان لانے سے پہلے کافر بن جاتے ہیں اور کفر کرنے والے کفر کرنے سے پہلے مومن قرار پا جاتے ہیں۔ ہم نے جان بوجھ کر معنی کو اس طرح لکھا ہے کہ یہ الجھن سامنے آئے اور قارئین ذرا چوکنا رہ کر تراجم پڑھائیں۔ لہذا ہمارے طریقہ پر کفر کے معنی حق پوشی ہیں اور ایمان کے معنی مان لینا ہیں۔ لہذا حضورؐ کے جملے کو پھر سامنے لائیں اور ہماری طرح معنی کریں **”اِمْنَا وَ كَفَرْتُمْ**“ ہم نے مان لیا اور تم نے حق پوشی کی“ لہذا ماننے والے اور حق پوشی کرنے والے دو مختلف گروہ ہو گئے۔ پہلے نہ اعلان ہوا تھا نہ ماننے اور حق پوشی کا سوال تھا۔ لہذا جو جس حال میں تھا وہ تھا اور اسی حالت میں اتحاد و محبت تھی۔ یہ اعلان اسلام کرنے والی ہستی علیہ الصلوٰۃ والسلام خاندان بنی ہاشم علیہم السلام سے تھی اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ ایک گروہ نے انہیں نبی مان لیا دوسرے نے حق پوشی کی۔ یعنی نبی گمانی ہونا ماننے سے بنی ہاشم کا اقتدار ماننے کا سوال رکاوٹ بن گیا اور انہوں نے کہہ دیا کہ تم نبی نہیں محمد بن عبد اللہ اور ہمارے جیسے اور ہم ہی میں سے ایک بشر ہو۔ بہر حال اتحاد و الفت تفرقہ اور نفرت میں بدل گئی۔ جنگیں ہوئیں تصادم ہوئے بائیکاٹ اور قطع تعلقات رہے۔ لوگ مسلمان ہوتے رہے اور فتح مکہ پر یا کچھ بعد سب مسلمان ہو گئے۔ اب ہمیں کوئی یہ بتائے اور آیت یا حدیث دکھائے کہ وہ اتحاد و الفت پھر کب پیدا ہوئی تھی۔ ہم قرآن کریم سے انہیں مسلمانوں میں فرقہ واریت دکھاتے ہیں اور ایسا فرقہ بھی مومنین میں ملتا ہے جو رسولؐ کے فیصلے پر رضامند نہ ہوتا ہے اور جانتے بوجھتے حق کے خلاف نبیؐ سے جھگڑا بلکہ مجادلہ کرتا تھا۔ مودودی سے اُن کا محتاط ترجمہ سنئے۔ وہ صورت حال کو سنبھالنے کے لئے آیت کے ترجمہ سے پہلے ایک بریکٹ لگاتے ہیں:-

”**(اس مال غنیمت کے معاملے میں بھی ویسی ہی صورت پیش آرہی ہے جیسی اُس وقت پیش آئی تھی جب کہ) تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک گروہ (آیت کا لفظ ہے فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ) کو یہ سخت ناگوار تھا وہ اس حق کے معاملے میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے درآں حالیکہ وہ حق صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا ان کا حال یہ تھا کہ گویا کہ وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔ (سورہ انفال 8/5-6) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 131-130)**

یہاں اتحاد و محبت کا کسی طرح ثبوت نہیں ملتا **فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ** اور خود رسولؐ کے خلاف فرقہ اور جھگڑا ثابت ہے۔ مودودی کی چوتھی تشریح بھی دیکھ لیں:- ”سچ یعنی جس طرح اس وقت یہ (گروہ یا فرقہ) لوگ خطرے کا سامنا کرنے سے گھبرارہے تھے حالانکہ حق کا مطالبہ اس وقت یہی تھا کہ خطرے کے منہ میں چلے جائیں، اسی طرح آج انہیں مال غنیمت ہاتھ سے چھوڑنا ناگوار ہو رہا ہے حالانکہ حق کا مطالبہ یہی ہے کہ وہ اسے چھوڑ دیں اور حکم کا انتظار کریں۔“ (تفہیم جلد 2 صفحہ 131)

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اسلام لانے یا مسلمان ہو جانے کے بعد کبھی بھی سارے مسلمانوں میں الفت و اتحاد نہیں رہا ہے۔ لہذا اُدھر معاویہ اپنے اعتراض میں جھوٹا ہے ادھر وہ لوگ بھی جھوٹے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: **”حضرت علیؑ علیہ السلام نے خلافت کیلئے تلوار نہ اٹھا کر مسلمانوں کا اتحاد برقرار رکھا“** مسلمانوں میں اتحاد تھا ہی نہیں تو برقرار رکھنا بے معنی ہے اور سارے مسلمانوں میں الفت ہوتی تو اللہ کو تالیف کی ضرورت نہ ہوتی۔ (8/63 اور 3/103)

سارے عرب مسلمان تھ اور علیؑ کے مخالفین سارے عرب کے بعد مجبوراً اسلام لائے تھے

یہاں جملہ نمبر 4-5 کی رُو سے معاویہ اور اس کے ساتھی اور پسندیدہ لوگ مجبوراً اسلام لائے تھے یعنی سارے عرب کو مسلمان دیکھ کر اور خطرہ سمجھ کر مسلمان ہوئے تھے۔ لہذا یہ کہنا کہ عرب میں منافق اور مرتد لوگ موجود تھے غلط ہے۔ چنانچہ خلافت حاصل کرنے والے بھی مسلمان تھے مخالفت کرنے والے بھی مسلمان تھے۔ حضرت ابوبکر کے خلاف بغاوت کرنے والے اور زکاۃ روکنے والے بھی مسلمان ماننا پڑیں گے۔ یہاں بھی طے ہو جانا چاہئے کہ معاویہ ایک بے عقل اور فریب کار آدمی تھا ہر پہلو سے اُس کی حماقتیں واضح کر دی گئی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خط جنگ صفین سے کہیں پہلے لکھا گیا ورنہ معاویہ ملاقات کرنے اور فوجوں کو لانے کی بات نہ کرتا۔

(نمبر 65) خط إِلَيْهِ أَيْضًا: پھر معاویہ کے نام

1. معاویہ کے بزرگوں نے بھی اللہ کی ممنوعہ چیزوں کو غضب کہا تھا (2) معاویہ اور اس کے بزرگ مقام امامت و خلافت سے بہت پست تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَنْ لَكَ أَنْ تَنْتَفِعُ بِاللَّمْحِ الْبَاصِرِ مِنْ عِيَانِ الْأُمُورِ ؛	1	حمدرشائے خدا و رسول کے بعد اے معاویہ سنو کہ تیرے لئے وہ وقت آپہنچا ہے کہ تو سامنے پھیلے ہوئے حالات کو غور سے دیکھے اور اُن سے فائدہ اُٹھائے؛ مگر تو نے
2	فَلَقَدْ سَلَكْتَ مَدَارِجَ أَسْلَافِكَ بِإِدْعَائِكَ الْأَبَاطِيلِ ؛	2	تو خود کو اپنے بزرگوں کے درجات اور طرز عمل سے وابستہ کر دیا ہے اس لئے کہ تو نے بھی باطل دعویٰ کیا ہے؛
3	وَأَقْبَحَ مَا كَ غُرُورَ الْمَيِّنِ وَالْأَكَاذِبِ ؛	3	اور نہایت بے فکری سے خود کو جھوٹ کے ڈھیر میں دبا یا ہوا ہے؛
4	وَبِأَسْحَالِكَ مَا قَدْ عَلَا عُنُقَكَ ؛	4	اور خود کو اپنے سے بلند و بالا مقام کے حصول میں جھونک دیا ہے؛
5	وَابْتِزَازِكَ لِمَا اخْتِزْنَ ذُونُكَ ؛	5	اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ مقام دوسروں کو سپرد شدہ ہے اُسے غضب کرنے میں اپنے بزرگوں کے راستہ پر چل رہے ہو؛
6	فِرَارًا مِنَ الْحَقِّ ؛	6	تاکہ تم حق سے بچ کر فرار کر سکو؛
7	وَجُحُودًا لِمَا هُوَ الزَّمُ لَكَ مِنْ لَحْمِكَ وَدَمِكَ ؛	7	اور اُس حقیقت کی مخالفت کر رہے ہو جو تم پر تمہارے خون اور گوشت سے بھی زیادہ لازم تر ہے؛
8	مِمَّا قَدْ وَعَاهُ سَمْعُكَ ؛	8	اور وہ وہی ہے جسے تمہارے کانوں نے سنا ہے اور محفوظ رکھا ہوا ہے؛
9	وَمُلِيًّا بِهِ صَدْرُكَ ؛	9	اور وہ وہی ہے جس سے تمہارا سینہ لبریز ہے؛
10	فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ الْأَضَالِ الْمُبِينِ ؟	10	بتاؤ کہ حق کے بعد کھلے ہوئے باطل کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے؟
11	وَبَعْدَ الْبَيِّنِ إِلَّا اللَّبْسُ ؟	11	اور واضح بیان کے بعد اور کچھ نہیں بچتا سوائے حُرّانی اور فریب کاری کے؛
12	فَاحْذَرِ الشُّبُهَةَ وَاشْتِمَا لَهَا عَلَى لُبْسَتِهَا ؛	12	لہذا تم شبہات سے اور شبہات کی مُلتَمَعِ کاری اور فریب نگاری سے بچ کر رہا کرو؛

13	اس لئے کہ فتنوں نے مدت ہوئی کہ اپنے دامن لٹکادئے تھے اور اپنی نقاب منہ پر ڈال رکھی ہے؛	فَإِنَّ الْفِتْنَةَ طَالِمَا أَعْدَفْتُ جَلَابِبَهَا ؛
14	اور اُن کے گہرے اندھیروں نے آنکھوں کو دیکھنے سے بے بس کر رکھا ہے؛	وَأَغَشَتِ الْأَبْصَارَ ظُلْمَتُهَا ؛
15	بلاشبہ تمہارا ایک ایسا خط مجھے ملا ہے جس میں طرح طرح کی بے تکلی باتیں ہیں اور جن سے صلح اور امن کے مقصد میں کمزوری پیدا ہوتی ہے؛	وَقَدْ آتَانِي كِتَابٌ مِنْكَ ذُو آفَاتَيْنِ مِنَ الْقَوْلِ ضَعْفَتْ قُوَاهَا عَنِ السَّلْمِ ؛
16	اور اُس میں سطروں کی سطریں بکواس سے لبریز ہیں جن کو تو نے علم اور بردباری سے نہیں لکھا ہے؛	وَأَسَاطِيرَ لَمْ يَحْكَمْهَا مِنْكَ عِلْمٌ وَلَا حِلْمٌ ؛
17	اُن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو دلدل میں دھنستا جا رہا ہے اور اندھے کنویں میں ہاتھ پیر مار رہا ہے یا جیسے ایک خطی بکواس کرتا جا رہا ہے؛	أَصْبَحَتْ مِنْهَا كَالْحَائِضِ فِي الدَّهَاسِ وَالْحَابِطِ فِي الدِّيْمَاسِ ؛
18	اور تو نے (ولی عہد اور جانشین بننے کی درخواست کر کے) خود کو اتنا بلند کرنا چاہا ہے جہاں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے؛	وَتَرَفَّيْتَ إِلَى مَرْقَبَةٍ بَعِيدَةِ الْمَرَامِ ؛
19	وہ تو تمام بلند نشانات سے بھی بہت دور اور اونچا مقام ہے؛	نَازِحَةَ الْأَعْلَامِ ؛
20	وہاں تک پہنچنا تو عقاب کے لئے بھی ممکن نہیں ہے؛	تَقْصُرُ ذُونَهَا الْأَنْوُقُ ؛
21	<u>اور اُس کے محاذ میں تو عمیق ستارہ آتا ہے؛</u>	وَيَحَادِي بِهَا الْعَبُوثُ ؛
22	میں اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں تمہیں اپنے بعد کے لئے مسلمانوں کا حاکم اور فیصلے کرنے والا ہرگز نہ بناؤں گا؛	وَحَاشَ لِلَّهِ أَنْ تَلِيَ لِلْمُسْلِمِينَ بَعْدِي صَدْرًا أَوْ وِرْدًا ؛
23	یا تمہیں کسی ایک مسلمان پر بھی اُس کے معاملات میں حاکم نہ بناؤں گا (نکاح و طلاق اور معاہدہ کرنے کا اختیار بھی نہ دوں گا)؛	أَوْ أُجْرِي لَكَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ عَقْدًا أَوْ عَهْدًا ؛
24	بہر حال تو اس گھڑی سے اپنی ذہنیت اور حالت پر غور کرنا شروع کر دے اور اس کا تدارک کر لے؛	فَمِنَ الْآنِ فَتَدَارِكْ نَفْسَكَ وَانظُرْ لَهَا ؛
25	25۔ اس لئے کہ اگر تم نے اپنی اصلاح میں اُس وقت تک کوتاہی کی کہ جب اللہ کے بندے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے؛	فَإِنَّكَ إِنْ فَرَطْتَ حَتَّى يَنْهَدَا إِلَيْكَ عِبَادُ اللَّهِ ؛
26	تو تمہارے لئے تمام راہیں بند ہو جائیں گی؛	أُرْتَبِحْتَ عَلَيْكَ الْأُمُورُ ؛
27	اور جو کچھ آج تجھ سے قبول کیا جاسکتا ہے وہ حملہ کے بعد قبول نہ ہوگا۔ والسلام	وَمُنِعَتْ أَمْرًا هُوَ مِنْكَ الْيَوْمَ مَقْبُولٌ . وَالسَّلَامُ -

تشریح:- یہ معاویہ کے ایک مخصوص خط کا جواب ہے جس میں اُس نے چاہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام اسے اپنے بعد کے لئے ولی عہد بنا کر مقرر کر دے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے ہی دن تمام عثمانی گورنروں کو معزول کر دیا اور گورنری سے معزول کرنے کے حکم کو نظر انداز فرمادیا۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے ہی دن تمام عثمانی گورنروں کو معزول

کرنے کے احکام جاری کئے تھے جن میں معاویہ کو بھی معزول ہو کر آنے کے لئے حکم نامہ بھیجا تھا۔ اگر حضرت علی علیہ السلام نے خود کو حضرات ابو بکر و عمرو عثمان والی قریشی حکومت کا جانشین سمجھا ہوتا اور خود کو قریشی تو انین کے ماتحت بننے والا ویسا ہی خلیفہ سمجھا ہوتا تو معاویہ کی یہ درخواست قبول کی جاسکتی تھی اور معاویہ نے حضور کو حضرات ابو بکر و عمرو عثمان ہی جیسا ایک خلیفہ سمجھ کر یہ خط لکھا تھا اور اپنی درخواست کے منظور ہونے کی پوری اُمید کی تھی۔ اس لئے کہ ایک قریشی مسلمہ خلیفہ اپنے بیٹوں کے علاوہ کسی کو بھی اپنا جانشین اور ولی عہد بنا سکتا تھا۔ لیکن اس جواب نے معاویہ کی تمام اُمیدوں پر پانی پھر دیا اور اُسے اب معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام خود کو خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور یہ کہ خلیفۃ اللہ کا تقرر اللہ کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہ خلیفۃ اللہ کا مقام اللہ تک بلند ہوتا ہے وہ جانشین خداوندی ہوتا ہے اور اُس کے اختیارات اور قدرت وہی ہوتی ہے جو اللہ کے اختیارات و قدرت ہوتی ہے۔ تاکہ وہ اللہ کی ہر ممکن نمائندگی کر سکے۔ اور جس کا ہر کام و خیال و ارادہ اللہ سے منسوب ہو سکے۔ اور اسی جواب سے معاویہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقام معلوم ہوا تھا۔ اس جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ اینڈ کمپنی کو اپنا اور خلفائے ثلاثہ کا فرق سمجھایا ہے اور بتایا ہے کہ یہ بزرگوار تو غاصب تھے اور یہ کہ معاویہ بھی غصب کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اسی خط میں حضرت علی علیہ السلام نے اُسے موقع دیا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر کے اطاعت کر لے۔ اگر معاویہ نے بیعت و اطاعت اختیار کی ہوتی اور صحیح عقیدے کا برملا اعلان کیا ہوتا تو ممکن تھا کہ حضور علیہ السلام اُسے تو انین اسلام کے ماتحت کچھ فائدہ پہنچا دیتے۔ یعنی اُسے بظہور کی طرح معصوم حکومت کے ماتحت حکمران قرار دے دیتے اور یہ بہت بڑا اعزاز ہوتا اور نجات کی اُمید کی جاسکتی تھی اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بلندی بھی عیوق ستارہ سے کچھ کم نہ ہوتی۔

عیوق ستارہ کے متعلق معلومات

عیوق ایک سرخ رنگ کا ستارہ ہے جو ہماری کہکشاں کے داہنے کنارے پر نظر آتا ہے اور ستارہ ثریا کے بعد نکلتا ہے اور ثریا سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ ثریا کے آگے پیچھے رہنے والا ایک اور ستارہ ہے عیوق کہتے ہیں اور یہ ثریا کا محافظ کہلاتا ہے اسی کے نام سے لفظ عیوق بنایا گیا ہے اور یہ ہر سال 8 فروری کو رات کے 9 بجے نصف النہار (خط استوا) پر سے گذرتا ہے۔

وہ واضح بیان جسے تمام قریش نے سنا اور محفوظ رکھا اور سینوں میں رہتا چلا آیا ہے

جملہ نمبر 8 تا 11 میں جس واضح بیان کا ذکر فرمایا ہے وہ دعوت ذوی العشرہ **وَآنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** (26/214) ہے۔ جہاں حضرت علی علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ، وزیر اور بھائی بنانے کا اعلان کیا گیا تھا اور قریش نے خلافت و وزارت و اخوت حاصل کرنے کا موقع ٹھکرا دیا تھا۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قریش اینڈ کمپنی کو حضرت علی علیہ السلام کی بے چوں و چرا اطاعت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور جب بعد میں سکھوں کی طرح حقیقت سمجھ میں آئی تو خلافت حاصل کرنے اور قومی حکومت بنانے کی اسکیم شروع کی گئی تھی۔

(نمبر 66) خط إِلَى عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ : عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ نَمَى

ایسی نصیحت کی گئی ہے جو ایک عام اور ادنیٰ آدمی کو کی جاتی ہے اور اُس کے کردار کی نفی ہوتی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	اَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَفْرَحُ بِالشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَيَفْرَحُهُ ؛	1	حمد و شائے خدا و رسول کے بعد واضح ہو کہ بندہ کبھی ایسی چیز کو پا کر خوشی منانے لگتا ہے جو کبھی اُس کے ہاتھ سے جانے والی نہیں ہوتی ہے؛
2	وَيَحْزَنُ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَيَحْزَنُهُ ؛	2	اور ایسی چیز پر غمگین ہو جاتا ہے جو اُس کو کبھی ملنے والی نہیں ہوتی؛
3	فَلَا يَكُنْ أَفْضَلَ مِمَّا نَلْتَفِي نَفْسِكَ مِنْ دُنْيَاكَ بُلُوغَ لَذَّةٍ أَوْ شِفَاءَ غَيْظٍ ؛	3	لہذا اے ابن عباس لذتوں کو جیسے بھی ملیں حاصل کرنا اور جذبہ انتقام کو جیسے بھی ہو پورا کر کے چھوڑنا تمہاری نظروں میں دنیا کی سب سے افضل نعمت نہ ہونا چاہئے؛
4	وَلَكِنْ أَطْفَاءَ بَاطِلٍ وَأَحْيَاءَ حَقِّ ؛	4	بلکہ باطل کو مٹانا اور حق کو زندہ اور نافذ رکھنا بہترین نعمت ہونا چاہئے؛
5	وَلْيَكُنْ سُورُوكَ بِمَا قَدَّمْتَ ؛	5	اور تمہاری خوشی اُس ذخیرہ پر منحصر ہونا چاہئے جو تم نے آخرت کے لئے آگے بھیجا ہے؛
6	وَأَسْفُكَ عَلَى مَا خَلَّفْتَ ؛	6	اور تمہارا رنج و افسوس اُس سامان پر ہونا چاہئے جو جمع کر کے ضائع ہونے کے لئے پیچھے چھوڑا ہے؛
7	وَهَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ -	7	اور تمہاری فکر و بصیرت اور ہمت موت کے بعد کے لئے صرف ہونا چاہئے۔

تشریح:۔ اس کے بارے میں خطوط اور کردار کو پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو قریشی سازش کی وجہ سے خود کو علیؑ و محمدؐ کا چچا زاد بھائی سمجھتا رہا ہے۔ تعلیمات قرآن اور رسول اور حضرت علیؑ علیہ السلام کی تعلیم سے جس نے ذرہ برابر اثر نہ لیا اور حضرت علیؑ علیہ السلام اور مومنین کے ساتھ ہر غدر و غبن جائز سمجھا۔ یہی نہیں اس کی اولاد نے بھی خاندان مرتضوی علیہم السلام پر صدیوں تک مظالم کئے۔ انہوں نے آئمہ علیہم السلام کے اور اسلام کے خلاف باقاعدہ محاذ جاری رکھا۔ اسلامی عقائد اور تصورات کو مٹانے کے لئے غیر مسلم اقوام کے فلاسفروں کی پرورش کی تنخواہیں اور وظائف دئے۔ فلسفہ و منطق کی کتابوں کے تراجم کرائے اور مسلمانوں کو بے دین کرنے میں استعمال کیا۔ اگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں حقیقی منطقی اور فلسفی تیار نہ کئے ہوتے تو ان لوگوں نے دین اور دینداروں کو مسمار کر دیا ہوتا۔ بہر حال عبداللہ اور اس کا باپ علیؑ و محمدؐ کے دشمن تھے اور دشمن نسل چھوڑ کر چلے گئے۔

(نمبر 67) خط

إِلَى قُشَمِ ابْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى مَكَّةَ

عاس کے بیٹے قشم کے نام جو مکہ میں آٹ کا گورنر تھا

- 1- قریش، مکہ میں آنے والوں سے قرآن کے خلاف کراہ لیا کرتے تھے اس سے منع کیا ہے
- 2- حکم و پیغام گورنر خود زبانی دے گا 3- کوئی دربان نہ رکھے گا 4- کسی کو ملاقات سے محروم نہ کرے گا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	حمدا وثنائے خدا و رسول کے بعد معلوم ہو کہ لوگوں کے ساتھ حج کو قائم کرو؛	أَمَّا بَعْدُ فَأَقِمِ لِلنَّاسِ الْحَجَّ ؛
2	اور انہیں اللہ کے یادگار دنوں کی یاد دلاتے رہو؛	وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ ؛
3	اور دن میں دو مرتبہ لوگوں کی مجلس قائم کر کے موجود رہا کرو اور فتویٰ مانگنے والوں کو فتویٰ دیا کرو؛	وَأَجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ فَأَقْتِ الْمُسْتَفْتَى
4	جاہلوں کو تعلیم دیا کرو؛	وَعَلِّمِ الْجَاهِلَ ؛
5	اور عالموں سے تبادلہ خیال کیا کرو؛	وَذَاكِرِ الْعَالَمِ ؛
6	اور تمہارا پیغام پہنچانے والی تمہاری اپنی زبان ہونا چاہئے نہ کہ بیجا مبرا اور سفیر؛	وَلَا يَكُنْ إِلَى النَّاسِ سَفِيرًا إِلَّا لِسَانُكَ ؛
7	اور تمہارے چہرے کے علاوہ کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہئے؛ اور	وَلَا حَاجِبَ إِلَّا وَجْهُكَ ؛
8	ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا؛ یعنی ضرورت کی چیزیں لئے ہوئے ملاقات کرو؛	وَلَا تَحْجِبَنَّ ذَا حَاجَةٍ عَنْ لِقَائِكَ بِهَا ؛
9	اس لئے کہ اگر پہلی مرتبہ تمہارے دروازوں سے حاجت مند کو خالی موڑ دیا گیا تو پھر وہ حاجت روائی کے بعد بھی تمہیں قابل تعریف نہ سمجھے گا؛	فَإِنَّهَا إِنْ ذِيدَتْ عَنْ أَبْوَابِكَ فِي أَوَّلِ
10	اور اس پر نظر رکھو کہ تمہارے پاس اللہ کا کچھ مال جمع ہو گیا ہے لہذا اسے اپنے آس پاس کے اور سامنے کے عیالداروں اور بھوکوں ننگوں میں تقسیم کرو؛	وَرِدِّهَا لَمْ تُحْمَدْ فِيمَا بَعْدَ عَلَيَّ فَضَائِلَهَا ؛
11	خیال یہ رکھو کہ مال صحیح حقداروں کے مرکز تک پہنچ جائے فاقہ کش محروم نہ رہیں؛	وَأَنْظُرْ إِلَى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنْ مَالِ اللَّهِ
12	اور جو وہاں کی ضرورت سے فاضل ہوا کرے اُسے ہمارے پاس روانہ کر دیا کرو تا کہ ہم یہاں کے حقداروں میں تقسیم کیا کریں؛	فَاصْرِفْهُ إِلَى مَنْ قَبْلَكَ مِنْ ذَوِي الْعِيَالِ
13	اور مکہ کے باشندوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آکر ٹھہرنے والوں سے کراہی نہ لیا کریں؛	وَالْمَجَاعَةِ ؛
14	اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ”مکہ میں عاکف اور بادی دونوں یکساں اور برابر ہیں	مُصِيبًا بِهِ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَالْخَلَاتِ ؛
	(22/25)	وَمَا فَضَّلَ عَنْ ذَلِكَ فَاحْمِلْهُ إِلَيْنَا
		لِنَقْسِمَهُ فِيمَنْ قَبْلَنَا ؛
		وَمُرَاهِلَ مَكَّةَ أَنْ لَا يَأْخُذُوا مِنْ سَاكِنِ أَجْرًا ؛
		فَإِنَّ اللَّهَ شُبْحَانَهُ يَقُولُ : سَوَاءَ نِ الْعَاكِفُ
		فِيهِ وَالْبَادِ (حج 22/25) ؛
15	عاکف وہ شخص ہے جو مکہ میں مقیم و آباد ہو؛	فَالْعَاكِفُ : الْمُقِيمُ بِهِ ؛

اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کو آیا ہو وہاں کا باشندہ نہ ہو۔ اللہ ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسلام	16	وَالْبَادِي : الَّذِي يَحُجُّ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ وَفَقْنَا اللَّهَ وَإِيَّاكُمْ لِمَحَابَبِهِ . والسلام -
---	----	--

تشریح:۔ یہ قیم عبد اللہ کا برادر حقیقی ہے۔ عبد اللہ ابن عباس نے باغی ہو جانے اور بیت المال کو لوٹنے کے بعد مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کے تقاضوں کے بعد بھی باغی رہنا پسند کیا تھا۔ مگر قیم نے گورنر ہوتے ہوئے نہ عبد اللہ کے آنے کی اطلاع دی نہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا اور اپنے امام و خلیفہ کے خلاف اپنے بھائی کی حمایت اور مدد کرتا رہا اور ایک خط میں پہلے بھی قیم کی مذمت ہو چکی ہے۔

(نمبر 68) خط الی سلمان الفارسی قبل ایام خلافته

اپنی ظاہری خلافت سے پہلے سلمان فارسی کے نام لکھا تھا

دنیا کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اور فریب سے بچنے کیلئے خود پر کس طرح نظر رکھنا چاہئے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	حمر خدا و رسول کے بعد واضح ہو کہ یہ دنیا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کی مثال سانپ جیسی ہے؛	أَمَا بَعْدُ فَإِنَّمَا مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ الْحَيَّةِ ؛
2	جو کہ چھوٹے میں چمکنا، نرم اور خوشگوار ہوتا ہے مگر اُس کا زہر قاتل ہوتا ہے؛	لَيْنٌ مَسْهًا قَاتِلٌ سَمُّهَا ؛
3	چنانچہ اس دنیا کی جو جو چیزیں تمہیں اچھی لگیں اور پسند آئیں اُن سے دل چسپی نہ لینا کیونکہ تمہارے ساتھ جانے والی چیزیں اُن میں بہت کم ہیں؛	فَاعْرِضْ عَمَّا يُعْجِبُكَ فِيهَا لِقَلَّةِ مَا يَصْحَبُكَ مِنْهَا ؛
4	دنیا کی فکروں کو جھٹک دو اس لئے کہ تمہیں دنیا سے جدائی کا یقین ہے؛	وَضَعْ عُنْكَ هَمُّومَهَا لِمَا أَيَقُنْتُ بِهِ مِنْ فِرَاقِهَا ؛
5	اور تمہیں دنیا کے حالات کے بدلتے رہنے کا تجربہ بھی ہے؛	وَتَصَرُّفِ حَالَاتِهَا ؛
6	اور جس وقت یہ دنیا تمہیں زیادہ محبوب معلوم ہونے لگے وہی وقت ہوتا ہے جو اس سے زیادہ بچ کر رہنے کا ہوتا ہے؛	وَكَئِنْ أَنَسَ مَا تَكُونُ بِهَا أَحْدَرَ مَا تَكُونُ مِنْهَا ؛
7	یہ اس لئے کہ جب بھی دنیا دار دنیا کی فراہم کی ہوئی مسرتوں پر مطمئن ہو جاتا ہے تو دنیا اُس کو تختیوں میں دھکیل دیتی ہے؛	فَإِنَّ صَاحِبَهَا كُلَّمَا أَطْمَأَنَّ فِيهَا إِلَى سُرُورٍ اشْتَصَتْهُ عَنْهُ إِلَى مَحْذُورٍ ؛
8	یاد دنیا کی اُنسیت و محبت پر بھروسہ کر لیتا ہے تو دنیا اُس سے اپنے اُنس و محبت کو ہٹا کر وحشت و ہراس میں بدل دیتی ہے۔ والسلام	أَوْ إِلَى إِنْيَاسٍ أَرَا لَتَهُ عَنْهُ إِلَى إِحْشَاشٍ ، وَالسَّلَامُ -

تشریح:۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے سب سے بہترین صحابی تھے سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے ایک بے باک دوستدارِ اہلبیت تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کے مخلص صحابی اور شاگرد تھے۔ اُن کا پہلا نام روز بہ ابن خشو دان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان نام رکھا تھا۔ ایک زمانہ میں آپ کو قریشی حکومت نے ایران کا گورنر بھی بنایا تھا۔ حضرت سلمان ہی نے جنگ احزاب میں خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ انہوں

نے بھی ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی۔ ان کا انتقال مدائن ہی میں ہوا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے مدائن جا کر ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ باقی مورخین نے لکھا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ بہر حال یہ حضرت علی علیہ السلام کے مخصوص صحابہ میں سے تھے جن میں کسی قسم کا نقص بیان نہیں کیا گیا ہے۔

(نمبر 69) خط الی الحارث الہمدانی: حارث ہمدانی رضی اللہ کے نام

(1) قرآن سے وابستہ رہنے کی تاکید (2) ساتھیوں اور دوستوں کے اچھے یا برے ہونے سے تمہیں اچھا یا برا سمجھا جائیگا

(3) بازاری اڈوں میں اٹھنا بیٹھنا (4) جمعہ کے روز سفر کی پوزیشن (5) اپنے ساتھ سلوک پر ہدایات

(6) بڑے شہروں میں آباد ہونے یا اسلامی مرکز سے قریب رہنے کی تاکید (7) روزمرہ کام آنے والی ہدایات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

1	وَتَمَسَّكَ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ وَاسْتَنْصَحَهُ؛	قرآن کے سلسلے سے وابستہ رہو اور وہیں سے نصیحت حاصل کیا کرو؛
2	وَاحِلَّ حَلَالَهُ؛ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ؛	اور صرف قرآن اور سلسلہ قرآن کے حلال کو حلال اور ان ہی کے حرام کو حرام سمجھو؛
3	وَاصْدَقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ؛	اور ماضی میں جو حق کی باتیں گزری ہیں ان سب کی تصدیق کرو؛
4	وَاعْتَبِرْ بِمَا مَضَى مِنَ الدُّنْيَا مَا بَقِيَ مِنْهَا؛	اور دنیا میں سے جو کچھ گزر گیا ہے اس سے باقی رہی ہوئی دنیا کے متعلق عبرت و سبق حاصل کرو؛
5	فَإِنْ بَعْضَهَا يُشْبِهُ بَعْضًا؛	یقیناً دنیا کی بعض چیزیں اس کی بعض سے مشابہ ہیں؛
6	وَآخِرَهَا لَاحِقٌ بِأَوَّلِهَا؛	اور اس کا آخر بھی اپنے اوّل سے ملحق ہونے والا ہے؛
7	وَكُلُّهَا حَائِلٌ مُّفَارِقٌ؛	اور یہ دنیا ساری کی ساری پگھڑنے اور فنا ہونے والی ہے؛
8	وَعَظِيمِ اسْمِ اللّٰهِ أَنْ تَذْكُرَهُ الْأَعْلَى حَقًّا؛	اللہ کے نام کی عظمت کو سامنے رکھو اور سو فیصد حق کے علاوہ کسی اور معاملے میں اُس کی قسم نہ کھایا کرو؛
9	وَكَثِيرُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَمَا بَعْدَ الْمَوْتِ؛	اور موت کو اکثر یاد کرتے رہو اور موت کے بعد جو کچھ ہونا ہے اُس کا ذکر کرتے رہو؛
10	وَلَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ إِلَّا بِشَرِّهِ وَثَبِيحٍ؛	اور موت کے آجانے کی تمنا کبھی نہ کرنا سوائے اسکے کہ کوئی یقینی شرط لگا کر؛
11	وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يَرْضَاهُ صَاحِبُهُ لِنَفْسِهِ وَيَكْرَهُهُ لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ؛	اور ان تمام اعمال سے بچو جن کو اپنے لئے پسند کیا جاتا ہو اور عوام الناس کے لئے وہی کام کرنا پسند نہ آتا ہو (یعنی دوسروں کے ساتھ وہی کرو جو اپنے ساتھ کیا جانا پسند آتا ہو اور وہ نہ کرو جسے اپنے لئے ناپسند کرتے ہو)؛
12	وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يُعْمَلُ بِهِ فِي السِّرِّ وَيُسْتَحَى مِنْهُ فِي الْعَلَانِيَةِ؛	ان تمام اعمال سے بچ کر رہو جو چھپا کر تو کئے جاسکتے ہوں مگر سب کے سامنے اعلاناً کرنے میں شرم آتی ہو؛

13	اور اُن تمام کاموں سے بھی باز رہو جن کو کرنے والے سے پوچھا جائے تو وہ خود بھی اُن کو برے کام کہے گا یا اُن پر شرمندہ ہوگا اور معذرت خواہی ضروری سمجھتا ہو؛	وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ اِذَا سُئِلَ عَنْهُ صَاحِبُهُ اَنْكَرَهُ اَوْ اَعْتَدَرَ مِنْهُ ؛
14	اور ایسی باتیں نہ کرو جن پر چہ میگوئیاں ہوں اور اعتراضات کے تیر برسیں؛	وَلَا تَجْعَلْ عِرْضَكَ غَرَضًا لِبَيِّنَاتِ الْقَوْلِ ؛
15	اور سنی سنائی باتیں واقعات کی طرح بیان نہ کرتے پھر ورنہ وہی تمہیں جھوٹا قرار دینے کے لئے کافی ہو جائیں گی؛	وَلَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ مَا سَمِعْتَ بِهِ فَكَفَى بِذَلِكَ كَذِبًا ؛
16	اور لوگوں کی ہر بات کو جھٹلانے سے باز رہو ورنہ وہی تمہاری جہالت کے لئے کافی ہو جائیں گی؛	وَلَا تَرُدَّ عَلَى النَّاسِ كُلَّ مَا حَدَّثُوكَ بِهِ فَكَفَى بِذَلِكَ جَهْلًا ؛
17	اور غصہ کو پی جایا کرو اور سزا دینے کی قدرت ہوتے ہوئے لوگوں کو معاف کر دیا کرو؛	وَاطْغَمِ الْعَيْطُ وَتَجَاوَزْ عِنْدَ الْمُقَدِرَةِ ؛
18	اور غصہ و غضب کے عالم میں بردباری و حلیمی اختیار کرو؛	وَاحْلُمْ عِنْدَ الْغَضَبِ ؛
19	دولت مند ہوتے ہوئے بھی کشادہ روئی اور کشادہ دستی استعمال کرو گے تو تم عاقبت میں کامیاب ہو گے؛	وَاصْفَحْ مَعَ الدَّوْلَةِ تَكُنْ لَكَ الْعَاقِبَةُ ؛
20	اُن تمام نعمتوں سے اصلاح حالات کا کام لو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں؛	وَاسْتَصْلِحْ كُلَّ نِعْمَةٍ اَنْعَمَهَا اللَّهُ عَلَيْكَ ؛
21	اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے کسی نعمت کو ضائع نہ کرو؛	وَلَا تُضَيِّعَنَّ نِعْمَةً مِّنْ نِّعَمِ اللَّهِ عِنْدَكَ ؛
22	اور اللہ نے جو انعامات تمہیں دیئے ہیں اُن سے پیدا ہونے والے نتیجے کو تمہاری حالت سے ظاہر ہونا چاہئے؛	وَلْيُرَ عَلَيْكَ اَثْرُ مَا اَنْعَمَ اللَّهُ بِهِ عَلَيْكَ ؛
23	اور یہ جان رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل وہ شخص ہوتا ہے جو سب سے زیادہ نیک ہو اور جو اپنی طرف سے بھی اور اپنے متعلقین کی طرف سے ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرتا رہے؛	وَاعْلَمْ اَنَّ اَفْضَلَ الْمُؤْمِنِينَ اَفْضَلُهُمْ تَقْدِيمَةً مِّنْ نَّفْسِهِ وَاهْلِهِ وَمَالِهِ ؛
24	اور یہ کہ جو کچھ تم آخرت کیلئے بھیجو گے وہ تمہارے لئے ذخیرہ کی طرح موجود رہے گا؛	وَانَّكَ مَا تَقْدِمُ مِنْ خَيْرٍ يَّبْقُ لَكَ ذُخْرُهُ ؛
25	اور جو کچھ تم پیچھے چھوڑو گے اُس کی اچھائی تمہارے لئے نہیں تمہارے غیر کیلئے ہوگی؛	وَمَا تُوْخِرُهُ يَكُنْ لِغَيْرِكَ خَيْرُهُ ؛
26	اور ایسے صحابہ کی صحبت سے پرہیز کرو جن کی رائے کمزور اور اعمال برے ہوں؛	وَاحْذَرْ صَحَابَةَ مَنْ يَّقْبَلُ رَاْيَهُ وَيُنْكَرُ عَمَلَهُ ؛
27	یہ سمجھ لو کہ ہر شخص کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ ویسا ہی سمجھا جاتا ہے جیسے ساتھی ہوں؛	فَاِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبَرٌ بِصَاحِبِهِ ؛
28	اور تمہیں بڑے بڑے شہروں میں بسنا چاہئے اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی مرکز ہوتے ہیں (یقیناً وہاں مسلمانوں کی کثرت ہوگی)؛	وَاسْكُنِ الْاَمْصَارَ الْعِظَامَ فَاِنَّهَا جَمَاعُ الْمُسْلِمِينَ ؛
29	اور اُن مقامات سے دور رہو جہاں غفلت اور جفا کاری جنم لیتی ہو اور جہاں اللہ کی اطاعت میں مددگاروں کی قلت رہتی ہو؛	وَاحْذَرْ مَنَازِلَ الْغَفْلَةِ وَالْجَفَاءِ وَقَلَّةِ الْاَعْوَانِ عَلٰى طَاعَةِ اللَّهِ ؛

30	اور اپنی رائے اور مشوروں کو مفید کاموں تک محدود رکھا کرو؛	وَأَقْصُرْ رَأْيَكَ عَلَى مَا يَعْنِيكَ ؛
31	اور بازاروں کے اڈوں میں اٹھنے بیٹھنے سے خبردار رہنا وہ شیطان کے حاضر رہنے اور فتنوں کے پیدا ہونے کی جگہیں ہوتی ہیں؛	وَأَيَّاكَ وَمَقَاعِدَ الْأَسْوَاقِ فَإِنَّهَا مَحَاضِرُ الشَّيْطَانِ وَمَعَارِيضُ الْفِتَنِ ؛
32	اور تم اپنی نظر اور توجہ زیادہ تر اُن لوگوں پر رکھا کرو جو تم سے پست درجہ کے لوگ ہوں یقیناً اُن کی دیکھ بھال کرنا تمہارے لئے شکرِ نعمت کا ایک طریقہ ہے؛	وَأَكْثِرْ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى مَنْ فَضِلْتَ عَلَيْهِ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ أَبْوَابِ الشُّكْرِ ؛
33	جمعہ کے دن جمعہ کی نماز میں حاضری دیئے بغیر سفر نہ کرنا سوائے اس کے کہ تمہیں اللہ ہی کی راہ میں جدائی اختیار کرنا ضروری ہو جائے؛	وَلَا تُسَافِرْ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ حَتَّى تَشْهَدَ الصَّلَاةَ الْأَقْصَلَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ؛
34	یا کوئی اور کام ہو جس کے لئے تم معذور ہو؛	أَوْ فِي أَمْرٍ تُعْذَرُ بِهِ ؛
35	اور اپنے تمام کاموں میں اللہ کی اطاعت کرتے رہو؛	وَأَطِعِ اللَّهَ فِي جَمَلِ أُمُورِكَ ؛
36	یقیناً اللہ کی اطاعت باقی چیزوں پر مقدم ہے؛	فَإِنَّ طَاعَةَ اللَّهِ فَاصِلَةٌ عَلَى مَا سِوَاهَا ؛
37	عبادت میں لگانے کے لئے اپنے نفس اور خواہشات کو فریب دے دیا کرو؛	وَخَادِعِ نَفْسَكَ فِي الْعِبَادَةِ ؛
38	اور اپنے نفس سے مہربانی کا سلوک کیا کرو اس پر جبر و قہر نہ کیا کرو؛	وَأَرْقُقْ بِهَا وَلَا تَقْهَرْهَا ؛
39	اور جب وہ دوسری خواہشات سے فارغ اور خوش ہو اُس وقت اُس سے عبادت کا کام لیا کرو البتہ واجب لکھی ہوئی عبادت میں اُس سے رعایت نہ کرنا؛	وَخُذْ عَفْوَهَا وَنَشَاطَهَا إِلَّا مَا كَانَ مَكْتُوبًا عَلَيْكَ مِنَ الْفَرِيضَةِ ؛
40	ان فرائض کو تو بہر حال پورا کرنا ہے اور اُنکے عہد کے مطابق وقت پر بجالانا ہے؛	فَإِنَّهُ لَا يُدَّ مِنْ قَضَائِهَا وَتَعَاهِدِهَا عِنْدَ مَحَلِّهَا ؛
41	خبردار ایسا نہ ہو کہ موت تم پر آپڑے اور تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے اور دنیاوی سامان کی فراہمی میں لگے ہوئے ہو؛	وَأَيَّاكَ أَنْ يَنْزِلَ بِكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ ابْقِ مِنْ رَبِّكَ فِي طَلَبِ الدُّنْيَا ؛
42	اور خبردار بے لگاموں (فاسقوں) کی صحبت اختیار نہ کرنا کیونکہ شر شر ہی کی طرف بڑھتا اور بلاتا ہے؛	وَأَيَّاكَ وَمُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ فَإِنَّ الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ ؛
43	اور اللہ کی عظمت اور توقیر ہمیشہ مد نظر رکھا کرو اور اسکے دوستوں سے ہی دوستی رکھا کرو؛	وَوَقِّرِ اللَّهَ أَحَبَّ أَحِبَّائِهِ ؛
44	اور غیظ و غضب سے بچ کر رہا کرو اس لئے کہ غصہ شیطان کی فوجوں میں سے ایک فوج ہے۔ والسلام	وَاحْذَرِ الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جُنْدٌ عَظِيمٌ مِنْ جُنُودِ إِبْلِيسَ . وَالسَّلَامُ -

تشریح:- ہمارے قارئین جانتے ہوں گے کہ عربی زبان میں جبل رسی کو کہتے ہیں اور اللہ نے اس لفظ کو قرآن کریم میں چار مقامات پر استعمال فرمایا ہے۔ ایک جگہ وہ رسی جو ابولہب کی زوجہ کے گلے میں بتائی گئی جس سے لکڑیوں کا گٹھ باندھنے والی تھی (6/111)۔ ایک جگہ **جَبَلِ النُّورِ** فرمایا ہے جس سے رگ گردن سے بھی قریب ہونا معلوم ہوتا ہے (16/50)۔ ایک جگہ اہل کتاب کے بد معاشوں کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:- **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةُ أَيْنَ مَا تَقِفُوا إِلَّا بِجَبَلٍ مِنَ اللَّهِ وَجَبَلٍ مِنَ النَّاسِ (3/112)**۔

مودودی ترجمہ:- ”یہ جہاں بھی پائے گئے ان پر ذلت ہی کی مار پڑی، کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ پناہ مل گئی“ (تفہیم جلد اول صفحہ 280)

یہاں علامہ مودودی نے جبل کے معنی ذمہ کر دئے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ: **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (3/103)**

علامہ مودودی کا ترجمہ:- ”سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو“ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 276)

یہ ہیں قرآن کے چاروں مقامات بہر حال قرآن سے معلوم ہوا کہ ایک **حبل انسانوں** کی بھی ہوتی ہے۔ لہذا تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اللہ کی **حبل** کو پکڑیں اور تفرقہ نہ ڈالیں۔ قرآن میں مذکور اسی **حبل** سے تمسک رکھنے یا وابستہ رہنے کا حکم حضرت علی علیہ السلام نے دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تمام نصیحتیں اسی **حبل** سے اختیار کرو اور حرام و حلال کے احکام بھی اسی سے لیا کرو۔ (جملہ نمبر 2-1)

لہذا قرآن میں اور اس خط میں مذکور **حبل** اُس سلسلہ کو فرمایا گیا ہے جو قرآن سے متعلق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ جبل اللہ کی دوسری لٹی ہیں۔ مطلب واضح ہے کہ **حبل اللہ** میں بولنے والے اور قرآن کی تعلیم دینے والے اور قرآن مل کر **حبل اللہ** ہیں۔ اور قیامت تک یہ **حبل اللہ** موجود رہنا ہے اور تمام مسلمانوں کو مل کر بلا اختلاف و افتراق و انتشار **حبل اللہ** سے تمسک رکھنا ہے۔ لہذا لازم ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ قیامت تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ایسی ہستی موجود رہے جو قرآن کریم کے معیار (12/111) پر قرآن اور کائنات کی ہر چیز کا تفصیلی علم رکھتی ہے۔ اور وہ اُس وقت خود حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

جملہ نمبر 12 اور 13 کے اعمال میں کچھ روزانہ کے جائز اعمال بھی ہیں ان میں کمی مقصود ہے

جائز جنسی تعلق بھی اعلانیہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لہذا قابل شرم جائز عمل درآمد میں بھی کمی مطلوب ہے۔ جس سے نہ صرف شرم و حیا کا تحفظ مقصود ہے بلکہ نسل انسانی کا کنٹرول اور حفاظت بھی مد نظر ہے۔

جملہ نمبر 22 سے عیاشی، تزین اور لباس فاخرہ مقصود نہیں

بائیسویں جملے کا مفہوم کئی ایک احادیث میں بھی بیان ہوا ہے اور خود غرض لوگوں نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ جس کو اللہ نے فراوانی عطا کی ہے وہ بہترین پوشاک پہنے۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں نہ رہے یہ باطل پرست لوگ انظہار شکر کی آڑ میں عیاشی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن حضور علیہ السلام ایسے غلط مطلب کی نفی میں فرما چکے ہیں کہ: **”اُن تمام نعمتوں سے اصلاح حالات کا کام لو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں۔“** (جملہ نمبر 20)

یعنی کسی کو بھوکا نہ بھگنا نہ رہنے دو، غربت کو دور کرو نہ کہ خود اصراف کرنے لگو۔

بڑے شہروں میں سکونت تہذیب و تمدن اور علم و حکمت اور انصار میں ترقی کا سبب ہوگا

قارئین حضرت علی علیہ السلام چاہتے ہیں کہ اُن کے پیرو حضرات ترقی و تمدن کے اعلیٰ مقام پر فائز رہیں اور بڑے بڑے شہروں میں عجائب خانے اور کتب خانے اور مختلف قسم کے ایسے ادارے ہوتے ہیں۔ جہاں چھٹی کے دنوں میں یا فرصت کے اوقات میں بچوں اور مستورات کو سیر کے لئے لے جانا ہی انہیں بلا مبالغہ محنت کے ترقی کی راہوں پر ڈال دے گا۔ انہیں تاریخی مناظر اور مجسمے دیکھ کر ملک کے ماضی کا علم حاصل ہوگا۔ دیہات کے بچوں کو بہت سے آلات و ایجادات کا علم نہیں ہوتا۔ بڑے شہروں میں زندگی کی سہولتوں سے بچوں کو روزانہ واسطہ پڑے گا۔ بجلی کے آلات اور مشینیں روزمرہ کے استعمال میں رہیں گی۔ حضور علیہ السلام کے یہ جملے 28-29 تو ہر زمانہ کے لئے مفید ہیں۔ شہروں ہی میں حکومت اور سیاسیات اور مختلف قسم کے لیڈروں اور راہنماؤں سے واقفیت ہوگی۔

عبادت پر تاکید فرمائی ہے لیکن حالات اور نظام کا ذکر نہیں فرمایا ہے

عبادت پر تاکیدات فرمائی گئی ہیں۔ لیکن ان تاکیدوں سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ قریش کی پیروی اور وہی عبادت کرو اور عبادت کا وہی مطلب و مقصد سمجھو جو قریش کرتے اور سمجھتے ہیں بالکل مقصود نہیں ہو سکتی۔ یہ تاکیدات اپنے نظام کے ماتحت کی گئی ہیں۔ نظام باطل کو تباہ کرنا حقیقی نماز و عبادت کا مقصد نہ ہو تو وہ عبادت باطل ہے۔

(نمبر 70) خط

إِلَى سَهْلِ ابْنِ حَنِيفِ الْأَنْصَارِيِّ

مدینہ کے گورنر سہل ابن حنیف انصاری کے نام

جس نے مدینہ کی ایک قوم کے معاویہ کے ساتھ جاننے کی شکایت کی تھی

لوگوں کو آزار دکھایا تھا خواہ وہ معاویہ سے ملحق ہو جائیں یا علی سے وابستہ رہیں یا دونوں سے الگ رہیں۔ لہذا گورنروں کو بے فکر رہنا چاہئے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا مِمَّنْ قَبْلَكَ يَتَسَلَّلُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ؛	حمد و ثنائے خدا و رسول کے بعد واضح ہو کہ مجھے یہ خبر مل چکی ہے کہ تمہارے آس پاس کے لوگ مدینہ چھوڑ کر معاویہ سے وابستہ ہونے کیلئے چھپ چھپ کر ملک شام جا رہے ہیں؛
2	فَلَا تَأْسَفْ عَلَى مَا يَفُوتُكَ مِنْ عَدَدِهِمْ؛	تمہیں نہ تو جانے والوں کی تعداد کے کم ہونے پر افسوس ہونا چاہئے،
3	وَيَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ مَدَدِهِمْ؛	اور نہ ہی اس مدد کی فکر کرنا چاہئے جو جانے والوں سے مل سکتی تھی؛ تم شکر کرو کہ
4	فَكَفَى لَهُمْ غِيًّا وَلَكَ مِنْهُمْ شَافِيًّا؛	تمہیں اس صورت حال میں ان لوگوں سے نجات مل رہی ہے جنہیں گمراہ ہونا تھا؛
5	فِرَارُهُمْ مِنَ الْهُدَى وَالْحَقِّ؛	اور جو ہدایات اور حق سے فرار کر رہے ہیں؛
6	وَأَيْضًا عَنْهُمْ إِلَى الْعَمَى وَالْجَهْلِ؛	اور وہ جہالت اور اندھے پن کی طرف حق سے فرار کر رہے ہیں؛
7	وَأَنَّاهُمْ أَهْلَ دُنْيَا مُقْبِلُونَ عَلَيْهَا؛	افسوس اس لئے بھی نہ کرو کہ وہ تو دنیا پرست لوگ تھے ہی اور وہ دنیا ہی کو قبول کر رہے ہیں؛
8	وَمُهْطِعُونَ إِلَيْهَا؛	اور اسی کی طرف لپک لپک کر چلے جا رہے ہیں؛
9	قَدْ عَرَفُوا الْعَدْلَ وَرَأَوْهُ وَسَمِعُوهُ وَوَعَوْهُ؛	تمہارے اطمینان کی یہ بھی ایک بات ہے کہ انہوں نے عدل و انصاف سے واقفیت حاصل کر لی تھی اور اُسے دیکھ بھی لیا تھا، سن بھی لیا تھا اور اُسے محفوظ بھی کر لیا تھا؛
10	وَعَلِمُوا أَنَّ النَّاسَ عِنْدَنَا فِي الْحَقِّ أُسْوَةٌ؛	اور انہیں یہ علم ہو چکا تھا کہ ہماری مملکت میں لوگوں کو حق کے سلسلے میں برابر رکھا جاتا ہے؛
11	فَهَرَبُوا إِلَى الْأَثَرَةِ	یہ سب کچھ جاننے، دیکھنے اور سمجھنے کے بعد بھی وہ اُدھر بھاگ رہے ہیں جہاں ان کو خصوصیت ملے گی اور دوسروں کو محروم کیا جاسکے گا؛
12	فَبَعَدَ اللَّهُمَّ وَسُحْقًا؛	خدا انہیں اپنی رحمت سے دور رکھے؛

13	خدا کی قسم وہ لوگ نہ تو ظلم و جبر سے بچ کر بھاگے؛	إِنَّهُمْ . وَاللَّهِ . لَمْ يَفِرُوا مِنْ جَوْرِ ؛
14	اور نہ ہی وہ عدل سے وابستہ ہونے کے لئے بھاگے ہیں؛	وَلَمْ يَلْحَقُوا بِعَدْلِ ؛
15	اور ہمیں اس صورت حال میں اللہ سے طمع کی حد تک اُمید ہے کہ وہ ہمارے لئے اس مشکل صورت حال کو ذلیل و حقیر کر دے گا؛	وَإِنَّا لَنَطْمَعُ فِي هَذَا الْأَمْرِ أَنْ يُدَلِّلَ اللَّهُ لَنَا صَعْبَهُ ؛
16	اور اس پتھر یلے اور سنگین معاملے کو آسان کر دے گا؛	وَيُسَهِّلَ لَنَا حَزَنَهُ ؛
17	انشاء اللہ۔ اور تم پر میرا سلام ہو۔	إِنْشَاءَ اللَّهِ ؛ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ ۔

تشریح:- خط کا نچوڑ یہ ہے کہ آنجناب علیہ السلام کی طرف سے ہر انسان کو مکمل آزادی دی گئی تھی اور اس آزادی کو ہر حال میں برقرار رکھا گیا تھا۔ اور اس عمل درآمد کو علمائے برابر لکھا اور مدح و ثنا کی ہے۔ ڈاکٹر ظہر لکھتے ہیں کہ:- ”پس حضرت علیؑ جانتے تھے کہ گنجائش کے آخری حدود تک لوگوں کو آزادی کا حق ہے اور اسی لئے لوگوں کو اُن کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرتے تھے اور نہ اطاعت کے لئے اُن پر جبر فرماتے تھے۔ دوسری بات جس پر حضرت علیؑ کسی کو مجبور نہ کرتے تھے وہ لڑائی ہے۔ لیکن یہ فرض آپ نے لوگوں پر جبر اُلا دانی نہیں اور نہ اقتدار سے کام لے کر اس پر زبردستی کی۔“ (علی صفحہ 303)

اس سے پہلے (صفحہ 302) زیر نظر خط کا حال بھی مدح میں لکھا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام میں جنگ کی اجازت دی ہے تاکہ نوع انسان کی آزادی برقرار رکھی جائے اور جابر و ظالم کو بزور باجوہ و ظلم سے روک دیا جائے اس کے برعکس بنی اُمیہ جبر و ظلم کو اللہ کے نام پر جائز رکھتی چلی گئی اور جس کسی نے بنی اُمیہ کے حکم و مصلحت کے خلاف آواز بلند کی اُسے اللہ کے نام پر تہ تیغ کرنے کو ثواب سمجھا خواہ وہ مسلمان تھا یا نمازی و پرہیزگار تھا، کربلا کو یاد فرمائیں۔

(نمبر 71) خط

إِلَى الْمُنْذِرِ ابْنِ الْجَارُودِ الْعَبْدِيِّ

منذرا بن جارود عبیدی کو اس وقت لکھا گیا جب کہ اُس نے

اُن بعض چیزوں میں خیانت کر لی تھی جن بر اُسے حاکم بنایا تھا

(1) باپ کا دیانتدار ہونا لازم نہیں کرتا کہ اُس کا بیٹا بھی دیانتدار ہو (2) رشتہ داروں اور دوستوں سے حسن سلوک برائے مال پر نہیں کیا جاسکتا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	حمد خداوندی اور پیغمبر پر درود کے بعد سنو کہ تمہارے باپ کی سلامت رومی سے میں نے تمہارے متعلق مغالطہ کھایا ہے؛	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ صَلَاحَ أَبِيكَ غَرَّتْنِي مِنْكَ ؛
2	اور یہ گمان کر لیا تھا کہ تم اپنے باپ کی پیروی میں اُن ہی کی راہ پر چلو گے؛	وَظَنَنْتُ أَنَّكَ تَتَّبِعُ هَدْيَهُ ؛
3	اور اُن ہی کے طریقے سے تم بھی منسلک رہو گے؛	وَتَسْلُكُ سَبِيلَهُ ؛
4	لیکن مجھے تمہارے متعلق جو اطلاعات ملی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ تم تو اپنی ذاتی	فَإِذَا أَنْتَ فِيمَا رَفَعِي إِلَيَّ عَنْكَ لَا تَدْعُ لِهَوَاكَ انْقِيَادًا ؛

خواہشات کی پیروی سے باز رہتے ہی نہیں ہو؛	
5 اور اپنی آخرت کے لئے کوئی سامان بچاتے ہی نہیں ہو؛	وَلَا تُبْقِي لِأَخْرَجِكَ عَنَّا؛
6 اور یہ کہ تم اپنی آخرت کو تباہ کر کے اپنی دنیا کی تعمیر میں لگے رہتے ہو؛	تَعْمُرُ دُنْيَاكَ بِخَرَابِ أَخْرَجِكَ؛
7 اور تم دینی قطع برید کے ساتھ اپنے بچوں اور سربراہوں کو لوگوں سے حسن سلوک کر رہے ہو؛	وَتَصِلُ عَشِيرَتَكَ بِقَطِيعَةِ دِينِكَ؛
8 اور تمہارے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے اگر وہ صحیح ہے تو تمہارے متعلقین کا ہر اُونٹ اور تمہاری جوتیوں کا ہر تسمہ بھی تم سے قدر و قیمت میں بڑھ کر ہے؛	وَلَيْسَ كَانَ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ حَقًّا لَجَمَلِ أَهْلِكَ وَشِسْعِ نُعْلِكَ خَيْرٌ مِنْكَ؛
9 اور تیری ایسی صفات و عادات رکھنے والا کوئی شخص اس قابل نہیں ہو سکتا کہ اُس کی مدد سے کوئی رکاوٹ دور کی جاسکے؛	وَمَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ فَلَيْسَ بِأَهْلٍ أَنْ يُسَدَّ بِهِ نَعْرٌ؛
10 یا کوئی کام انجام تک پہنچایا جاسکے؛	أَوْ يُنْفَذَ بِهِ أَمْرٌ؛
11 یا ایسے شخص کا مرتبہ بلند کیا جائے؛	أَوْ يُعْلَى لَهُ قَدْرٌ؛
12 یا اُسے کسی امانت میں شریک کار بنایا جائے؛	أَوْ يُشْرَكَ فِي أَمَانَةٍ؛
13 یا خیانت کی روک تھام پر اُسے تعینات کر کے مطمئن رہا جائے؛	أَوْ يُؤْمَنَ عَلَيَّ خِيَانَةٍ؛
14 چنانچہ تم میرے اس خط کے ملتے ہی فوراً میرے پاس پہنچو۔ انشاء اللہ۔	فَأَقْبِلْ إِلَيَّ حِينَ يَصِلُ إِلَيْكَ كِتَابِي هَذَا - انشاء اللہ

تشریح:۔ عبد اللہ ابن عباس کے بعد یہ دوسرا شخص ہے جو خیانت کے جرم میں ان خطوط میں مذکور ہوا ہے۔ پانچ سال کی ایسی عدل پرور حکومت میں صرف دو گورنروں کا خائن نکلنا بھی کامیاب حکومت کی ایک دلیل ہے۔ چونکہ محمد و علی علیہم السلام عام لوگوں کی طرح حکومت کرنا سکتے تھے اور اپنے علم غیب سے کام نہ لیتے تھے۔ لہذا یہاں یہ سبق دیا ہے کہ عہدیداروں اور افسروں کے انتخاب میں خاندانی عظمت و دیانت ضرور مد نظر رکھنا چاہئے ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ سچے اور دیانت دار کا بیٹا جھوٹا اور خیانت کار نکل آئے۔ پھر یہ خیانت اپنے پیٹ اور اپنی جان کے لئے نہ تھی بلکہ بچوں اور سربراہوں کو لوگوں کے لئے حسن سلوک کے لئے تھی اور اس میں غلطی اور غلط فہمی ممکن تھی۔ لہذا یہ جرم ویسا سنگین جرم نہیں ہے جیسا عبد اللہ ابن عباس نے کیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خط میں نہ ویسی مذمت کی جیسی عبد اللہ ابن عباس کی کی تھی اور نہ کوئی ایسی دھمکی دی جیسی عبد اللہ ابن عباس کو دی گئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُسے صرف حکومت سے معزول کر کے بلایا گیا ہے۔ بہر حال سوجھ بوجھ کی غلطی سے یہ نتیجہ نکلنا ممکن تھا اور ممکن ہے کہ جب وہ حاضر ہو کر واقعات کی تفصیل بیان کرے تو حضور علیہ السلام اُسے معاف فرمادیں اور دوبارہ گورنری پر بحال فرمادیں۔ یہاں امام کی مخالفت نظر نہیں آتی ہے۔ بشری غلطی ہے نیت بخیر ہونا ممکن ہے۔

(نمبر 72) خط

الی عبد اللہ ابن العباس : عبد اللہ ابن عباس کے نام لکھا گیا تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	بعد از حمد خدا و رسول واضح ہو کہ تو اپنی زندگی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا؛	أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ لَسْتَ بِسَابِقِ أَجَلِكَ ؛
2	اور نہ تمہیں وہ رزق مل سکتا ہے جو تمہارے لئے نہیں ہے؛	وَلَا مَرْرُوقٍ مَّا لَيْسَ لَكَ ؛
3	اور یہ بھی نوٹ کر لو کہ اس زمانہ کے صرف دو دن ہیں؛	وَأَعْلَمُ بِأَنَّ الدَّهْرَ يَوْمَانِ ؛
4	ایک دن تمہارے لئے اور ایک دن تمہاری مخالفت کے لئے ہے؛	يَوْمٌ لَّكَ وَيَوْمٌ عَلَيْكَ ؛
5	اور یہ کہ یہ دنیا حکومتوں کے انقلاب اور بدلتے رہنے کی جگہ ہے؛	وَأَنَّ الدُّنْيَا دَارُ دَوْلٍ ؛
6	لہذا جو چیز یہاں تمہارے لئے ہے وہ تمہاری کمزوری کے باوجود مل کر رہے گی؛	فَمَا كَانَ مِنْهَا لَكَ أَتَاكَ عَلَى ضَعْفِكَ ؛
7	اور جو چیز تمہارے خلاف ہوگی اُسے تم اپنی قوت سے بھی ٹال نہیں سکتے۔	وَمَا كَانَ مِنْهَا عَلَيْكَ لَمْ تَدْفَعْهُ بِقُوَّتِكَ -

تشریح:- اس خط میں حضور علیہ السلام نے قوانین مشیت کی طرف متوجہ کیا ہے اور عبد اللہ کو اُس کے اختیارات کے دونوں پہلو دکھائے ہیں اور اُس کی

مجبوری کا مقام بھی دکھایا ہے۔ مجبوری کے لئے زندگی اور عمر کی بات فرمائی ہے کہ ”تم اپنی اجل پر سبقت نہیں لے جا سکتے۔“ (جملہ نمبر 1)

یعنی تمہارے لئے اللہ نے جو وقت مقرر کر دیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔“ سادہ الفاظ میں سادہ لوگوں کے لئے اسی جملے کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ:-

”تم اپنی مقررہ موت سے پہلے نہیں مر سکتے۔“ اسی لئے سادہ زبان میں سادہ لوگوں کے لئے موت کو **اجل** کہہ دیا جاتا ہے لیکن موت ایک الگ اور مستقل

لفظ ہے اور اجل ایک الگ اور مستقل لفظ ہے نہ موت کے معنی اجل ہوتے ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح نہ اجل کے معنی موت ہیں نہ موت ہو سکتے ہیں۔

اجل کے معنی صرف گھڑی ہیں۔ ایک خاص وقت ہیں۔ سیدھے سادے لوگوں کے لئے موت کو اجل کہہ دیا جاتا ہے۔

لفظ اجل قرآن میں: اللہ فرماتا ہے کہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينِ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ۔ الخ (البقرہ-2/282)

مودودی ترجمہ: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی مقررہ مدت کے لئے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اُسے لکھ لیا کرو۔ یہاں مودودی صاحب

نے ”اجل مُسَمًّى“ کے معنی مقررہ مدت کئے ہیں اصل میں ”وقت کا نام مقرر کرنے سے“ مدت کی بات ہوگئی ہے اور یہ بھی کہ یہاں لفظ اجل کے معنی

موت نہیں کئے جا سکتے۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے کہ: رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ (النساء - 4/77)

مودودی ترجمہ: خدا یا یہ ہم پر لڑائی کا حکم کیوں لکھ دیا کیوں نہ ہمیں کچھ اور مہلت دی۔“

یہاں لفظ وہی اجل ہے اور معنی ہونا چاہئیں تھے۔ ”زمانہ قریب تک یا وقت قریب تک۔“

بس ایک مثال اور دیکھ لیں فرمایا گیا کہ: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ ۝ (الانعام 6/2)

مودودی ترجمہ: ”وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تمہارے لئے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے ہاں

طے شدہ ہے۔“ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ-523)

یہاں پیدا کرنے کی بات کی تھی اس لئے سب نے یہاں ”اجل“ کے معنی ”زندگی کی مدت“ یا عمر یا موت کا دن سمجھ لئے ہیں لیکن سمجھنے سے

لفظ ”اجل“ کے معنی نہیں بدل جاتے۔ اجل کے معنی وہی ”وقت“ ”گھڑی“ ”زمانہ“ ہی رہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا مقرر کردہ وقت۔ اللہ کا مقرر کردہ زمانہ۔ اللہ کی مقرر کردہ گھڑی۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام کا جملہ ہے ”فَانْكَ لَسْتَ بِسَابِقِ اَجَلِكَ“ اس کے وسیع ترین معنی ہوئے کہ ”یقیناً تو اللہ کے مقرر کردہ اپنے وقت پر سبقت نہیں کر سکتا۔“

اب اگر ”مقرر کردہ وقت“ سے موت مراد لی جائے یہ مطلب ہوگا کہ تو اپنی موت کے وقت پر سبقت نہیں لے جاسکتا۔ یعنی موت کے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مر سکتا۔ لہذا اس جملے سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ نے صرف عبد اللہ ابن عباس ہی کے لئے نہیں اور صرف موت ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر کام کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ یعنی کائنات میں جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہوگا وہ سب کچھ اللہ کے مقرر کردہ پروگرام کے مطابق ہوا ہے اور ہر ہا ہے اور ہوتا رہے گا اور اسی پروگرام کو قانون مشیت کہتے ہیں اسی کو تقدیر کہہ دیا جاتا ہے، یعنی ہر کام ہر حرکت ہر حادثہ اور ہر واقعہ اور ہر نتیجہ قوانین مشیت یا قوانین تقدیر کے ماتحت ہوتا ہے۔ حلال کام ہوں یا حرام، مفید کام ہوں یا مضر، جائز کام ہوں یا ناجائز، سب کو کرنے کے لئے قانون مشیت یا قانون تقدیر موجود ہے۔ اس قانون کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ پتہ تک نہیں بل سکتا۔ اللہ نے ہر مخلوق کو کچھ خصوصیات دی ہیں۔ شکل و صورت دی ہے خاصیت دی ہے۔ جو کچھ تمام مخلوقات کو دیا ہے وہ سب کچھ انسان میں جمع کر دیا ہے اور اُسے سب چیزوں پر مختار بنایا ہے۔ علم و ارادہ اور عقل دی ہے تاکہ وہ تمام مخلوقات کو استعمال کر سکے۔ وہ ایسا مختار ہے کہ خودکشی بھی کر سکتا ہے۔ قوانین کو غلط جگہ پر بھی استعمال کر سکتا ہے۔ اپنا بھی اور دوسروں کا بھی نقصان کر سکتا ہے۔ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ قوانین کے جاننے اور عقل و ارادہ اور اختیار ہونے کی وجہ سے غلط کام بھی اس کے اختیار میں ہیں۔ اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دوسرے جملے میں فرمایا ہے کہ: **وَلَا مَرْزُوقٌ مَا لَيْسَ لَكَ**؛ (جملہ نمبر 2)

یعنی ”تمہیں وہ چیز ملی ہی نہیں سکتی جو تمہارے اختیار سے باہر ہے“ یہاں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ یعنی یہ نہیں ہے کہ جو کچھ بھی تم کھاتے ہو یا پہنتے ہو وہ تمہارے لئے اللہ نے پہلے سے حلال اور جائز کر رکھا تھا۔ تمہارے کھانے پینے اور پہننے میں آنے والی چیزیں حلال بھی ہو سکتی ہیں حرام بھی ہو سکتی ہیں۔ یعنی تمہارے اختیار میں حلال بھی ہے حرام بھی ہے۔ یہ سمجھنا غلط ہے کہ اگر فلاں چیز اللہ نے ہمارے لئے جائز اور حلال نہ کی ہوتی تو ہمیں اس پر دست رس نہ ہوتی۔ یہی غلط عقیدہ قریش نے رکھا تھا۔ یعنی اپنی سازشوں اور کوششوں سے خلافت و حکومت پر قبضہ کر لیا اور کہہ دیا کہ اگر اللہ کی خلافت و حکومت ہمارے لئے نہ ہوتی تو ہم کیسے خلیفہ اور حکمران بن سکتے تھے؟ تم نے پرانے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح کھانا اور استعمال کرنا شروع کیا اور یہ سمجھا کہ اگر وہ مال تمہارے لئے جائز نہ ہوتا تو تمہارے قبضے میں نہ دیا جاتا۔ یاد رکھیں کہ حضور علیہ السلام نے دوسرے جملے میں قانون مشیت بیان فرمایا ہے۔ جائز اور حلال ہونے کی بات نہیں کی ہے۔ لہذا تیسرے جملے میں بات واضح فرمادی ہے کہ ایک دن تمہارے اختیارات کا دن ہے خواہ اختیارات کو غلط استعمال کرو یا صحیح، تمہیں آزادی ہے اور دوسرے دن تمہارا حساب لیا جائے گا۔ تمہارے اختیارات اور قدرت چھین لی جائے گی اور اپنی دی ہوئی آزادی اور قدرت اور اختیارات کو غلط استعمال کرنے پر سزا دی جائے گی اور آزادی اور قدرت اور اختیارات ہوتے ہوئے غلط استعمال سے بچنے اور احکامات خداوندی کی تعمیل کرنے پر اصرار دیا جائے گا۔ یہ ہے تیسرے جملے کا مطلب جو چوتھے جملے میں واضح ہے۔ پانچواں جملہ عملاً بتاتا ہے کہ کل، پرسوں اور آج حکومتیں نئے ہاتھوں میں رہی ہیں۔ جہاں اور چیزوں میں تبدیلیاں آتی ہیں وہیں حکومتوں میں بھی انقلاب آتے ہیں۔ چھٹے اور ساتویں جملے بھی قانون مشیت ہی سے متعلق ہیں۔ ان میں انسانی آزادی، اختیار اور قدرت پر توجہ مبذول کرائی ہے۔ یعنی تم کمزور ہو یا قوی ہو تو انہیں کا نتیجہ تمہاری کمزوری اور طاقت پر منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ کی مقرر کردہ تقدیر پر منحصر ہے۔ لہذا جس قانون کا جو نتیجہ اللہ نے مقرر کر دیا ہے وہ ضرور برآمد ہوگا خواہ قانون پر

کمزور عمل کرے یا طاقت ور عمل کرے۔ اسی کا نام تقدیر اور قسمت ہے۔ تم کسی کی ٹانگ کاٹنے کے لئے اپنی ٹانگ پر تلوار مارو تو اُس کی ٹانگ نہ کٹے گی بلکہ تمہاری اپنی ٹانگ کٹ جائے گی۔ لہذا پہلے یہ معلوم کرو کہ فلاں نتیجہ حاصل کرنے کا قانون کیا ہے؟ پھر اس قانون کو استعمال کرو گے تو وہ نتیجہ سامنے آجائے گا۔ تلوار کی جگہ لڈو مارنے سے تلوار والا نتیجہ نہ نکلے گا۔

الی مَعَاوِيَةَ : معاویہ کے نام

(نمبر 73) خط

دشمنانہ اور ہٹ دھرمی کی ذہنیت رکھنے والوں کے خطوط کو توجہ سے پڑھنا اور انہیں اصلاحی جواب لکھنا ایک غلطی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ عَلٰى التَّرَدُّدِ فِىْ جَوَابِكَ ؛	1	حمد و ثنائے خدا و رسول کے بعد واضح ہو کہ مجھے یہ فکر و تردد ہو رہا ہے کہ میں تیرے خطوط کا جواب دینے میں بھی،
2	وَالِاسْتِمَاعِ اِلَى كِتَابِكَ لِمُوْهِنِ رَاۤىنِىْ وَمُخْطِىْ فِرَاسْتِىْ ؛	2	اور تیرے خطوط کو سننے میں بھی برابر اپنی رائے کی کمزوری اور اپنی دانش کی غلطی کا مظاہرہ کئے چلا جا رہا ہوں۔
3	وَإِنَّكَ إِذْ تَحَاوَلْتَنِىَ الْأُمُورَ ؛	3	اور اُدھر تم مجھ سے کچھ باتیں منوانے میں حیلہ سازی کر رہے ہو؛
4	وَتُرَاجِعُنِىَ السَّطُورَ كَالْمُسْتَقْتَلِ النَّائِمِ تَكْذِبُهُ أَحْلَامُهُ ؛	4	اور مجھ سے پے در پے خط و کتابت جاری کئے ہوئے ہو اور خود کو اس گہری نیند والے شخص کی طرح پیش کر رہے ہو جو خود اپنے خوابوں کو جھٹلاتا رہا ہو؛
5	وَلَمْتُحَيِّرِ الْقَائِمِ يَبْهَظُهُ مَقَامُهُ لَا يَدْرِىْ أَلَمْ يَأْتِنِىْ أَمْ عَلَيْهِ ؛	5	اور اُس حیران و سرگردان شخص کی مانند ہو گئے ہو جو کھڑے کھڑے بیچارہ اور ناکارہ ہو گیا ہو اور یہ بھی نہ جانتا ہو کہ سامنے آنے والی صورت حال اس کے لئے مفید ہوگی یا مضر ہوگی؛
6	وَلَسْتُ بِهِ غَيْرَ أَنَّهُ بِكَ شَيْبِيَّةٌ ؛	6	اور حقیقت یہ ہے کہ تم وہ شخص نہیں بلکہ فریب دینے کے لئے اس کی مانند بنے ہوئے ہو؛
7	وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَوْلَا بَعْضُ الْاِسْتِيقَاءِ لَوْصَلَتْ اِلَيْكَ مِىْنِىْ قَوَارِعُ ؛	7	اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں ڈھیل دینا اگر میری پالیسی کا تقاضہ نہ ہوتا تو میری طرف سے تم پر ایسی تباہیاں ٹوٹ پڑتیں،
8	تَفْرَعُ الْعَظْمُ وَتَهْلِسُ اللَّحْمُ ؛	8	جو ہڈیوں کا چورا چورا کر ڈالتیں اور جسم پر گوشت کا نشان تک نہ چھوڑتیں؛
9	وَاعْلَمْ أَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ تَبَطَّكَ عَنْ أَنْ تَرَاجَعَ أَحْسَنَ أُمُورِكَ ؛	9	اور تم یہ جان رکھو کہ شیطان نے تمہیں بہترین کام کرنے سے اور اچھی باتوں کی طرف رجوع ہونے سے روکا ہوا ہے؛
10	وَتَأْذَنَ لِمَقَالِ نَصِيْحِكَ . وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ -	10	اور اُسی نے تمہیں نصیحت تک کے سننے سے باز رکھا ہوا ہے اور سلام اس پر جو سلام کے قابل ہو؛

تشریح:- سب سے پہلی بات تو یہ نوٹ کرنا ہے کہ معاویہ اینڈ کمپنی کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کا رویہ اُسے ڈھیل دے کر اُس نتیجے تک پہنچانے کے لئے تھا جو مشیتِ خداوندی نے طے کر رکھا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام آن کی آن میں اُن لوگوں کو مسل کر پھینک دینے کی طاقت اور انتظام رکھتے تھے۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام کی کسی بات یا عمل کو کمزوری یا کم فہمی قرار دینا خود اپنی کم فہمی اور عقیدہ کی کمزوری کا اعلان کرنا ہے۔

غلط کاروں کو تباہ کرنے سے پہلے مہلت دینا اپنی قوت و قدرت اور اختیار کا ثبوت دینا ہے

سوچنے کی بات ہے کہ کمزور شخص کسی کو مہلت کیوں دے گا؟ موقع سے فوراً فائدہ اٹھانا اور موقع کی تاک میں رہنا اور مواقع پیدا کرنا تو کمزوری کی پہچان ہے۔ جو ڈھیل دیتا ہے اور سنبھلنے کے لئے موقع دیتا ہے وہ تو اپنی قدرت اور علم کا ثبوت دیتا ہے۔ اُسے یقین ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا تباہ کر کے رکھ دوں گا۔ چنانچہ اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے کہ: رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ وَاصْبِرْ عَلٰی

مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ وَذَرِنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولٰٓئِى النُّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ (المزمل - 12-9/73)

”اللہ مشرکوں اور مغربوں کا پالنے والا ہے اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے لہذا اے نبی تم اسی کو اپنا وکیل بنائے رکھو اور یہ قریش جو باتیں بنا رہے ہیں اُن پر صبر کرو اور نہایت خوبصورت طریقے سے اُن سے ہجرت کر لو۔ اور ان جھٹلانے والے خوشحال لوگوں کو ذرا سی اور مہلت دے کر میرے حوالے کر دو۔ یقیناً ہمارے پاس اُن لوگوں کے لئے بھاری بھاری بیڑیاں اور آگ سے بھرے ہوئے گڑھے تیار ہیں۔“ (73/9-12)

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن کے پاس لامحدود علم و قدرت ہو کرتی ہے انہیں جلد بازی کی ضرورت نہیں ہوتی وہ مہلت پر مہلت دیتے ہیں صبر کرتے ہیں۔ ماضی و مستقبل پر اُن کی نظر ہوتی ہے اور جب چاہیں تباہی کا اعلان کر سکتے ہیں۔ حقیقی جاہلوں اور قریشی عقیدے کے لوگوں کی شناخت یہ ہے کہ وہ موقع پرستوں اور موقع کی تلاش میں رہنے والوں اور موقع سے فائدہ اٹھانے والوں کو عقل مند اور با بصیرت کہتے ہیں۔ سازشیں کرنے والوں کو کامیاب قرار دیتے ہیں۔ جوڑ توڑ کرنے والوں کو سیاست میں ماہر کہتے ہیں۔ چونکہ وہ درحقیقت بے دین ہوتے ہیں اور بے دینوں کے ہمدرد اور ہی خواہ ہوتے ہیں اس لئے نہ انہیں دین کا خیال آتا ہے نہ وہ دین کی عائد کردہ پابندیوں کو کوئی مقام دیتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں سوچتے کہ فلاں معاملے میں یا فلاں مسئلے میں اللہ نے کیا فرمایا ہے۔ اُن کے سامنے ہمیشہ اُن کی اپنی ضرورتیں اور مصلحتیں رہتی ہیں اور انہیں پورا کر لینا ہی اُن کے یہاں کامیابی کہلاتی ہے۔ اور یہی اور اتنا ہی قریشی دین و مذہب ہے۔ جو چیز مل گئی، جیسے بھی مل گئی، وہ اُسے عطیہ خداوندی سمجھ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا نے ہمیں فلاں چیز نہ دینا ہوتی تو ہمیں سازش میں، فریب میں کامیاب ہی نہ ہونے دیا جاتا۔ لہذا فریب سے اور دھوکے سے یا سازش سے حاصل کی ہوئی چیز یقیناً عطیہ خداوندی ہے اور عطیہ خداوندی ہے اسی لئے جائز اور حلال ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر ہم اور ملائکہ اور اللہ لعنت کرتے ہیں۔

(نمبر 74) معاہدہ

کِتْبَةُ بَيْنَ رَيْبَعَةَ وَالْيَمَنِ، وَنُقِلَ مِنْ حَطِّ هِشَامِ ابْنِ الْكَلْبِيِّ

یہ وہ معاہدہ ہے جو علی علیہ السلام نے قبیلہ ربیعہ اور اہل یمن کے مابین طر فمایا تھا اور اُسے ابوالمنذر ہشام ابن سائب کلبی کی تصنیفات سے نقل کیا گیا اور

جو 206ھ میں فوت ہوئے اور علمائے شیعہ میں بڑا مقام رکھتے تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	هَذَا مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْيَمَنِ حَاضِرُهَا وَبَادِيَهَا ؛ وَرَيْبَعَةُ حَاضِرُهَا وَبَادِيَهَا اَنْهُمْ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ :	یہ ہے وہ عہد نامہ جس پر اہل یمن کے شہری اور دیہاتی دونوں نے اور قبیلہ ربیعہ کے شہریوں اور دیہاتیوں نے اتفاق کیا ہے کہ وہ سب کے سب کتاب اللہ پر ثابت قدم رہیں گے؛
2	يَدْعُونَ اِلَيْهِ وَيَأْمُرُونَ بِهِ ؛	اُسی کی طرف دعوت دیں گے اور اُسی کے احکامات نافذ کریں گے؛
3	وَيُجِيبُونَ مَنْ دَعَا اِلَيْهِ وَاَمْرًا بِهِ ؛	اور جو کتاب اللہ کی طرف دعوت دے گا اور اُسی کی رو سے احکام نافذ کرے گا اُس کی آواز پر لبیک کہیں گے؛
4	لَا يَشْتَرُونَ بِهِ تَمَنًّا ؛	اور نہ اس کے عوض قیمت یا کوئی فائدہ حاصل کریں گے؛
5	وَلَا يَرْضَوْنَ بِهِ بَدَلًا ؛	اور اس معاملہ میں کسی بدلہ پر راضی نہ ہوں گے؛
6	وَاَنْهُمْ يَدْوُوْا حِدَّةً عَلٰى مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَتَرَكَهُ ؛	اور جو کوئی اس معاہدے کو ترک کرے گا یا اس کی مخالفت کرے گا یہ سب مل کر ایک ہاتھ کی طرح اس سے جنگ کریں گے؛
7	اَنْصَارًا بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ؛	یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و ناصر رہیں گے؛
8	دَعْوَتُهُمْ وَاحِدَةٌ ؛	اُن کی دعوت اور آواز ایک ہوگی؛
9	لَا يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ لِمَعْتَبَةٍ عَاتِبٍ ؛	اور وہ کسی دھمکی دینے والے کی دھمکیوں سے اس معاہدہ کو نہ توڑیں گے؛
10	وَلَا لِعَضْبٍ غَاصِبٍ ؛	اور نہ کسی کے غصہ کی وجہ سے عہد شکنی کریں گے؛
11	وَلَا لِاسْتِدْلَالِ قَوْمٍ قَوْمًا ؛	اور نہ کسی ایک قوم کے دوسری قوم کو ذلیل کرنے پر معاہدہ کی خلاف ورزی کریں گے۔
12	وَلَا لِمَسْبَةِ قَوْمٍ قَوْمًا ؛	اور نہ کسی قوم کے دوسری قوم کو گالی دینے سے چھوڑیں گے؛
13	عَلٰى ذٰلِكَ شَاهِدُهُمْ وَغَايِبُهُمْ ؛	اُسی معاہدہ پر ان کے حاضر و غائب دونوں عمل کریں گے؛
14	وَسَفِيْهِمْمْ وَعَالِيْهِمْمْ ؛	اور اُن کے جاہل بھی اور عالم بھی،
15	وَحَلِيْمُهُمْ وَجَاهِلُهُمْ ؛	اُن کے بردبار اور عقلمند بھی، اس پر قائم رہیں گے؛
16	ثُمَّ اِنَّ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ اِنَّ عَهْدَ اللّٰهِ كَانَ مَسْئُوْلًا ؛ (الاحزاب 33/15)	پھر اُن سب کے اوپر اللہ کا عہد و پیمان اور اُس کی توثیق لازم ہو گئے ہیں۔ یقیناً اللہ کے عہد پر باز پرس ضرور ہونا ہے؛ (الاحزاب 33/15)
17	وَكَتَبَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ ۔	اور اس عہد نامہ کو علی ابن ابی طالب نے بقلم خود لکھا ہے۔

تشریح:- اس معاہدے میں یہ دیکھنا ہے کہ فریقین کو قرآن کریم سے وابستہ اور قرآن کے ماتحت کر دیا گیا ہے اور قومی دباؤ کی تمام صورتوں کو یک سرے اثر کر

دیا گیا ہے۔ کہیں شخصی یا قومی مصلحتوں کو دلیل نہیں بننے دیا گیا ہے۔ ہر حال اور ہر صورت میں فریقین کو قرآن کے ماتحت رہنے پر مہر لگا دی ہے۔ یہیں یہ نوٹ کر لیں کہ قریشی حکمرانوں نے اپنے معاہدوں میں کہیں قرآن کا ذکر کیا نہ خود کو قرآن کے ماتحت رکھا۔ ہر معاہدے میں قومی حالات اور مصلحت وقت کو راہنما بنایا گیا ہے۔ اور دنیاوی فوائد اور نقصانات کو مد نظر رکھا گیا ہے اور یہ شرط تو کبھی لگائی ہی نہیں گئی کہ تمام احکامات قرآن کریم سے دئے جائیں گے اور یہ صرف اسلئے کہ نہ یہ خلافت و حکومت قرآن کے احکام پر مبنی تھی اور نہ اسے قرآنی قوانین سے وابستہ رکھا گیا تھا یہ خالص قومی معاملہ تھا۔ قومی مصلحت اور قومی ضرورت تھی۔ اور قومی تحفظ ہی کے لئے اس حکومت کو قائم کیا گیا تھا۔ اور قومی ضرورت کیلئے احکامات قرآن کو چھوڑ دیا۔

(نمبر 75) خط إِلَى مُعَاوِيَةَ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي أَوَّلِ مَا بُوِيعَ لَهُ بِالْخِلاَفَةِ ذِكْرَهُ الْوَاقِدِيُّ فِي كِتَابِ الْجَمَلِ

اپنی ظاہری خلافت کے اولین ایام میں اپنی بیعت کے بعد معاویہ کو لکھا گیا علامہ واقدی نے اپنی کتاب الجمل میں نقل کیا ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلِيِّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ ؛	اللہ کے بندے علیؑ امیر المؤمنین کی طرف سے ابوسفیان کے بیٹے معاویہ کے نام:
2	أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتَ إِعْذَارِي فِيكُمْ وَأَعْرَاضِي عَنْكُمْ ؛	حمد و ثنائے خدا و رسول کے بعد واضح ہو کہ تمہیں میری اس بیعت سے پہلے میرے وہ عذرات اور تم لوگوں سے کنارہ کشی کے وجوہات معلوم ہیں؛
3	حَتَّى كَانَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا دَفْعَ لَهُ ؛	یہاں تک کہ میری یہ حکومت قائم ہو کر رہی جسے لازماً قائم ہونا ہی تھا جسے کوئی قوت روک نہ سکتی تھی؛
4	وَالْحَدِيثُ طَوِيلٌ وَالْكَلَامُ كَثِيرٌ ؛	یہ ایک طویل بات ہے اور اس میں کثیر گفتگو کی ضرورت ہے؛
5	وَقَدْ أَذْبَرَ مَا أَذْبَرَ ؛	اور جو گزرنے لگا تھا وہ گزر چکا ہے؛
6	وَأَقْبَلَ مَا أَقْبَلَ ؛	اور جو سامنے آنا تھا وہ آچکا ہے؛
7	فَبَايَعُ مَنْ قَبْلَكَ وَأَقْبَلَ إِلَيَّ فِي وَفْدٍ مِنْ أَصْحَابِكَ ؛	لہذا تم اپنے آس پاس کے لوگوں سے میری خلافت پر بیعت لے لو اور اپنے ساتھیوں کے وفد کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔ والسلام

تشریح:- حضرت علیؑ علیہ السلام اس خط میں اپنے دوزمانوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک اعراض کا زمانہ اور دوسرا خلافت قبول کر لینے کا زمانہ۔ لہذا وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے خلافت کو قبول کر لیا تھا یا خلافت سے وابستہ رہتے چلے آئے تھے ان کا کاذب ہونا ثابت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ معاویہ ان تمام عذرات اور اسباب پر مطلع ہے جن کی بنا پر حضورؐ مسلسل خلفاء اور خلافت سے اعراض (روگردانی) کرتے چلے آئے تھے اور اب خلافت قبول کر لی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ عذرات اور اسباب بیان کرنے میں بہت سی طویل اور کثیر باتیں بتانا لازم ہیں۔ لہذا ان کی فی الحال ضرورت نہیں ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ تم بھی میری اطاعت کا اعلان کرو لوگوں سے میری اطاعت کی بیعت لو اور تمہارے اہل دربار یہاں آ کر بیعت کرو۔ دوسری غور طلب بات یہ فرمائی ہے کہ میری خلافت کا قائم ہو کر رہنا لابدی و لازمی تھا جسے کوئی روک نہ سکتا تھا۔ یعنی آپ جن جن

قوانین پر عمل فرما رہے تھے اُن کا تقدیری و مثبتی نتیجہ یہی تھا کہ میری حکومت قائم ہو کر رہے گی جس کی پیشگوئی حضور علیہ السلام نے اپنے تیسرے خطبہ میں کر دی تھی۔ جہاں اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے قریش کی جڑیں نکالنے کا ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو جملہ 7,8 منہاج الرسالۃ)۔ بہر حال یہ خط حضور کے اولین خطوط میں سے ہے مگر رضی صاحب نے ماشاء اللہ نہ خطبوں میں کوئی ترتیب رکھی نہ خطوط میں۔

(نمبر 76) وصیت

لَعْبُدِ اللّٰهَ ابْنَ الْعَبَّاسِ عِنْدَ اسْتِخْلَافِهِ اَيَّاهُ عَلٰى الْبَصْرَةِ

جب عبداللہ ابن عباس کو اپنی طرف سے بصرہ پر خلیفہ مقرر کیا تو اُسے وصیت فرمائی تھی

(یہاں لفظ استخلاف غلط ہے یہ استعملہ ہے یعنی جب اُسے بصرہ کا عامل (گورنر) بنایا تھا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	لَوْ كُنَّ كَيْسًا تَهْتَدُ بِبِشَانِي سَرَّهٖ نَوَانِيْسُ هَمْنَشِيْنِ بِنَاؤُا وَرِدْرَسْتِ اِحْكَامِ دُوْا؛	سَعِ النَّاسِ بِوَجْهِكَ وَمَجْلِسِكَ وَحُكْمِكَ
2	خبردار غصہ سے بچنا اسلئے کہ غصہ شیطان کی طرف سے اظہار حماقت کے لئے ہوتا ہے؛	وَإِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فَإِنَّهُ طَيْرَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ؛
3	اور یہ جان لو کہ جو کام اللہ سے قریب کرتے ہیں وہ جہنم سے دور لے جاتے ہیں اور جو کام اللہ سے دور کرتے ہیں وہ جہنم سے قریب کرتے ہیں۔	وَاعْلَمَنَّ أَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللّٰهِ يُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ وَمَا بَاعَدَكَ مِنَ اللّٰهِ يُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ .

تشریح:۔ اس وصیت سے اس کی عاقبت کا بھی پتہ چلتا ہے اور عقل و عقائد کا بھی۔ یہ بات ہزاروں سال پہلے کے لوگ بھی جانتے تھے جو اس کو بتائی گئی ہے کہ قربت خداوندی دلانے والے کام جہنم سے دور کر دیں گے اور اللہ سے دور کرنے والے کام جہنم سے قریب کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس نے نہ قرآن پڑھا تھا نہ اسکو سمجھا تھا۔ ورنہ یہ سب کچھ اُسے بتانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

(نمبر 77) خط وصیت لعبد اللہ ابن العباس لما بعثه للاحتجاج على الخوارج

”پھر عبداللہ ابن عباس کو وصیت فرمائی ہے جب اُسے خارجوں پر حجت قائم کرنے بھیجا“ عبداللہ کو مفسر قرآن اور حضرت علی علیہ السلام کا شاگرد کہنے

والے لوگ دیکھیں عبداللہ خارجوں کے مقابلے میں قرآن سے جاہل تھا اسے منع فرمایا ہے کہ خارجوں سے قرآن سے بات نہ کرنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

1	تَمَّ اُنَّ سَعِ الْقُرْآنِ كِي رُوْسَعِ حِجْتِ اِبْرٰهِيْمَ نَعْرَانَا۔ يَقِيْنًا قُرْآنَ كُنِي وَجُوْهَاتِ كَا حَالِ هِي (اور تم اُن جوہات سے جاہل ہو) تم اپنی کہتے رہو گے اور وہ بھی کہتے رہیں گے؛	لَا تَخَاصِمَهُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَمَلٌ ذُوْ وَجُوْهٍ تَقُوْلُ وَيَقُوْلُوْنَ؛
2	ولیکن اُن کے سامنے سنت کے ساتھ حجت پیش کرنا اس لئے کہ وہ سنت سے گریز کا راستہ نہ پاسکیں گے۔	وَلَكِنْ حَاجِبُهُمْ بِالسَّنَةِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوْا اَعْنَهَا مَحِيْصًا؛

تشریح:- وہ لوگ غور فرمائیں جو عبد اللہ کو قرآن کا مفسر اور حضرت علیؑ کا شاگرد بنائے ہوئے ہیں۔ اس کی لاعلمی ثابت کرنے کے لئے اُسے خارجیوں میں بھیجا گیا تھا۔ جنہوں نے جاتے ہی اُسے الجھا لیا تھا۔ اور اگر فوراً ہی حضور علیہ السلام نہ پہنچ جاتے تو خارجی اُس کی مٹی پلید کر کے چھوڑتے۔ تفصیلات لکھی جا چکی ہیں۔ نہ عبد اللہ حضرت علیؑ علیہ السلام کا شاگرد تھا نہ وہ اس قابل تھا کہ اُسے شاگرد بنایا جاتا۔

(نمبر 78) خط

أَجَابَ بِهِ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ عَنْ كِتَابِ كَتَبَهُ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَقْعَدُوا

فِيهِ لِحُكْمَةِ وَذَكَرَ هَذَا الْكِتَابَ سَعِيدُ ابْنِ يَحْيَى الْأَمَوِيُّ فِي كِتَابِ الْمَغَازِي

ابوموسیٰ اشعری کے جواب میں لکھا گیا، جو اُس نے ذُو مَہِ الْجَنْدَل سے لکھا تھا جہاں ابوموسیٰ کو فیصلہ کے لئے رکھا گیا تھا

(اس خط کو سعید ابن یحییٰ نے اپنی کتاب مغازی میں محفوظ کیا تھا)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

1	یقیناً بہت سے انسان ہیں جو دنیا اور آخرت کی سعادتوں اور اپنے حصہ سے محروم ہو چکے ہیں؛	فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ تَغَيَّرَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ عَنْ كَثِيرٍ مِّنْ حَظِّهِمْ؛
2	اس لئے کہ وہ دنیا کی طرف مائل ہو چکے ہیں؛	فَمَا لَوْ أَمَعَ الدُّنْيَا؛
3	اور بات بات میں اور ہر معاملہ میں اپنی ذاتی خواہشات پر چلنے لگے؛	وَنَطَقُوا بِالْهَوَىٰ؛
4	اور میں تو یہ دیکھ دیکھ کر ایک حیرانی کے مقام پر کھڑا ہوں جہاں میرے چاروں طرف ایسی قوموں کا جھمکنہ لگا ہوا ہے جو خود پسندی اور اپنے اپنے اغراض میں الجھے ہوئے ہیں؛	وَإِنِّي نَزَلْتُ مِنْ هَذَا الْأَمْرِ مَنْزِلًا مُّعْجَبًا اجْتَمَعَ بِهِ أَقْوَامٌ أَعْجَبْتُهُمْ أَنْفُسُهُمْ؛
5	چنانچہ میں اُن کے زخموں کا مداوی اور علاج تو کر رہا ہوں مگر ساتھ ہی ساتھ ڈرتا جا رہا ہوں کہ کہیں وہ سچے ہوئے خون کی طرح ہو کر لا علاج نہ ہو جائیں؛	فَإِنِّي أَدَاوِي مِنْهُمْ قَرَحًا أَخَافُ أَنْ يَعُودَ عَلَقًا؛
6	تم یہ بات ذہن نشین رکھ کر عمل کرنا کہ اس دنیا کے تمام انسانوں میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی اُمت کی محبت اور سچپتی میں مجھ سے زیادہ لالچی ہو؛	وَلَيْسَ رَجُلٌ - فَأَعْلَمُ - أَحْرَصَ عَلَيَّ جَمَاعَةَ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالْفَتْهَىٰ مِنِّي؛
7	اور اس سے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ میں عمدہ قسم کا ثواب اور آخرت کی سرفرازی حاصل کر لوں؛	أَبْتَعِي بِذَلِكَ حُسْنَ الثَّوَابِ وَكَرَمِ الْمَابِ؛
8	اور میں تو اُس عہد کو وفا کر کے رہوں گا جو میں نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے خواہ تم اپنے اُس نیک خیال میں تبدیلی کیوں نہ کر لو جس پر تم مجھ سے جدا ہونے کے وقت قائم تھے؛	وَسَأْفِي بِالسَّادِي وَأَيْتُ عَلَى نَفْسِي وَإِنْ تَغَيَّرَتْ عَنْ صَالِحٍ مَا فَارَقْتَنِي عَلَيْهِ؛

9	فَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ نَفْعَ مَا أُوتِيَ مِنَ الْعَقْلِ وَالشَّجَرِيَّةِ	بلاشبہ وہ شخص ازلی بد بخت ہے جو عقل و تجربہ رکھتے ہوئے اپنے اوپر اُن فوائد کو حرام کر لے جو اُسے عقل و تجربہ سے پہنچتے؛
10	وَأَيُّ لَاعِبِدْ أَنْ يَقُولَ قَائِلٍ بِبَاطِلٍ ؛	میں تو اس بات کو بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی بات بنانے والا غلط بات کہے؛
11	وَأَنْ أَفْسِدَ أَمْرًا قَدْ أَصْلَحَهُ اللَّهُ ؛	اور یا کسی ایسے معاملے کو خراب ہونے دوں جسے اللہ صحیح اور درست کر چکا ہو؛
12	فَدَعُ مَا لَا تَعْرِفُ ؛	لہذا جس بات کو تم نہیں جانتے اُس کے پیچھے نہ پڑو؛
13	فَإِنَّ شِرَارَ النَّاسِ طَائِرُونَ إِلَيْكَ بِأَقْوَابِ السُّوءِ . وَالسَّلَامُ .	کیونکہ شر اور فساد پھیلانے والے لوگ اپنے فسادی اقوال اور اسکیمیں لے کر بڑی تیزی سے اُڑتے ہوئے تم تک پہنچ جائیں گے۔ والسلام۔

تشریح:- یہ جواب تو واضح اور سامنے ہے مگر جس خط کا یہ جواب ہے وہ نہ سامنے آیا ہے نہ ہمیں اس کا مضمون کہیں سے ملا رہا ہے ہم اس سے قارئین کو باقاعدہ مطلع کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ یعنی ہمیں تشریح کے لئے اپنی سابقہ معلومات کا اور حضور علیہ السلام کے اس جواب کا سہارا لینا پڑے گا اور قارئین کو عقل و تجربہ سے مدد لینا پڑے گی۔ لہذا اس جواب سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے اپنے چاروں طرف کے پیچیدہ حالات دیکھ کر ہدایات طلب کی ہیں۔ تاکہ وہ آئندہ اپنے عمل درآمد میں راہنمائی حاصل کر کے اپنا کام درستی سے کر سکے۔

ابوموسیٰ اشعری کی پوزیشن مقام اور اُس کا کام اور حضور سے تعلق

اس عنوان کو سمجھنے کے لئے قارئین کو چاہئے کہ وہ اُس خطبے کو پڑھیں جسے مفتی جعفر نے اپنے ترجمے میں پینتیس ویں (35) نمبر پر لکھا ہے اور ہمارے یہاں اس خطبے کو پچاس (50) نمبر دیا ہے۔ یہ خطبہ اُن حالات کو پیش کرتا ہے جب جنگِ صفین ختم ہوئی تھی اور حالات یہ تھے کہ جنگِ صفین کے آخر میں معاویہ کی افواج ادھر سے ادھر بھاگ رہی تھیں۔ خود معاویہ جان بچانے کے لئے بھاگنے کے لئے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے کھڑا ہے اور عمرو بن العاص سے تدبیریں دریافت کر رہا تھا۔ اُس نے بتایا کہ قرآن کی آڑ لے لو تو لڑائی رک جائے گی۔ چنانچہ نیزوں پر قرآن بلند کئے گئے اور فریادیں بلند ہوئیں کہ لڑائی روکو دو اور قرآن کے مطابق فیصلہ کرو۔ حضرت علی علیہ السلام نے اعلان کیا کہ جب ہم نے قرآن کے فیصلے کی طرف بلا یا تھا تو معاویہ اور اہل شام نے انکار کر دیا تھا اب وہ شکست اور قتل عام سے بچنے کے لئے یہ چال چل رہے ہیں۔ لہذا جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ باقاعدہ شکست تسلیم کی جائے۔ لیکن قرآن کے نام پر حضرت علی علیہ السلام کی فوج کی کثرت نے تلواریں نیام میں رکھ لیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو گھیر لیا اور جنگ بند کرنے کے لئے مجبور کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آپ نے مالکِ اشتر کو میدانِ جنگ سے واپس نہ بلا یا تو ہم تمہیں گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں گے۔ مالکِ اشتر کو واپس بلا لیا گیا جنگ روک دی گئی جنگ کو روکنا ہی معاویہ اور عمرو عاص کا اولین مقصد تھا جو قرآن کے نام پر علوی فوج میں اختلاف ڈال کر حاصل کر لیا گیا۔ جنگ رکنے اور جان بچنے سے جو اطمینان ہوا تو سازش کی نئی چالیں سوچیں۔ معاویہ اور عمرو عاص نے دیکھا کہ علی نے مجبوراً کثرت کی رائے سے دب کر آپس میں جنگ کو روک دیا ہے اس نے اُن لوگوں کو ابھارا جو جنگ روکنا نہ چاہتے تھے اور زبردستی روک دئے گئے۔ انہوں نے حضرت علیؑ پر تقاضہ جاری رکھا کہ جنگ دوبارہ شروع کی جائے جنگ روکنا اور قرآن سے فیصلے کے لئے ثالث مقرر کرنا خود قرآن کے خلاف ہے۔ لہذا تم نے جان بوجھ کر قرآن کی مخالفت میں صلح منظور کی ہے اور یہ کھلا کفر ہے لہذا کفر سے تو بے کرو جنگ جاری کرو۔ چونکہ ان لوگوں کی تعداد کم تھی یہ جبراً دوبارہ جنگ نہ کر سکتے تھے اس لئے اپنے ہم خیال لوگوں کی تلاش میں لگ گئے یہی لوگ ہیں جو بعد میں خارجی کہلائے اور قوت حاصل کر کے جنگ

نہروان میں حضرت علی علیہ السلام سے مقابلہ کیا۔ ادھر جبراً جنگ رکوانے والوں میں معاویہ اور عمرو عاص نے یہ طے کر دیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے ثالث ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کرادو اور معاویہ کی طرف کا ثالث عمرو بن العاص ہوگا۔ حضرت علیؑ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ ان کی طرف سے ابو موسیٰ کو ثالث مقرر کیا جائے لیکن کثرت نے مجبور کر دیا۔ معاہدہ میں طے ہوا کہ دونوں ثالث چھ ماہ کے اندر اندر جو فیصلہ کریں گے وہ لفظ بلفظ قرآن سے کریں گے اور اس پر دونوں ثالث (یا حکم) متفق ہوں گے اور فیصلہ سنانے کے لئے دونوں دومتہ الجندل کے مقام پر آئیں گے اور فریقین کے دو گروہوں کے سامنے فیصلہ سنائیں گے۔ یہاں تک دومتہ الجندل اور ابو موسیٰ اشعری کی پوزیشن واضح ہوگئی۔ ادھر دونوں افواج واپس چلی گئیں۔ خارجی بننے والے لوگ حضرت علی علیہ السلام سے جدا ہو گئے اپنا الگ امام مقرر کر لیا اور حضرت علیؑ پر کفر کا فتویٰ عائد کر دیا اور برابر تقاضہ جاری رکھا کہ کفر سے توبہ کرو اور معاویہ سے جنگ کریں۔ حضرت علیؑ معاہدہ کی پابندی پر زور دیتے رہے اور دوسرے مخالف گروہ کو معاویہ کی طرف سے شہہ ملتی رہی روپیہ اور سامان ملتا رہا تاکہ علیؑ سے جنگ کرائی جائے اور علیؑ کو الجھا کر دور رکھا جائے۔ ابو موسیٰ کو ایسی خبریں پہنچانی جا رہی تھیں جن سے گھبرا کر وہ کوئی ایسا فیصلہ کر دے جو معاویہ کے حق میں ہو۔ سازشی گروہ کہتا تھا کہ خارجیوں کے دباؤ میں آ کر حضرت علیؑ نے معاہدہ منسوخ کر دیا ہے۔ لہذا ثالثی خود منسوخ ہوگئی ہے۔ کوئی بتاتا تھا کہ حضرت علیؑ نے کفر کا جرم مان کر توبہ کر لی ہے اور وہ شام پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ صلح کرنے پر پچھتارہے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری نے ان افواہوں سے گھبرا کر یہ خط لکھا اور صورت حال کو سمجھنا چاہا ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے اپنے جواب میں بتایا ہے کہ ”میں تو اُس عہد کو وفا کر کے رہوں گا جو میں نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے خواہ تم اپنے اُس نیک خیال میں تبدیلی ہی کیوں نہ کرو جس پر تم مجھ سے جدا ہوتے وقت قائم تھے (جملہ نمبر 8)۔ مطلب یہ کہ:-

(1) مطلب یہ کہ میں کسی کے دباؤ میں نہ آیا ہوں نہ آؤں گا اور جنگ صفین والے معاہدے کو ضرور پورا کروں گا۔ یعنی جو کچھ تمہیں سنایا جا رہا ہے وہ سازشی افواہیں ہیں حقیقت نہیں ہے۔

(2) یہ بھی واضح ہو گیا کہ معاہدہ کے بعد جنگ صفین سے رخصت ہوتے وقت ابو موسیٰ اشعری کے خیالات نیک تھے یعنی وہ معاہدہ کے مطابق قرآن سے فیصلے کے لئے تیار تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام ابو موسیٰ اشعری کے بدل جانے کی صورت میں بھی قرآن کے فیصلے اور حکم پر رضا مند رہیں گے۔

اسی خط میں ابو موسیٰ کو خبر دیا گیا ہے کہ سازش بڑے زور سے جاری ہے میرے چاروں طرف بھی کئی ایک اقوام کو پھیلا رکھا ہے تاکہ میں کوئی غلط فیصلہ کروں (جملہ نمبر 4) اور ادھر تمہیں تمہاری راہ سے ہٹانے کے لئے شریکند ماہرین تمہارے چاروں طرف اڑا کر پہنچیں گے اور چکر لگائیں گے اور طرح طرح کے اقوال اور غلط اسکیمیں پیش کریں گے (13- آخری جملہ)۔ باقی خط ابو موسیٰ کو تنبیہات اور تاکیدات اور صورت حالات سے واقف کرنے کے لئے واضح ہے۔ بہر حال معاویہ اور عمرو عاص کی سازش سے صفین کی جنگ رک گئی۔ حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں ایک مستقل پھوٹ پڑ گئی جو آپس میں جنگ نہروان پر ختم نہیں ہوئی۔ میدان جنگ میں موجود تمام خارجی قتل ہو گئے تو ان کے اعزاء و اقربا دشمن ہو گئے۔ پہلے خارجی تھے یا نہیں ضرور وہی عقائد اختیار کر لئے۔ چاروں طرف اپنے ہم خیال بنانے کے لئے پھیل گئے۔ جہاں موقع ملا حضرت کی رعایا یا صحیح العقیدہ مسلمانوں کو بے دریغ لوٹا قتل و غارت کرنا جاری رکھا۔ ہم نے مکمل تفصیل بیان الامامت کی تشریحات میں جمع کر دی ہیں۔ ہر پہلو واضح ہو چکا ہے۔ خطوط کی ذیل میں یہ مختصر تشریحات خانہ پری کے لئے کی گئی ہیں۔ بیان الامامت کو پڑھ چکنے والوں کو ان کی احتیاج نہیں رہتی ہے۔ نہج البلاغہ پر یہ (قلمی) دس ہزار صفحات قارئین کو تمام تواریخ سے نہ صرف مستغنی کر دیتے ہیں بلکہ تاریخ پر تنقید کی قوت اور دلائل بھی فراہم کرتے ہیں۔

(نمبر 79) خط

لَمَّا اسْتُخْلِفَ إِلَىٰ أَمْرَاءِ الْأَجْنَادِ

ابنی ظاہری خلافت کے فوج کے سرداروں کے نام لکھا گیا تھا

قریش اور قریشی خلفوں کا کردار پیش فرمایا ہے اور ان کے منصوبہ پر متوجہ کیا ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

1	حمد وثنائے خدا و رسول کے بعد واضح ہو کہ تم سے پہلے کے لوگوں کو اس عمل درآمد نے تباہ کیا تھا کہ انہوں نے حاکم ہوتے ہوئے لوگوں کو ان کے حقوق دینے سے منع کر دیا تھا اور پبلک نے اپنے حقوق کو خریدنا شروع کر دیا تھا؛
2	اور انہوں نے ان کو باطل پر لگا دیا تھا چنانچہ انہوں نے پیردی شروع کر دی تھی۔“

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ مَنَعُوا
النَّاسَ الْحَقَّ فَاسْتَرَوْهُ؛

وَآخِذُوا بِهِمْ بِالْبَاطِلِ فَاسْتَدْوَوْهُ۔

تشریح:- خط کی بنیادی بات تو اس قدر ہے کہ حاکم کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ پبلک کے کیا کیا حقوق ان پر لازم ہوتے ہیں اور سب کے حقوق بروقت ادا کئے جانا چاہئیں اور بس۔ انسانی حقوق کیا کیا ہیں؟ اس پر آج تک نہ آخری فیصلہ ہوا ہے نہ تمام حکمرانوں نے اتفاق کیا ہے۔ پہلے بھی اور آج بھی انسانوں کو نظام حکومت کی مصلحتوں کے ماتحت بہت سے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ مثلاً ملک روس میں اس کی آزادی نہیں کہ جو شخص جہاں اور جس ملک میں جا کر آباد ہونا چاہے آباد ہو سکے۔ چنانچہ وہاں کی پبلک اپنے ملک میں قیدی ہے۔ پاکستان میں اس کی آزادی نہیں کہ جو شخص جو عقیدہ یا مذہب رکھنا چاہے رکھ سکے۔ مثال کے طور پر روس میں یہودی قید میں ہیں اور پاکستان میں قادیانی یا احمدی قید میں ہیں۔ روس اور پاکستان کی حکومتیں ان پابندیوں کو جائز سمجھتی ہیں اور ہر ملک کی حکومت پبلک پر اپنی مصلحت کے ماتحت پابندیاں لگائے ہوئے ہے اور جب چاہتی ہے قانون خود بنا کر مزید پابندیاں لگا دیتی ہے۔ پبلک شور کرتی رہتی ہے اور اس وقت ساری دنیا میں تمام ممالک میں ہنگامے ہو رہے ہیں بد امنی پھیلی ہوئی ہے۔ کہیں چین و امن و اطمینان نہیں ہے۔ نہ پبلک چین سے ہے اور نہ حکومتیں چین سے ہیں۔ ایک ہمہ گیر بے چین ہے جس نے ساری دنیا کو گھیر رکھا ہے اور دنیا تباہی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ سب لوگ معذور ہیں سب قصور وار ہیں۔ کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی مقدار میں سب مجرم ہیں۔ اگر ان لوگوں کو خدا و رسولوں اور کتبہائے خداوندی کے احکام پر نہیں چلنا تو نہ چلیں۔ مگر ان اقوال و اعمال و اقدامات پر تو پابندی نہ لگائیں جو انسانی ترقی میں ممد و معاون ہوں۔ یہ قانون تو بنایا جا سکتا ہے کہ انسانی ترقی میں رکاوٹ ڈالنا جرم ہے۔ لہذا ہر وہ پابندی ہٹالیں جو ترقی میں رکاوٹ بنتی ہو۔ ہر وہ خیال و عمل جائز قرار دے دیں جو انفرادی یا اجتماعی ترقی کا سبب بنتا ہو۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو سو فیصد آزاد رکھا تھا۔ ہر شخص کو زندہ رہنے پھلنے پھولنے اور لازوال ترقی کرنے کا حق ہے اور ہر شخص کو یہ حق ملنا چاہئے لیکن کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے اس حق میں رکاوٹ ڈالے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ کمیونسٹ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے اور تمام باندہب لوگوں کو یہ حق یا حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ یہ صرف حکومتوں اور حکومتوں کے طرز حکومت ہیں جو اس حق اور حقیقت کے منکر ہیں۔ وہ طرح طرح کی باتیں بنا کر لوگوں کو اس فطری، پیدائشی اور بہترین و ہمہ گیر حق سے روکتی ہیں۔ اسی لئے معصوم زبان

میں باطل حکومتیں کہلاتی ہیں اور ایک معصوم و خدائی حکومت ہی کو صحیح حکومت مانتی ہیں اور صحیح حکومت کے لئے خدائی طرز حکومت کو لازم قرار دیتی ہیں۔ اور انسان کے اپنے ذاتی خیالات یا ذاتی اور قومی یا ملکی مصلحتوں کو ناجائز قرار دیتی ہیں جو اللہ نے کہا ہو یا آئندہ کہے اسی کو حق اور صحیح سمجھتی ہیں۔ اس حکومت کا سربراہ اور حکمران خود کو ساری نوع انسان سے پیچھے رکھتا ہے اور ایک ایسا گروہ اپنی پشت پر رکھنا چاہتا ہے جو خود کو تمام انسانوں سے پیچھے رکھے۔ اپنی خوراک اور پوشاک کا معیار یہ رکھتا ہے کہ پبلک کا ہر شخص وہ خوراک اور پوشاک باسہولت حاصل کر سکے اور پبلک کے ساتھ ساتھ اپنی ضروریات زندگی کا تعین کرتا رہے۔ وہ ایسے لوگوں کو محبت اور قدر کی نظروں سے دیکھتا ہے جو دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے ہوں اور جو ساری نوع انسان کی آزادی اور خوشحالی اور خوش خیالی چاہتے ہوں اور اپنی تمام قوتیں اس مقصد پر قربان کر دینے میں لگے رہتے ہوں۔ جو دنیا سے تنگی، تنگ دستی اور تنگ خیالی اور تنگ دامنی اور تنگ دلی کو رخصت کرنے میں اپنے سربراہ یا حکومت کے مدد و معاون ہوں جو ہر وقت اصلاحی تگ و دو میں لگے رہتے ہوں جو کبھی ترقی کی گنجائشوں کو نظر انداز نہ کریں جو ترقی کے زینہ کو کہیں ختم ہو جانے والا نہ سمجھ بیٹھیں جو انسانوں کو لامحدود حیات اور لامحدود قدرت فراہم کرنے اور کرانے میں یقین رکھتے ہوں جو اس پوری کائنات کو استعمال کرنے کے قابل ہوں۔ اور اپنے حکمران کے قدم بقدم چل کر وہاں تک پہنچیں جہاں تک مکان اور امکان ہو۔ اور یہ سب کچھ یہ مصلحت پرست حکومتیں نہیں کر سکتیں وہ دنیا کو ایسا ہی بنائے رکھیں گی جیسی آج ہماری یہ دنیا ہے۔ چاروں طرف حکمرانوں کو دوروں کا دورہ پڑا ہوا ہے۔ تمام دانشوروں کو بے معنی اور آزمودہ میٹنگوں میں الجھا رکھا ہے چاروں طرف امن و صلح اور خوشحالی کی باتیں ہوتی ہیں۔ مگر امن کے بجائے فساد میں روز افزوں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ صلح کی جگہ جنگ کی مزید راہیں نکلتی ہیں۔ خوشحالی کے بجائے بد حالی اور فاقہ کشی اور تنگ حالی پھیلتی جا رہی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ دورہ ختم ہو۔ یہ بیماری فکر و فراست دور ہو۔ یہ گاندھی یہ گاندھی زدہ لوگ چین سے بیٹھ کر کوئی ایسا پلان پیش کریں جس میں انسانی حقوق، انسانی آزادی اور انسانی محبت مجروح ہوتی نظر نہ آئے۔

یا علیؑ مدد۔

2 جولائی 1985ء بروز منگل بوقت 10 بجے دن

محمد احسن زیدی

فہرست بیان الامامة حصہ دوم (خطوط)

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
01	چند باتیں بطور یاد دہانی	تمہید
05	مدینہ سے بصرہ جاتے ہوئے اہل کوفہ کو لکھا	خط ☆1
09	بصرہ کی فتح پر اہل کوفہ کو مبارکباد	خط ☆2
10	قاضی شریح کو مکان کی خرید و فروخت پر رسید و بیعت نامہ لکھنے کا طریقہ سکھایا	خط ☆3
13	بصرہ کے گورنر حضرت عثمان بن حنیف کے نام	خط ☆4
15	آذر باعجان کے گورنر اشعث بن قیس کے نام	خط ☆5
18	معاویہ کے نام	خط ☆6
22	معاویہ کو جواب میں سبق آموز ریمارکس	خط ☆7
24	جریر بن ابن عبد اللہ بجلی کے نام	خط ☆8
25	معاویہ کے نام	خط ☆9
29	معاویہ کے نام	خط ☆10
31	انواع کو ہدایات	خط ☆11
33	اپنی فوج کے دوسر داروں کے نام	خط ☆12
34	اپنی فوج کے ایڈوانس گارڈ معقل بن قیس کو ہدایات	خط ☆13
35	صفین میں دشمن کی ملاقات سے پہلے پہلے اپنی فوج کو ہدایات	خط ☆14
41	دشمن کے سامنے آنے پر اللہ سے دشمن کا شکوہ	شکوہ ☆15
42	جنگ کے وقت علی علیہ السلام اپنے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے	خط ☆16
43	معاویہ کو جواب میں لکھا	خط ☆17
49	عبداللہ ابن عباس کے نام جب وہ بصرہ کا گورنر تھا	خط ☆18
50	آپ کے بعض گورنروں کے نام	خط ☆19
51	زیادہ بن ابیہ کے نام جسے عبداللہ ابن عباس نے اپنا خلیفہ بنا رکھا تھا	خط ☆20

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
51	زیاد بن ابی کو دو بارہ لکھا	☆ 21 خط
63	عبداللہ ابن عباس کو لکھا گیا	☆ 22 خط
64	جب ابن ملجم ملعون نے آپ کے سر مبارک پر تلوار ماری تو آپ کی وصیت	☆ 23 وصیت
66	آپ کے اموال پر عمل درآمد کے متعلق وصیت	☆ 24 وصیت
68	صدقات و زکوٰۃ کے وصول کرنے والوں کے لئے	☆ 25 وصیت
73	اپنے گورنروں میں سے بعض کے نام جنہیں صدقات وصول کرنے پر تعینات کیا ہوا تھا	☆ 26 خط
74	ابوبکر کے بیٹے محمد رضی اللہ عنہ سے گورنری کا عہد لینا	☆ 27 معاہدہ
78	معاویہ کے جواب میں لکھا گیا	☆ 28 خط
87	بصرہ والوں کے نام	☆ 29 خط
88	معاویہ کے نام	☆ 30 خط
90	جناب حسن ابن علی علیہما السلام کے لئے جو صفین سے واپس آتے ہوئے تحریر فرمائی	☆ 31 وصیت
118	معاویہ کے نام	☆ 32 خط
126	عباس کے بیٹے قثم کے نام جو کہ علی علیہ السلام کی طرف سے مکہ کا گورنر تھا	☆ 33 خط
127	محمد بن ابی بکر کے نام	☆ 34 خط
130	عبداللہ ابن عباس کے نام مصر میں محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد	☆ 35 خط
136	اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالب کے جواب میں	☆ 36 خط
138	معاویہ کے نام	☆ 37 خط
141	اہل مصر کے نام جب ان پر مالک اشتر کو حاکم بنایا	☆ 38 خط
143	عمر و ابن العاص کے نام	☆ 39 خط
146	ایک گورنر کے نام	☆ 40 خط
147	بعض گورنر کے نام	☆ 41 خط
150	جناب عمر ابن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ مخزومی بحرین کے گورنر کے نام	☆ 42 خط
151	صوبہ اردشیر خرہ کے گورنر مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی کے نام	☆ 43 خط

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
152	زیادہ ابن ابیہ کے نام	☆44 خط
153	جناب عثمان ابن حذیف کے نام	☆45 خط
162	اپنے گورنر کے نام	☆46 خط
163	امام حسن و حسین علیہما کو وصیت	☆47 وصیت
166	معاویہ کے نام	☆48 خط
167	معاویہ کے نام	☆49 خط
168	اپنی فوج کے حکمرانوں کے نام	☆50 خط
170	خراج وصول کرنے والے گورنروں کے نام	☆51 خط
172	شہروں کے حکمرانوں کے نام	☆52 خط
176	مالک اشتر نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے	☆53 عہد
215	عمران ابن حصین کے ہاتھ طلحہ و زبیر کے لئے	☆54 خط
216	معاویہ کے نام	☆55 خط
218	شریح ابن ہانی کے نام	☆56 خط
219	اہل کوفہ کے نام	☆57 خط
220	جنگ صفین کی تفصیلات سے مطلع کرنے کے لئے مختلف شہروں کے لوگوں کے نام	☆58 خط
222	اسود بن قطیبہ حلوان کی فوج کے سردار کے نام	☆59 خط
223	ان گورنروں کے نام جن کا علاقہ گذرتی ہوئی فوجوں کے راستے میں پڑتا ہو	☆60 خط
224	کمیل ابن زیاد نخعی کے نام	☆61 خط
225	اہل مصر کے نام	☆62 خط
230	ابوموسیٰ اشعری کے نام	☆63 خط
231	معاویہ کے جواب میں	☆64 خط
235	معاویہ کے نام	☆65 خط
238	عبداللہ ابن عباس	☆66 خط

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
239	عباس کے بیٹے قثم کے نام	☆67 خط
240	سلمان فارسی کے نام	☆68 خط
241	حارث ہمدانی رضی اللہ عنہ کے نام	☆69 خط
245	سہل ابن حنیف انصاری کے نام	☆70 خط
246	منذر ابن جارود العبدي کے نام	☆71 خط
248	عبداللہ ابن عباس کے نام	☆72 خط
250	معاویہ کے نام	☆73 خط
252	قبیلہ ربیعہ اور اہل یمن کے مابین	☆74 معاہدہ
253	معاویہ کے نام	☆75 خط
254	عبداللہ ابن عباس کے نام	☆76 وصیت
254	عبداللہ ابن عباس کے نام	☆77 وصیت
255	ابوموسیٰ کے جواب میں	☆78 خط
258	اپنی ظاہری خلافت کے فوجی سرداروں کے نام	☆79 خط

☆-----☆☆☆-----☆